دلگداز

اُردو کا مشہور ادبی تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر

منیجر و پبلشر

خاکسار حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

جو

دلگداز پریس میں چھپ کے لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان

سے شائع ہوا

دلگداز! دلگداز! دلگداز!!!

شروع ۱۸۸۷ء سے مولانا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کی ایڈیٹری میں نکلتا ہے۔ اسمیں مضامین نہیں تیر و نشتر ہیں کسی چشم فتان کی نگاہ ناز ہیں جو دل میں اُترتی اور دل ہی دل میں رہ جاتی ہے اعلیٰ درجے کے ادبی او تاریخی مضامین ہوتے ہیں۔ ختم سال پر بشرط خریداری سال آئندہ مولانا شرر کا ایک نیا ناول خریداران دلگداز کو مفت دیا جاتا ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک۔ نمونہ کیلئے دو آنہ کے ٹکٹ لازم ہیں۔

المشتہر منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنو

مولانا شرر کی کتابوں کے نئے لائبریری ایڈیشن

نفیس مذاق قدر دانان علم کے لیے مولانا شرر کی نئی اور پرانی کتابیں زیادہ اہتمام کے ساتھ چھاپی جاتی ہیں جن کی نفاست دیکھنے کے قابل ہے اس سلسلۂ طبع کا نام لائبریری ایڈیشن رکھا گیا ہے۔ جو حضرات اجازت دیدیتے ہیں۔ اُن کا نام لائبریری ایڈیشن میں درج کرلیا جاتا ہے۔ اور تیار ہوتے ہی ہفتہ عشرہ پہلے اطلاعی کارڈ بھیجکے بلا انتظار جواب وی پی بھیجدی جاتی ہیں مجلد کتابوں کے خریداروں سے اصل قیمت پر ... کے حساب سے ... کرلیا جاتا ہے۔ اگر علمی مذاق کی سرپرستی منظور ہو تو لائبریری ایڈیشن کے رجسٹر میں اپنا نام درج کرا دیجیے۔

نمبر ۱ افسانۂ قیس مجنون عامری کی لائف جو از سر نو مکمل کیگئی ہے۔ قیمت فی جلد

نمبر ۲ قیس و لبنیٰ مشہور عاشق عرب قیس بن ذریح عذری اور اسکی معشوقہ لبنیٰ کے حالات کو ایک نہایت پر اثر دلچسپ ناول کا لباس پہنایا گیا ہے قیمت فی جلد

نمبر ۳ حسن بن صباح بانی فرقۂ باطنیہ کے حالات زندگی اسکی تعلیمیں اسکا علم و فضل اور اسکے سرگرم فدائی۔

نمبر ۴ ... شدید ... ایک ... ناول ... تاریخ ...

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر کی تمام قوم اسرائیل ... بخت نصر ... حالات ...

نمبر ۵ آغا صادق کی شادی لکھنو کے دربار شاہی کی ایک مذاق تصویر ... قیمت ۱

نمبر ۶ فلورا فلورنڈا اندلس کی ... ناول ... نہایت دلچسپ اور ... تاریخی ناول قیمت

المشتہر حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنو

سال حال

سنہ ۱۹۱۵ء صاحب آگئے۔ اور اس شان سے آئے کہ کرسمس کیک اور کرسمس پُڈنگ کا بدرقہ انسان کا خون ہے۔ غالباً اسی رعایت سے آپ کا اسم گرامی منشی رحمت اللہ صاحب رعد کی جدید نامی جنتری میں "نوش فائیل" بتایا گیا ہے۔ آپ نے دنیا میں ایسے وقت قدم رکھا کہ نہ کسی کو پارسا منش حضرت پارسائیل (سنہ ۱۹۱۴ء) سے کچھ کہنے سننے کا موقع ملا اور نہ آپ کا خیر مقدم ادا کرنے کا۔ آپکی صورت دیکھتے ہی دنیا نے ایک حسرت کے لہجے میں "صورت ببین حالم مپرس"، کہا اور کمال بے جگری سے اپنا لہو پیش کرنے میں مشغول ہو گئی۔

یا حضرت نوش فائیل آپنے عجب معنی خیز یا دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ دو رُخا نام پایا ہے۔ اگر "نوش" کے معنی شیرینی کے ہیں تو چاہیے کہ آپ کا زمانہ عیش وطرب کا عہد ہو۔ اور آپ کی صلح جوئی کی برکت سے سب لوگ جام عیش نوش فرمائیں۔ مگر زمانے کا رنگ دیکھتے یہ معنی بہت ہی بعید از قیاس معلوم ہوتے ہیں کیونکہ آپ کے اسبق پارسا منش بزرگ ایسا معمولی جھگڑا نہیں پیدا کر گئے ہیں۔ کہ آسانی سے دور ہو سکے مجبوراً خیال آپ کے اسم گرامی کے دوسرے خطرناک رُخ پر قائم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ آپ خون کے جام نوش فرمانے آئے ہیں۔ لیکن اس صورت میں [illegible] آپ کا اسم [illegible] "نوش ذوائیل" ہونا چاہیے تھا۔ خیر یہی سہی۔ شوق سے اپنا شوق پورا کیجئے دراصل پیاس بجھائیے۔ کیونکہ ساری دنیا جامیں دیے اور اپنا خون بہانے پر تُلی ہوئی ہے۔

سنتے ہین کہ آپ کا لباس زرد ہے۔ اور چیرۂ زعفرانی سر پر باندھ کے آئے ہین۔ یہ رنگ بھی چوکھا رہے گا۔ اور آتش حرب کے شعلون مین اچھی حدت پیدا کرے گا۔ مگر خدا کرے آپ کو اپنی پیاس بھر خون کے جام مل جائین۔

کرسمس ڈے کے عیش و طرب کو آپ کے دوست "پارسائیل" وہ مہیب موقع ثابت کر گئے جس مین خون کی پچکاریان چل رہی تھین اس مہیب موقع کی خوناشانی سے دنیا کا کوئی حصہ نہین بچا ہوا تھا۔ اور بچا ہے گھر نہ بیٹھے۔ دنون لڑنے کے پرانے چھوڑنے کے لوگ توپین اور بندوقین داغ رہے تھے۔ اب نیو ایئرس ڈے (سال کے روز اولین) کے موقع پر آپ اور آپ کے ہم مشرب احباب لہو کے جام درکنار خون کے خم لنڈھا رہے ہین۔ بہتر ہے۔ پیجیے اور پلائیے۔ مگر ہمین بھی خدا کے لیے کوئی جام مدہوشی پلا کے ایسا مدمست بنا دیجیے کہ قیامت تک اپنی جگہ سے نہ ہل سکین۔

اگر نوش نائیل کے یہی معنی ہین آپ اپنا اور اپنے احباب کا جام لہو سے بھرنا چاہتے ہین اور آپ کا یہی مذاق واقع ہوا ہے تو ہمین اندیشہ ہے کہ دیکھیے آخر تک ہم آپ کی ضیافت کر بھی سکتے ہین یا نہین۔ اول تو قحط نے ہماری رگون مین اتنا خون ہی نہین باقی رکھا ہے گو برٹش تاج کی وفاداری کا جوش اُسے ہیجان مین لا لا کے چھلکا رہا ہے اور ہم مین ہر ایک متنفس کے جسم مین جتنا خون ہے اُس سے زیادہ ہم گلوے حنجرہ سے بہانے کو تیار ہین۔ اور جیسی زوردار پچکاریون یا اُبلنے والی بوتلون کا کام ہمارے گلے دے رہے ہین اور ون کے گلے نہ دین گے۔ مگر آخر کب تک؟ اور کہان تک؟ آپ کی محفل عیش پورے بارہ مہینے گرم رہا چاہتی ہے اور یہان گو ہم نے ظاہر نہین ہونے دیا مگر خون ابھی سے کمی کر رہا ہے ہمین نظر آ رہا ہے کہ جس بے دردی اور جس دریا دلی سے ان چند روز دن کے اندر خون کے جام لنڈھائے گئے ہین اگر یہی رنگ آخر تک قائم رہ گیا تو بارہ مہینے درکنار ہم چھ مہینے بھی آپ کی ضیافت کو نہ نباہ سکین گے۔

خدا کے لیے ان جامون کو ذرا رُک رُک کے نوش فرمائیے۔ اور یاران ہم مشرب کی مدارات جس سیر چشمی سے ہو رہی ہے اُس مین ذرا کفایت شعاری اور عاقبت

کا بھی لحاظ رہے۔ ع تھم تھم کے چھری پھیریے رک رک کے جفا ہو۔ آپ کے احباب اور آپ ہمارے خون کے جام شوق سے پیئیں۔ اس میں ہمیں عذر نہیں۔ مگر کچھ تو مزہ لے کے پیجیے کہ ہمیں بھی مزہ آئے اور آپ کو بھی۔ اور یون ایک ہی سانس میں پی جائیے گا تو خم کا خم چڑھا جانے میں تو میخانہ خالی ہو جائے گا۔ اور لطف کسی کو نہ آئے گا۔ اور اگر بالفرض آپ کو اس دریا نوشی ہی میں مزہ آتا ہے تو چند روز بعد کیا کیجیے گا جب یہ جاندار میخانہ خالی ہو جائے گا۔ خم و سبو اوندھے اور ٹوٹے پڑے ہوں گے آپ کو تشنگان شدت عطش سے کانٹا لگنے کا اندیشہ ہوگا۔ اور جس طرح ہم آج غلہ کو ترس رہے ہیں آپ ایک قطرۂ خون کو ترسنے لگیں گے۔

آہ یہ خون کس قدر قیمتی ہے! اس کا ایک ایک قطرہ کروڑ کروڑ روپیہ کا مول رکھتا ہے۔ بلکہ جو خون اپنے تاج اور اپنے وطن کی حمایت میں بہایا جائے ان مول ہے ہمارا جوش وفاداری چاہے ہمیں اس کی قدر نہ کرنے دے مگر آپ کو تو ہماری اس سلطنت کے ساتھ بہانا ہے۔ آپ تو قدر کیجیے یہ خون پرانے تعلقات کو قطع کر کے اگلی محبتوں کی بندشیں توڑ کے مذہبی جذبات و خواہشات کو قربان کر کے۔ اور قدیم دوستوں اور ہم مذہبوں کی طرف سے لہو سفید کر کے آپ کے جام میں بھر گیا ہے آپ ہی اس کی قدر نہ کریں گے تو کون کرے گا۔

لیکن ہمیں اسکی بھی چنداں پروا نہیں۔ ہم نے اپنا خون بہانے میں موافقت زمانہ کا حق ادا کر دیا۔ اور اپنے حق سے سبکدوش ہو گئے۔ قدر کرنا یا نہ کرنا آپ کا کام ہے۔ مرنے والوں کو ایسی چیزوں کی خواہش ہی کیا۔ فتح کی مبارکباد وہ سنیں گے جو بچ رہیں گے۔ اور انعام و اکرام سے وہ سرفراز ہوں گے جو اس سرفروشی کے میدان سے اپنا خون بچا لائیں گے۔ ہمیں کیا؟ ہماری طرح جنھوں نے اپنا خون حضرت نوش فرمائیل کے جام میں بھر دیا اُن کے دلوں میں کوئی ہوس نہیں باقی رہ سکتی اور دم واپسیں کے وقت اُن کی زبان پر اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ ع "بعد از سر من کن فیکون شد شدہ باشد،، ہاں آپ اپنی ضرورتوں اور اپنی مجبوریوں کا البتہ خیال کیجیے۔ آپ کو یہ خونخواری کی ہولی اگلی مدتوں کھیلنا ہے آپ کے تیوروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی فتنہ جو فطرت اتنے ہی پر بس نہ کرے گی

بلکہ آتش قتال کے شعلوں کو آپ اور بھڑکائیں گے۔ کوئی تعجب نہیں کہ اُن گھروں تک بھی آگ لگ جائے جو ابھی تک بچے رہے ہیں۔ خدانخواستہ اگر شعلے اس سے زیادہ بھڑکے اور اس آگ کی گرمی نے زیادہ شدت پکڑی تو آپ کی پیاس بھی زور پکڑے گی۔ پھر اُسوقت اگر ہم سے سربکف وفاداروں کا خون کمی کر گیا تو کیا کیجیے کہاں سے لائیے گا؟ اپنا خالی گلاس ہاتھ میں لیے کن کن ملکوں کی خاک چھانیے گا؟ اور کن کن دروازوں پر جا کے دستک دیجیے گا؟

ہم ہر سال سے امن و امان کے طالب ہوتے آئے ہیں۔ گذشتہ سال تک باوجودیکہ بلقان کے فتنے نے بے انتہا جوش و خروش پیدا کر رکھا تھا مگر ہم نے خوشامد و لجاجت سے یہی درخواست کی کہ اب جھگڑا ختم کیجیے اور دنیا والوں کو ذرا امن و امان سے جینے دیجیے۔ مگر اب کی برس اے حضرت نوش فرمائیں آپ کی گرم مزاجیاں دیکھ کے ہم کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ ہم میں جوش وفاداری کا ایسا ہیجان پیدا ہو گیا ہے کہ آپ کا جام لبریز کرنے کے لیے ہمارا خون رگوں سے خود ہی اُبلنے لگا ہے اور جسموں سے چھلکا پڑتا ہے۔ لہذا ہمارے اس جوش کے ساتھ آپ نے جام خالی کرنے میں بھی بے احتیاطی کی تو انجام میں ہمیں سخت اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو ہم نہ ہوں اور آپ کو خون آشامی کی پیاس ستائے۔

اور اب چونکہ آپ کی عنایت سے فردائے قیامت آج کے حدود وقت آگئی ہے اس لیے ہم آیندہ کے بارے میں اس کے سوا اور کچھ کہنا بھی نہیں چاہتے۔ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ آیندہ بارہ مہینوں میں کیا ہو گا؟ کون ہو گا اور کون نہ ہو گا؟ اور آپ کی مقررہ زندگی پوری ہونے کے وقت ہم آپ کو رخصت کریں گے؟ یا آپ ہمیں اس سے پہلے ہی رخصت کر چکیں گے؟

ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

نثر اردو کی عمر نظم کے دیکھتے کم ہے۔ مدت تک تعلیم یافتہ لوگوں کی یہ وضع رہی کہ اگرچہ بعض لوگ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے مگر عام رجحان اور میلان اردو شعر

سرمایۂ افتخار تھا۔ اور ہندوستان مین اردو شاعرون کی تعداد فارسی شاعرون سے بہت زیادہ تھی۔ مگر نثر مین سارے ملک کو فارسی ہی مین لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ علوم و فنون کی کتابین فارسی مین لکھی جاتین۔ دین مذہب کی کتابین فارسی مین تصنیف ہوتین یہان تک کہ بوڑھے سے لے کے بچے تک سب فارسی ہی مین خط و کتابت کرتے۔ بچون کو مکتب مین فارسی ہی کی انشائین پڑھائی جاتین اور فارسی ہی مین خط لکھنا انھین سکھایا جاتا۔ نتیجہ یہ تھا کہ بول چال مین اردو زبان چاہے کیسی ہی شیرین و فصیح ہو گئی ہو لکھنے کی ضرورت پیش نہ آئی اور سب گونگے ہو گئے۔

پہلے پہل اردو مین میر امن دہلوی نے انگریزون کی حوصلہ افزائی و ہدایت سے اپنی کتاب چہار درویش لکھی۔ اسی زمانہ مین میرزا علی لطف نے اپنا تذکرۂ شعراے اردو تصنیف کیا جو عبداللہ خان صاحب مقیم حیدرآباد کی کوشش سے چھپ گیا ہی۔ اسی زمانے کے قریب مولوی اسماعیل صاحب شہید نے توحید و اتباع سنت پر اپنی کتاب تقویۃ الایمان تحریر فرمائی۔ جو کتابین اب جا بجا جس نظر سے دیکھی جاتین اُن دنون ادبی کمال دکھانے کے لیے نہین لکھی گئی تھین۔ اُن کی تصنیف سے صرف یہ مقصود تھا کہ بے تکلف اور سیدھی سادھی زبان مین مطلب ادا کر دیا جائے۔ اور عوام فائدہ اُٹھا سکین۔ مذکورۂ بالا بزرگون کو اگر ادب اردو کا کمال دکھانا ہوتا تو اُس زمانے کی انشا پردازی کے اصول کے مطابق ظہوری و نعمت خان عالی اور ابوالفضل و طاہر وحید کا رنگ اختیار کرتے جو اُسوقت ادبی دنیا پر حکومت کر رہا تھا۔ اور جس کے بغیر کوئی تحریر ملک مین قابل داد نہ تصور کی جاتی۔ تحریر ہی نہین گفتگو مین بھی اگر زیادہ تہذیب و شائستگی ملحوظ خاطر ہوتی تو وہی انداز اختیار کر لیا جاتا۔ جیسا کہ سید انشا نے میرزا مظہر جان جانان کی تقریر کے چند الفاظ نقل کر کے بتا دیا ہے۔

سچ پوچھیے تو اُردو کی نثاری لکھنؤ ہی سے شروع ہوئی جبکہ پہلے مرزا رجب علی بیگ سرور نے فسانۂ عجائب اور اپنی دوسری کتابون کو شائع کیا۔ اُن کے چند ہی روز بعد نورتن بھی لکھنؤ مین لکھی گئی جس کے مصنف اگرچہ دہلی کے ہین مگر لکھنؤ ہی کی صحبت مین نشو و نما پایا ہی۔

رجب علی بیگ سرور نے سچ یہ ہی کہ انشا پردازی کا اعلی کمال دکھایا ہی۔ اور جسوقت

وہ کتاب شائع ہوئی ہے اردو صحبتون مین حیرت کے ساتھ دیکھی گئی - مگر بدقسمتی سے اُنھون نے دیباچہ مین میر امّن پر حملہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے اُن کے تمام کمالات اہل دہلی کے نزدیک خاک مین مل گئے - یہان تک کہ میر محمد حسین آزاد کے سے مہذب بزرگ بھی اُنھین "لکھنؤ کا شہدا" فرماتے ہین - اور معلوم نہین رجب علی بیگ مرحوم سے اس گستاخی کا انتقام کب تک لیا جائے گا؟ میر امّن کا ہنر انشاپردازی انگریزون کو اُن دنون چاہے نظر آگیا ہو مگر ہندوستان کے اہل زبان مین سے کسی کو نہ نظر آیا تھا اور نہ نظر آسکتا تھا - اسلیے کہ انگریزی تعلیم کے اثر نے اُس وقت تک ملکی لٹریچر کا مذاق نہین بدلا تھا - اور مشرقی ادب خیالون اور دماغون مین بسا ہوا تھا -

ادبی رنگ کے متعلق مین نے کئی بار لکھا ہے اور پھر لکھتا ہون کہ وہ بالکل تعلیم اور مذاق کی پرورش سے وابستہ ہوتا ہے جیسی طرح غذاؤن خوشبوؤن اور رنگون اور دیگر تمام چیزون کو گرد کی معاشرت پسندیدہ بنایا کرتی ہے - اور مختلف قومون اور ملکون مین اس قدر اختلاف رہتا ہے کہ ایک کی لذیذ ترین اور محبوب ترین چیز دوسرے کے نزدیک نہایت ہی بدمزہ اور سخت قابل نفرت ہوتی ہے ویسے ہی ادب اور لٹریری مذاق کا حال ہے کہ جو رنگ ایک قوم مین پرورش پاکے دماغون اور زبانون پر چڑھ جاتا ہے دوسری قوم کے نزدیک بیہودہ - بے لطف اور بدمزہ ہوتا ہے - اور صحیح فیصلہ کوئی نہین کرسکتا کہ کون اچھا ہے اور کون برا ہے -

جاہلیت عرب مین فصاحت و بلاغت کا رنگ یہ تھا کہ مقفٰی فقرے لائے جائین - عبارتین متغلب و متداول الفاظ مترادف آئین - اور ایک ہی مطلب بار بار ادا کر کے موثر اور دلچسپ بنایا جائے - اسی مذاق کو قرآن نے چونکہ وہ لسان قوم مین تھا نہایت معجز طراز سے تکمیل کو پہونچایا - پھر وہی مذاق ادب عربی کا عنصر اعظم بن گیا - آج کل کے معیار سے دیکھا جائے تو عربی کی فصیح ترین کتابین مقامات حریری و تاریخ تیموری وغیرہ مین قافیہ پیمائی تطویل بیجا - اور بے ضرورت الفاظ لانے کے سوا کچھ نہین ہے مگر نہین - ان مین اعلیٰ ترین فصاحت ہے - جس کا مدتون اور صدیون تک ایک دنیا مزہ لیتی رہی ہے - یہی رنگ فارسی کے ادیبون نے اختیار کیا - اور جو جو ادب ترقی ہوتی گئی وہی رنگ پختہ اور گہرا ہوتا گیا - اور اُس مذاق کے دماغون مین بسے ہونے کی وجہ سے وہی رنگ اردو کے ادبائے اولین نے اختیار کیا

اور دنیا سے داد پائی۔ لہٰذا یہ خیال کرنا کہ چار درویش اور دونوں لکھی گئیں سب ان دونوں وہ صرف انگریزوں کو پسند ہونے کے جو اردو جانتے ہی نہ تھے ہندوستان کے اہل علم یا کوئی ادبی کمال تصور کی گئی ہوں گی بالکل بے اصل ہے۔

اب انگریزی کے اثر سے بے شک ایسا زمانہ آگیا ہے جب اردو کو پرانے لٹریچر نے جو زیور اور لباس پہنایا تھا اُتار لیا گیا اور نئے مغربی کپڑے پہنا دیے گئے۔ چار درویش اور اسکی ہی دوسری کتابیں چونکہ پرانے ادبی زیور اور لباس سے معرّیٰ تھیں اس لیے لوگوں کو پسند آئیں۔ اسلیے نہیں کہ اُن میں کوئی خاص خوبی تھی بلکہ صرف اسلیے کہ اُس زمانہ مقبول عام قومی لٹریچر کے رنگ سے معرّیٰ تھیں جو موجودہ لوگوں کو پسند تھا۔

اسی زمانے میں لکھنؤ میں مولوی غلام امام شہید نے اپنا مشہور مولد شریف لکھا جو اُس وقت کے ادبی مذاق میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ لوگوں کو بہت پسند آیا۔ اور اسی مقبولیت کی وجہ سے آج تک بہت پسند ہے۔

مگر موجودہ نثر اردو اصل میں دہلی ہی سے نکلی اور ہمیشہ دہلی کی زیر بار احسان رہے گی۔ مرزا غالب نے اردو انشا میں بے تکلفی کا سادہ رنگ اختیار کیا جو موجودہ مذاق سے بہت ہی قریب ہے۔ اگرچہ وہ بھی کبھی کبھی قافیہ بندی کی رعایت کر جاتے ہیں لیکن اس بے تکلفی کے ساتھ کہ پڑھنے والے کو قافیہ کا خیال بھی غور کرنے سے آتا ہے۔ موجودہ تعلیم نے اس رنگ کے قبول کرنے کے لیے زمانے کو خوب تیار کر دیا تھا۔ ہر صحبت میں واہ واہ ہونے لگی۔ اُن کے بعد سرسید نے اس سادگی میں متانت پیدا کی مگر اس کوشش کے ساتھ کہ زبان دقیق نہ ہونے پائے۔ اور ایسی رہے کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ اُسے سمجھ لے۔ مولوی محمد حسین آزاد نے اُس میں متانت کے ساتھ اور لطف پیدا کر دیا۔ جبکہ لکھنؤ کے لوگ انگریزی کے اثر سے دُور ہونے کے باعث ہنوز پرانے ہی رنگ کے دیوانے تھے۔ میاں واجد علی شاہ کے آخر ایام زندگی تک رنگین اور مقفّیٰ عبارت لکھی جاتی تھی اور لوگوں کو اس سادگی کا مزہ نہیں ملنے پایا تھا۔

اب علی گڈھ سے تہذیب الاخلاق آگرہ سے تیرھویں صدی اور لکھنؤ سے اودھ پنچ نکل رہے تھے جنمیں سے ہر ایک نثر اردو کی ایک ممتاز شان رکھتا تھا۔ تہذیب الاخلاق میں متانت اور عالمانہ وقار کے ساتھ قومی درد کا سوز و گداز

تھا۔ سلجھی ہوئی صاف زبان تھی۔ اور نئے مغربی فلسفہ و ادب سے لیے ہوے خیالات اور اثر ڈالنے والے مضامین و خطبات تھے۔ تیرہوین صدی مین اعلیٰ منشیانہ قابلیت کے ساتھ قدیم ادبی مذاق کی نگہداشت نئی خیال آرائیون اور صداقتون کے ساتھ کیجاتی تھی۔ اور پرانا مشرقی لٹریچر کچھ ایسی جدت طرازیون کے ساتھ نئے لباس مین ظاہر کیا جاتا تھا۔ کہ نئے اور پرانے دونون گروہون سے بے اختیار "واہ واہ" کے نعرے بلند ہوتے تھے۔ اودھ پنچ مین زبان اپنی اصلی شان مین دکھائی جاتی تھی۔ جس مین مذاق کا پہلو بھی پیدا رہتا۔ اس مین مختلف لکھنے والے تھے اور ہر ایک کا مذاق خاص لطف اور خاص خوبیان رکھتا تھا۔ منشی سجاد حسین ایڈیٹر کی شوخیان۔ مرزا مچھو بیگ صاحب کی کوثر کی دھلی ہوئی زبان۔ منشی احمد علی کسمنڈوی کا فارسیت کی اعلیٰ ادبی اور شاعرانہ دلچسپیان ظاہر کرنے والا رنگ۔ پنڈت تربھون ناتھ ہجر کی ہندی نظمین اور انکی خوبیون کو نہایت دلچسپی کے ساتھ ظاہر کرنے والے مضامین اردو نثر مین ایک عجیب زندگی و شگفتگی پیدا کر رہے تھے۔

اسی اثنا مین اودھ اخبار کے ساتھ پنڈت رتن ناتھ کا ناول "فسانۂ آزاد" شائع ہونا شروع ہوا۔ جس نے ملک پر بہت بڑا اثر ڈالا۔ اور اردو دنیا ناول نویسی کے مذاق سے آشنا ہو کے اسکی بے انتہا فریفتہ ہو گئی۔ فسانۂ آزاد مین جہان مصنف نے اپنے قلم سے کوئی سین دکھایا ہی یا کوئی واقعہ لکھا ہی وہی فسانۂ عجائب کا پر تکلف رنگ [illegible] ساتھ اختیار کیا ہی اور جہان دوسرون کی زبان سے گفتگو کرائی ہی بہت ہی سادی اور بے تکلف زبان رکھی ہی۔ خصوصاً عورتون کی زبان بہت ہی پاکیزہ ہی گو کہ جابجا غلطیان بھی ہو گئی ہین۔ مگر سچ یہ ہی کہ اپنی کوشش مین وہ جس درجہ تک پہونچ گئے ہین ان سے پہلے کوئی نہین پہونچا تھا۔

یہی زمانہ ہی جبکہ مولوی نذیر احمد صاحب نے گورنمنٹ کی فرمایش سے تعزیرات ہند کا ترجمہ کیا اور اپنی کتابون کے ذریعہ سے ایک ایسی زبان ملک کے سامنے پیش کی جو کہین روانی اور صفائی مین بے نظیر ہے اور کہین لغات عربی سے مملو ہونے کے باعث سخت دقیق و بلیغ۔ اور اسی عہد مین مولوی محمد حسین صاحب آزاد کا لٹریچر ایک بہت ہی پسندیدہ رنگ پیش کر رہا تھا۔ خصوصاً انھون نے زبان اردو کی تاریخ اور تذکرۂ شعرائے اردو لکھ کے ادبا اردو مین خاص ناموری حاصل کی۔

[illegible] ۱۸۸۶ء میں محشر نامی ایک ہفتہ وار رسالہ میں نے [illegible] جاری کیا [illegible] صاحب [illegible] کے نام سے [illegible] [illegible] [illegible] کا [illegible] [illegible] خیالات [illegible] [illegible] [illegible] اور [illegible] اخبار کے کالمون مین شائع [illegible] [illegible] بالکل [illegible] پیش کیا [illegible] [illegible] کی [illegible] [illegible] جانے لگیں۔ [illegible] نظر آیا کہ [illegible] مضمون نگاری [illegible] اختیار [illegible] ہے ہین [illegible] ملک کا [illegible] رجحان اُسی کی [illegible] [illegible] بیان [illegible] اپنا دل چسپ اور موثر [illegible] شہید وفا [illegible] کیا اور ہر طرف سے حوصلہ افزائی ہونے لگی۔

آخر [illegible] کا اصرار اتفاقاً [illegible] کے آغاز ۱۸۸۷ء سے مین نے رسالۂ دلگداز جاری کیا جس کا لٹریری انگریزی دانون اور پرانے مذاق کے لوگون دونون مین مقبول ہوا۔ پھر ۱۸۸۸ء سے اُس کے ساتھ تاریخی ناولون کا سلسلہ جاری کیا گیا جن مین سب سے پہلا ناول "ملک العزیز ورجنا" ہے۔ ان ناولون کو ملک نے جس شوق سے لیا اُس کے بیان کرنے کی تو ضرورت نہین ہے مگر اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ اُنھین ناولون کی وجہ سے ناولون کی تصنیف ہونے اور ملک مین اُن کے [illegible] کا شوق بڑھنے کی بنیاد پڑی اُنھین ناولون کے ذریعہ سے ملک مین تاریخ کے پڑھنے اور واقعات عالم سے دلچسپی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور اُنھین ناولون اور دلگداز کے صفحون نے وہ رنگ پیدا کیا جس پر موجودہ ادب اردو کی بنیاد قائم ہے۔

بہر حال جہان تک اردو کا تعلق جہان تک پرانے ادبی رنگ سے ہے اُس کی بنیاد لکھنؤ مین پڑی۔ ہان جدید رنگ کا آغاز دہلی سے ہوا مگر اس کوشش مین بھی جہان تک ممکن ہوا لکھنؤ نے دہلی کی رفاقت کی۔ خصوصاً ظرافت کا مذاق تو لکھنؤ ہی مین پیدا ہوا اور لکھنؤ ہی مین تکمیل کو پہونچا۔

یورپ کے بانکے نائٹ ٹمپلرز

اگرچہ ان لوگون کے بہت سے حالات نومبر ۱۹۱۴ء کے دلگداز مین [illegible]

ہو چکے ہیں مگر اُن کے صدیوں کے واقعات اتنے نہیں ہیں کہ چند صفحوں میں ختم ہو سکیں ہمیں اس سلسلے میں بھی بہت سے حالات و خصائص کا بتانا باقی ہے جو کہ لطف سے خالی نہیں ہیں۔ ان کے گروہ یا اُن کی سوسائٹی میں تین طرح کے لوگ ہوتے تھے۔ اول خود نائٹ۔ دوسرے چیپلین۔ تیسرے اسلحہ بردار۔ نائٹ دو طرح کے تھے ایک تو وہ جو زندگی بھر کے لیے شریک جماعت ہوتے۔ اور عہد کر لیتے تھے کہ مرتے دم تک اسی گروہ میں رہیں گے۔ اور دوسرے وہ جو کسی محدود مدت تک کے لیے اپنی زندگی نذر کرتے۔ مگر دونوں کو ایک ہی قسم کے اصول و ضوابط کی پابندی کرنا پڑتی۔ لازمی تھا کہ بلاناغہ گرجے میں آ کے شریک عبادت ہوں۔ صرف وہ نائٹ جو رات کی خدمت میں تھک جاتے اُنھیں خاص صورتوں میں ماسٹر کی اجازت سے گھر پر ٹھہرنے کی اجازت عطا کر دی جاتی۔ روز دو وقت اُنھیں قاعدے کے ساتھ کھانا ملتا۔ اور اگر ماسٹر کسی وجہ موجہ سے اجازت دیدے تو غروب آفتاب کے وقت ایک تیسری نہایت ہلکی غذا بھی مل سکتی۔ گوشت صرف ہفتہ میں تین بار ملتا۔ اس کے سوا ہر وقت کے کھانے میں ساگ پات یا نباتی غذائیں ملتیں۔ اور اُن میں بھی وہ جو زود ہضم تصور کی جاتیں۔ کھاتے وقت دو دو آدمی ساتھ بیٹھتے اور دونوں کی نظر ایک دوسرے کے کھانے پر لگی رہتی کہ کسی سے کوئی نامناسب حرکت یا خلاف اصول بے اعتدالی ہونے نہ پائے۔ شراب تو ہر غذا کے ساتھ مل جاتی مگر یورپ کی آجکل کی ٹیبل ٹاک "کھاتے وقت کی گپ شپ" نہ تھی۔ ہر نائٹ کے لیے لازمی تھا کہ جب تک کھانا کھائے خاموش رہے۔ اس وقت ایک مذہبی دعا پڑھی جاتی تھی جس کا سننا اور اُس پر کان لگائے رہنا فرض تھا۔

معمر و مریض ارکان کے ساتھ خاص رعایتیں تھیں اور اُن کی داشت کا اہتمام بھی اچھا تھا۔ ہر ممبر پر اپنے افسر اعلیٰ یعنی گرینڈ ماسٹر کی اطاعت فرض تھی۔ اور اس کے احکام بعینہ خدا کے احکام تصور کیے جاتے۔ نامناسب نشستیں عام ازیں کہ اسلحہ میں ہوں یا گھوڑے کے ساز و یراق میں ممنوع تھیں۔ وہ لباس بھی اُن کے لیے جائز نہ تھا جس میں کئی رنگوں سے رنگ آمیزیاں کی گئی ہوں۔ اور سوا نائٹوں کے باقی تمام ارکان سیاہ یا بھورے رنگ کے کپڑے پہنتے۔ سب کا لباس علی العموم اُون کا ہوتا صرف ایک مذہبی تقریب کے زمانے میں تو اُنھیں ایک سوتی کرتا پہننے

کی اجازت مل جاتی باقی اور کبھی کوئی روئی کے کپڑے نہین پہن سکتا - بال سب کے چھوٹے چھوٹے رہتے - اور جھنڈولی بے کنگھی کی ہوئی ڈاڑھی ٹمپلارون کی پہچان قرار پا گئی تھی - شکار کھیلنا یا شکاری کتون کو پالنا بھی اُن کے لیے ممنوع تھا فقط شیر کے شکار کی اجازت تھی وبس - لیکن شیر اُن لوگون کے خیال مین بُرائی اور بیہودگی کا نشان قرار پا گیا تھا - اور اسکی بھی اجازت نہ تھی کہ اپنی گذشتہ زندگیون کو وہ کبھی زبان پر لائین اور عیش و عشرت کے گزرے واقعات کو یاد کرین -

یہ لوگ کہین باہر جاتے تو اُن کے آنے جانے کی خاص نگرانی کیجاتی اور ہر کوئی نہ کوئی اُن کے ساتھ موجود رہتا سوا اُسوقت کے کہ جب رات کو وہ حضرت مسیح کے مقبرے (ہولی سپلکر) کی زیارت کو جاتے - بڑی نگرانی اس بات کی رہتی کہ کوئی ٹمپلار یا ارکن کسی سے خط و کتابت نہ کرنے پائے - اپنے کسی عزیز و قریب کا خط بھی وہ بغیر ماسٹر کی موجودگی کے نہ کھول سکتے - کسی کے پاس اُس کے کسی عزیز یا دوست کے پاس سے کوئی سوغات یا کھانے کی چیز آتی تو وہ لفافہ ماسٹر کے سامنے کھولا جاتا تھا اور ماسٹر کو اختیار تھا کہ اُسے دے یا اُس کے سوا کسی اور شخص کو ضرورت مند خیال کر کے دے دے - اور اگر ایسی صورت پیش آئے تو اصل مالک کو اس پر بُرا ماننا یا پیشانی پر میل لانا بھی گناہ تھا - سب جُدا جُدا بچھونون پر سوتے - ہر شخص اونی کا لباس کرتا اور کسا ہو گھٹنا تھا - خوابگاہ مین جسکی حیثیت خانقاہ کی سی ہوتی ایک چراغ رات بھر روشن رہتا - بچھانے کے لیے عموماً چٹائیان مروج تھین - اگر کسی کے پاس چٹائی نہ ہو تو اُسے ایک دری کے بچھانے کی اجازت مل جاتی - لیکن اس بات کا لحاظ کر کے کہ اس مین راحت طلبی اور عیش پسندی کو ذرا بھی دخل نہ ہو

وقتاً فوقتاً جو معاملات پیش آتی اُن کے تصفیہ کے لیے کمیٹیان ہوتین - کمیٹیان دو قسم کی تھین - ایک تو معمولی کمیٹیان جو خفیف باتون کے طے کرنے کے لیے جمع ہوتین - اُن مین صرف سوسائٹی کے چند ہوشیار رکن بلا لیے جاتے - مگر بڑی کمیٹیان جو اہم امور کے تصفیہ کے لیے طلب کیجاتین اُن کی شرکت کے لیے گرینڈ ماسٹر کل ارکان کو طلب کرتا - کسی نئے رکن کو شریک جماعت کرنا یا کسی

امانتی اور علاقہ کو کسی کے حوالے کرنا اُن بڑی کمیٹیوں کا کام تھا۔

ہر ممبر کو داخلہ سے پیشتر چند روز آزمائش میں رہنا پڑتا تھا۔ لغو رسمیں جو انھیں اُٹھانے کے قابل نہ ہوں نہ لیے جاتے۔ اور آخر آخر شاید ارکان کی بے اعتدالیان دیکھ کے یہ قاعدہ بھی تھا [illegible] کیا خالہ کوئی رکن کسی عورت کا بوسہ نہ لے عام اس سے کہ وہ شوہر والی ہو یا [illegible] کوئی عزیز قریب ماں نانا پھوپھی چچی یا بہن ہو۔ جو قواعد اول [illegible] ہوئے تھے [illegible] علاوہ آمدنی جب کمیٹی کے قبضہ میں بہت سی دولت جمع ہو گئی اور دنیا کے مختلف ملکوں میں مستقل مکانات اور جائدادیں پیدا ہو گئیں تو حسب ضرورت نئے قواعد منظور ہوئے

اب انتظام کی یہ صورت تھی کہ سب کا حاکم اعلیٰ گرینڈ ماسٹر ہوتا۔ اس کے احکام واجب التعمیل تھے اور [illegible] پر بھی رد و بدل کا حق حاصل تھا مگر اور جو اس کے [illegible] اس کو اجازت نہ تھی کہ [illegible] سوسائٹی کے کسی علاقہ کو کسی کے حوالے کر دے یا کسی نئے ممبر کو شریک جماعت کرے ان امور کے لیے وہ ارباب حل و عقد کی رضامندی حاصل کرنے پر مجبور تھا خود اس کا انتخاب تیرہ رکنوں کی منظوری سے ہوتا۔ مگر انتخاب کی کمیٹی میں جہاں تک ممکن تھا مختلف قوموں اور ملکوں کے ارکان رکھے جاتے۔

اس کے بعد ایک دوسرے عہدہ دار کا درجہ تھا جو سنسشل کہلاتا یہ وائس پریسیڈنٹ تھا اور گرینڈ ماسٹر کی عدم موجودگی میں اس کا نائب اور قائم مقام تسلیم کیا جاتا۔ اس کے علاوہ ایک عہدہ دار مارشل ہوتا۔ فوجی ساز و سامان اصطبل اور گھوڑوں کا سامان وغیرہ اسی کے اہتمام میں رہتا اور نائٹ ہونے کے تمام امیدوار یعنی اسلحہ بردار براہ راست اس کے تابع فرمان ہوتے۔ مگر لڑائی کے وقت سپہ سالار کے ماتحت ہو جاتا۔

ان عہدہ داروں کے علاوہ سوسائٹی کے نمبردار تھے مگر چونکہ بڑے بڑے ملک اور وسیع ریاستیں ان لوگوں کے ہاتھ میں ہوتیں اسلیے اُن کی حیثیت گورنروں بلکہ اُس عہد کے بادشاہوں کی سی ہوتی۔ سوسائٹی کی قلمرو ملک ایشیا اور یورپ کے دور دور دراز مقامات میں پھیلی ہوئی تھی اس لیے ان گورنروں

کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی اور کبھی اس سے زیادہ ہو جاتی۔ مگر ان لوگوں کے لیے بغیر گرینڈ ماسٹر کی منظوری حاصل کیے سمندر کا سفر اختیار کرنا اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا ممنوع تھا۔ یہاں تک کہ یورپ کا اعلیٰ حاکم بھی ہے۔ مجال نہ تھی ایسی جرأت کر سکیں۔ ان گورنروں کے انتخاب کے وقت جملہ ارکان کی شرکت ضروری تھی۔ انھیں گورنروں کے زیر اختیار ان کا خزانہ بھی رہتا جس کی کنجی بجز ان کے گرینڈ ماسٹر کو بھی نہ مل سکتی۔ خصوصاً قابل لحاظ بات یہ ہے جو گورنر ارض مقدس کے انتظام کا منتظم و نگران تھا وہی اصلی صلیب کا محافظ و نگران بھی رہتا جس کی نسبت ساری مسیحی دنیا کا اعتقاد تھا کہ یہ خاص وہی صلیب ہے جس پر حضرت مسیح کو سولی لٹکایا گیا تھا۔

ٹمپلاروں کی سوسائٹی کے قبضہ میں جہازوں کا بیڑہ بھی تھا جس کا غالب حصہ ان کے والی و حاکم کے زیر فرمان رہتا۔ غرض ٹمپلاروں نے اپنے کارناموں سے ساری مسیحی دنیا کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اور چند ہی روز کے اندر ان کے ہاتھ میں اتنی بڑی قوت آ گئی اور ان کے خزانے میں اتنی دولت جمع ہو گئی کہ ان دنوں نہ ان سے زیادہ زبردست کوئی سلطنت تھی۔ اور نہ ان سے زیادہ کوئی بادشاہ دولت مند تھا ساری عیسائی دنیا میں ان کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ سلاطین زمانہ ان سے ڈرتے اور کانپتے تھے۔ اور عوام الناس ان کے معتقد اور ان پر جانیں نثار کرنے کو تیار تھے۔ اور ان کے سب سے بڑے مرکز دو تھے۔ مشرق میں شہر عکا جس ساحلی شہر میں بیت المقدس سے نکالے جانے کے بعد عیسائیوں نے پناہ لی تھی۔ اور بڑی مضبوطی سے زمین پکڑ رکھی تھی۔ اور مغرب یعنی یورپ میں پیرس جہاں تاجداروں اور فرمانرواؤں کو ان سے دبنا اور ان کے آگے سر جھکانا پڑتا اور صاحبان تاج و دیہیم اور مقتدایان ملک و ملت دونوں کے مقابل میں ان کا اثر غالب تھا۔

اب اس زمانے میں ان کا قانون یہ تھا کہ جو شخص شریک جماعت ہونا چاہتا مذکورۂ بالا شرائط کے علاوہ اس بات کی بھی حلف اٹھاتا کہ مجھ پر کسی کا قرض نہیں ہے اور دَین سے بالکل سبکدوش ہوں۔ اور اس وقت کسی اور جماعت یا گروہ میں نہیں شریک ہوں۔ اپنے بالادست سرداروں کی بے عذر اطاعت و فرمان برداری

کروں گا - ہمیشہ عفت و پاکدامنی کی زندگی بسر کروں گا - اور اپنی باقی ماندہ زندگی ارض مقدس کی خدمت و حمایت کی نذر کردوں گا - اپنے ان فرائض اور جماعت دین و کلیسا کی اس خدمت پر ان لوگوں کو بڑا فخر و ناز تھا - اور مسیحی دنیا کا ان کی طرف اس قدر رجحان تھا کہ وہ مصرع "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" کا اعلے ترین نمونہ بن گئے تھے - اور ان کے بھائیوں اور سوسائٹی کے رکن بانکوں کی تعداد پندرہ ہزار تک پہونچ گئی تھی - الحاد و بے دینی - یا مسلمانوں کے مقابل بھاگ کھڑے ہونے کے الزاموں پر وہ سوسائٹی سے نکال دیے جاتے - اور بعض چھوٹے چھوٹے قصوروں مثلاً لڑائی میں اپنے جھنڈے کے سرنگوں کردینے - اور اسی قسم کی چند اور خفیف باتوں پر وہ چندروز کے لیے اپنے درجے اور مرتبے سے گرا دیے جاتے -

روم کے پاپاؤں کی ابتدا ہی سے یہ کوشش رہی کہ اس طاقت کو جو ان کی منظوری سے اس جماعت کے لیے قائم ہوئی تھی حتی الامکان قوت پہونچائیں - اور روز بروز بڑھاتے رہیں تاکہ بیت المقدس کے مسلمانوں سے چھیننے کی کوشش اسی طرح برابر جاری رہے اور کامیاب ہو - چنانچہ گریگوری عاشر - نوئی تاسع - نکولس رابع - اور بنی فیس ثامن (بونی فیس) نے فتوے دیے کہ ٹیوٹن نائٹ - اور سینٹ جان کے بانکے بھی ٹمپلروں کے گروہ میں شامل ہو جائیں - اور یہ تینوں طرح کے بانکے مل کے ایک ہو جائیں - پوپ بنی فیس ثامن کو مرتے دم تک اسی بات کی دھن رہی کہ بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو - اور ٹمپلروں کے بڑھانے اور ان کی تقویت میں انھوں نے کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا -

مگر بجائے اس کے کہ اُن کی یہ تمنا بر آئے اُس کے ہاتھ سے پاپائی کی وقعت بھی چھن گئی - اس وقت تک پاپاؤں کا ایسا زور رہا تھا کہ اصلی قوت انھیں کے قبضہ قدرت میں تھی - اور مسیحی دنیا کے وہ بادشاہ گر تھے - جسے چاہتے بادشاہ بنا دیتے اور جسے چاہتے تاج و تخت سے محروم کر دیتے - مگر بنی فیس کے زمانے میں فرانس کے بادشاہ فلپ رابع نے اپنے تدبر سے ایسا زور پکڑ لیا تھا کہ دربار پاپائی کا زور ٹوٹ گیا - اور بنی فیس بجائے مسجود قوم ہونے کے فلپ کے ہاتھ میں اسیر

بعد کے اسی کی قید مین مرا۔ اور اُسکے بعد جب نئے پوپ منتخب ہونے کا وقت آیا تو فلپ نے رشوتین دے دے کے اور ڈرا دھمکا کے کارڈنلون (یعنی پوپ کی مجلس کے ممبرون) کو اپنا ایسا غلام بنالیا کہ سوا اُس شخص کے جسے وہ پیش کرے وہ کسی کو وہ لوگ پوپ منتخب کرنے کی جرات ہی نہ کر سکتے تھے۔ یہ انتظام کرکے اُس نے ۱۳۰۵ سنہ عیسوی (۷۰۵ سنہ ھ) مین کلیمنٹ خامس کو پوپ منتخب کرایا۔ اور انتخاب سے پہلے ہی اُس سے چھ شرطین اپنی مرضی کے موافق منوا کے ان پر حلف اُٹھوائی اُن چھ شرطون مین سے ایک آخر تک راز مین رہی اور کسی کو نہ معلوم ہو سکا کہ کیا تھی مگر واقعات اور پوپ کلیمنٹ کے طرز عمل سے لوگون نے پتہ لگا لیا کہ وہ شرط ٹمپلرون یعنی ان مذہبی نائٹون کی پامالی تھی۔

تقریباً نصف صدی پیشتر سے عوام مین ان نائٹون کی نسبت طرح طرح کی افواہین اُڑنا شروع ہو گئی تھین۔ ان کی راز داری اور مخفی کارروائیون نے لوگون مین بدگمانیان پیدا کین اور وہی لوگ جو ملک وملت کے سب سے بڑے محسن تھے مورد سہام ملامت بننے لگے۔ کہا جاتا کہ اپنی آدھی رات کی کمیٹیون مین وہ لوگ شرمناک اور ناپاک ترین جرائم کے مرتکب ہوتے ہین اس وقت وہ لوگ خدا اور مسیح سے بدعقیدگی پر قسمین کھاتے ہین صلیب پر حقارت سے تھوکتے ہین۔ فحش اور مجرمانہ افعال کے مرتکب ہوتے ہین۔ اور باہم عہد کرتے ہین کہ اپنے ان مخفی سیہ کاریون کو کبھی کسی پر نہ کھلنے دین گے اور اپنے گرینڈ ماسٹر کے سوا کسی کا کہنا نہ مانین گے۔ مشہور تھا کہ عبادت کی دعاؤن مین بھی اُنھون نے تصرف کر کے قطع و برید کر دی ہے۔ گوڈ فرائیڈے (یعنی جس جمعہ کو حضرت مسیح کا مصلوب ہونا مانا جاتا) کے دن مقدس صلیب اُن کے نیچے روندی جاتی۔ اور خیرات کا مروجہ مسیحی طریقہ ترک کر دیا گیا تھا عہد اولین مین ان لوگون کی نسبت شہرت تھی کہ عورتون سے نہایت ہی پاکبازی کے اور شریفانہ تعلقات رکھتے ہین اور کبھی اُن کی نیت بُری نہین ہوتی۔ مگر اب یہ اعتبار اُٹھ گیا تھا۔ اور سمجھا جاتا کہ وہ نہایت ہی فحش بدکاریون اور ناپاک ترین شہوت پرستیون مین مبتلا ہین۔ اور اپنے آدھی رات کے جلسون مین وہ عورتون کو فریب دے کے لے جاتے اور کمال بے رحمی سے ذلیل و بے آبرو کرتے ہین

اسی قدر نہین اُن پر اغلام کے الزام بھی عائد کیے جاتے۔ بعض باپون نے اپنے نوعمر بیٹون کو صرف اس تہمت پر مار ڈالا کہ رات کو وہ ٹمپلرون کی صحبت مین چلے گئے تھے۔ پس گویا اُنھین یقین تھا کہ وہان جانے کے معنی یہی ہین کہ اُن کے شہوت پرستیون کے شکار ہوئے ہون۔ یہ بدگمانی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ انگلستان تک مین لڑکے ایک دوسرے کو تنبیہ کرتے تھے کہ خبردار کسی ٹمپلر کو اپنا منہ نہ چومنے دینا۔ مختلف حاکمون اور اسقفون کے سامنے اس قسم کے واقعات پیش ہوے کہ باپون نے اپنے کم عمر لڑکون کو سخت اذیت مین مار ڈالا کہ کبھی ٹمپلرون کی صحبت شب مین شریک ہو گئے تھے۔

اسی قدر نہین اب اُن پر طرح طرح کے مذہبی الزام بھی عائد کیے جاتے تھے۔ یقین کیا گیا تھا کہ جو شخص ٹمپلرون مین شریک ہو جاتا ہے اُس کا اعتقاد نہ خدا پر رہتا ہے نہ مسیح پر۔ صلیب کو وہ بُرا سمجھتا اور اُسے حقیر جان کے اُس پر تھوکتا ہے۔ رات کے جلسون مین وہ ایک بت کو پوجتے ہین جس کی شکل بلّی یا بچھڑے یا کسی اور چوپائے کی سی ہے۔ اُن کا گرینڈ ماسٹر اپنی راز کی محفلون مین اُن کے سامنے یہ عقیدہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانون کی ڈاڑھی کا ایک بال مسیح کے سارے جسم سے زیادہ واجب التعظیم ہے۔ فرانس مین مشہور تھا کہ ٹمپلر اپنے حرامی بچون کو بھون ڈالتے ہین اور اُن کی جلتی ہوئی چربی اپنے دیوتاؤن کی مورت مین چپڑتے ہین۔

ان سب باتون کی اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک طرف ٹمپلرون کی وقعت وسطوت اور دولت حکومت کو روز بروز بڑھتے دیکھ کے تمام مسیحی فرمان رواؤن اور خود روم کے پاپاؤن کو اُن پر حسد معلوم ہوا۔ جسطرح شاہان فرنگ اپنے تخت وتاج کے لیے اُن سے خائف تھے ویسے ہی مقتدائے ملت پوپ ڈرتا تھا کہ ایسا نہ ہو میرا تہرا تاج مقدس میرے ہاتھ سے چھین جائے۔ اور دوسری طرف خود ٹمپلرون کو مدتون بلکہ صدیون تک مسلمانون کے قریب رہنے اور اُن کے حالات سے روز بروز زیادہ اور زیادہ آشنا ہو جانے کے باعث اسلام سے ایک قسم کا اُنس ہو گیا تھا۔ پادریون نے مسلمانون کی نسبت جو غلط اور بے بنیاد افواہین مسیحی دنیا مین اُڑا رکھی تھین اُن سے وہ واقف ہو گئے تھے اور دین محمدی کی خالص اور بے غش توحید اُن پر آشکارا ہو گئی تھی۔ اُن کے دلون مین دین اسلام کی طرف ایک میلان و رجحان پیدا ہو گیا تھا جسے دیکھ کے

سے اُن کی نسبت ویسی ہی بے بنیاد افواہیں اڑانا شروع کر دیں جیسی کہ خود مسلمانوں کی نسبت اُنھوں نے مشہور کر رکھی تھیں کہ اپنی مسجدوں میں بت پرستی کرتے ہیں۔ محمد (صلعم) کو خدا مانتے ہیں۔ اور اُن کی ایک فیل نشین مورت کو اپنے معبدوں میں رکھ کے پوجا کرتے ہیں۔

اور مسلمانوں کی نسبت ان دنوں یورپ میں پیشوایان ملت نے ایسا تعصب پھیلا رکھا تھا کہ کسی کو ان سے ذرا بھی لگاؤ ثابت ہوتا تو وہ مغرب کی ساری دنیا میں واجب القتل تھا۔ اسی چیز نے غریب ٹمپلروں کے تمام سابق حقوق اور اُن کی ساری کارگزاریوں کو خاک میں ملا کے انھیں تباہ کرایا۔

سکندر اعظم اور ہندستان کا ایک علمی پہلو

سکندر اعظم کے اگرچہ بیسیوں حالات ہمیں انگریزی مورخوں کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں مگر پھر بھی بعض قدیم مورخین عرب نے اگلی یونانی روایتوں سے لے کے بعض ایسے واقعات بتائے ہیں جن کا پتہ ہمیں انگریزی کتابوں میں نہیں لگ سکا۔ اس قسم کا ایک واقعہ علامہ مسعودی نے اپنی مشہور کتاب ’’مروج الذہب‘‘ میں لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ پنجاب کے راجہ فور (پورس) پر فتحیاب ہونے کے بعد جب سکندر قرب و جوار کے تمام راجاؤں کو اپنا مطیع و منقاد بنا چکا تو اس نے لوگوں سے آگے کی کیفیت دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ مشرق میں اور ہندوستان کے ممالک دور دراز میں کید نام ایک راجہ ہے جو بڑا نیک نفس حلیم الطبع دیندار۔ اور نہایت ہی عدالت گستر ہے اس کے ساتھ وہ اعلیٰ درجہ کا مدبر سلطنت بھی ہے اور حکیم فلسفی بھی۔ انتہا درجہ کا زاہد و مرتاض ہے۔ اور اس کی عمر کئی سو برس کی بتائی جاتی ہے۔ سکندر نے اس کے اخلاق حکیمانہ و عادات پارسایانہ کی بہت تعریف سنی۔ تاہم اس پر اپنا رعب بٹھانے کے لیے اسے اس مضمون کا خط لکھا ’’میرا یہ خط دیکھتے ہی تم بیٹھے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اور چل رہے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ اور سب طرف سے خیال ہٹا کے اسے پڑھو ورنہ تمہاری سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دوں گا اور تمہارا بھی وہی حال ہوگا جو اوروں کا ہوا‘‘

جب یہ خط کید کے پاس پہنچا تو وہ نامہ بردن سے اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ اور نہایت ہی تہذیب و شائستگی کے الفاظ میں جواب دیا۔ سکندر کو ’’شہنشاہ‘‘ کے لقب سے یاد کیا۔ اور لکھا کہ

"میرے پاس چند ایسی نعمتین ہین جو دنیا مین کسی کے پاس نہ ہون گی اور ہون گی تو میں سے گئی ہون گی۔ اول تو میری بیٹی ہے جس سے زیادہ حسین و شائستہ عورت چشم روزگار سے نہین گزری۔ دوسرا ایک حقیقت شناس فلسفی ہے جو بغیر زبان سے سوال کیے ما فی الضمیر بتا دیا کرتا ہے۔ تیسرا ایک حاذق طبیب ہے جو اگر آپ کے پاس ہو تو آپ کو کسی مرض سے خطرہ اور اندیشہ نہ باقی رہے۔ جسم انسانی اگرچہ ہر وقت آفتون مین گھرا رہتا ہے مگر اس کی حذاقت اُن سب آفتون پر غالب آ جاتی ہے۔ چوتھا ایک جام ہے کہ اگر دھر دیا جائے تو آپ کا سارا لشکر سیراب ہو جائے اور وہ خالی نہ ہو۔ یہ چار بے مثل و بے نظیر چیزین میرے پاس موجود ہین اور اگر آپ کہین تو اُنھین مین آپ کے پاس بھیج سکتا ہون۔"

جب یہ خط سکندر کے پاس پہونچا اور اُس نے پڑھا تو دل مین کہا کہ بجائے اس کے کہ مین اس راجہ کو قتل کر ڈالون یہ اچھا ہے کہ ان نعمتون کو حاصل کر لون۔ اسی خیال سے اُس نے اپنے دربار کے کئی یونانی حکیمون کو بلا کے حکم دیا کہ "تم لوگ اس راجہ کے پاس جا کے اِن چیزون کو دیکھو اور اندازہ کرو کہ راجہ جیسا کہتا ہے ویسی ہی ہین یا نہین۔ اگر ویسی ہی ہین اور راجہ اپنے دعوے مین سچا ہو تو اُن چارون چیزون کو میرے پاس لے آؤ۔ اور اگر جھوٹا ہے تو مین تھوڑی سی بہادر فوج تمھارے ساتھ کیے دیتا ہون خود راجہ کو گرفتار کر کے میرے سامنے حاضر کرو۔" اس حکم کے مطابق وہ حکیم مع فوج کے روانہ ہو گئے۔ اور راجہ کند کے دربار مین پہونچے۔

راجہ نے اُنھین ہاتھون ہاتھ لیا۔ بڑے اخلاق سے پیش آیا عزت و تعظیم سے اپنے یہان اُتارا۔ اور پہونچنے کے تیسرے دن اُنھین اپنے دربار مین بلایا جبکہ بڑے بڑے عقلا و فلسفیان ہند جمع تھے۔ مگر فوج کے لوگون کو اُس نے حاضری کی اجازت نہین دی۔ جب یہ حکماے یونان اپنی اپنی جگہون پر بیٹھ لیے تو راجہ نے مناظرے کے طرز پر فلسفہ۔ طبعیات۔ اور الٰہیات کے متعدد مسائل چھیڑے۔ اُن پر معقول و مدلل بحث کی۔ اور کچھ ایسے کمالات علمی ظاہر کیے کہ سب کو اُس کے تبحر علمی کا اعتراف کرنا پڑا۔ علمی بحث کے بعد وہ حسین شاہزادی دربار مین آئی۔ اس کے آفتاب حسن کے طلوع ہوتے ہی تمام حکماے یونان کی نگاہین خیرہ ہو گئین۔ سب کی زبان سے بے ساختہ نکلا "یہ انسان نہین پری ہے"۔ اُس کے رعب حسن سے عقلاے یونان کے ہوش [illegible]

بجا نہ رہے اور سب کو قبول کرنا پڑا کہ ایسی حسینہ ساری دنیا مین کہین نہین ہی - وہ حکیم وطبیب پیش ہوسے - اور راجہ نے کہا ان کے کمالات کا تجربہ سکندر کو خود ہی ہو جائے گا۔

اس کاروائی کے بعد راجہ نے چارون چیزین یونانی حکیمون کے حوالے کین اور کہا۔ انھین اپنے بادشاہ کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ خود ان نعمتون کو دیکھ کے اندازہ کرے کہ مین نے غلط تو نہین کہا تھا۔ پھر اسی دربار مین ان لوگون کو رخصت کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اُس کے معززین دربار ان سفیران سکندر کی واپسی مین ایک منزل تک اُن کی متابعت کرین۔

یہ کامیاب سفارت جب سکندر کے پاس واپس گئی تو اُس نے بھی نئے مہمانون کو عزت سے ٹھہرایا۔ اور سب کے پہلے راجہ کند کی حسین وپری جمال لڑکی کو سامنے بلوا کے دیکھا۔ اور قایل ہو گیا کہ اُس کے حسن وجمال کی جیسی تعریف کی گئی تھی در اصل ویسی ہی ہے اسی نے نہین اس کے محل کی مشاطہ نے بھی جو دنیا کے اعلی ترین حسنون کا تجربہ رکھتی تھی تسلیم کیا کہ ایسی حور وش نازنین کبھی میری نظر سے نہین گذری - پھر اپنے حکیم وفلسفی سفیرون سے راجہ کے دربار کی علمی صحبت اور مناظرہ کا حال سُن کے سکندر متحیر ہو گیا۔ اور ارادہ کیا کہ اُس ہندوستانی فلسفی کو بھی آزمالے جو بے پوچھے بات کا جواب دیا کرتا ہی۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد سکندر نے ایک جام منگوا کے اُسے مسکہ سے اس قدر لبریز کیا کہ اُس مین اب بالکل گنجائش نہ تھی۔ پھر ایک خادم کو حکم دیا کہ اس جام کو اسی طرح سے لے جا کے اس ہندی فلسفی کے سامنے پیش کرو۔ وہ دیکھ کے کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر بہت سی سوئیان منگوا کے اُن کی نوکین مسکے مین ڈبوئین اور کہا اس جام اور سوئیون کو بادشاہ کی خدمت مین واپس لے جاؤ۔ سکندر نے خاموشی واطمینان کے ساتھ جام اور سوئیون کو لیا۔ پھر اُن سوئیون کو گلوا کے اُن کا ایک گول لٹو بنوایا۔ اور اُسے حکیم کے پاس واپس کیا۔ حکیم نے اُس لٹو کو اپنے سامنے ہی گلوا کے اُس کا ایک آئینہ بنوایا۔ اس پر صیقل کی اور اسے سکندر کے پاس بھیجا۔ سکندر نے اُس آئینہ مین اپنی صورت دیکھی۔ پھر اُسے ایک طشت مین رکھوا کے اس مین اس قدر پانی بھر دیا کہ آئینہ پانی مین ڈوبا رہے اور اسی حال سے طشت کو ہندوستانی حکیم کے پاس بھیجا۔ حکیم نے اُس آئینہ کو طشت مین سے نکال کے اس کا ایک کٹورا بنوایا۔ پھر اُسے پانی پر ڈالا تو تیرنے لگا۔ اور اُسی طرح

تیرا ہوا سکندر کے پاس روانہ کیا۔ سکندر نے کٹورے میں خاک بھر دی اور پھر حکیم کے پاس بھیجا۔ حکیم نے کٹورے کو خاک سے لبریز دیکھا تو اُس کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔ زار و قطار رونے لگا۔ اور یہ حالت ہوئی کہ رات ہو گئی اور وہ آہیں بھرتا اور آنسو بہاتا تھا۔ پھر جب رقت کم ہوئی۔ تو اُس کٹورے کی طرف خطاب کر کے کہا۔ اے کمبخت نفس! تو ایسی ظلمت میں کیوں پڑ گیا؟ اور تیری یہ حالت کیوں ہو گئی! کیا تجھے نہیں یاد ہے کہ تو نور کے عالم میں تھا۔ اور علم کے نور دان میں مستغرق تھا؟ اب اُس درجے سے گر کے تو ظلمت کی تاریکی میں پڑ گیا۔ اور اب تیرے لیے سوا نامرادیوں کے کچھ نہیں ہے۔ علوم غیب سے تو محروم ہو گیا۔ اور طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا ہوا۔ اسی سلسلہ میں وہ ہندی حکیم اپنے نفس پر لعن و طعن کرتا رہا۔ پھر آسمان کی طرف دیکھ کے کہا (اس وقت رات کا وقت تھا اور تارے روشن تھے) "اے تارو! تم نورانی عالم علوی میں ہو۔ نفس کبھی تم میں تھا۔ کاش وہ اُس بلندی اور علو سے گر کے وہ ظلمت کے گڑھے میں پڑ گیا" پھر سکندر کے قاصدوں سے کہا۔ اس جام اور رسی کو بادشاہ کے پاس واپس لے جاؤ۔ قاصد نے اُن چیزوں کو واپس لے جا کے سکندر سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اور اس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے مقصد کے موافق جواب پا گیا۔

دوسرے دن سکندر نے ہندی فلسفی کو اپنے دربار میں بلایا۔ اور یہی پہلا موقع تھا جبکہ سکندر نے اُس کی صورت دیکھی، اور اُسے ایک خوش رو۔ کشیدہ قامت۔ کشادہ جبین۔ اور متناسب الاعضا انسان دیکھ کے دل میں کہا "خوبصورت آدمی اکثر علم و حکمت سے محروم ہوا کرتے ہیں مگر یہ شخص حکیم و فلسفی ہونے کے ساتھ خوش رو بھی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ بے شک یہ فرید عصر اور یکتائے روزگار ہے۔ اشاروں میں میں نے اس سے جو کچھ کہا۔ ظاہراً اُس کا جواب اس نے بہت صحیح دیا"

اُدھر اُس ہندی حکیم نے جیسے ہی سکندر کی صورت دیکھی اُس کے خط و خال پر غور کیا۔ پھر اپنی کلمہ کی انگلی اپنے چہرے کے گرد گھمائی پھر اُسے اپنی ناک کی نوک پر رکھ لیا۔ اور آگے بڑھ کے حسب آداب شاہی سر جھکا کے کھڑا ہو گیا۔ سکندر نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ حسب الحکم بیٹھ گیا۔ اب سکندر نے اپنے خیالات کی تصدیق کے لیے پوچھا کہ مجھ میں تم میں جو کچھ رمز و کنایے ہوئے اُن کی تشریح بیان کرو۔ اور بتاؤ کہ تم نے میرے

سامنے جو حرکتیں کیں کیوں کیں؟ اور کس مقصد سے کیں؟"

اُس نے کہا "اے بادشاہ یونان - میں نے اپنی قوت کشف سے کام لے کے آپ کے چہرے پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ آپ میری نسبت یہ خیال کر رہے ہیں کہ خوبصورتی و حکمت ایک جگہ کم جمع ہوتی ہیں - اور جس شخص میں یہ دونوں خوبیاں جمع ہوں وہ یکتا ے روزگار ہے - میں نے اس کی تصدیق کرنے کے لیے اپنی انگلی اپنے چہرے کے گرد پھرائی مطلب یہ تھا کہ یہ چہرہ حسن و حکمت کے جمع ہونے کی زندہ مثال موجود ہے پھر یہ ظاہر کیا کہ جس طرح دیگر اعضا کے خلاف ناک سارے عالم جسد میں ایک ہی ہوتی ہے ویسے ہی میں بھی سارے ہندوستان میں اکیلا ہوں -

سکندر نے اس کی اس حرکت کی جس میں دانائی کے ساتھ خود ستائی بھی تھی داد دی اور کہا "اب بتاؤ کہ تم نے مسکہ کے جام میں سوئیاں کیوں ڈبوئیں؟ اور انھیں کیوں میرے پاس بھیجا؟" ہندوستانی حکیم نے کہا آپ کے بھیجے ہوئے لبریز جام کو دیکھ کے میں آپ کا یہ مطلب سمجھا کہ آپ فرماتے ہیں میرا دل حکمت سے بھرا ہے - اور جس طرح اس جام میں کوئی شخص مسکہ کی مقدار نہیں بڑھا سکتا ویسے ہی یہ بھی غیر ممکن ہے کہ میرے پر از حکمت دل میں کوئی حکیم علم کو بڑھا سکے" سکندر نے کہا "بے شک میرا یہی مطلب تھا" حکیم نے کہا "تو میں نے اس کا یہ جواب دیا کہ جس طرح یہ سوئیاں مسکہ کے اندر اتر گئیں اُسی طرح میرا علم بھی بادشاہ کے پر از علم سینے میں اتر سکتا ہے"

سکندر نے کہا "پھر جب میں نے اُن سوئیوں کو ایک گولی کی صورت میں ڈھلوا کے بھیجا تو تم نے اُسے آئینہ کس غرض سے بنا دیا؟" عرض کیا "میں گولی کو دیکھ کے یہ سمجھا کہ حضور فرماتے ہیں کہ میرا قلب ملک گیری و خونریزی اور حکمرانی و جہانبانی کرتے کرتے ایسا ہی سخت ہو گیا ہے جیسا کہ یہ فولادی گولہ ہے - لہذا میں نے اس کا یہ جواب دیا کہ میں اس دل میں ویسی ہی صفائی اور آب و تاب پیدا کر دے سکتا ہوں جسطرح کہ اس گولے کو میں نے آئینہ بنا دیا ہے"

سکندر نے اس خوش فہمی کی بہت داد دی - اور کہا "اب اسکی وجہ بتاؤ کہ میں نے آئینہ کو پانی میں ڈبو کے بھیجا تو تم نے اُسے کٹورا بنوا کے پانی پر تیرتا ہوا کیوں بھیجا؟" جواب

دیا مین حضور کا یہ مطلب سمجھا تھا کہ زمانہ گزر گیا۔ عمر تھوڑی رہ گئی۔ اور اس تھوڑی مدت مین علم حاصل کرنے کی مہلت نہین۔ مین نے یہ جواب دیا کہ اس تھوڑی مدت مین بھی مین بہت سا علم حاصل کرنے کے لیے کافی موقع پیدا کر سکتا ہون“

سکندر نے کہا ”خیر اب یہ بتاؤ کہ مین نے اس جام مین خاک بھر کے واپس کی تو تم اس قدر غمگین و بیتاب کیون ہوئے؟ اور اُسے بعینہ کیون واپس کر دیا؟“ بولا ”مین حضور کے اس اشارے سے یہ مضمون سمجھا کہ آخر موت ہے اور اس سے مفر نہین کہ عنصر بارد (خاک) مین مل جائے۔ اور نفس ناطقہ اس کا ساتھ چھوڑ دے۔ اس امر کو مین سوا افسوس و اندوہ کے ساتھ قبول کرنے کے اور کیا کر سکتا تھا؟“

سکندر نے اس بیان کی پوری پوری تصدیق کی اور کہا ”تم ایسے صاحب کمال حکیم ہو کہ تمہاری وجہ سے مین عموماً اہل ہند کے ساتھ اچھا سلوک کرون گا“۔ اور اُس کے لیے بہت کچھ انعام و اکرام کا حکم دیا۔ اور ارادہ کیا کہ اُسے کوئی بڑی جاگیر عطا کرے۔ سکندر کی یہ نظر عنایت دیکھ کے وہ ہندوستانی حکیم بولا ”اگر مجھے مال و دولت کی ہوس ہوتی تو علم کی نعمت سے محروم رہ جاتا۔ علم کے ساتھ مین کسی ایسی چیز کو نہین جمع کرنا چاہتا جو اُس کی ضد اور اس کے منافی ہو۔ دولت چاہتی ہے کہ انسان اس کی خدمت کرے۔ اور ہمارے نزدیک عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کے بنانے اور سُدھارنے مین مشغول رہے۔ نفس کے لیے جو چیز سودمند ہے وہ صرف فلسفہ ہے۔ اسی سے نفس پر صیقل اور جلا ہوتی ہے۔ مگر تقاضاے حیوانی اور خواہشات نفسانی علم کے مخالف اور اس کی ضد واقع ہوئے ہین۔ اے بادشاہ! حکمت بلندی پر چڑھنے کی سیڑھی ہے۔ اور جس کے پاس یہ سیڑھی نہ ہو اُسے خالق سے قربت نہین نصیب ہو سکتی“

اس کے بعد اُس حکیم نے سکندر کو نصیحت کی کہ ”اے زبردست فاتح سُن۔ عدالت وہ چیز ہے جس سے سارا نظام عالم قائم ہے۔ جہان ظلم و جور ہو وہان یہ نظام نہین قائم رہ سکتا۔ عدل خدا کی ترازو ہے۔ اور اُس کی حکمت لغزش اور جانبداری سے مطلقاً مبرا ہے۔ انسان کا جو کام خدا کے کام سے قریب تر ہے وہ یہی ہے کہ لوگون کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرے۔ تو اپنی تلوار کے زور اور اپنے دبدبے سے حاکم ہوا ہے۔ اور دنیا کے جسم تیرے زیر فرمان ہو گئے ہین اب ضرورت ہے کہ اپنی

نیکی اور اپنے حسن سلوک کے ذریعہ سے تو اُن کے دلون کا حاکم بن جائے"

غرض سکندر اور اس ہندی حکیم کی ملاقات کا یہ نتیجہ ہوا کہ سکندر اُس کے علم وفضل اور اُس کے روحانی کمالات کا قائل ہوگیا۔ اسکی وجہ سے اہل ہند کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ اور اوس کے ملک کیطرف قدم بڑھانے سے باز آگیا۔

حالی مرحوم

گزشتہ نمبر مین ہم مولانا شبلی نعمانی کا ماتم کرچکے ہین اور اب اپنے محترم مخدوم مولانا حالی کی موت پر اشک خونین بہا رہے ہین۔ سال کے انقلاب کے وقت سے ہمین بڑے بڑے صدمے اٹھانا پڑے ہین۔ اور ہندوستان سے زمانے نے ایسے ایسے اعلی نفوس کو چھین لیا ہے جن کا بدل نصیب ہونا غیر ممکن ہے۔ سب سے پہلے شبلی نعمانی نے سفر آخرت کیا۔ آنسو خشک نہین ہونے پائے تھے کہ مولانا حالی دنیا سے رخصت ہوگئے۔ انھین جی بھر کے نہین رونے پائے تھے کہ لکھنو کے بے عدیل و بے نظیر ڈاکٹر ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب راہی عدم ہوئے۔ اُن کے تیسرے دن منشی سجاد حسین صاحب ایڈیٹر اودھ پنچ نے جو ایک زمانہ ہوا اپنی معذوری کے باعث ادبی خدمت سے کنارہ کش ہوکے عزلت گزین ہوگئے تھے عالم بالا کو کوچ کیا۔ اُنکے چار ہی پانچ روز بعد اودھ کے طبیب بے ہمتا اور قوم کے بے نفس و پاک دل رہنما حکیم حافظ محمد عبدالولی صاحب سے دنیا خالی ہوگئی۔ اور اب مسٹر گوکھلے کا سا ہمدرد بھی ہندوستان سے رخصت ہوگیا۔

ان مین سے ہر صدمہ بجاے خود ایسا ہے کہ زندگی بھر کے لیے کافی ہے۔ آہ! نہین سمجھ مین آتا کہ ایک ہی زندگی اتنے ایک عظیم الشان قومی صدمون کو کیونکر برداشت کرسکے گی؟ مگر تجربے سے معلوم ہوا کہ زندگی صدمے اُٹھانے ہی کے لیے ہے اور خدا نے اس بار کے اُٹھانے کی اُسے عجب معجزنما قوت عطا کی ہے۔ کاش یہ قوت نہ کرتی اور ہم بھی ان خوش نصیب مسافران عدم کا ساتھ دیتے۔

مولانا حالی شاعر تھے۔ مگر یہ بہت ہی معمولی لفظ ہے۔ اُن کا رتبہ شاعرون سے بہت بلند ہے۔ انھون نے قومی نظمون کی بنیاد ڈالی۔ اور سارے ملک مین قومی مرثیہ خوان پیدا

کر دیے۔ اور ہر طرف اِس رنگ مین طبع آزمائی کی کوششین ہونے لگین۔ مگر کوئی نظم اُن کے مسدس اور اُن کے شکوۂ ہند کی گرد کو بھی نہین پہونچ سکی۔ مسدس مین اُنھون نے مسلمانون کے عروج و زوال کی جو تصویر دکھائی ہے اُس سے زیادہ مؤثر کوئی چیز نہین ہو سکتی۔ سر سید مرحوم نے اس مسدس کو قوم کے سامنے پیش کرتے وقت کہا تھا کہ "خدا جب مجھ سے پوچھے گا کہ کیا لایا ہے تو اس مسدس کو پیش کرون گا" اور ہمین امید ہے کہ مسدس اُن کی اور مولانا حالی دونون کی نجات کے لیے کافی ہوگا۔

نظمون کے علاوہ مولانا حالی کی یادگار اُن کی چند بے بدل تاریخی تصنیفین ہین جن مین غالب کی لائف۔ اور سر سید کی لائف نہایت ہی اہم کتابین اور بیوگرافی نگاری کے اعتبار سے اس عہد کی اعلا ترین اور مکمل ترین کتابین ہین۔

ہم مولانا کے لیے بصدق دل دعائے مغفرت اور اُن کے صاحبزادے اور دیگر پس ماندون کے ساتھ دلی ہمدردی کرتے ہین۔ امید ہے کہ جس طرح اس قومی ماتم کے موقع پر خدا ساری قوم کو صبر دے گا ویسے ہی انھین بھی صبر عطا کرے گا۔

ریویو

فردوس گم شدہ۔ یہ انگریزی کی معرکۃ الآرا اور بے نظیر و بے بدل نظم "پیراڈائز لاسٹ" کا ترجمہ اردو نظم مین ہے جس مین مسٹر عیسی چرن صاحب اسسٹنٹ ڈپٹی انسپکٹر مدارس لکھنؤ نے اپنی قابلیت کا ثبوت دیا ہے۔ ہمین امید ہے کہ ملک اس کی بجد قدر کرے گا۔ کتاب $\frac{20}{26}$ پیمانہ کی ۴۰۴ صفحون پر ختم ہوئی ہے۔ چھپائی اوسط درجہ کی ہے۔ اور قیمت صرف ایک روپیہ۔ درخواستین جناب مصنف کی خدمت مین بھیجی جائین۔ جن کا نام اور عہدہ اور شہر لکھ دینا کافی ہے۔

تمام تصانیف مولانا شرر اور مطبع دلگداز کی دوسری کتابیں

تصنیفات مولانا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر

تاریخ و سیر وغیرہ

(۱) جنید بغدادی۔ حضرت جنید کے حالات عہ/

(۲) ابوبکر شبلی۔ حضرت شبلی کے حالات عہ/

(۳) تاریخ سندھ۔ سندھ کی مکمل تاریخ دو جلد قیمت جلد اول عہ جلد دوم ۴ہ/

(۴) تاریخ صلیبیہ مصنفہ مسٹر کاکس ترجمہ و نوٹس ۱۲/

(۵) تاریخ بغداد۔ مرکز خلافت عباسیہ قیمت ۲/

(۶) ملکۂ زنوبیہ۔ ایک عربی نژاد ملکہ ... ۳/

(۷) خواجہ معین الدین چشتی ۶/

(۸) حکم الرفاعیہ مصنفہ شیخ احمد رفاعی کا ترجمہ۔ ۳/

(۹) آغائی صاحب رئیس لکھنؤ مرحوم کے حالات عہ/

(۱۰) آیۂ بنت حسین۔ جناب سکینہ کے حالات ۲

(۱۱) سرسید کی دینی برکتیں۔ ۲/

ناول

(۱۲) رومۃ الکبریٰ۔ سب سے نیا تاریخی ناول ۴ہ/

(۱۳) حسن کا ڈاکو۔ سب سے نیا اخلاقی ناول حصہ اول ۸ دوم ۸/

(۱۴) اسٹر در باجام پور۔ نمبر (۱) ۵ / نمبر (۲) ۵/

(۱۵) ... بغداد و اشبیلیہ ... جھگڑا اور ... سیمال ۴ہ/

(۱۶) غیب دان دلہن۔ ایک اس اور بغداد و کابل کی برکتیں۔ اسکی حیرت انگیز غیب دانی ۸/

(۱۷) ماہ ملک۔ مولنا کا نیا اور اچھوتا ناول ... ۱۲/

(۱۸) یوسف و نجمہ کامل سہ حصہ جیتی جاگتی آپ بیتی۔ .. ۸/

(۱۹) شہید وفا۔ اسپین میں مسلمانوں کی سلطنت کا خاتمہ ... ۸/

(۲۰) فتح اندلس۔ اسپین پر عربوں کا حملہ ... ۱۲/

(۲۱) مقدس نازنین۔ ایک لڑکی کا بوپ بن جانا۔ ۸/

(۲۲) ملک العزیز ورجنا تیسری صلیبی لڑائی ... ۴ہ/

(۲۳) ایام عرب جاہلیت کے حالات ... دو حصہ ۱۲/

(۲۴) فردوس بریں۔ جیتے جی جنت کی سیر عہ/

جلد ہائے دلگداز

جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۰ء عہ/ جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۱ء ۴ہ/

جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۲ء عہ/ جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۸ء ۴ہ/

جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۵ء ۴ہ/ جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۹ء ۴ہ/

جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۶ء عہ/ جلد دلگداز سنہ ۱۹۱۰ء ۴ہ/

جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۷ء ۴ہ/ جلد دلگداز سنہ ۱۹۱۲ء ۴ہ/

دیگر اعلیٰ مطبوعات دلگداز پریس

معاشرت۔ ایک اعلیٰ درجہ کی اخلاقی کتاب انگریزی کی گلستان سرجان لبک کی یوز آف لائف کا ترجمہ ۱۲/

رفع النقاب مروجہ پردے کے خلاف ایک اصلاحی رسالہ ۳/

بیوفا ۱۲/

جمیلہ۔ ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاقی ناول مصنفہ مولوی برکات احمد صاحب ۱۲/

المشتہر حکیم محمد سراج الحق مینیجر۔ دلگداز گٹر ہ رتن بیگ خان لکھنؤ

کارخانہ روغن الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں

عطر کے لیے لکھنؤ مشہور ہے مگر افسوس کہ جو عطر یہاں سے باہر جاتا ہے وہ لکھنؤ کا نہیں ملتا۔ کیونکہ بعض مال کی دوکانوں [illegible] سے اور ان کے دلال [illegible] کا حصہ [illegible] خریداروں کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگواتے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں اور بعض اشتہار دینے والے [illegible] کا مال دوگنا اور کبھی چار گنا بیچتے ہیں۔ یہ عام خرابیاں دیکھ کے ہم نے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں ان کے لیے معتبر اور سستے کارخانوں کے عطر اعلیٰ درجے کے تحقیق خاص طور پر اہتمام کر کے بالکل [illegible] اور کفایت سے خرید کر کے روانہ کر دیا کریں۔ ہم نے بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا ہے۔ عطر کے شائق ایک بار ہم سے منگوا کر دیکھیں [illegible] سے یقین کیا جائے کہ اچھا عطر اور کن داموں کو ملتا ہے

عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر حنائی فی تولہ [illegible]	عطر مولسری فی تولہ [illegible]	عطر شگفتہ فی تولہ [illegible]	عطر مخلوط عنبری فی تولہ [illegible]
عطر مخلوط اصلی [illegible]	عطر پاڑی [illegible]	عطر بیلہ [illegible]	عطر موتیا فی تولہ [illegible]
عطر مہک پری [illegible]	عطر چنبیلی [illegible]	عطر شہناز [illegible]	روح گلاب [illegible]
عطر کیوڑا [illegible]	عطر برگ حنا [illegible]	عطر عروس [illegible]	روح خس اصلی [illegible]
عطر خس [illegible]	عطر مٹی [illegible]	عطر اگر عرقی [illegible]	عطر اگر کہنہ [illegible]
روح پاڑی اصلی [illegible]	عطر قند [illegible]	عطر جوہی [illegible]	عطر سہاگ [illegible]
عطر چمپا [illegible]	عطر گلاب [illegible]	عطر نارگیسر اصلی [illegible]	عطر شمامۃ العنبر فی تولہ [illegible]

خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو

روغن چنبیلی فی سیر [illegible]، روغن بیلہ فی سیر [illegible]، روغن کیوڑا فی سیر [illegible]، روغن حنائی فی سیر [illegible]

اعلیٰ درجے کا خوشبودار عمدہ اور بامزہ تمباکو

زردہ تمباکو مشکی فی سیر [illegible]	قوام تمباکو مشکی فی تولہ [illegible]	گولیاں تمباکو مشکی فی تولہ [illegible]
زعفرانی [illegible]	زعفرانی [illegible]	نقرئی [illegible]

نوٹ۔ درخواست آتے ہی ویلیو پے ایبل روانہ ہوگا۔ بار روانہ مصارف ڈاک وغیرہ ذمہ خریدار۔

آپ کا خادم محمد عبدالحلیم شرر ایڈیٹر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

دلگداز

اُردو کا مشہور ادبی تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر

منیجر و پبلشر

خاکسار حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

جو

دلگداز پریس مین چھپ کے لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان

سے شائع ہوا

دلگداز! دلگداز! دلگداز!!!

۱۹۱۶ء سے مولانا مولوی عبد الحلیم صاحب شرر کی ایڈیٹری مین نکل رہا ہے۔ مضامین تیر و نشتر یا کسی چشم فتان کی نگاہ ناز ہین جو دل مین اُتر تی اور دل ہی دل مین رہ جاتی ہی۔ اعلیٰ درجے کے ادبی و تاریخی مضامین ہوتے ہین۔ ختم سال پر بشرط خریداری سال آیندہ مولانا شرر کا ایک نیا ناول خریداران دلگداز کو مفت دیا جاتا ہی۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک۔ نمونہ کیواسطے دو آنہ کے ٹکٹ آنا ضروری ہین۔

المشتہر منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنو

مولانا شرر کی کتابونکے نئے لائبریری ایڈیشن

نفیس مزاج قدر دانان علم کے لیے مولانا شرر کی نئی اور پرانی کتابین بڑے اہتمام کے ساتھ دبیز کاغذ پر چھاپی جاتی ہین جن کی نفاست دیکھنے کے قابل ہی۔ اس سلسلۂ طبع کا نام لائبریری ایڈیشن رکھا گیا ہی۔ جو حضرات پہلے سے اجازت دیدیتے ہین۔ اُن کا نام لائبریری ایڈیشن مین درج کرلیا جاتا ہی۔ اور تیار ہونے ہی ایک ہفتہ قبل پہلے اطلاعی کارڈ بھیجکے بلا انتظار جواب وی پی بھیجدی جاتی ہین مجلد کتابونکے خریداروں سے اصل قیمت پر ۲ار کے حساب سے اضافہ کرلیا جاتا ہی۔ اگر علمی مذاق کی مربی گری منظور ہو تو فوراً لائبریری ایڈیشن کے رجسٹر مین اپنا نام درج کرا دیجیے۔

نمبر ۱۔ افسانۂ قیس۔ مجنون عامری کی لائف جو از سر نو مکمل کیگئی ہے۔ قیمت فی جلد ۱۲/

نمبر ۲۔ قیس و لبنیٰ۔ مشہور عاشق عرب قیس بن ذریح عذری اور اُسکی معشوقہ لبنیٰ کے حالات کو ایک نہایت پُراثر اور دلچسپ ناول کا لباس پہنایا گیا ہی۔ قیمت فی جلد ۱۲/

نمبر ۳۔ حسن بن صباح۔ بانی فرقۂ باطنیہ کے حالات زندگی اُسکی تعلیمین اُسکا علم و فضل اور اُسکے سرگرم فدائی۔ ۱۲/

نمبر ۴۔ عصر قدیم۔ ایک نہایت مکمل اور لکھی ہوئی تاریخ جسمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر کی تمام قومون اشوریون، آسیریون، بابلیون، ایرانیون، یونانیون، یہودیون، مصریون، آسانیون، بطلیموسیون وغیرہ کے اجمالی حالات ہین۔ ۱۲/

نمبر ۵۔ آغا صادق کی شادی۔ لکھنؤ کے دربار شاہی کی ایک بامذاق تصویر کیسی دلہن کیسے ساتھ۔ قیمت ۱۲/

نمبر ۶۔ فلورا فلورنڈا۔ اندلس کی آخری دو مسلمانون کی برداشت اور مسیحیون کا متعصبانہ نہایت دلچسپ اور پُر اثر تاریخی ناول قیمت ۱۲/

المشتہر حکیم محمد سراج الحق منیجر۔ دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنو

رقص

یہ دلچسپ و دلفریب فن بھی انسان کے اُن فطری جذبات مین سے ہی جو بلا ارادہ اور بغیر کسی کوشش کے خود ہی ایجاد ہو گئے - ناچ کی نسبت نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کب کیون اور کیونکر ایجاد ہوا - اور نہ اُس کے ابتدائی ظہور کے متعلق کوئی روایت یا قصہ بنی آدم مین مشہور ہی - مگر باوجود اس کے انکار نہین کیا جاسکتا کہ دنیا کی اگلی پچھلی تمام اعلی و ادنے شائستہ سے شائستہ اور وحشی سے وحشی قومون مین ناچ کسی نہ کسی شان سے ضرور موجود ہے -

اور اس کی وجہ یہ ہی کہ ناچ ایک فطری چیز ہے - اُس کی ابتدا اس سے ہے کہ انسان جسمانی اوضاع و حرکات کو الفاظ و جذبات کے موافق بنائے - اکثر لوگ بات کرنے مین "موشن" یعنی جسمانی حرکات کو فطرۃً زیادہ دخل دیا کرتے ہین اُن کی نسبت سمجھنا چاہیے کہ اُن مین ناچ کا مادہ فطرۃً زیادہ رکھا گیا ہی - اسکے بعد جب موسیقی مین آواز کے نشیب و فراز کی ترتیب نے ایک دلکش لے پیدا کی تو رقص نے آئین اور لطف پیدا کر دیا - اور اُسی کی مناسبت سے رقص نے پہلے پہل ایک باقاعدہ فن کی حیثیت حاصل کرلی -

تاریخ عالم مین سب سے پُرانی تاریخ بنی اسرائیل کی ہی - اور اُنھین کے معاصر بلکہ اُن سے بھی ترقی مین سبقت رکھنے والے مصری اور بابلی ہین - ان تینون پُرانی

متمدن قومون مین ناچنا عبادات مین داخل تھا- اور سچ یہ ہے کہ رقص کو عبادت سے خاص علاقہ ہے- عبادت کرتے وقت انسان اپنے معبود کے سامنے یا تو ایسے حرکات کرتا ہے جو اظہار عبودیت کے ہین- یا صرف چہرے ہی کو اظہار خشوع وخضوع کے لیے ملتجیانہ اور عاجزانہ بناتا ہی- اور یہ دونون باتین اصولاً رقص مین داخل ہین۔

اہل بابل اور قبطی دونون عبادت مین ناچتے تھے- بنی اسرائیل کی عبادت مین ناچنے کا ثبوت اس سے ملتا ہی کہ تورات مین ہے" اُنھین اُس (خدا) کے نام کی حمد کرنے اور ناچنے دو" یہ بھی لکھا ہی کہ" داؤد علیہ السلام خدا کے سامنے ناچے" اسی طرح قدیم الایام ہی ہین محفل عیش وطرب کا ناچنا بھی تینون مذکورہ قدیم قومون مین موجود تھا- اسیریا ومصر کی صحبت عیش کا ناچ اُن کے منہدم محلون کے درودیوار کے نقش ونگار سے ظاہر ہوتا ہے- یہود مین اِسکا ثبوت اِس قصہ سے بخوبی ملسکتا ہے کہ ارض جلیل کے یہودی بادشاہ ہردوانطی پاس کے سامنے ہرودیا نام اُس کی خاندان کی ایک حسین لڑکی ناچی- ناچ کے اُسے رجھایا اور اپنا فریفتہ بنایا- اور جب اُس نے بے اختیار ہو کے کہا: مانگ کیا مانگتی ہی؟" تو اُس سنگدل حسینہ نے بجاے زروجواہر یا کسی اور چیز کے حضرت عیسیٰؑ کو بپتسما دینے والے یوحنا کا سر مانگا- اور لے کے دم لیا-

یونانیون نے بھی قدیم الایام مین ناچنے کو ایک ایسا فن قرار دیا جس کے ذریعہ سے اظہار جذبات مین قوت آجائے- ہومر شاعر کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ تقریبون اور تکلف کی صحبتون مین ناچ ہوا کرتا تھا- اور ارسطاطالیس نے رقص کو فن شعر مین شامل کر دیا ہی- یونان مین اہل اثینہ کے مقابل اسپارٹا والے زیادہ خشک مزاج اور دنیوی عیش وطرب سے متنفر تھے مگر ناچنے کے فن کو اس قدر ضروری خیال کرتے تھے کہ اپنے بچون کو پانچ ہی برس کی عمر سے رقص کی تعلیم پر مجبور کر دیا کرتے تھے- لوگ ان کے بچون کو لے کے نکلتے- اور وہ بھجنین گا گا کے ناچتے- اہل اسپارٹا مین "فرینک رقص" کے نام سے ایک فوجی ناچ مروج تھا- اُن کے نوجوان اُس رقص مین کمال دکھاتے اور معلوم ہوتا کہ قواعد کے طریقہ سے ایک فرضی جنگ ہو رہی ہے-

قدما مین تین طرح کے ناچ تھے۔ اوّل فوجی ناچ جس مین سپہگری کی مشق کرنا اور اپنے آپ کو ایک اعلیٰ درجہ کا بہادر سپاہی بنانا مقصود ہوتا۔ اور نیز یہ غرض ہوتی کہ جسم خوب تیار ہو سڈول اور پھرتیلا ہو جائے۔ اور اس مین طاقت آئے یہ ناچ دراصل ایک قسم کی ورزش تھی۔ دوسرا معاشرتی ناچ۔ یہ محض دلچسپی اور تفریح کے لیے اور قومی تقریبون مین دلبستگی پیدا کرنے کے واسطے ہوتا۔ تیسرا ایک اور ناچ اِن دونون کے بین بین ہوتا تھا جو گناہ کا کفارہ ادا کرنے اور چڑھاوا چڑھانے کے وقت عبادت کی حیثیت سے عمل مین آتا۔

قدیم مسیحیون کے رقص کا اگرچہ انجیل مین کہین تذکرہ نہین ہے لیکن اسمین شک نہین کہ اپنے مذہبی مجمعون مین وہ لوگ بھی ناچا کرتے تھے۔ اسلام سے پیشتر جاہلیت عرب مین بھی ناچ قبائل عرب مین موجود تھا خصوصاً مشرکین عرب اپنے بتون کے سامنے ناچا کودا کرتے تھے۔ اسلام نے بت پرستی کیساتھ بت پرستون کے طریقۂ عبادت کو بھی مٹادیا۔ اگرچہ رقص کی حرمت و ممانعت کے بارے مین کوئی نص قطعی نہین موجود ہے۔ مگر اسلامی تہذیب نے موسیقی کے ساتھ اُسے بھی ترک کرادیا۔ تاہم جس طرح نیک نفسی و پاکیازی کا گانا عورتون مین باقی تھا جیساکہ متعدد احادیث سے ظاہر ہوتا ہے اُسی طرح وہ ناچنا بھی ترک نہین ہوا تھا جس مین شرک کا شائبہ نہ تھا۔ چنانچہ حبشیون کا رقص حضرت سرور کائنات علیہ السلام نے خود بھی دیکھا اور اپنی محبوبہ بی بی جناب عائشہ صدیقہ کو بھی دکھایا۔ ایک قسم کا فوجی ناچ عربون مین آج تک موجود ہے۔ جب وہ حملہ کے لیے اپنا غول باندھ کے جاتے ہین تو گاتے بجاتے ناچتے کودتے اور خوش فعلیان کرتے ہوے جاتے ہین۔

لیکن اسلامی تہذیب کا تمام مشرقی ممالک پر یہ اثر پڑا کہ رقص و سرود کے فنون علی العلوم ممنوع و مکروہ اور غیر مشروع سمجھے جانے لگے۔ اور جو لوگ اِن فنون مین ترقی کرتے ہین چاہے کیسے ہی اعلیٰ کمال کا درجہ حاصل کرلین سوسائٹی مین اچھی نظر سے نہین دیکھے جاتے۔ اور ذلیل اور ادنے طبقہ کے لوگون مین شمار کیے جاتے ہین۔

مصر مین ناچنے گانے والون کا ایک خاص گروہ موجود ہے جن کی عورتین حسین و پری جمال ہونے کے ساتھ نہایت بےباکی سے سڑکون پر ناچتی پھرتی ہین۔

اور اپنی نسل کو برمکی خاندان وزارت کیطرف منسوب کرتی ہین۔ دیگر مشرقی ممالک اسلام مین نو عمر لڑکے ناچ کی تعلیم پاتے ہین۔ اور اُنھین کے متناسب و موزون حرکات سے نوجوانون کی صحبتون مین گرم جوشی پیدا ہوتی ہے۔

مگر ہندوستان مین قدیم الایام ہی مین موسیقی کا فن نہایت ہی کمال کے درجے کو پہونچ کے مدون و باقاعدہ بن گیا تھا۔ ہندؤون مین ناچنا داخل عبادت ہی۔ جس طرح فی الحال جنوبی ہند کے مندرون کے متعلق بکثرت ایسی عورتین ہوتی ہین جو دیوتا کی مورت کے سامنے روز بلاناغہ جا کے ناچتی ہین اسی طرح کی عورتین ہزار بارہ سو برس پیشتر شمالی ہند کے بڑے بڑے مندرون مین بھی ہوا کرتی تھین۔ قدیم سیاحان عرب کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ ملتان کے سب سے بڑے مشہور و ممتاز مندر مین ہزارہا عورتین تھین جنھون نے اکثر عربون کو بھی اپنا اسیر گیسو بنا لیا تھا۔ یہ عورتین مُرلیان کہلاتی ہین۔ اپنی زندگی دیوتاؤن کی نذر کر دیتی ہین۔ رقص و سرود اُن کا کام ہوتا ہے۔ اور زناکاری کے ذریعہ سے اپنا پیٹ پالتی ہین۔

اس عام رجحان نے ہندوستان مین موسیقی کو غیر معمولی ترقی دلائی اور اُس کے متعلق کئی فن پیدا ہو گئے۔ پہلے تو یہ کہ موسیقی مین جسطرح مختلف آوازون یعنی سُرون کے نشیب و فراز موزون ترتیب سے مرتب کیے جاتے ہین اسی طرح ناچ مین جسمانی حرکات متناسب ترتیب سے مرتب کر کے نظر فریب و دلکش بنائے جاتے ہین۔ اس فن نے موسیقی کے قدم بقدم ترقی کی۔ اور جس طرح موسیقی مین بہت سے ترانے اور دھنین قائم ہو گئی ہین ویسے ہی رقص مین حرکات جسمانی کی بہت سی گتین بن گئی ہین۔ اس مین جسم کا سبک اور پھرتیلا بنانا۔ پاؤن مین گھونگھرو باندھ کے یہ قدرت پیدا کرنا کہ جب چاہین وہ بجین اور جب نہ چاہین نہ بجین۔ اور بجنے کی صورت مین جے گھونگھرو چاہین بجائین۔ اس فن کا ایک کرشمہ یہ ہے کہ بعض باکمال ناچنے والے تلوار کی باڑھ پر ناچتے ہین اور تلوے مین چرکا نہین لگتا۔

دوسرا فن بتانا ہے۔ وہ یہ کہ گانے مین جو الفاظ زبان سے نکلتے جائین

اپنی صورت سے اُن کی تصویر کھینچ کے دکھاتے جائین۔ اس فن مین بعض باکمال ناچنے والون کو اس حد تک کمال حاصل ہوتا ہو کہ ایک ایک مصرع کو سیکڑون طریقون سے بتاتے ہین۔ اور چونکہ محفل مین بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہین جو باریک تشبیہون اور نازک خیال آرائیون کو نہین سمجھ سکتے اسلیے ضرورت ہوتی ہو کہ ایک شارح پاس کھڑا ہو کے اُن باتون کی تشریح کرتا جائے۔

بہرتقدیر ہندوستان مین رقص کا فن بہت اعلی درجہ کمال کو پہونچا ہوا ہو اور اس قابل ہو کہ بجائے بے پروائی کرنے کے اُس کی قدر کیجائے اور جہان تک ممکن ہو اُسے ترقی دلائی جائے۔

یورپ کے بانکے نائٹ ٹمپلرز

چودھوین صدی عیسوی گویا یورپ کے اِن نائٹون کے تباہ کرنے ہی کے لیے آئی تھی۔ اسلیے کہ شاہ فرانس فلپ کے دل سے لگی ہوئی تھی کہ ٹمپلرون کو غارت کر کے اُن کے ملک و دولت پر قبضہ کر لے۔ دو سال تک اس نے انتظار کیا کہ اُس کے منتخب کرائے ہوئے پوپ کلیمنٹ کے ہاتھ سے کارروائی شروع ہو مگر کلیمنٹ کو کسی طرح جرأت نہ ہوتی تھی۔ ناگہان یہ واقعہ پیش آیا کہ فرانس کے شہر طولون کے جیل مین ایک ٹمپلر کسی جرم کی بنیاد پر قید تھا۔ اُس نے بادشاہ فلپ پر ظاہر کیا کہ اگر مجھے آزادی دی گئی تو ایک ایسا راز بتادونگا جو سلطنت کے لیے نہایت ہی قابل قدر اور مایۂ ترقی ہوگا۔ بادشاہ نے ۱۴ ستمبر ۱۳۰۷ء کو اُس کا اظہار لیا۔ اور ۱۳ ار اکتوبر کی شب کو ناگہان حکم دیا کہ مملکت فرانس مین جتنے ٹمپلر ملین سب گرفتار کر لیے جائین۔ اتنی قدر نہین بلکہ قریب جوار کے دیگر حکمرانون کے پاس بھی پیام بھیجا گیا کہ اپنی قلمرو مین بھی یہی حکم نافذ کردین۔ اور سب مقامات مین جو ٹمپلر اسیر و پابزنجیر کیے گئے اُنکے علاوہ خاص پیرس مین ٹمپلرون کا ماسٹر جنرل جیمس ڈی مولائی اپنی سو ساتھی کے ساتھ ممبرن کے ساتھ گرفتار کیا گیا۔ اور بعد والے ہفتہ کے روز وہ سب بیگناہ اسیر پیرس یونیورسٹی کے سامنے لائے گئے

کرا اپنے مجرمون کی فہرست اور اپنی فرد قرارداد جرم سُنین - دوسرے دن اتوار کو پیرس کے شاہی باغون کے اندر عوام الناس جمع ہوئے - اور مختلف واعظون نے جو فلپ کیطرف سے مامور ہوئے تھے اُنھین بھڑکانا اور سمجھانا شروع کیا کہ ٹمپلر لوگ سخت مجرم - بڑے بڑے خوفناک جرمون کے مرتکب - انتہا درجہ کے بے دین و ملحد اور کشتنی و گردن زدنی ہین - اور عوام کو اطمینان دلانے کے ساتھ ہی مقدمہ کی کارروائی شروع کردی گئی -

تفتیش و تحقیقات کے بہانے اسیر شدہ ٹمپلرون پر ایسے مظالم ہونے لگے اور انھین ایسی جان گزا اذیتین پہونچائی جانی لگین کہ اُنھون نے بہت سی ایسی باتونکا اقرار کرلیا جو نہایت خوفناک اور سنگین جرم تھے - اس بے رحمی و جور کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہو کہ فقط اکیلے پیرس مین چھبیس ٹمپلر حوالات کے اندر مرگئے - ۱۹ سے ۴ نومبر تک ایک سو چالیس ٹمپلرون کا بیان لیا گیا - ان مین سے بعض اس قدر سن رسیدہ تھے کہ اُن کے بیان کا اثر ٹمپلرون کی گزشتہ پچاس سال کی تاریخ پر پڑتا تھا - قریب قریب سب نے تسلیم کرلیا - کہ ہم صلیب اور مصلوبیت مسیح کی توہین کرتے ہین - بہتون نے بعض اور بے دینی کے الزام قبول کیے اور فحاشی اور سیہ کاری کے جو شرمناک الزام لگائے گئے تھے اُن کا بھی اُن غریبون نے جبراً قہراً اقرار کیا -

پوپ کلیمنٹ نے شاید ترس کھاکے ۲۷ اکتوبر کو اپنا ایک حکم جاری کرکے تفتیش کرنے والون کے ظالمانہ اقتدارات روک دیے تھے - مگر نومبر کے ختم ہونے سے پہلے غالباً فلپ کے اشارے سے اُس نے شاہ انگلستان اڈورڈ دوم کو لکھا کہ جتنے انگریز ٹمپلر تمھارے علاقہ مین ہون اُنھیں بھی گرفتار کرلو - ۱۰ جنوری ۱۳۰۸ء کو انگلستان مین اس حکم کی تعمیل ہوئی - اور اسی زمانے کے قریب یورپ کے تمام ممالک مین ہر جگہ ٹمپلرون پر آفت نازل ہوگئی - پھر ۲۴ جنوری کو سسلی مین اور ۲۷ مئی کو سائپرس مین (جو ٹمپلرون کا خاص مرکز تھا) یہی کارروائی ہوئی - اور کوئی مقام نہ تھا جہان یہ بیچارے بیگناہ پکڑے اور مارے نہ جاتے ہون

باوجود ایسے احکام جاری کردینے کے پوپ روم ذرا رک رکے اور پچھتا پچھتا کے اِن احکام کو جاری کرتا تھا - یہ دیکھ کے فلپ سات سو مسلح سپہ گروان

ساتھ اُس کے سر پر آنازل ہوا - اور وہ بالکل اُس کے بس مین تھا - اور سب نے اتفاق سے طے کر دیا کہ بادی النظر مین اسپر ٹملر اُن کا ردیہ اور اُن کی الاحتیٰ و علاقے سب پوپ کے کمشنرون کے ہاتھ مین رکھے جائین - مگر اصل مین حکم دینے والا خود فلپ تھا -

۵ جولائی سنہ ۱۳۱۰ع کو پھر مقدس معصومانہ دربار پوپ سے یہ حکم جاری ہوا کہ تفتیش کرنے والے اسیہ دن پر تہیبی سختیان جاری کرین - ... اتھ یہ بھی طے پایا کہ ضبط شدہ جائداد ارض مقدس کی بازیافت کی کوشش کیجائے - کلیمنٹ کا اب خیال تھا کہ ٹملیرون کے جرائم کی از سر نو تحقیقات کی جائے - بہتر اقراری مجرمون کا بیان وہ خود سُن چکا تھا - اب شہر شنون مین گرینڈ ماسٹر جولائی اور تین بڑے بیٹرون کا بیان از سر نو لیا گیا - اور انھون نے اذیتون کے خوف سے پھر جرمون کا اقرار کیا -

آخر کار ۱۲ اکتوبر سنہ ۱۳۱۱ع کو ایک بڑی بھاری کونسل شہر ویانا مین جمع ہوئی کہ ٹملیرون کے جرائم پر غور کرے - مقدمہ کی کارروائی ۱۱ - اپریل سنہ ۱۳۱۱ع کو شروع ہوئی - ۱۲ - اپریل کو اخبالد پہ دانیہ نے اعتراض کیا کہ کارروائی انصاف سے نہین ہو رہی ہے - یکون سنتا ہی ۱۲ مئی کو ۵۴ ٹملیر شہر سنان کے اسقف اعظم کے حکم سے زندہ جلا دئے گئے - اور چند روز بعد اور چار ٹملیرون کا بھی یہی حشر ہوا -

ان واقعات کے مشہور ہوتے ہی لوگون پر ایک ہیبت چھا گئی - چنانچہ چھیالیس ٹملیرون نے جوابدہی اور پیروی مقدمہ سے انکار کر دیا - مجبوراً کمشنرون نے نومبر تک کے لیے کارروائی ملتوی کر دی - اس کے بعد دوبارہ تحقیقات ۱۸ - دسمبر سنہ ۱۳۱۰ع کو شروع ہوئی اور ۵ جون سنہ ۱۳۱۱ع کو اُس کی کارروائی ختم ہوئی - اس کارروائی کے دوران مین پوپ کلیمنٹ اور شاہ فلپ کے فیما بین سمجھوتا ہو گیا - جس کی بنا پر پوپ نے ٹملیرون کو مجرم قرار دیا - اور ویانا کی کونسل مین اس مسئلہ پر غور ہونے لگا کہ ٹملیرون کو جواب دہی و عذرداری مین کچھ کہنے کا موقع بھی دیا جائے یا نہین - اور کہتے ہین کہ جیسے ہی اس مسئلہ پر بحث چھڑی پوپ نے فوراً کارروائی ملتوی کرا دی تاکہ ایسے مسئلہ پر غور ہی نہ کیا جائے جس سے اُس کی مرضی کے خلاف نتیجہ ظاہر ہونے کا اندیشہ ہو

اور جن سات ٹمپلرون نے مختار کی حیثیت سے جوابدہی کا دعوی اور ارادہ کیا تھا وہ گرفتار کر کے قیدخانے مین بھیج دیے گئے۔

شروع مارچ سنہ ۱۳۱۲ء مین شاہ فلپ دیانا مین آ کے خود کونسل مین شریک ہوا پوپ کے داہنے بازو پر بیٹھا۔ اور اُسکی موجودگی مین پوپ نے ٹمپلرون کے خلاف اپنا روحانی فیصلہ اور اپنا علم سُنایا۔ اس کے بعد ۲ مارچ سنہ مذکورۂ بالا کو پوپ نے اس مضمون کا حکم شائع کیا۔ کہ ٹمپلرون کی تمام جائداد سینٹ جارج کے نائٹون کو دے دیجائے بجز اُس غیر منقولہ جائداد و مملکت کے جو ممالک کیسٹائل ارغون - پورچگل - اور مجورقہ کے علاقون مین واقع ہے۔

جو ٹمپلر ملزم و مجرم قرار دیے گئے تھے تین گروہون پر تقسیم کر دیے گئے اول وہ جنھون نے پکڑے جاتے ہی اقرار جرم کر لیا۔ دوسرے وہ جنھون نے انکار کیا اور اپنے انکار پر آخر تک قائم رہے۔ تیسرے وہ جنھون نے ابتدائً اقرار کیا تھا۔ اور بعد کو دوران کارروائی مقدمہ مین انکار کر دیا اور اپنے پہلے اقرار کی نسبت ظاہر کیا کہ ہمارا وہ قبول کر لینا محض تکلیفون ظلمون اور اذیتون سے بچنے کے لیے تھا۔ ان تینون گروہون کے لیے سزائین یہ تجویز ہوئین کہ گروہ اول کے مجرم اپنے گناہون سے توبہ کرین اور اپنے بے دینی کے افعال پر نادم ہون۔ دوسرے گروہ والے دائم الحبس کیے جائین۔ اور تیسرے گروہ والے زندہ آگ مین جلا کے مارے جائین۔ لیکن ان مجرمون مین سے گرینڈ ماسٹر مولائی اور دو ایک اور معزز عہدہ داران سوسائٹی مستثنی کر لیے گئے اور کہا گیا کہ اِن کے بارے مین پوپ جو فیصلہ کرین گے اُس پر عمل کیا جائیگا۔ آخر سنہ ۱۳۱۴ء کے آغاز مین وہ اس بات پر مجبور کیے گئے۔ کہ علانیہ مجمع عام مین اپنے جرمون کا اقرار کرین۔ اور اگر ایسا کرتے تو اُن کے لیے دائم الحبس رہنے کا حکم نافذ ہو جاتا مگر اتفاقاً نارمنڈی کے ماسٹر ٹمپلر اور ایک عہدہ دار نے بجائے اقرار گناہ کے اپنی بے گناہی کا علانیہ دعوی کیا۔ اور شاہ فلپ نے بغیر اس کے کہ پوپ کے مشورہ کا انتظار کرے۔ اُنھین ایک چھوٹے جزیرہ مین زندہ جلا کے مار ڈالا۔

ہندوستان مین مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

لیکن زبان اردو کو جو ترقیان لکھنؤ مین حاصل ہوئین وہ شاعرون دیوان نگارون اور مصنفون ہی تک محدود نہین ہین مختلف سوسائٹیون اور طبقون مین ترقی و وسعت زبان کی نئی نئی صورتین پیدا ہوئین جنھون نے ہر گروہ والون کے لیے خاص دلچسپیان پیدا کین۔

ان میں سے زیادہ قابل توجہ داستان گوئی ہے۔ جو دراصل فی البدیہ تصنیف کرنے اور واقعات کو نہایت ہی فصیح و بلیغ اور شستہ و رفتہ زبان مین ادا کرنے کا نام ہے۔ یہ فن اصل مین عربون کا ہے جہان عہد جاہلیت مین بھی داستان گوئی کی صحبتین مرتب ہوا کرتی تھین لیکن ہندوستان کی داستان گوئی کی نسبت ہم نہین جانتے کہ عرب کی قصہ خوانی سے اس کا کوئی رشتہ ہے یا نہین۔ امیر حمزہ کی داستان جو داستان گوؤن کی اصلی اور حقیقی جولان گاہ ہے وہ دراصل فارسی مین تھی اور کہتے ہین کہ شہنشاہ اکبر کے زمانے مین امیر خسرو نام ایک قابل شخص نے اسے تصنیف کیا۔ اردو داستان گوئی کی بنیاد اسی پر رکھی گئی۔ اور شروع ہی مین دہلی کے مشہور داستان گو لکھنؤ مین آنا شروع ہوئے۔ یہان انھون نے اُن کی یہان تک قدر کی کہ داستان سننے کو اپنی صحبتون کا ایک عنصر اعظم قرار دے لیا چند ہی روز مین لکھنؤ کے اندر اس کو اس قدر فروغ ہو گیا کہ کوئی دولت مند نہ تھا جس کی سرکار مین کوئی داستان گو نہ مقرر ہو سیکڑون داستان گو پیدا ہو گئے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارے آج کل کے مقبول سے مقبول اسپیکرون مین سے ابھی تک کسی کو فصیح البیانی مین وہ درجہ نہین نصیب ہو سکا ہی جو قادر الکلام داستان گوؤن کو حاصل تھا۔ دہلی مین بھی دو ایک صاحب کمال داستان گو آج تک پڑے ہین۔ مگر لکھنؤ مین اُن کا شمار بہت زیادہ ہے۔ اور اُن کی طرز تقریر کا اثر عوام شہر کی زبانون پر بیحد پڑ گیا ہے۔ ناولون کا ذوق پیدا ہونے کے بعد جب اس بات کی کوشش کی گئی کہ داستانون کو داستان گوؤن ہی کی زبان مین قلمبند کر لیا جائے تو لکھنؤ ہی ایسے باکمال داستان گو پیش کر سکا جنھون نے ضخیم جلدین لکھ کے اردو دان پبلک مین پھیلا دین۔ چنانچہ جاہ اور قمر کے تصانیف

ملک مین بڑی قدر کی نگاہون سے دیکھے جاتے ہین۔

داستان کے چار فن قرار پا گئے ہین۔ رزم۔ بزم۔ حسن و عشق اور عیاری ان چارون فنون مین لکھنؤ کے داستان گویون نے ایسے ایسے کمال دکھائے ہین جن کا اندازہ بغیر دیکھے اور سُنے نہین ہو سکتا۔ الفاظ مین تصویر کھینچنا اور تصویرون کا نہایت گہرا دیرپا اثر سامعین کے دلون پر ڈال دینا ان لوگون کا خاص کمال ہے۔

سوشل تفنن مذاق ظرافت اور دلگی کے عنوان سے بھی لکھنؤ مین علاوہ بان کے کئی فن پیدا ہو گئے جن مین کوئی مقام لکھنؤ کا مقابلہ نہین کر سکتا۔ انھین مین سے ایک فن پھبتی کہنا ہے۔ اس کو دراصل شاعرانہ تشبیہ و استعارہ سے تعلق ہے۔ لیکن اس مین اتنی خصوصیت ہو کہ یہ کسی کو بگاڑ کے دکھانے اُس کے عیب کے نمایان کرنے اور برجستہ کوئی انوکھی ہنسانے والی اور عیب و نقصان ظاہر کرنے والی تشبیہ پیش کر دینے تک محدود ہے۔ لکھنؤ کے ادنے ادنے لڑکے۔ بازاری عورتین۔ جاہل دکاندار۔ ادنے طبقون کے اہل حرفہ تک ایسی برجستہ پھبتیان کہہ جاتے ہین کہ باہر والون کو حیرت ہو جاتی ہے۔ ایک صاحب کربلا ے معلے کی زیارت کر کے واپس آئے اور براق کپڑے پہن کے دوستون مین آکے بیٹھے ہی تھے کہ ایک لونڈے نے کہا۔ "این یہ فرات کا بگلا کہان سے آگیا؟" ایک بوڑھے دولھا خضاب کر کے دولھن بیاہنے کو آئے اور بڑی دھوم کی برات لائے۔ زنانے سے نکل کے وہ محفل مین آرہے تھے۔ جوتا اُتارنے کے لیے جھکے اور چند قدم فرش پر گھٹنے ٹیک کے چلے۔ کسی کی زبان سے نکلا "دولھا کہان ہین؟" شوخ مزاج رنڈی جو کھڑی مجری کر رہی تھی ہنس کے بولی "اے وہ منیون منیون چلا تو آتا ہے" ایک کبڑا چوک مین پونڈے بیچ رہا تھا صدا یہ تھی کہ "ما رے بھئی یہ کنکوے کون لوٹے گا؟" کہا اس سے زیادہ بامذاق کوئی استعارہ ہو سکتا ہو۔ نازک ترین استعارہ وہ ہو جس مین مشبہ اور مشبہ بہ دونون کا نام نہ لیا جائے۔ صرف مشبہ بہ کی کوئی خصوصیت بتا کے کلام مین لطف پیدا کر دیا جائے۔ اس کی اس سے بہتر مثال کون ہو سکتی ہو کہ نہ پونڈے کا نام لیا۔

لگے گا جس سے کنکوے لوٹے جاتے ہین۔ صرف اتنا کہہ کے کہ "کنکوے کون لوٹے گا۔" یہ بتا دیا کہ یہ بوڈے لگون کے برابر ہین جن سے کنکوے لوٹے جاتے ہین۔ اور پھر اس سے زیادہ مناسب اور بازاری لوگون کے مذاق کی کوئی تشبیہ نہین ہوسکتی۔ اسی طرح کی صدہا ہزارہا مثالین ہین جو یہان کی صحبتون مین اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت سنی جاتی ہین۔

دوسرا فن ضلع ہے۔ یہ دراصل شاعرانہ رعایت ہے جس نے عوام کی بات چیت اور مذاق کی گفتگو مین اُنکے خاص رنگ پیدا کیا ہے۔ ضلع مین کوشش کی جاتی ہے کہ جس چیز کا تذکرہ آجائے اُس کے تمام متعلقات کسی نہ کسی پہلو سے باتون مین لے آئے جائین۔ آزاد فقیر جو ایک خاص وضع رکھتے تھے ضلع بولنے مین باکمال مانے جاتے تھے۔ امانت نے اپنی شاعری مین رعایت کی اس قدر کوشش کی کہ تمام شاعرانہ خوبیون سے قطع نظر کر کے رعایت ہی کو اپنا مقصد قرار دے لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کا کلام شاعری کے درجے سے نکل کے ضلع بولنے کے حکم مین داخل ہو گیا۔ مگر لکھنؤ کے اکثر عوام نے اپنی بے تکلفی کی صحبتون مین اس فن کو اس قدر بڑھا دیا ہے کہ امانت کی شاعری پیچھے پڑ گئی۔ سچ یہ ہے کہ کسی جگہ کے لوگ ضلع بولنے مین اہل لکھنؤ کے عشر عشیر درجے کو بھی نہین پہونچ سکتے۔

تیسرا فن تکسابندی ہے۔ یہ شاعری کی قافیہ پیمائی ہے۔ بہت سے جاہل جب ادھر توجہ کرتے ہین تو جواب سوال مین اس طرح فی البدیہہ قافیہ استعمال کرتے ہین کہ بڑے بڑے شعرا کو حیرت ہو جاتی ہے۔ ہم نے اپنے طالب علمی کے زمانے مین ایک ہندو بڑھیا کے کاسے والا دیکھا تھا جو صبح کو خوانچہ لگا کے نکلتا۔ صورت دیکھتے ہی صدہا بازاری لونڈے اُسے گھیر لیتے اور وہ سرِ راہ خوانچہ رکھ کے بیٹھ جاتا۔ فوراً لونڈون سے اُس سے تک بندی مین مقابلہ شروع ہو جاتا۔ سارا مجمع ایک طرف ہوتا۔ فریقین مین گالیون کی بوچھار ہوتی۔ مگر شرط تھی کہ کوئی گالی تک سے باہر نہ ہو۔ اور کوئی قافیہ رہ نہ جائے۔ ہم نے اُسے بیسیون بار دیکھا۔ گھنٹون اُس سے لوگون سے مقابلہ رہتا۔ مگر ہم نے کبھی نہین دیکھا کہ وہ جواب مین کبھی عاجز رہا ہو۔ کوئی نہ کوئی قافیہ ڈھونڈھ کے پیش ہی کر دیتا تھا۔

اسی طرح مذاق اور گفتگو مین طرح طرح کی خیال آفرینیان ہوتی تھین - اور جاہل عوام بعض وقت ایسے خیالات پیش کر دیا کرتے تھے کہ بڑے بڑے شعرا حیرت مین رہ جاتے یہ زمانہ دراصل لکھنؤ کا گولڈن ایج تھا - شاعری اور ادبی خوبیان لوگون کے رگ وپے مین سرایت کر گئی تھین - ہر شخص معمولی طور پر پڑھنے مین شُد بُد ہو جاتا طبع آزمائی شروع کر دیتا - جہلاد عوام - ادنے طبقے کے لوگون - اور گھر کی بیٹھنے والی عورتون تک مین شاعرانہ لوچ اور ادبی نزاکتین پیدا ہوئی تھین ان پڑھ کہہ یے شاعر تھے - اور جہلا کی زبان بھی اس قدر شستہ ورفتہ - اخلاقی حفظ مراتب کے الفاظ سے مملو - اور تمدنی آداب سے لبریز تھی کہ اکثر صاحب علم اُن کی گفتگو سُن کے ششدر رہ جاتے - اور کسی کو ان پر جاہل ہونے کا گمان ہی نہ ہوتا - سودا بیچنے والون کی صدائین شاعرانہ نکات اور فصاحت بلاغت کے غوامض سے اس قدر آراستہ وپیراستہ تھین کہ اورون کو سمجھنا بھی دشوار تھا -

ادنے طبقے والون نے بھی اپنے مذاق کے مطابق خاص ادبی دلچسپیان پیدا کرلی تھین - مثلاً ایک فن خیال کا پیدا ہو گیا - لوگ فی البدیہہ اشعار تصنیف کر کے دائرے پر گاتے - اس کا نام خیال اس لیے رکھا گیا کہ ہر شخص اپنی تخییل کا جوہر دکھائے اور کوئی نئی بات پیدا کرے - اس فن مین یہان بہت سے باکمال پیدا ہوئے جن کو اعلی سوسائٹی اور تعلیم یافتہ لوگون کی صحبتون سے گو کہ کوئی تعلق نہ تھا مگر بجاے خود اگر غور کیجیے تو وہ اصلی وفطری شاعری تھی اور اسی وضع کی شاعری جیسی کہ عہد جاہلیت ہی عرب مین تھی -

اسی طرح ایک گروہ ڈنڈے والون کا پیدا ہو گیا - ان لوگون کی یہ شان تھی کہ قریب کے زمانے کے اہم اور مشہور واقعات کو کمال آزادی کے ساتھ موزون کرتے - جو جیسا ہوتا چاہیے وہ کتنا ہی بڑا صاحب اثر اور دولت مند ہو اُسے ویسا ہی بڑی بے باکی سے دکھاتے - اور ثابت کرتے کہ ملک وقوم کو اُس سے کیا فائدہ ہوا یا کتنا بڑا ضرر پہونچا - پھر اپنی اُن نظمون کو ایک شعر خوانی کی خاص وضع مین ڈنڈے بجا بجا کے سُناتے -

عورتون کی زبان مردون کے مقابل ہر ملک اور ہر قوم مین زیادہ شستہ اور دلکش ہوتی ہی۔ مگر لکھنؤ مین یہ خاص بات تھی کہ محلات اور محترم خاندان کی معزز بیگمون کی زبان مین علاوہ نسائی دلفریبیون کے ادبی اور شاعرانہ نزاکتین پیدا ہو گئی تھین۔ باتین کرتین تو معلوم ہوتا کہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہین۔ اور غور کیجیے تو صحت الفاظ۔ پیاری بندشین۔ اور طرز ادا کی نزاکتین بتاتین کہ زبان کی خوبیان اس سرزمین مین کس اعلیٰ کمال کو پہونچ گئی ہین۔

خونی تماشے

یہ لفظ انوکھا نیا اور پُر خوف ہے مگر اس سے اس بات کا پتہ چل سکتا ہی کہ جو یورپ آجکل اپنے قومی مفاد اور اپنی ذاتی عظمت منوانے کے شوق مین خون کی ندیان بہا رہا ہے کبھی اُس کی دلچسپی کی محفلین بھی ایسی ہی خونریز و بے رحم تھین۔ ایشیا کی اگلی زبردست اور اولوالعزم قومون کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بہت ہی ظالم و بے درد تھین۔ کیونکہ دشمنون یا غیر قومون کے ہزارون آدمیون کو گرفتار کر کے اپنے دیوتاؤن پر بھینٹ چڑھا دیا کرتی تھین۔ اور پوری پوری قومون کو مع زن و فرزند پکڑ کے لونڈی غلام بنا لیتی تھین۔ سب سے زیادہ خونین تصویر بخت نصر کی ہے جس کے سامنے بہت سی لاشین مصلوب لٹکتی نظر آتی ہین۔ اور قیدی طرح طرح کے عذابون اور تکلیفون سے مارے جاتے یہ سب تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ ہو گا۔ مگر ایشیا والون مین یہ کبھی نہین ہوا کہ محض دلچسپی اور دل بہلانے کے لیے انسان کا خون بہایا جائے۔ افریقہ اور بعض وحشت ناک جزائر کے لوگ انسان کو مار کے کھا جاتے تھے اور شاید اب بھی کہین انسان انسان کے گوشت سے پیٹ بھرتا ہو۔ مگر یہ بھی پیٹ بھرنے کے لیے ہے جس سے بڑا دوزخ دنیا مین نہین ہے۔ دل بہلانے اور تفنن طبع کے لیے انسان کی جان لینا کبھی خاص یورپ کا اور یورپ مین بھی ایک متمدن و شائستہ قوم کا مشغلہ تھا۔

ہمارے یہان لوگ بٹیر لڑاتے ہین - مرغ لڑاتے ہین - بلبل لڑاتے ہین - کبوتر لڑاتے ہین - مینڈھے لڑاتے ہین - اور چند روز پہلے سنتے ہین ہمارے شہر کے شاہی دنگل مین شیر - گینڈے - اور مست ہاتھی بھی لڑائے جاتے تھے جانورون ہی کی خصوصیت نہین ہمارے ملکی اکھاڑون مین پہلوان آتے ہین لوگ نیزہ بازی و شمشیر زنی کی مشق ایک دوسرے کے مقابل مین دکھاتے ہین مگر اُن کی لڑائی بس اسی پر ختم ہو جاتی ہے کہ حریف کو گرا کے چت کر دین - یا نہایت چوٹ کھا جائے - مگر یورپ مین انسان اس لیے لڑائے جاتے تھے کہ ایک دوسرے کو جان سے مار ڈالے -

یہ وحشیانہ دلچسپی وہان سپہگری کا کمال دکھانے یا میدان کارزار کے لیے تیار ہونے کی غرض سے نہین بلکہ شوقینی اور صرف "واہ واہ" کے لیے ہوتی تھی - اہل ایطالیہ کے قدیم مورث رومی جن کی عظمت و جبروت کا سکہ کبھی سارے یورپ اور مغربی ممالک ایشیا مین بیٹھا ہوا تھا اور جو اپنے عہد مین ساری قومون سے زیادہ مہذب و شائستہ - اور ہر فن مین باکمال و بے مثال مانے جاتے تھے وہ مرغون اور مینڈھون کی طرح انسانون مین سے ایسے خونی پٹھے تیار کرتے تھے جو صرف اسی غرض کے لیے ہوتے کہ اُن کے جشن طرب کے موقع پر اکھاڑے مین اُترین اور حریف کو ناظرین کی دلچسپی کے لیے جان سے مار ڈالین - یہ خونی پٹھے رومیون کی زبان مین "گلے ڈی اے ٹر" کہلاتے تھے - بعض یورپین محبان وطن فرماتے ہین کہ "رومیون نے اِس شوق کو اہل ایشیا سے سیکھا" گو کہ ایشیا مین کہین اور کسی زمانے مین اس سفّاکانہ تفنن کا پتہ نہین چلتا -

ایسے خونی پٹھون کا تیار کرنا رومیون مین ایک فن ہو گیا تھا - ہمارے یہان بٹیر بازون اور مرغ بازون کی کبھی ایسی قدر نہ ہوئی ہو گی جیسی اِن دشمن انسان باکمالون کی قدر روم مین ہوتی تھی - یہ لوگ "لانس ٹے" کے لقب سے یاد کیے جاتے اُن کا معمول تھا کہ غلامون کو خرید کے لڑنے کے لیے تیار کرتے اُن کو جنگجوئی و خونریزی کی تعلیم دیتے - اور اُن کے جسم لڑائی کے مناسب بناتے - اور جب امیرون اور سردارون کو انسان کشتی کا دنگل دکھانے کا

شوق ہوتا اُن کے ہاتھ اُنھیں اچھے داموں پر فروخت کر ڈالتے۔ رومیوں میں
اِن مہیب دنگلوں کے دیکھنے کا شوق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ جب کوئی امیرزادہ آبائی
دولت کا وارث ہو۔ یا کوئی سردار کوئی فتح حاصل کر کے واپس آئے۔ یا کسی اور
کامیابی کی خوشی میں اظہار مسرت کا ارادہ کرے تو اُس کا سب سے زیادہ ناموری
کا کام یہ تھا کہ ان خونیں پٹھوں کی لڑائی کا تماشا اپنے احباب اور ہم وطنوں کو دکھائے
تاجداران روم کو بھی اس کا بڑا شوق تھا جو وقتاً فوقتاً اپنے جشن طرب
کو اسی خونی دنگل سے بارونق اور دلچسپ بنایا کرتے۔

اس شوق کی زیادتی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کوئی سال
نہیں گزرتا جس میں دو چار سو پٹھے جان سے نہ مارے جاتے ہوں۔ اور
بعض برسوں میں تو ہزاروں تک نوبت آگئی۔ دسمبر کا مہینہ اس دلچسپی اور
ان خونی دنگلوں کے لیے مخصوص تھا۔ جبکہ رومی سوسائٹیوں میں ان خونی
پٹھوں کی لڑائی کی وجہ سے بے انتہا گرمجوشی پیدا ہو جاتی۔

یہ خونی پٹھے روم میں کئی قسم کے ہوتے تھے۔ ایک تو معمولی قسم کے
جو ایک ایک کر کے لڑتے۔ اور "اوردی ناری" کہلاتے۔ ان کے لڑنے کا
یہ طریقہ تھا کہ دو پٹھوں کی ایک ایک جوڑ اکھاڑے میں اُترتی۔ میدان میں آتے
ہی لڑنے لگتے اور دونوں میں سے ایک اپنے ساتھی کے ہاتھ سے مارا جاتا۔ دوسری
قسم کے خونی پٹھے "فاتیروارئی" کہلاتے۔ ان کی لڑائی کا یہ رنگ تھا کہ کئی
کئی پٹھوں کی ایک ٹکڑی میدان میں آتی اور اپنے ہم عدد حریفوں سے مقابلہ
کرتی۔ اور کوئی حریفوں کی جان لینے میں کوتاہی نہ کرتا۔ تیسری قسم کے پٹھے "ای
کوئی ٹیز" کہلاتے۔ یہ گھوڑوں پر سوار ہو کے مقابلہ کرتے۔ اور حریف کے
مار ڈالے جانے پر وارا نیارا ہوتا۔ چوتھی قسم کے پٹھے "رے تیارئی"
کہلاتے۔ یہ ایک لمبا کانٹا اور جال لے کے میدان میں آتے۔ ان کے حریف
کے ہاتھ میں صرف ایک چھوٹی تلوار اور ڈھال ہوتی۔ جسکو جال پھینک کے
وہ گرفتار کرتے۔ اور میدان ہی میں اُس کا کام تمام کر دیتے۔ پانچویں قسم کے
پٹھے "آن داباتے" کہلاتے۔ یہ آنکھوں پر پٹی باندھ کے لڑائے جاتے۔ جو خود

اِن کے سرون پر چڑھا دیے جاتے اُن مین کہین سوراخ نہ ہوتا۔ جب یہ اپنے نابینا حریف کے پاس چھوڑ کے للکار دیے جاتے اور بے دیکھے بھالے اُدھر اُدھر ہاتھ مارنے لگتے۔ تو اُن کے مضحکانہ بے نتیجہ حرکات اور خالی جانے والے حربون پر ناظرین کو بڑا لطف آتا چنانچہ سب سے زیادہ دلچسپی انھین پٹھون کی لڑائی مین ہوتی۔ اس لیے کہ اُس مین ظرافت اور مذاق کا بہت کچھ سامان موجود ہوتا۔ چھٹی قسم کے پٹھے "ہوپلوماشی" کہلاتے۔ جو پورے اسلحہ اور خود و زرہ سے آراستہ ہوکے میدان مین آتے۔ اور بڑی سختی سے دیر تک مقابلہ کرتے رہتے۔

ان تمام پٹھون کے لیے ضرور تھا کہ اگر سارے جسم پر زرہ نہ ہو تو داہنے بازو مین زرہ ضرور ہو۔ اور بجز "زری تیاری" پٹھون کے جو جال لے کے میدان مین آتے تھے سب کے سرون پر خود اور بہتون پر ڈھالین ضرور ہوتین۔ سدھانے سے اُن کی طبیعت اور فطرت ہی کچھ عجیب قسم کی ہو جاتی تھی۔ ایک ہی گھر مین ساتھ رہتے سہتے۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ کھاتے پیتے۔ مگر میدان مین لاکے جب کسی سے جوڑ بد دی جاتی تو پھر اُس کی جان کے دشمن اور اُس کے لہو کے پیاسے ہو جاتے اور حریف جو کل تک ہم پیالہ و ہم نوالہ تھا اسکے حق مین اس قدر بے رحم بن جاتے کہ مغلوب یا زخمی ہونے کے بعد وہ لاکھ روتا پیٹتا۔ چیختا چلاتا انھین اُسکے حال پر ترس نہ آتا۔ اور ناظرین کے لیے تو زخمی و نیمجان پٹھون کا چیخنا اور کراہنا خاک و خون مین لتھڑ کے تڑپنا اور جان دیتے وقت ہاتھ پاؤن کھینچنا بڑی دلچسپی اور فرحت و انبساط کی چیزین تھین۔ جب کوئی پٹھا سخت زخمی ہوکے گرتا اور اس مین مقابلہ کی طاقت نہ باقی رہتی تو اُس کا حریف اسکے پاس کھڑا ہو کے ناظرین کی طرف دیکھتا۔ جس سے یہ دریافت کرنا مقصود تھا کہ "کیا حکم ہے؟ مار ڈالون یا زندہ چھوڑ دون؟" اس موقع پر ناظرین کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ زخمی پٹھا اگر اچھی طرح اُن کی پسند کے موافق مقابلہ کرکے زخمی ہوا ہوتا تو وہ اپنے انگوٹھے نیچے کی طرف جھکا دیتے۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ "زندہ رکھا جائے" اور اگر وہ بے خوب لڑے زخمی گیا ہوتا تو سب صاحب اپنے انگوٹھے اوپر کی طرف اُٹھا دیتے۔ اس کا یہ

مطلب تھا کہ قتل کر ڈالو۔ اور اُسی وقت غالب اور جیتنے والا پٹھا اپنی تلوار کی نوک اُس کے سینہ مین پیوست کر کے کام تمام کر دیتا۔ اور انعام مین کھجور کی ٹہنیان پاتا۔ پھر اِس کے بعد زندہ بچ آنے والے پٹھون کو کاٹھ کی تلوارین انعام مین عطا کی جاتین۔

یہ تھین اُسوقت کی یورپین تہذیب کی دلچسپیان۔ اور ایسی تھین شوقینی اور تفنن کی بے رحمیان جن کو مسیحیت نے رواج پانے کے بعد مٹا دیا۔ اور سچ یہ ہو کہ دنیا پر بہت ہی بڑا احسان کیا۔

بعض مرتبہ اِن خونی پٹھون کے ہاتھ سے رومیون کو سخت مصیبتون کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ ولادت حضرت مسیح سے چہتر برس پیشتر یعنی سنہ ۶۴۳ قبل محمد مین جو ہتر پٹھے بگڑ کھڑے ہوئے۔ تھریس کا ایک شخص اسپارتاقوس نام اُن کا سرغنا بن گیا۔ شہر کاپوا مین اُنھون نے اپنے مالک کو مار ڈالا۔ اور پہاڑون مین بھاگ گئے۔ وہان بہت سے ستم زدہ کسان اور مزدور غلام اُن کے گروہ سے جا ملے اور ملک مین ایسا ہنگامہ مچ گیا کہ روم والون کو گھرون مین چین سے سونا حرام ہو گیا۔ اور شہر روم کے باہر تو ہر شخص کو اپنی جان خطرے مین نظر آتی تھی۔ مسلسل تین برس اِن سرکش پٹھون سے لڑائیان ہوتی رہین جن کا فتنہ کسی طرح فرو ہونے کو نہ آتا تھا۔ آخر قراسوس نام رومی سپہ سالار کے مقابلہ مین اسپارتاقوس بڑی بہادری سے لڑ کے مارا گیا۔ اور جو پٹھے زندہ بچے وہ بھاگ کے اِدھر اُدھر چلے گئے۔

ایسا ہی ایک ہنگامہ سنہ ۲۹۰ قبل محمد (سنہ ۳۸۱ع) مین پیش آیا جبکہ سرویوس قیصر تمام مملکت کے باغیون کو مغلوب و مقہور کر کے اور اپنی حکمرانی کے متعلق پورا اطمینان حاصل کر کے خوشی خوشی رومۃ الکبریٰ مین داخل ہوا۔ اُس کے جشن طرب کے موقع پر چھ سات سو خونی پٹھے اکھاڑے مین لڑانے کے لیے فراہم کیے گئے تھے۔ اِن پٹھون مین سے تقریباً اسّی نے نہ گوارا کیا کہ امراے روم کی دلچسپی کے لیے اپنی جانین مفت دین۔ بلا تامل اپنے محافظون کو قتل کر ڈالا۔ حراست سے بگڑ کے نکل کھڑے ہوئے۔ اور

رومۃ الکبریٰ کی سڑکون مین ہنگامہ مچا دیا۔ بہت سے لوگ اُن کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوئے۔ اور اہل شہر کے حواس جاتے رہے۔ آخر قیصر کی باضابطہ فوج نے آکے ہنگامہ موقوف کیا۔ اور اُن سرکش بھٹون کو چُن چُن کے مار ڈالا۔ تاہم بقول مسٹر گبن کے اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ اُن کے لیے جس قسم کی موت تجویز کی گئی اُس سے زیادہ معزز موت اُنھون نے اپنی قوت بازو سے حاصل کر لی

حُسن کی کرشمہ سازیان

عُمارہ

یہ عہد اولین اسلام اور صحابۂ کرام کے دور کی ایک پاکدامن پری جمال حسینہ تھی جس کو یہ خاص شرافت حاصل تھی کہ بنی ہاشم کی اور اُن مین سے بھی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی محترم و معزز لونڈی تھی۔ لونڈی کے ساتھ معزز و محترم کا لفظ ہمارے زمانے مین بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے۔ مگر قطع نظر اس کے خاندان نبوت کی غلامی بھی ایک بڑی شرافت و عزت ہے جن دنون کا حال ہم بیان کر رہے ہین اُس زمانے مین اکثر صاحب کمال و جمال لونڈیان فی الحقیقت بہت ہی معزز و محترم اور آزاد بیبیون سے زیادہ ممتاز و مکرم ہوا کرتی تھین۔

چنانچہ یہی عمارہ جو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کی محبوبۂ خاص تھی حسن و جمال مین جواب نہ رکھتی تھی۔ شائستگی و تہذیب اور عصمت و حرمت کے کمال مین بے نظیر و بے ہمتا تھی۔ اور اِن سب کمالات کے علاوہ فن موسیقی مین بھی بے مثل و بے مثال تھی۔ ایسا پیارا گلا پایا تھا کہ جو کوئی اُس کا نغمۂ دلکش ایک دفعہ سُن لیتا زندگی بھر کے لیے اُس کے شمع رخسار کا پروانہ ہو جاتا۔ ان تمام کمالات نے عبداللہ بن جعفر طیار کو اُس کا عاشق شیدا بنا دیا تھا۔ اور یہ حال تھا کہ بے اُس کے کبھی چین نہ پڑتا اور کسی حال سے قرار نہ آتا۔ چنانچہ سفر و حضر مین ساتھ رہتی اور جہان جاتے اُسے ضرور ساتھ لے لیتے۔ اس لیے کہ بے اُس کے اُنھین اپنی زندگی دشوار نظر آتی تھی۔

ایک دفعہ اپنے بعض حقوق حاصل کرنے کے لیے اُنھین حضرت معاو۔

ملنے کو دمشق کا سفر کرنا پڑا۔ اس طولانی سفر مین بھی اُنھون نے عمارہ کو ساتھ لے لیا۔ اور ارض شام کے مرغزار و ن کو طے کرتے ہوے خاص دار الخلافت دمشق مین پہونچے معویہ سے ملے۔ چندروز اُن کے یہان رہے۔ اور اپنے مقاصد مین کامیاب ہو کے مدینۂ طیبہ مین واپس ائے۔

زمانۂ قیام دمشق مین ایک دن یزید اُن سے ملنے کو آیا۔ جونکہ خلیفۂ وقت کا بیٹا اور ولی عہد خلافت تھا اس لیے اُنھون نے اس کی بڑی خاطر تواضع کی۔ اور بداخلاق سے ہاتھون ہاتھ لیا۔ اور اُس کی دلچسپی کے لیے عمارہ کو پردے سے باہر لا کے گانا سنوایا۔ یزید صورت دیکھتے ہی عمارہ کی زلف گرہگیر کا اسیر ہوگیا۔ اور جب اُسکا گانا سنا تو ہجوم شوق نے آپے سے باہر کردیا۔ دل مین آرزو پیدا ہوئی کہ اس ملاک فریب پری جمال کو اپنے قبضہ مین لائے مگر کوئی تدبیر نہ بن پڑی۔ اور کلیجہ پر صبر کی سل رکھ کے خاموش ہو رہا۔

حضرت معویہ کی وفات کے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تو اُسے ناز آفرین عمارہ پھر یاد آئی۔ اور جو دشواریان وصال سے مانع تھین حکومت کے غرور نے اُنھین اُس کی نظر کے سامنے سے ہٹا دیا۔ رازداران صحبت سے مشورہ کیا کہ "عبداللہ بن جعفر طیار کی لونڈی عمارہ کے لیے سخت بیتاب ہون۔ اور جب یاد آتی ہے دل ہاتھون سے تھام کے رہ جاتا ہون۔ بتاؤ کہ اُسے کس تدبیر سے حاصل کرون" مشیرون نے کہا "یہ معاملہ نہایت مشکل ہے۔ جعفر طیار کے صاحبزادے کوئی معمولی شخص نہین ہین۔ مسلمانون پر اُن کا جو اثر ہے آپکو معلوم ہے۔ اور آپ کے والد اُن کا جس قدر پاس و لحاظ کیا کرتے تھے وہ بھی آپ اپنی آنکھون سے دیکھ چکے ہین۔ ایسا نہ ہو کہ جوش عشق مین آپ سے کوئی بے اعتدالی ہو جائے اور انجام اچھا نہ ہو۔ اس بارے مین خوب غور کر لیجیے۔ اور جو کچھ کیجیے حکمت عملی سے کیجیے تاکہ کسی قسم کی بدنامی نہ آئے"

یزید خاموش ہوگیا۔ اور چند روز اِسی الجھن مین رہنے بعد آخر ایک عراقی شخص کو خلوت مین بلایا جو نہایت ہی چالاک اور مکاری و فریب دہی مین طاق خیال کیا جاتا تھا۔ اس سے اپنے دل کی کیفیت اور اپنی بیتابی و بیقراری کی وجہ بیان کی اور کہا "کوئی ایسی تدبیر کرو کہ حسین و پری وش عمارہ مجھے مل جائے" اُس نے کہا "کامیابی تو خدا کے ہاتھ ہے مگر مین کوئی تدبیر اُٹھا نہ رکھون گا۔ آپ مجھ سے یہ نہ پوچھیے کہ کیا

کرونگا۔ مگر عنقریب دکھادونگا کہ مینے کیا کیا" یزید نے اس معاملہ کو اسی پر چھوڑدیا۔ اور بہت کچھ زر و جواہر اور مال و دولت دے کے رخصت کیا۔

عراقی دوسرے دن ایک دولتمند تاجر بن گیا۔ اور مال و اسباب کا ایک لدا پھندا قافلہ ساتھ لے کے ارض حجاز کی راہ لی۔ قطع منازل کے بعد مدینہ طیبہ مین داخل ہوا۔ اور عبداللہ بن جعفر طیار کے گھر کے سامنے جو میدان پڑا تھا اُس مین اُتر پڑا۔ عبداللہ نے ایک دولتمند تاجر کے آنے کا حال سُنا تو اخلاقاً اپنا مہمان تصور کر کے اُس سے ملے۔ اُس نے کچھ ایسی باتین بنائین۔ اور اس قدر ادب و تعظیم و اخلاق و تہذیب سے ملا کہ پہلی ہی ملاقات مین ہاشمی شریف زادے کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ پھر اُس نے بار بار قیمتی اور پسندیدہ تحف و ہدایا پیش کر کے اُن کے مزاج مین بیحد رسوخ پیدا کر لیا۔ یہان تک کہ ہر وقت عبداللہ اُسی کی صحبت مین بیٹھے رہتے۔ اور روز بروز اُس کے زیر بار احسان ہونے کے ساتھ اس کے دلی دوست بنتے جاتے۔ یہان تک کہ ایک بار اُسے بھی عمارہ کا گانا سُنوا دیا۔

عمارہ کی صورت دیکھ کے اور گانا سُن کے وہ بے انتہا محظوظ و مسرور ہوا۔ اُس کے کمالات کا حد سے زیادہ اعتراف کیا۔ اور تعریف کے پُل باندھ دیے۔ اور کہا" ایسی پری جمال و صاحب کمال نازنین روے زمین مین کہین نہ ملے گی" عبداللہ بن جعفر اپنی محبوبہ کی تعریفین سُن کے خوش ہوئے اور کہا" بھلا ایسی حسین نازنین اور اِن صفات کی حور وش آپ کے نزدیک کس قیمت کو ملی گی؟" اُس نے کہا" ایسی نازآفرین حور طلعت کی قیمت سلطنت و خلافت ہے!" اس پر ہنس کے عبداللہ نے کہا" معلوم ہوتا ہے میرے خوش کرنے کے لیے آپ تکلفی باندھ رہے ہین اور اِسے آسمان پر چڑھائے دیتے ہین" یہ سُن کے اُس مصنوعی سوداگر نے کہا" آپ مذاق سمجھتے ہین! مگر مین اصل حقیقت عرض کر رہا ہون۔ آپ جانتے ہین کہ مین ایک زرپرست تاجر ہون۔ اور میرا کام ہے کہ پیسہ پیسہ

جوڑ کے دولت جمع کروں۔ لیکن اس پر بھی اگر آپ بیچیں تو دس ہزار اشرفیاں دینے کو طیار ہوں۔“ عبداللہ نے دل میں خیال کیا کہ یہ مذاق کر رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ خیال کیا کہ یہاں اس کے پاس اتنی دولت کہاں سے آجائے گی؟ دل لگی میں ان کی زبان سے نکلا ”تو میں نے بیچا۔“ ساتھ ہی اُس بنے ہوئے تاجر نے کہا ”اور میں نے مول لیا۔“ ابھی تک عبداللہ بن جعفر مذاق ہی سمجھے ہوے تھے مگر جب وہ ”میں نے مول لیا“ کہہ کے اُٹھا کہ رقم لاکے پیش کردے تو گھبرائے۔ اور کہا ”میں مذاق کر رہا تھا۔ آپ اشرفیاں لانے کی زحمت نہ فرمائیں۔ بھلا میں ایسی محبوبہ کو اپنے سے جدا کر سکتا ہوں جس کے سہارے سے جی رہا ہوں؟“

اب اُس مکار سے ان صحبت کی صورت نہایت ہی متین ہو گئی اور ذرا سختی کے الفاظ میں کہنے لگا ”مولانا یہ تجارت اور معاملت ہے جس میں کوئی کسی کی مروت نہیں کر سکتا۔ یہ مذاق نہیں ہے کہ آپ نے اس پری وش نازنین کو بیچا اور میں نے مول لیا۔ معاہدۂ بیع تکمیل کو پہونچ گیا۔ اور آپ کے لیے چون و چرا کی گنجایش نہیں باقی ہے۔ بدعہدی آپ کی شان سے بعید ہے۔ اور جب آپ ہی سے ایسے حرکات سرزد ہوں گے تو پھر اوروں کا کیا اعتبار باقی رہے گا؟“ عبداللہ نے پھر عذر کیا مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ اور آخر دیر تک رد و قدح کے بعد عبداللہ کو مجبور ہونا پڑا کہ دس ہزار اشرفیاں لے کے نازنین عمارہ کو اس کے حوالے کر دیں۔ مگر جب پیاری عمارہ کو ہاتھ سے کھو کے گھر آئے تو زار و قطار رونے۔ اور کمال بیتابی و بیقراری سے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔

اُس مصنوعی سوداگر کو جیسے ہی یہ سونے کی چڑیا ہاتھ لگی اُسی وقت لے اُڑا۔ اور ایک منزل پر جا کے دم لیا۔ وہاں پڑاؤ ڈالتے ہی اُس نے عمارہ سے کہا ”اے نازنین تم یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تمھیں اپنے لیے لیا ہے۔ تم خلیفۂ عصر یزید بن معویہ کی ملکۂ خاص بننے والی ہو۔ اور اُسی کا شوق

پورا کرنے کے لیے مین نے تم کو حاصل کیا۔ لہذا تم مجھ سے پردہ کرو۔ اور مجھے اپنا ایک ادنے خادم تصور کرو۔" غریب عمارہ اس کا کیا جواب دیتی؟ وہ اپنے بس مین کب تھی؟ اگر اُس کا زور چلتا تو وہ عبداللہ بن جعفر طیار سے جدا ہی کیون ہوتی جن ساتھ اُسے ویسی ہی محبت تھی جیسی کہ عبداللہ کو اُس کے ساتھ تھی۔

اِس کے بعد خوشی خوشی منزلین طے کر کے وہ دمشق مین داخل ہوا۔ مگر وہان پہونچتے ہی کیا سنتا ہی کہ یزید مر گیا۔ اور اُس کا بیٹا معٰویہ سریر خلافت پر بٹھایا گیا ہی جو اس ظالمانہ اور مغصوبہ خلافت سے ناراض ہے۔ یہ سنتے ہی اُس عراقی شخص کے ہاتھ کے توتے اُڑ گئے۔ دل مین کہا کہ "اب کیا کرون؟" آخر دوسرے دن معٰویہ بن یزید کے پاس پہونچا اور عمارہ کو پیش کر کے عرض کیا کہ "اس نازنین کو عبداللہ بن جعفر طیار سے چھڑا کے آپ کے والد کے لیے اور خاص اُن کے حکم سے لایا ہون اب چونکہ اُن کے جانشین آپ ہین لہذا یہ آپ کی نذر ہے۔" معٰویہ جو نہایت ہی خدا ترس شخص تھا واقعات سُن کے کانپ گیا۔ اور طیش کے ساتھ بولا "مجھے یہ باتین بالکل ناپسند ہین۔ جاؤ دور ہو۔ اور خبردار پھر کبھی مجھے اپنی صورت نہ دکھانا۔"

یہ ٹکا سا جواب پا کے عراقی اپنا منہ لیے ہوے اپنے گھر آیا۔ اور معٰویہ بن یزید کے ڈانٹنے اور ڈرانے کا کچھ ایسا اثر پڑا تھا کہ عمارہ سے کہا "یزید مر گیا۔ اُن کا بیٹا تمھین لیتا نہین۔ اس لیے اب تم میری ہو۔ لیکن نہین۔ مین تمھارے قابل نہین۔ تم مجھے اُسی طرح اپنا نامحرم سمجھتی رہو۔ اب مین تمھین لے چل کے پھر تمھارے آقا عبداللہ بن جعفر سے ملا دون گا۔" یہ کہ کے اُس نے پھر جنوب کا سفر شروع کیا۔ اور چند روز مین مدینۂ طیبہ پہونچ کے عبداللہ سے ملا۔ اور کہا۔

"میرا قصور معاف کیجیے۔ مین نہ تاجر ہون اور نہ کوئی معزز دولت مند۔ اصل مین مجھے یزید بن معٰویہ نے بھیجا تھا کہ جس طرح بنے فریب دے کے عمارہ کو آپ سے حاصل کرون۔ جس خدمت کو آپ ہی خوب جان سکتے ہین کہ مین نے کیسی خوبی سے انجام دیا۔ اور کس طرح آپ کو بے بس کر کے عمارہ کو آپ سے لے گیا۔ مگر وہان پہونچا تو یزید مر چکا تھا۔ اُس کے بیٹے نے عمارہ کو قبول نہین کیا۔ لہذا پھر آپ کے لیے واپس لے آیا ہون۔ اور آپ کو یقین دلاتا ہون کہ مین نامحرمون کی طرح

اس کے ساتھ رہا۔ اور جیسا پاک وصاف اُسے لے گیا تھا ویسا ہی پاک وصاف لے آیا ہون" یہ کہہ کے عمارہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ مین دیا۔ اور کہا" لیجیے آپ کی لونڈی آپ کو مبارک "

عمارہ کی جدائی کا عبداللہ کو اس قدر غم تھا کہ نیم جان ہو رہے تھے صورت دیکھتے ہی بے اختیار اُس کے گلے سے لپٹ گئے۔ اور دونون لپٹ کے اس قدر روئے کہ روتے روتے غش آگیا۔ جس منظر کو دیکھ کے معلوم ہوا کہ اُس نے اُنھین کتنا بڑا صدمہ پہونچایا تھا۔ اور اب اُن کی کتنی بڑی خدمت کی۔

ہوش مین آنے کے بعد عبداللہ نے اُس عراقی کا شکریہ ادا کیا۔ اس کی نیک نفسی و پاکبازی کی تعریف کی۔ اور مسرت و احسانمندی کے ساتھ اُسے بہت کچھ انعام دے کے رخصت کیا۔

دل افروز

اگرچہ ہر سال ایک نیا ناول قدردانان دلگداز کی نذر کیا جاتا ہے پھر بھی ہمارے قدرافزا احباب کی سیری نہین ہوتی۔ اور برابر ہمارے کانون مین "ہل من مزید" کی صدا گونجا کرتی ہے۔ ہم نے اپنی زندگی ادبی مذاق رکھنے والے احباب وطن کی نذر کر دی ہے۔ خصوصاً جب سے ہمارے قدیم مربی پشت و پناہ ملک و ملت اعلیحضرت بندگان عالی متعالی حضور نظام حیدرآباد مدظلہ العالی نے سو روپیہ ماہوار وظیفہ جاری فرما دیا ہے ہمارے لیے سوا اس کے کوئی کام ہی نہین باقی رہ گیا کہ ملک و قوم کی ادبی و علمی خدمت کرین۔

لہذا دلگداز پریس سے اپریل ۱۹۱۵ء سے **دل افروز** نام ایک نیا رسالہ ماہوار جاری ہوگا جس مین صرف ناول ہوا کرین گے۔ یہ رسالہ ۱۸ + ۲۲ پیمانے کے دو جز یعنی ۳۲ صفحون پر ہوگا اور ہر انگریزی مہینہ کی بیسوین کو شائع ہوا کرے گا۔ **دل افروز** مین دو دلچسپ ناولون کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا جن مین

سے اکثر ایک فرضی و اخلاقی ہوگا اور ایک تاریخی - یہ بھی خیال ہی کہ اُن دونون مین سے ایک انگریزی سے ترجمہ کر کے لیا جائے اور ایک بالکل نیا اور بے مثل ناول ہو - یہ بھی اختیار رہیگا کہ جب مناسب معلوم ہو ایک نمبر بجاے ناول کے کوئی تاریخ شائع کی جائے - **دل افروز** کا سالانہ چندہ (عہ) دو روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک ہے - اور ہمین اپنے احباب سے امید ہے کہ فوراً اِس نئے دلچسپ رسالے کی طرف توجہ فرمائین گے - جن حضرات کو قدردانی کا شوق ہو فوراً اجازت دین کہ پہلا نمبر شائع ہوتے ہی اُن کی خدمت مین دو روپیہ ایک آنہ (۱؎۲) کی وی - پی روانہ کردیا جائے -

آپ کا خادم منیجر دلگداز

اطلاع عام

جملہ مطابع اور کتابون اور ناولون کے پبلشرون کو اطلاع دی جاتی ہی کہ مولانا محمد عبدالحلیم صاحب شرر کے تمام ناول رجسٹری شدہ ہین اور آیندہ کوئی صاحب اُن کے ناولون مین سے کسی کے چھاپنے کا قصد نہ فرمائین - اسوقت تک مولانا کا یہ طرز عمل رہا کہ جن لوگون نے بعض پرانے ناولون کو چھاپ لیا اُن سے تعرض نہین کیا گیا - لیکن مطابع نے مذکورہ ناولون کو ایسا خراب چھاپا کہ بالکل غارت اور مسخ ہو گئے - لہذا جملہ مطابع پبلشرون - اور تاجران کتب کو تاکیداً اطلاع دیجاتی ہی کہ عام ازین کہ اُنھین مولانا سے اجازت حاصل ہو یا نہ حاصل ہو بغیر مکرر اجازت تحریری حاصل کیے ہرگز اُن کی کسی کتاب کے چھاپنے کا ارادہ نہ کرین - اب کسی کو کسی کتاب یا ناول کے چھاپنے کی اجازت نہین ہی - اور اگر کوئی صاحب بغیر از سرِ نو اجازت حاصل کیے کسی کتاب کو چھاپین گے تو قانوناً جوابدہ ہون گے - سب صاحبون کو خیال رکھنا چاہیے کہ حق تالیف کا قانون اب سخت ہو گیا ہے - اور اگر کسی نے اُس کے خلاف ورزی کی تو بہت زیادہ نقصان اُٹھائے گا -

المشتہر منیجر دلگداز

مہذب بک ایجنسی

مہذب بک ایجنسی نے اب خاص طور پر اہتمام کیا ہے کہ حقیقی کتابیں بازار میں دستیاب ہو سکتی ہیں جمع کرکے قدر دانوں کی خدمت میں پیش کر دیا کرے۔ اور چند روز میں ایسا انتظام کر دے کہ تمام مشہور مصنفوں کی قیمتی کتابیں ایک ہی جگہ سے دستیاب ہو سکیں فی الحال ایک مختصر فہرست درج کی جاتی ہے لیکن ان کے علاوہ بھی جن کتابوں کی ضرورت ہو ایجنسی سے طلب فرمایئے حتی الامکان تلاش کرکے بہم پہونچائی جائیں گی اور اسی قیمت پر دی جائیں گی جس قیمت پر کہ بازار میں یا دیگر ذرائع سے دستیاب ہو سکتی ہوں۔

لغت

غیاث اللغات مع	عا/
منتخب اللغات	
چراغ ہدایت	عا/
صراح مع قراح	عا/
منتخب اللغات	۱۴/
لغات کشوری	عا/
کریم اللغات مع	۱/
نفائس اللغات	

کلیات و دیوان

کلیات ظفر کامل	عا/ ۴/
" مومن	۹/
" ناسخ	۱۲/
" آتش	۸/
" امیر اللہ تسلیم	۱۲/
" میر	عہ/ ۴/
دیوان سودا	عہ/ ۴
" انشاء	عہ/
" نظیر اکبر آبادی مع	عہ/ ۴
سوانح عمری	
" صفدر	عہ/
" شاہ تراب	۱۱/
" وقار	۱۰/
" داغ	عہ/
گلزار داغ	عہ/
آفتاب داغ	۱۲/
مہتاب داغ	صہ/
دیوان قلق	[illegible]
چمن بے نظیر	۱۱/
گلدستہ حفیظ اثر	عہ/
دیوان حافظ مع	عا/
ترجمہ اردو	

تاریخ و سیر وغیرہ

تاریخ بابل و نینوا	عہ/ ۴/
تاریخ مصر	عا/
ترجمہ سیر المتاخرین	للعہ/ ۴/
فسانہ برطانیہ	عا/
تاریخ سلاطین اودھ	عا/
منتخب التواریخ	عہ/
حیات صلاح الدین	عا/
فتوح عبدالحمید خان	عہ
جنگ روس و جاپان	۸/
تاریخ غوری	۸/
تاریخ افغانستان	۶/
حالات ٹرنسوال	۱۲/
اورنگ زیب	۱۲/
اکبر	۱۰/
قومی ماتم	۸/

تصانیف مولوی حافظ نذیر احمد صاحب

ابن الوقت	۱۳/
منتخب الحکایات	۳/
چند پند	۴/
رویائے صادقہ	عہ/
مبادی الحکمت	۸/
محصنات	۱۰/
مرآۃ العروس	۵/
بنات النعش	۵/
توبۃ النصوح	۹/

تصانیف حکیم محمد علی صاحب

عبرت ہر سہ حصہ	۴/
اختر و حسینہ ہر دو حصہ	عا/

المشتہر منیجر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بزن بیگ خان - لکھنؤ

جعفر و عباسہ	عہ ر
گورا	عا ر
نیل کا سانپ	عہ ر
حسن سرپرچھ	ہے ر
دیول دیوی	عہ ر

تصانیف منشی سجاد حسین صاحب

طرحدار لونڈی	۵ر
میٹھی چھری	۴ر
احمق الذین	۴ر
پیاری دنیا	۴ر
حاجی بغلول	۵ر
کایا پلٹ	۶ر

رینالڈز کے ناولوں کے ترجمے

نعمت فرنگ	عہ ر
سارہ و کلارہ	عا ر
فسانہ لارنس و ریتھ	عا ر
دلربا	عا ر
فریب حسن	عا ر
خوبی قسمت	عہ ر
فسانہ سنون عشق	عہ ر
حاجی بابا اصفہانی	عہ ر
نیرنگ	۱۲ر
عمر پاشا	۱۲ر

مارگرٹ	۴ر
یاقوت کی کان	۸ر
دھوکا یا طلسمی	عہ
فانوس	
حسرت وصل	۸
روزا لیمبرٹ	۸ر

مس کوریلی کے ناولوں کے ترجمے

فسانہ دو جہان	عہ ر
عاشق شیطان	۸ر

مختلف کتابوں اور ناولوں کے ترجمے

ہندوستان کی بیداری	۳ر
ایک غلام کی شجاعت	۲ر
دربار روس کے اسرار	۵ر
خوشحال ہندوستان	۴ر
سلطان ٹیپو	۲ر
حالات چین	۲ر
وطن پر قربانی	۲ر
ہندوستان کی کہانی	۳ر
برگنڈی کی شہزادی	۴ر
کرشمہ رقابت	۲ر
کرشمہ محبت	۴ر
شہنشاہ عیارات	۶ر
لال کپتان	۴ر

ڈاکٹر کی بیٹی	۶ر
نمان تنار	۲ر
جنت الفردوس	۴ر
اسرار	۴ر
گناہ بے لذت	۴ر
نئے نگینے	۴ر
راز عشق	۵ر
جذبہ عشق	۴ر
مکار بت پرست	۱۲ر
دلستان	۶ر
خون ناحق	۴ر
پرتاب	۹ر
مار آستین	۵ر
مرالنی	۵ر
کمسن	۲ر
فرضی جاپانی	۵ر
عیاش شہزادی	عہ
حسین رانی	۷ر
مستانی جوگن	۴ر
گربہ مسکین	۲ر
وفا کا پتلا	۲ر
چنچل جاسوس	۲ر
زبردستی کا خون	۴ر
مقدس بیوی	۶ر
تاراوتی	۷ر

تاریخ بنگالہ	۹ر
رادھا رانی	۳ر
یوگ ماروتی	۵ر
اندرا	۷ر
مظلوم لڑکی	۴ر

ڈرامے

علی بابا چالیس چور	۸ر
جمیل	۶ر
سندر وینا وتی	۶ر
ظلم وحشی	۶ر
ہریش چندر	۹ر
خون ناحق	۹ر
فتح جنگ	۶
دھوپ چھاؤں	۶ر
قتل نظیر	۶ر
حسن فرنگ	۳ر
شمشاد سوسن	۶ر
لیلی و نہار	۹ر
مرقع لیلی مجنون	۳ر
قاسم و زہرہ	۴ر
داؤ پیچ	۳ر
تانک جھانک	۳ر
پاکدامن	۴ر
دلفروش	۳ر
چترانگادی	۳ر

المشتہر منیجر مہذب بک ایجنسی - کٹرہ بزن بیگ خان - لکھنؤ

فریب نظر	۳ر	لوٹا مار لو یا	۱	انتقام	۲ر	معشوق فرب	۵ر
فریب وفا	۴ر	انجام بخیر	۵ر	کامنی	۵ر	باغ و بہار	۴ر
دوسرے اور تخیل		مشتاق زہرہ	ـــر	ظالم معشوقہ	۴ر	زیب...	۳ر
اور تاریخی ناول		مظفر الالبانی	۱ر	اورنگ زیب	۳	اشاعت سرت	۵ر
تمات لکھنو	عہ	دلچسپ کامل	۱۲	اور تخیل کماری		زیب النسا	۱
نتیجہ محبت	۱ر	حسن انجام	۴ر	مذہم بزم	۴ر	جہان آرا	۵
انسون	عہ	درگیش نندنی	۳ر	نرالا عاشق	۴ر	العنس	۶ر
شہید جفا	عہ	الفسا کی ہیبت	۱ر	جمیلہ	۱۲	شاہد مقصود	۸ر
حرمان نصیب	۱۲ر	منصور موہنا	۴ر	دُر دمشق	۳ر	عقدہ ونجر	۸ر
زن مرید	۱۱ر	فردوس بریں	۳ر	رضیہ سلطانہ	۴ر	بہزار جسن	۳ر
رابطہ ضبط	عہ	ملک العزیز ورجنا	۱۲ر	کلثوم	۳ر	فردوس سحران	۵ر
سلطان ... قصہ	عا	دلکش ہر سہ حصہ	۵	محمود غزنیا	۲	سلطان ماژگا دا	۳ر
دار مہدی ...	عا	افسانہ قیس	۱ر	جنگ طرابلس تعز	۳ر	سونے کی چڑیا	۴ر
ترک تاتار	عہ	میوہ تلخ	۲ر	مرقع طرابلس	۳ر	ثمرہ دیانت	۴ر
فرانس کا شہزادہ	عا	شہید وفا	۳	جنگ بلقان	۵ر	انجام	۵ر
انجام بخیر	عہ	حسن بن صباح	۱ر	عروج زوال	۴	شیطان کا مرید	۱۰ر
پھولوں کی ڈالی	۴ر	محبوبہ لندن	۵ر	پیکر وفا	۵ر	مہر جبیا	۳ر
پرستان کی پری	۴ر	انگلستان کا	۵ر	الماس	۴ر	نشتر	۴ر
سیر عالم ملکوت	۳ر	کچا چٹھا		مراد جان ادا	۵	اسلم وجبیبہ	۳ر
ٹھوکر اوقات	۳ر	چنچل چھوکری	۳	منچلا جوان	۴ر	پرانا پنڈول	۴ر
خطرناک غلط فہمی	۳	وینس کا بانکا	۲ر	تسخیر القمر	۵ر	محبت کی تیلی	۳ر
کمند گیسو	۲ر	جیاد و گر	۵ر	محبوس گشت	۵ر	مالن کی بیٹی	۳ر
تاریخ بغداد	۳ر	ڈاکو کی دلہن	۳	سر سید کی دنیا برتن	۲ر	کنیز فاطمہ	۴ر

منیجر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بزن بیگ خان ۔ لکھنؤ

دلگداز

اُردو کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر

منیجر و پبلشر

خاکسار حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

جو

دلگداز پریس میں چھپ کے لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان

سے شائع ہوا

دلگداز! دلگداز! دلگداز!!!

مولانا شرر کی کتابوں کے نئے لائبریری ایڈیشن

عقل و نقل کا جھگڑا

دُنیا کی پرانی وضع چلی آتی ہے کہ جتنی باتین تجربون۔ مشاہدون۔ سُننے سُنانے اور دیکھنے بھالنے سے معلوم ہوتی ہین اُن پر عقل مناسب طریقے سے تصرف کر کے نئی باتین نکالتی اور نئے نتیجون کو پہونچتی ہے۔ نقل و عقل کی اس باہمی سازگاری و ہمنوائی سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا عقل و نقل دو زبردست ملکائین ہین جو نہایت ہی یگانگت کے ساتھ دونون کی مشترکہ مملکت پر یکسان طریقے سے حکومت کر رہی ہین۔ ان کے اتفاق و اتحاد اور باہمی میل جول کا زمانہ انسان کے لیے اعلیٰ ترین امن و امان اور بے فکری و فارغ البالی کا عہد تھا۔ مگر افسوس ہے دنیا کا معمول ہی کہ جسے کسی پر چند روز حکومت و تصرف کرنے کا موقع مل جاتا ہے وہ اپنی حد سے گذر جاتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ محکوم کو ہمیشہ کے لیے اپنا غلام اور بے عذر فرمان بردار بنا لے۔ اس کی آزادی مطلقاً سلب ہو جائے اور کبھی وہ حلقہ اطاعت سے باہر نہ ہو سکے۔ افسوس اسی خرابی نے بڑے بڑے شاہی خاندانون بڑی بڑی نامور قومون اور بڑی بڑی زبردست سلطنتون اور مملکتون کو برباد کیا ہے۔

سلطنتون ہی پر منحصر نہین یہی مصیبت و آفت ہمین مذہب اور دین و ملت کے اقتدارات مین نظر آتی ہے۔ تعلیم یافتہ ہندو شکایت کر رہے ہین کہ برہمنون نے دوسری ذات والے ہندوؤن کو اپنے بس مین کیا تو اپنی سیادت اُن پر ایسی وسیع کر دی اور ایسی جکڑ بند کی کہ اُن غریبون کو جینا دشوار ہو گیا۔ دین و دنیا کے تمام کامون اور مرنے جینے تک مین وہ پنڈت جی مہاراج کی توجہ کے محتاج ہو گئے۔ اور کوئی گھریلو رسم اور عبادت بھی نہین باقی

جو چیزیں وہ بغیر اپنے پروہت پنڈت جی کی مدد کے انجام دے سکتے ہوں۔

یہی شکایت اکثر مسلمانوں کو اپنے مقتدا مولویوں سے ہو چلی تھی ہیں کہ مرید شدہ ادنیٰ کام میں لوگ ہمارے فتوے اور ہماری اجازت کے محتاج رہیں۔ سنیوں میں علما کی گرفت ہلکی پڑی تو پیرزادوں نے اُن کی مسند چھین کے اپنا سکہ جما لیا۔ اور ایسا کس کے باندھا کہ بغیر پیر و مرشد کی دستگیری کے انسان دنیا میں بھی رو سیاہ ہے اور آخرت میں بھی۔ شیعوں میں پیرزادوں کا زور نہ چلا تو علما ہی نے اپنی حکومت ایسی زبردست کر لی کہ بغیر قبلہ و کعبہ کی وساطت کے انسان قرآن و حدیث تک سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ مجبور ہے کہ بغیر شریعت کے تمام احکام اور نصوص قطعیہ تک کو جناب مجتہد العصر والزمان کی نگاہ سے دیکھے۔

یہود و نصاریٰ میں بھی یہی حالت ہے۔ یہودیوں پر اُن کے ربی حکومت کر رہے ہیں۔ اور عیسائیوں میں کیتھولک فرقہ والوں پر پوپ روم کی جو حکومت ہے ظاہر ہے۔ اور جو فرقے پوپ کے حلقۂ اقتدارات سے باہر ہیں وہ بھی اپنے اساقفہ (بشپوں) اور پادریوں کے فرمان بردار ہیں پراٹسٹنٹ عیسائی اپنے آپ کو زیادہ آزاد بتاتے ہیں مگر انگلستان کے چھوٹے چھوٹے گاؤں پر بھی کلرجی مین (گرجے کے امام) کا جو زبردست اثر ہے دیکھنے ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ قرون وسطیٰ میں مسیحی مقتدایانِ ملت نے ساری امت مسیح کو ایک مملوکہ جائداد کی طرح اس قدر اپنا اسیر دام بنا لیا تھا۔ کہ انھیں اپنے گھر بار اور جورو بچوں تک پر اختیار نہیں باقی رہا تھا۔ قومیں اُن کے قدموں پر لوٹ رہی تھیں۔ اور بڑی بڑی زبردست شہنشاہیاں اُن کے آگے سر سجود جھکانے پر مجبور تھیں۔ یہ تو عقل پر نقل کی حکومت تھی

ایسا ہی واقعہ فی الحال نقل کی دنیا میں ملکۂ عقل کے ہاتھوں پیش آیا۔ عقل کی شوخ اور تند مزاج ملکہ کو اپنی چالاکیوں سے نقل کی مملکت میں حکومت مل گئی تھی۔ اُس نے نقل کی حسین و نازنین بھولی بھالی اور سیدھی سادی نیک دل ملکہ کو دھوکے دے دے کے اپنا مطیع و منقاد بنا لیا تھا۔ اور باتوں

تھی۔ اُسے کسی سادہ دل امیرزادی کی طرح ایسا شیشہ میں اُتار لیا کہ وہ اپنے اقتدارات اور اپنی قوت کو بھول کے اسی کا دم بھرنے لگی۔ اُسے بالکل اپنے بس میں پا کے ملکۂ نقل نے دوستی کے پردے میں اس کے ساتھ دشمنی شروع کر دی۔ اور اخبار اور روایت کے معاملہ پر تعصب کرنے میں معمول سے آگے قدم بڑھا دیا۔ پھر جب دیکھا کہ آزادی کا خیال ابھی ملکۂ نقل کے دل و دماغ میں نہیں باقی رہا ہے تو نشۂ حکومت میں چند ہی روز کے اندر ملکۂ نقل اعتدال کے دائرے سے اس قدر باہر ہو گئی کہ دنیا کے معاملات معمولات اور اخباری واقعات کو اپنے زر خرید لونڈی غلام تصور کر لیا۔ اور ملکۂ نقل کی مملکت میں نہایت ہی خودسری و بے پروائی سے حکومت شروع کر دی۔ مملکت نقل کے بڑے بڑے امرا و اراکین (احادیث و آثار) نے ملکۂ نقل کی ان ناجائز اور فرعونی حکومت کو پہلے تو ایک مدت تک برداشت کیا۔ لیکن کب تک؟ ظلم و جور اور بے اعتدالی و خودسری کی آخر کوئی حد ہوتی ہے۔ آخر سب کے سب شکایت لے کے اپنی نیک دل ملکۂ عقل کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور فریادیوں کی طرح عرض کیا کہ "ہماری مملکت میں ملکۂ نقل کی بے اعتدالیوں سے ایک ہلچل پڑ گئی ہے۔ اور غل مچا ہوا ہے کہ اب اس بے رحم ملکہ کے مظالم نہیں برداشت ہو سکتے جو سلف کے تمام واجب التعظیم تحریرات کو پاؤں سے ٹھکراتی۔ اور محترم تبرکات سلف کی علانیہ تحقیر و توہین کر رہی ہے۔" ملکۂ نقل نے اپنے ملک کے ستم زدہ فریادیوں کی تسلی و دلدہی کی اور کہا "تم اطمینان سے جا کے گھر میں بیٹھو۔ میں ابھی ہوشیار و دست بردار ملکۂ نقل کو سمجھا دوں گی کہ آئندہ تمہارے ساتھ ایسا سلوک نہ کریں۔"

ہنوز ملکۂ نقل کو جو ملکۂ عقل کی محکوم بنی ہوئی تھی اپنی رعایا کی سفارش کرنے کا موقع نہیں ملا تھا کہ ملکۂ عقل خود ہی اپنی ذہانت سے تاڑ گئی کہ مملکت میں سرکشی و بغاوت کے آثار پیدا ہونے لگے ہیں۔ اور خود ملکۂ نقل کے دل میں بھی اس کا کچھ خیال ہے بجائے اس کے کہ ان واقعات سے

متاثر ہو کے پیشتر ازل کو درست کرے حکومت و نزاکت کے غرور میں اور ضد آگئی۔ چنانچہ اپنی خود رائیوں کے جوش میں اُسے اس بات پر نہایت ہی طیش آیا۔ غیظ و غضب کے آثار چلبلی شوخ آنکھوں سے ظاہر ہونے۔ اور سخت برہمی کے لہجے میں ملکۂ نقل کی طرف خطاب کر کے کہنے لگی: سنتی ہو؟ میں تمھاری طرح کسی سے دبنے اور ڈرنے والی نہیں ہوں۔ نہ کسی میں میری سی قوت ہے۔ اور نہ کسی کو میری سی رسائی نصیب ہے۔ پھر بھلا کون میرا مقابلہ کر سکتا ہے؟ کون جگہ ہے جہاں میں نہیں پہونچ سکتی؟ اور کس کی مجال ہے کہ میرا راستہ روکے؟ جب چاہتی ہوں عرش معلےٰ پر جا کھڑی ہوتی ہوں۔ اور جب دل میں آتی ہے تحت الثریٰ کے انتہائی حدود تک چلی جاتی ہوں۔ میرا دامن پکڑنا کیسا کوئی میری گرد کو بھی نہیں پا سکتا۔

نقل کی حسین و پری جمال بھولی بھالی نیکبخت اور شریف الاصل ملکہ کے خاندان کا سلسلہ ازل کے حدود سے ملا ہوا تھا اور سچ پوچھیے تو ملکۂ عقل اُسی کے گھر کی خانزاد اور اُسی کے آغوش کی پروردہ تھی۔ اور محض اپنی اصالت۔ شریف النفسی اور پاک باطنی کی وجہ سے اپنی عزت و حرمت کا خیال چھوڑ کے ملکۂ عقل کی ایک پیش خدمت بن گئی تھی۔ اور نا اصیلوں کی طرح اُس کے حکموں پر دوڑتی پھرتی تھی۔ اس وقت اُس نے خود پرست ملکۂ عقل کے یہ دعوے سنے تو جبین ناز پر بل آگیا۔ تیور کہے دیتے تھے کہ اپنی عادت کے خلاف آج مخالفت پر آمادہ ہے۔ اور ملکۂ عقل کی اطاعت کی بیڑیوں کو جو زیور بنا کے اُس کے پاؤں میں ڈال دی گئی تھیں اُتار کے پھینک دینا چاہتی ہے۔ چنانچہ ملکۂ عقل کے ان آشوب زا الفاظ پر اُس نے نہایت ہی متانت و سنجیدگی کے ساتھ آہستہ سے کہا "اِں تم سب جگہ پہونچ جاتی ہو۔ اور کوئی تمھارا راستہ نہیں روک سکتا۔ مگر جاتی نقل ہی کے زور سے ہو۔ تم عرش پر چڑھ جاتی ہو مگر اخبار و روایت کی سیڑھی لگا کے نقل کے فقرے ساتھ نہ ہوں تو خدا جانے کہاں بھٹکتی پھرو۔"

یہ الفاظ اگرچہ نہایت ہی متانت کے ساتھ

بے گئے مگر برہم مزاج ملکۂ عقل کو بہت برے لگے۔ اور جیسے ہی اُس کے گوش گزار ہوئے بگڑ کے بجلی کی طرح تڑپی اور کہا "مین اپنے سامنے کسی کی کچھ اصل و حقیقت نہین سمجھتی۔ اخبار و روایت میرے نزدیک درہین۔ اور مجبور ہین کہ غلامون کی طرح میری غلامی کرین۔ مین ایک عالی مرتبہ تاجدار کی طرح اُن پر حکومت کرتی ہون اور کسی کی مجال نہین کہ میرے حکم سے سرتابی کرے"۔

اس کے جواب مین ملکۂ نقل نے کمال سنجیدگی سے مسکرا کے کہا "مین نے تمھارا دل خوش کرنے اور حق دوستی و محبت ادا کرنے کے لیے خود ہی تمھین اپنی قلمرو کا مختار کر دیا تھا۔ لیکن افسوس تمھارا ظرف اس کے قابل نہ تھا۔ یاد رکھو کہ غرور تم کو اچھا نہین معلوم ہوتا۔ غرور سے بے پروائی پیدا ہوتی ہے۔ اور بے پروائی سے رعایا پر ظلم ہونے لگتا ہے"۔ سیماب وش ملکۂ عقل کے غصہ کی اب کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ مہربان و نیک نفس ملکۂ نقل کے تمام احسانون اور وفاداریون اور اُس کے لطف و محبت کے برتاؤن پر خاک ڈال کے بولی۔ "مجھے کسی بات کی پروا نہین۔ تم اور تمھاری رعایا سب میری لونڈی غلام ہین۔ جس کے ساتھ جیسا سلوک چاہون کرون کسی کو عذر کرنے کا حق نہین ہے"۔

ملکۂ نقل نے اب بھی بردباری سے کام لیا اور کہنے لگی "ایسی حکومت تو خدا کے سوا کسی کو نہین نصیب ہے"۔

ملکۂ **عقل** ۔ "مگر مجھے یہ حکومت و قدرت حاصل ہے۔ خود خدا کی ہستی میرے دم سے ہے۔ میری نیکی ہے جو خدا کو مانے جاتی ہون ورنہ میری قوت و قدرت اس درجے کی ہے کہ چاہون تو خدا کو بھی مٹا کے رکھ دون۔ اور جب کبھی مین نے ایسا ارادہ کیا مٹا ہی کے رہی"۔

یہ کفر و بے دینی کے الفاظ سن کے ملکۂ نقل سر سے پاؤن تک کانپ گئی۔ سہم گئی کہ کہین آسمان نہ پھٹ پڑے۔ لیکن ضبط کیا۔ اور بولی "جس کا تم یہ گھمنڈ کر رہی ہو یہ کام تو شیطان کا ہے۔ مگر اتنا بڑا دعوی کرنے کی اُسے بھی جرات نہین ہوتی"۔

اب ملکۂ عقل غیظ و غضب کے جوش مین ایک وحشی درندہ بن گئی تھی۔

اُس کا خوبصورت چہرہ ڈراؤنا ہو گیا تھا۔ پیشانی پر درشتی و خود پرستی ظلمت و تیرگی بن کے نمودار ہوئی۔ اور گورے گالوں سے آتش جہنم کے شعلے نکلنے لگے۔ ایک تہمین نفرت ڈائنی کی طرح جھنجھلا کے بولی۔ "شیطان بھی میرا بنایا ہوا ہے۔ میرے اختیار کی بات ہے کہ اسے باقی رکھوں یا مٹا دوں تم سے جاہل چاہیں مانیں یا نہ مانیں مگر مجھے یہ منصب حاصل ہے کہ میں نے شیطان دونوں کو میں ہی نے پیدا کیا۔ اور میں ہی نے ان کے نام دنیا میں مشہور کیے۔ میں نہ قبول کرتی تو نہ خدا تھا نہ شیطان تھا"

یہ ملحدانہ خیالات سُن کے خدا پرست ملکہ نقل اپنے ہاتھوں سے کانوں پر دونوں ہاتھوں سے تھپیڑ مارنے لگی۔ اور کمال خوف زدگی کے ساتھ بولی "توبہ الٰہی توبہ! خودی کا ایسا نشہ سر پر سوار ہوا کہ کمبخت اپنے خالق کو بھی بھول گئی ہے"

ملکۂ عقل۔ "خالق کیسا؟ میں ہی خلاق عالم ہوں۔ اور تو کیا سمجھتی ہے؟"

ملکۂ نقل۔ "خود فراموش عورت! تو اس کی باتیں کرتی ہے۔ میرے گھر میں پیدا ہوئی۔ میری آغوش میں پل کے اتنی بڑی ہوئی۔ اور میرے ہی سہارے پلی اور حکومت کی۔ تجھ میں دھرا ہی کیا ہے؟ خبط اوہام باطلہ ہیں جنھوں نے دماغ بگاڑ دیا ہے۔ نہ تو کسی کو بنا سکتی ہے نہ کسی کو بگاڑ سکتی ہے۔ جھوٹے دعووں اور بے حقیقت وسوسوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انھیں وسوسوں نے تجھے مجنون و دیوانہ بنا دیا ہے۔

ملکۂ عقل۔ "میری باتیں وہم و خیال نہیں بلکہ حقیقت و واقعات ہیں"

ملکۂ نقل۔ "حقیقت سے تجھے کیا واسطہ؟ ..... یہ دونوں تو میرے گھر کی چیزیں ہیں۔ دل میں سوچ تو سہی کہ تیرے دماغ میں خیالات و اوہام اور بے بنیاد و غیر واقعی باتوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اصلیت جنون و مالیخولیا سے زیادہ نہیں۔ اور میری نظروں میں حقیقت ہی واقعات ہیں۔ یہاں جو کچھ ہے اصلیت و حقیقت ہے۔ میرے یہاں تیرا آنا ویسا ہی ہے جیسے کسی مہذب محفل میں کوئی مست و سودائی گھس آئے

ایسی ہی ہلکی ہلکی باتوں سے شائستہ لوگوں کا دماغ خراب کرے۔

ملکۂ نقل کو اپنی اس قدر مخالفت دیکھ کے عقل کی ملکہ پر غصہ آگیا اور دل میں سوچی کہ زیادہ مخالفت اچھی نہیں۔ اگر اس نے بالکل ساتھ چھوڑ دیا تو مجھے ہر قدم پر دشواریاں پیش آئیں گی۔ اور ہر امر میں ناکامی ہوگی۔ یہ سوچتے ہی اس نے اپنی برآشفتگی و خود پرستی کا لہجہ بدل دیا۔ پہلے تو ترک وہ ملکۂ نقل کی صورت دیکھتی رہی جو مدت سے اس کی لونڈی اور تابع فرمان بنی رہی تھی۔ اور آج غیظ و غضب کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئی تھی۔ پھر دھیمی آواز میں بولی "تم تو آج آپے سے باہر ہو گئیں اور بے سبب غلطی پر ہو۔ کسی امر کی تحقیق کرنا جھوٹ سچ میں امتیاز کرنا ہمیشہ میرا کام رہا ہے اور یہ میرا ہی نام ہے۔ تمہاری خاطر سے کہو کہہ دوں تمہارا کام ہے۔"

ملکۂ نقل (متانت کے ساتھ) میں بھی کہتی ہوں کہ یہ تمہارا کام ہے۔ مگر کس کے ذریعہ سے؟ فقط میرے ذریعہ سے۔ تم انھیں معلومات واقعوں اور شہادتوں کی بنا پر فیصلہ کرتی اور جھوٹ سچ کا فرق بتاتی ہو جن کو میں فراہم کرکے تمہارے سامنے پیش کیا کرتی ہوں۔ ہر مسئلہ پر غور کرنے اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لیے جو واقفیت تم کو ملتی ہے مجھ سے ملتی ہے۔ تم نے میری طرف سے ذرا بھی بے پروائی کی اور گمراہی میں پڑیں۔"

ملکۂ نقل۔ "اب تم لڑنے ہی پر آمادہ ہو تو میں جو کہو مان لوں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کر سکتیں کہ انسان کو جو کچھ فضیلت ہے علم سے ہے۔ اور علم مجھ سے ہے۔"

اس بات پر ملکۂ عقل قہقہہ مار کے ہنسی اور بولی "سمجھتی تو تم اپنے آپکو بڑا عقلمند ہو مگر سچ یہ ہے کہ تم بڑی بیوقوف ہو۔ یہ تم سے کس نے کہہ دیا علم تم سے ہے؟ علم تو نام ہی نقل کا ہے۔ علم نام واقفیت اور جاننے کا ہے۔ اور ہر چیز جہاں اور جس قدر ہے سب سمجھ سے ہے۔ دنیا میں جس کسی کو کوئی چیز معلوم ہوتی ہے محض نقل و روایت سے معلوم ہوتی ہے۔ تم ان سے فائدہ اٹھا کے کوئی نیا قیاس

لگا لو یہ اور بات ہے۔ مگر تمھارے اُس قیاس کی بنیاد مجھ ہی سے ہے۔ جس کا اس سے بڑھکے کیا ثبوت ہوگا کہ تمھارا وہی قیاس قبول کرنے کے قابل ہے جو میرے تجربون اور میری معلومات سے وابستہ ہے اور جہان کہین تم نے خود سری اختیار کی اور میرے احکام سے باہر ہوئین تمھاری باتین مجذوبونکی بڑ اور مجنونونکا منصوبہ بن گئین۔ (باقی پھر)

حسن کی کرشمہ سازیان

(بنی عباس کی ایک کنیز عتبہ)

خلافت عباسیہ کے آغاز اور بنی عباس کے پہلے خلیفہ ابو العباس سفاح کے عہد کا واقعہ ہے کہ بصرے مین عبداللہ بن مالک خزاعی نام ایک دولتمند بردہ فروش کے گھر مین آدم فروشی کا بازار لگا ہوا ہے۔ مکان کے ایک حصہ مین صدہا لونڈی غلام ستم زدہ قیدیون کی طرح بند ہین اُسی کے قریب ہی ایک مقام پر وہ شائستہ تعلیم یافتہ حسین و نازنین پری جمال و حور خصال لونڈیان اُجلے اور صاف ستھرے فرش پر بیٹھی ہین جو خدا جانے کن کن ملکون سے اور کن کن ستم زدہ مان باپ کے آغوش سے چھین کے لائی گئی ہین۔ تاکہ شوقین امرائے عرب کے ہاتھ بھاری دامون اور بڑی بڑی قیمتون پر فروخت کی جائین۔ اُس مکان کے بیرونی حصہ مین ایک کمرہ بڑے تکلف اور امارت کے ساز و سامان سے آراستہ ہے جس مین معزز گاہک آکے آرام سے بیٹھتے۔ اور لونڈی غلامون کو سامنے بلوا بلوا کے چھانٹتے اور پسند کرتے ہین۔

انسان فروشی کا یہ بازار خوب گرم ہے اور شرفائے عرب مین سے متعدد نوجوان اور صاحب ثروت امیرزادے بیٹھے لونڈیون کو چھانٹتے اور پسند کر رہے ہین کوئی کسی حسینہ کے خط و خال پر غور کرتا ہے۔ کوئی کسی گلعذار کی تعلیم و قابلیت کا امتحان لے رہا ہے۔ اور عبداللہ بن مالک کے ملازم اُن لونڈیون کی مدح سرائی اور قدر و حشمت بتانے مین مصروف

یہی اتنے میں ایک عالی مرتبہ خاتون جس کی اداؤں اور حرکات و سکنات سے معشوقیت و محبوبیت اور وضع و لباس سے شوکت و امارت ظاہر ہوتی تھی نہایت ہی بھاری پُرتکلف کپڑے پہنے چہرے پر نقاب ڈالے ۔۔ شان زرق و برق زرتار لباس میں طلائی زیور اور زیب ہا جواہرات کو ریشمی برقع میں چھپائے ۔ ایک اعلیٰ درجہ کے سنہری ہودج والے اونٹ پر زربفت کا زین پوش ہے اور ایک ... و سلیم حبشی غلام جلو میں تھے سوار کا بار بڑے دروازے پر آ کے ٹھہری اور چہرے اترنے کا قصد ہی کیا تھا کہ ... ایک جان شان ... زمین پر پاؤں رکھا ہی تھا کہ بردہ فروش عبداللہ بن ... ابی سنہری ... اٹھا ہوا دوڑ کے سے نکلا اور زمین بوس ہو کے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔

[illegible] - (نہایت نغمہ خیز آواز اور شیریں لہجہ میں) میں امیرالمومنین کی صاحبزادی لیلہ کی لونڈی عتبہ ہوں اور انھیں کی بھیجی ہوئی آئی ہوں"

بردہ فروش - ان کا جو حکم ہو سر آنکھوں پر ۔ غلام حضور کے حکم کی بجا آوری کے لیے دل و جان سے حاضر ہے ۔ حضور کی رونق افروزی ہمارے لیے باعث عزت ہے ۔

عتبہ - صاحبزادی چاہتی ہیں کہ چند لونڈی غلاموں کو مول لے کے آزاد کریں ۔ اسی کام کے لیے مجھے بھیجا ہے کہ دیکھوں تمہارے پاس کون کون غلام یا لونڈیاں زیادہ مستحق الرحم ہیں تاکہ اُن کو خرید کے آزاد کر دیا جائے"

بردہ فروش - "حضور اندر قدم رنجہ فرمائیں ۔ جتنے لونڈی غلام حاضر ہیں سب پیش کر دیے جائیں گے"

اس جواب پر مطمئن ہو کے عتبہ ناز و انداز سے قدم اُٹھاتی ہوئی گھر کے اندر آئی اور خاص کمرے میں جو عالی مرتبہ امرا کے لیے نہایت ہی تکلف سے سجا گیا تھا حریر کی مسند پر جلوہ افروز ہوئی ۔ بردہ فروش ہاتھ باندھ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس کے ملازم اور غلام غلاموں اور لونڈیوں کو لا لا کے پیش کرنے لگے ۔ جن میں سے چھ سات کو ضعیف و ناتوان مریض و شکستہ حال دیکھ کے عتبہ نے منہ مانگے داموں پر مول لیا ۔ اور یہ کہہ کے اُنھیں آزاد کر دیا کہ "تمہاری محترم خاتون

ربیعہ بنت اسلم المومنین کو دعائین دو کہ اُنھون نے تھین آزاد کرایا۔"

یہ کارروائی جاری تھی کہ ایک بدصورت بوڑھا پھٹے پرانی کپڑے پہنے اور حسرت واندوہ کی مجسم تصویر بنا ہوا ناتوانی کی چال سے ہانپتا عتبہ کے سامنے آکے زمین بوس ہوا۔ پھر سر اُٹھا کے بولا" بی بی آپ پر قربان ہوجاؤ مین ایک لب گور پیر فانی ہون۔ اتنی طاقت نہین کہ کسی کی خدمت کرون۔ مناسب جانئیے تو مجھے بھی آزاد کرا دیجئے۔ بڑا ثواب ہوگا۔ اور جب تک جیون گا دعائین دون گا"

عتبہ نے اُسے سر سے پاؤن تک دیکھا اور عبداللہ بردہ فروش کی طرف متوجہ ہو کے کہنے لگی اِس کی ناتوانی وکمزوری تو ظاہر ہی ہے مگر صورت سے شریف بھی معلوم ہوتا ہے۔ دیکھتے نہین ہو کیسی فصیح زبان بولتا ہے اور بات چیت مین کیسا ادب اور کیسی تمیزداری پائی جاتی ہے؟ کیا مناسب نہ ہوگا کہ اسے مول لے کے مین آزاد کردون؟"

بردہ فروش۔(مسکرا کے)" جو حضور کی مرضی ہو۔ ہی تو یہ اسی قابل "

عتبہ۔" تو مین نے اسے بھی لے کے آزاد کیا۔(اِس بڈھے سے) جاؤ تم آزاد ہو۔ صاحبزادی کو دعا دو جنھون نے تمھارے بڑھاپے اور تمھاری بیکسی پر ترس کھایا"

پیر مرد" خدا حضور کو جیتا رکھے۔ مرتے دم تک یہ احسان نہ بھولے گا۔ مگر غلام کو اتنی اجازت ہو کہ شکر گزاری مین اِن کنول کے پھولون کے ایسے نازک ہاتھون کو بوسہ دون؟"

عتبہ۔(ندامت آمیز غرور حسن کے ساتھ)" تھین اس کی اجازت ہے" یہ سنتے ہی اُس بڈھے نے دوڑ کے نہایت ہی گرمجوشی سے کئی بار عتبہ کے ہاتھ چوم لیے۔ اور اپنا یہ شوق پورا کر کے جب وہ چلا تو عبداللہ بردہ فروش کو بے اختیار ہنسی آگئی۔ اُسے ہنستے دیکھ کے عتبہ نے متعجب ہو کے پوچھا" تم ہنستے کیا ہو؟ اور بتاؤ اِس کی قیمت کیا ہو؟"

عبداللہ" حضور مین قیمت کیا عرض کرون؟ حضور نے پہچانا بھی کہ یہ کون شخص ہو؟"

عتبہ۔ "مین کیا جانون؟ تم ہی جانتے ہوگے کہ یہ کون ہے؟"
عبد اللہ۔ "حضور نے ابوالعتاہیہ شاعر کا نام سُنا ہو؟"
عتبہ۔ "سُنتی کیون نہین؟ اُسے کون نہین جانتا؟ اُس کے بعض اشعار بھی مجھی یاد ہین"
عبد اللہ۔ "تو یہ وہی شاعر ابوالعتاہیہ ہے"
عتبہ۔ (نہایت ہی حیرت زدہ ہو کے) "اور یہ غلام کیسے ہو گیا؟ مین نے تو سنا تھا آزاد اور شریف النسل شخص ہے"
عبد اللہ۔ "جی ہان تھا تو آزاد ہی مگر حضور کے نازک ہاتھ چومنے کے شوق مین خود ہی میرا غلام بن گیا۔ اور اپنے دل کی حسرت نکال لی"
یہ سُن کے مہ جبین عتبہ اُس سے نہایت ناراض ہوئی۔ اس کی گستاخانہ حرکت پر بہت بگڑی۔ اور اپنے خچر پر سوار ہو کے چلی گئی۔ لیکن ابوالعتاہیہ کے منہ کو تو خون لگ گیا تھا۔ اُن بوسون کی لذت زندگی بھر نہ بھولی۔ جب تک زندہ رہا اپنے اشعار مین عتبہ کے رخ زیبا پر اظہار عشق کرتا رہا۔ اور ہمیشہ اُس کا نام لے لے کے سر دُھنا کرتا۔ عتبہ سُن سُن کے اور زیادہ بگڑتی۔ اور جب کچھ زور چلتا تو اپنی بوٹیان نوچ کے رہ جاتی۔
آخر اس عشقبازی کو ایک مدت گذر گئی۔ سفاح کے بعد ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا پھر اُس کے بعد مہدی نے تاج خلافت سر پر رکھا مگر ابوالعتاہیہ کا عشق اُسی طرح زور رون پر تھا۔ اور اشعار مین تشبیب اور عتبہ کے عشق کی بیقراری بڑھتی جاتی۔ آخر ایک دن عتبہ بالکل عاجز آ کے مہدی کی خاص محل بامہوش ملکہ خیزران کے پاس بیٹھ کے رونے اور منہ چھپانے لگی۔ بار بار کہتی کہ "ہاے میری کیسی رسوائی ہو رہی ہے۔ مگر حضور سماعت نہین فرماتین" اتنے مین خود خلیفہ مہدی آ گیا۔ اور عتبہ کو روتے دیکھ کے پوچھا "اے عتبہ! روتی کیون ہو؟"
عتبہ۔ "اپنے نصیبون کو روتی ہون۔ ابوالعتاہیہ نے آبرو ریزی مین کوئی کسر نہین اُٹھا رکھی اور میرا کچھ زور نہین چلتا" یہ سنتے ہی مہدی نے حکم دیا کہ ابوالعتاہیہ کو حاضر کرو" اور تھوڑی ہی دیر کے بعد

اطلاع ہوئی کہ "ابوالعتاہیہ حاضر ہے" فوراً باہر نکل آیا۔ اور ابوالعتاہیہ کا سامنا ہوتے ہی عتبہ کے عشق مین اُس کا ایک شعر پڑھ کے پوچھا "عتبہ کے عشق مین یہ تمھین نے کہا ہے؟" اور جب اُس نے قبول کیا تو پوچھا "تمھین اُس سے ملنا اور اُس کے پاس بیٹھنا کب نصیب ہوا تھا جو اُس کی ہم جلیسی ظاہر کرتے ہو؟"

ابوالعتاہیہ نے اپنے چند اور شعر پڑھے جن مین صرف اتنا ظاہر کیا تھا کہ مجھے اُس کے پاس پہونچنے کی تمنا ہے۔ وہ اشعار سُن کے مہدی کچھ دیر تک سر جھکا کے سونچتا رہا۔ اور اُس کے دو اور شعر یاد کر کے سنائے جن مین عتبہ کو بادشاہ کی ایک حرم قبول کر کے اُس پر اظہار عشق کیا تھا۔ اور کہا "یہ بھی تو تمھارا ہی کلام ہے؟"

اب ابوالعتاہیہ لاجواب تھا۔ اُسے جوابدہی مین عاجز کر کے مہدی نے حکم دیا کہ شرع مین تہمت لگانے والون کے لیے جتنے دُرّے مقرر ہین اُس کے لگائے جائین۔ فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ اور ابوالعتاہیہ کوڑے کھا کے کراہتا ہوا ایوان شاہی سے نکلا۔ اتفاقاً اُسی حالت مین عتبہ سے اُس سے چار آنکھین ہو گئین۔ معشوقۂ پری وش کی صورت دیکھتے ایک شعر پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "مرحبا! مرحبا! آہ تمھاری وجہ سے مہدی نے ایک شخص کو مار ڈالا"

اس شعر کو ابوالعتاہیہ نے کچھ ایسی حسرت واندوہ کے درد بھرے لہجے مین سُنایا تھا کہ عتبہ کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ آہ! عورت! تجھے لوگ سنگدل اور بے وفا بتاتے ہین۔ مگر سچ یہ ہے کہ تجھ سے زیادہ ترس اور رحم کسی کے دل مین نہین ہے۔ تو مرد کے لیے بے بدل رحمت الٰہی بن کے دنیا مین آئی ہے۔ اور مجسم رحم ہے۔ غرض اب جو عتبہ محل کے اندر گئی تو آنکھون مین آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے۔ خیزران کا سامنا ہوا تو پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ اور اُس سے بیان کر دیا کہ ابوالعتاہیہ کو دُرّون کے ورد سے کراہتے دیکھ کے میرا دل اختیار سے باہر ہو گیا۔ مہدی نے اب کی

ابو اسے اِس حال مین دیکھا تو خیزران سے پوچھا "یہ عتبہ اب کیون روتی ہے؟"
خیزران نے کہا "اب اس لیے روتی ہے کہ اُس کا عاشق ابو العتاہیہ دُبلا" مہدی کو اُس کی یہ سادہ مزاجی اور انسانی ہمدردی جلی معلوم ہوئی کہا اچھا۔ مین ابو العتاہیہ کو انعام و اکرام سے خوش کر دون گا۔ پھر حکم دیا کہ اُس دل شکستہ تاجر کو اسی وقت بلا کے پچاس ہزار درہم انعام مین دیے جائین۔ فوراً اُسے بُلا کے یہ انعام عطا کیا گیا۔ اور ساتھ ہی اُسے بھی معلوم ہو گیا کہ یہ اُسی جمال محبوبہ عتبہ کی عنایت ہے۔ اُس نے قصر خلافت کے دروازے ہی پہ وہ پچاسون ہزار درہم لٹا دیے۔ اور خالی ہاتھ گھر گیا۔

مہدی نے یہ واقعہ سُنا تو سخت حیرت ہوئی۔ اُسے بُلا کے پوچھا "تم نے وہ دولت اپنے ہاتھ سے کیون دی؟" ادب کے ساتھ عرض کیا "امیرالمومنین اصل تو یہ ہے کہ غلام جس پری وش پر جان دیتا ہے اُس کو دولت کا ذریعہ نہین بنانا چاہتا" اس جواب کو مہدی نے پسند کیا۔ خوش ہو کے پھر پچاس ہزار درہم عنایت کیے اور قسم دلائی کہ خبردار ان کو نہ لٹانا۔ چنانچہ اُس رقم کو لے کے وہ خوش خوش اپنے گھر گیا!

اس کے بعد ایک سال جشن نوروز کے موقع پر جس کا رواج عجمیون کے اثر سے بنی عباس مین ہو گیا تھا ابو العتاہیہ نے ایک چینی کا نایاب و بیش بہا مرتبان خلیفہ مہدی کی خدمت مین پیش کیا۔ اُس کے اندر مشک مین بسا یا ہوا کپڑا تھا۔ اور اوپر معطر مسالون کی رنگین روشنائی سے یہ دو شعر لکھے تھے۔

نفسی بشئٍ من الدنیا معلقۃٌ　　اللہ والقائم المھدی یکفیھا

میرا جی دنیا کی ایک چیز مین اُلجھا ہوا ہے جس تمنا کو اللہ اور خلیفہ قائم مہدی ہی پورا کر سکتے ہین

انی لایأس منھا ثم یُطمعنی　　فیھا احتقارک للدنیا وما فیھا

مین اُس کے ملنے سے بالکل مایوس ہون لیکن پھر بھی یہ دیکھ کے کہ آپ دنیا و ما فیہا کو حقیر جانتے ہین میرے دل مین اُس کی ہوس پیدا ہو جاتی ہے۔

ان شعرون نے مہدی کے دل پر ایسا اثر کیا کہ بلا تامل اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ عتبہ کو ہاتھ پکڑ کے ابو العتاہیہ کے حوالے کر دے۔ عتبہ نے خو...

یہ اراداہ دیکھا تو حاضر ہو کے ادب سے عرض کیا، ایسی عزت و حرمت۔ اور ایسی ایسی معزز خدمات خلافت بجالانے کے بعد بندی کی قسمت ہین، یہ لکھا ہی کہ امیر المومنین ہاتھ پکڑ کے اُسے ایک کاسہ فروش کے حوالے کر دین۔ جو فی الحال شعر کہہ کے پیٹ پالتا ہے؟"

ابوالعتاہیہ کا اصلی پیشہ یہی تھا کہ مٹی کے برتن بیچا کرتا۔ اکثر ناموران سلف کے اسی قسم کے پیشے سُنے جاتے ہین۔ کوئی بزاز تھا۔ کوئی موچی تھا۔ کوئی جولاہہ تھا۔ کوئی حجام تھا۔ اور اسی طرح کے بہت سے پیشہ جو آجکل نہایت ہی حقیر و ذلیل تصور کیے جاتے ہین۔ اگرچہ مذکورۂ بالا واقعہ صاف بتاتا ہی کہ ایک شاہی حرم اور قصر خلافت کی ناز پروردہ صاحب اقتدار خاتون نے کاسہ فروشی کو حقارت کی نظر سے دیکھا مگر وہ اسی حقارت کی نگاہ سے وزراے سلطنت تک کو دیکھ سکتی تھی۔ اکثر لوگ ان بزرگون کے یہ پیشے سُن کے خیال کرتے ہین کہ غالباً وہ ویسے ہی حقیر و ذلیل ہون گے جیسے کہ آجکل اُن کے ہم پیشہ لوگ ہوتے ہین۔ مگر یہ بہت بڑی غلطی اور نادانی ہی۔ کسی عہد مین کسی پیشہ کے معزز یا ذلیل ہونے کا اندازہ اُسوقت ہو سکتا ہی جب یہ امر بخوبی معلوم ہو کہ اُس عہد مین اُس پیشہ کی کیا حالت اور کیسی عزت تھی۔ حضرت عیسیٰؑ بڑھئی تھے۔ حضرت رسول خدا صلعم ایک تجارتی کے کارندے تھے۔ مگر نہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے کا بڑھئی آج کل کا بڑھئی تھا اور نہ حضرت خاتم المرسلین رسول مقبول صلعم کے عہد کے کسی کارخانہ تجارت کا منیجر آج کل کے کسی دکاندار کا نوکر تھا۔

عتبہ کے یہ کلمات سُن کے اور اُس کی رضامندی نہ پا کے مہدی نے ابوالعتاہیہ سے صاف کہدیا کہ "عتبہ تو تم کو نہین مل سکتی۔ لیکن ہم نے حکم دیدیا ہی کہ تمھاری مشکی نقد سکون سے بھر دی جائے"۔ یہ حکم سننے کے بعد عتبہ باہر آئی اور دل مین کہا "دیکھون میرے عشق کا دعوی کرنے والا اس انعام کو لے کے خوش ہوتا ہے یا نہین"۔ وہان کیا دیکھتی ہے کہ میان ابوالعتاہیہ خزانچی سے جھگڑ رہے ہین کہ امیر المومنین نے درہمون (روپیون) سے

مین دینار ون (اشرفیون) سے مشکی بھرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ دیکھتے ہی ابوالعتاہیہ کے پاس گئی اور بولی۔ بس تمھارا عشق دیکھ لیا۔ اگر تم عتبہ کے عاشق ہوتے تو چاندی سونے کا امتیاز نہ باقی رہتا۔"

اس کے بعد پھر کبھی اُس کے دل مین عتبہ کے ملنے کی آرزو نہ پیدا ہو سکی۔ مگر اپنی شاعری مین مرتے دم تک اُس پر عشق ظاہر کرتا رہا۔ لوگ کہتے ہین کہ جس طرح وہ عتبہ پر عاشق تھا ویسی ہی عتبہ بھی اُس کی گرویدہ تھی۔ اور جہان تک بنتا اُسکے ساتھ سلوک کرتی۔ مگر باوجود اس کے دونون زندگی بھر وصال اور ہم نشینی کی لذت سے محروم رہے۔ جس کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ عتبہ کا مرتبہ بہت زیادہ تھا۔ اور باوجود لونڈی ہونے کے شریف سمجھی جاتی اور ابوالعتاہیہ حسب ونسب کے لحاظ سے گرا ہوا تھا۔

یورپ کے نائٹ ٹمپلرز

ٹمپلرون کے آخری ماسٹر جنرل اور سردار و سرغنا غریب مولائی کے زندہ مار ڈالے جانے کے بعد ٹمپلرون کی قوت ہر جگہ ٹوٹ گئی۔ اور پھر کبھی اُن کی وہ اگلی وقعت و عزت قائم نہ ہو سکی۔ لیکن چند ہی روز مین ثابت ہو گیا کہ ٹمپلر بیگناہ و بے قصور تھے۔ اور اُن کے خلاف جتنی کارروائیان ہوئین فلپ کے شاہ فرانس کی عداوت و سازش اور حصول دولت کی ہوس کی وجہ سے تھین۔

فرانس کے سوا جہان جہان اور جن جن ملکون مین اُن کے بارے مین تحقیقات کی گئی یہی ثابت ہوا کہ وہ بے بیگناہ ہین۔ اور اُن فیصلون کے دیکھنے سے صاف آشکارا ہو جاتا ہے کہ فرانس مین اُن پر کیسی بے رحمی اور اُن کے ساتھ کیسا سنگدلی وجفا کاری کا برتاؤ کیا گیا۔ اسپین کی سلطنت قسطلہ مین ابتدا اً فرانس کی تحریک پر سارے نائٹ ٹمپلر

پکڑ کے قید کر لیے گیے تھے مگر جب سلا مانکا کی کونسل کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو فوراً چھوڑ دیے گئے - اسی طرح ہسپانیہ کی ریاست آراغون میں اگرچہ اُنھون نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا تھا اور ابھی ایک اگڑھی میں قلعہ بند ہو کے رہے بھی تھے مگر جب طراغونہ کی کونسل نے اُن کے الزامات پر غور کیا تو پوری تفتیش کے بعد نومبر ۱۳۱۱ء میں یہی فیصلہ صادر کیا کہ یہ لوگ بیگناہ ہیں - پرتگال میں بھی اُن کی تحقیقات ہوئی - اور سلطنت کی جانب سے جو کمشنر مامور ہوے تھے اُنھون نے رپورٹ کی کہ ہمیں ان لوگون کے مجرم قرار دینے کی کوئی وجہ ہی نہیں نظر آتی - علاقہ مینٹز میں اُن کی تحقیقات ہوئی - سختی کے ساتھ چھان بان کی گئی مگر وہان بھی اُن کی بیگناہی کا اعتراف کیا گیا - اسی طرح مقامات ٹریوس - مسینا - بولونیا - راونا - اور جزیرہ قبرس میں بھی ٹمپلر پکڑے گئے - اُن پر مقدمہ چلایا گیا - کمال تحقیقات کی گئی - مگر نتیجہ یہی ہوا کہ یا تو اُن کے خلاف کوئی شہادت تھی ہی نہیں اور یا تھی تو ایسی نہ تھی کہ اُس پر وثوق کر کے اُنھیں سزا دی جائے - چنانچہ سب جگہ وہ بری کر دیے گیے - فرانس کے علاوہ بعض اور مقامات میں بھی بعض ٹمپلرون نے اُن جرمون کا اقرار کیا جو اُن پر عائد کیے جاتے تھے مگر عدالت کو یہی راے اختیار کرنا پڑی کہ اُن لوگون کا یہ اقرار محض جور و تشدد اور ایذا رسانی کی وجہ سے ہے -

شہر فلارنس میں چند ٹمپلرون نے عدالت کے سامنے جو بیان کیا تھا وہ بعض مؤرخین نے بجنسہ نقل کر دیا ہے - وہ ایک عجیب احمقانہ طریقہ سے اور نیسی و بے عقلی کی شان سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ "ہم پر جتنے الزام عائد کیے جاتے ہیں سب صحیح ہیں - اور ہماری نسبت جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اُس میں سے ایک لفظ بھی غلط نہیں ہے" اس پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیان اُن کا ہرگز نہیں ہو سکتا - کسی کا سکھایا ہوا ہے - اور جو کچھ بتا دیا گیا ہے اُسے وہ کسی خطرناک قوت کے ڈر سے بلا تکلف ادا کر رہے ہیں

بوڑھے زبان سے ادا کر رہے ہین۔

انگلستان مین غالباً اُن پر کسی قسم کا جور و تشدد نہین ہوا تھا۔ وہان بھی اتنی اسیر شدہ ٹمپلرون کا اظہار عدالت کے سامنے ہوا۔ اُن ہی مین سے صرف چار نے اقرار کیا کہ ہم مسیح سے انکار کرتے ہین۔ اور صلیب کی توہین و تحقیر کرتے ہین۔

اس قسم کے الزامات کی اصلیت یہی ہو۔ مسلمانون کے عقائد سے واقف ہونے اور اپنے اصول کی کمزوریون سے آگاہ ہوجانے کے بعد اُنھین اُن عقائد سے اختلاف ہوگیا تھا جن سے اصلی مسیحیت کو تعلق تھا بلکہ یونان و روم کی بت پرستی کے اثر سے دین عیسوی مین مل گئے تھے مسیحی رہبان تعصب کے جوش مین اُن کو منکر و ملحد قرار دیتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ ہم دین مسیحی مین سے اُن جاہلانہ عقائد کو نکال ڈالین جنھون نے حضرت مسیح کے لائے ہوے دین کو غارت کر دیا ہے۔ مثلاً اُنکے مختلف بیانون پر غائر نظر ڈالنے سے کھلتا ہے کہ وہ حضرت مسیح کی نبوت کے منکر نہ تھے بلکہ اُس مسیح کے منکر تھے جو خدا بتایا جاتا تھا۔ ان دنون تمام گرجون مین حضرت مسیح کی فرضی تصویرین مصلوبیت کی وضع مین قائم تھین اُن کو وہ بُرا اور بت پرستی کا نمونہ تصور کرتے۔ بعض نے یہ کہہ دیا کہ ”جس مسیح نے گناہون کا اقرار کرکے اور اُنھین اپنے سر لے کے اُن کا خمیازہ بھگتا اُس کے ماننے سے ہمارے گروہ کو انکار ہے۔ ہم خداے واحد ذوالجلال پر ایمان رکھتے ہین۔“ اسی طرح صلیب کی نسبت اُنھون نے کہا کہ ہمین نفس صلیب سے انکار نہین بلکہ صلیب کی جو تصویرین اور نقلین گرجون کے در و دیوار پر نصب ہین اور لوگون کے گلون مین لٹکتی نظر آتی ہین ہمین اُن سے انکار ہے۔ یہ عقائد صاف بتا رہے ہین کہ نائٹ لوگ ارض شام مین اور مسلمانون کے زیر سایہ رہتے رہتے اُن کے معتقدات کے دلدادہ ہو گئے تھے۔ اور اگر مسلمان نہ بھی ہوئے ہون تو چاہتے تھے کہ مسیحیت کو وہی اصلی

مسیحیت بنا دین جو دنیا کو حضرت مسیح سے ملی تھی۔ اور جس کی تصدیق اسلام کر رہا تھا۔

لیکن یہ امر کس قدر قابل مضحکہ ہی کہ اُنھین مذکورہ عقائد کی بنا پر ٹمپلر ملحد بتائے جاتے تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اُنھون نے یہ عقیدے بعض بت پرست قومون سے اخذ کیے۔ جو تحریک بت پرستی کا استیصال کرنا چاہتی ہو اسی کو بت پرستی بتانا اور اپنی صنم پرستی کو بھول جانا سچ یہ ہی کہ یورپ کے عجائبات مین سے ہی۔ اور اس پر زیادہ حیرت کی یہ بات ہی کہ ٹمپلرون کے عقائد کو اکثر محققین یورپ دُور و دراز کے بُت پرست فرقون مین ڈھونڈھتے ہین اور اسلام پر نظر نہین ڈالتے جس نے ٹمپلرون کو ایک باضابطہ قانون توحید بتا کے اپنا والہ وشیدا بنا لیا تھا۔

ہندوستان مین مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

زبان اور شاعری کے کمالات کے ساتھ لکھنؤ نے علم و فضل مین بھی ہندوستان کے تمام شہرون سے زیادہ ترقی کی۔ اگر سچ پوچھیے تو علوم کے اعتبار سے لکھنؤ ہندوستان کا بغداد و قرطبہ اور اقصاے مشرق کا نیشاپور و بخارا تھا۔

یہان کے علم و فضل کا آغاز علماے فرنگی محل سے ہوا جن کے حالات کی طرف اِس مضمون کے آغاز مین اشارہ کیا جا چکا ہے۔ علم بے شک یہان دہلی ہی سے آیا ہو گا۔ لیکن پُرانے زمانے مین علماے دہلی مین سے صرف ایک شیخ عبدالحق نظر آتے ہین جنھون نے حدیث اور علوم دینیہ مین شہرت دوام حاصل کی۔ فرنگی محل کے سے کسی دارالعلوم کا وہان کسی زمانے مین پتہ نہین لگتا۔ ہان فرنگی محل کے مشہور ہو جانے کے بعد دہلی مین شاہ ولی اللہ صاحب کا خاندان البتہ بہت مشہور ہوا جن کے فیض و برکت سے آج ہندوستان کے تمام شہرون مین علم حدیث کی تعلیم جاری

ہی لیکن اگر علم حدیث کی تعلیم اِس نامور خاندان دہلی کی یادگار رہے تو اُس کے ساتھ ہی صرف و نحو منطق و حکمت اور معانی و بیان اور دیگر فنون درسیہ کی تعلیم لکھنؤ کی نامور یونیورسٹی فرنگی محل کی یادگار ہے غائر نظر ڈالنے اور جستجو سے صاف پتہ چلتا ہو کہ جیسے معقولی علما لکھنؤ اور خاص فرنگی محل مین پیدا ہوئے کبھی کسی زمانہ مین اور کسی جگہ ہندوستان مین نہین پیدا ہو سکے تھے - اِس کا قطعی ثبوت یہ ہو کہ سلسلۂ درس مین جو کتابین جاری ہین وہ یا تو سلف کے نامورانِ عجم کی تصنیف ہین یا فرنگی محل والون کی - یا اُن لوگون کی جنھون نے فرنگی محل سے فیض حاصل کیا تھا -

مجتہدین شیعہ کا آغاز بھی فرنگی محل ہی سے ہوا - لکھنؤ کے پہلے مجتہد مولوی دلدار علی صاحب نے بھی ابتدائی کتب درسیہ فرنگی محل ہی مین پڑھی تھین - پھر عراق مین جا کے علمائے کربلا و نجف کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا اور واپس آ کے خود فرنگی محل والونکی تصدیق و تقریب سے مجتہد اور شیعہ فرمانروایان وقت کے مقتدا قرار پائے - اُنھون نے چونکہ عراق مین تعلیم پائی تھی لہذا عربی کا نیا ادبی ذوق اپنے ساتھ لائے - اور ادبیت مین خاندان اجتہاد اور لکھنؤ کے شیعہ علما کو فرنگی محل والون پر ہمیشہ فوقیت حاصل رہی - اور آج تک حاصل ہو -

علمائے شیعہ کے ادبی مذاق نے لکھنؤ کو ادب کی تعلیم کا اعلیٰ ترین مرکز بنا دیا جس نے مفتی میر عباس صاحب کا ایسا ادیب گران پایہ پیدا کیا -

علوم دینیہ مین سے فقہ - اصول فقہ - کلام - اور عقائد مین - علوم ادبیہ مین سے نحو و صرف - اور معانی و بیان مین - علوم عقلیہ مین سے منطق - فلسفہ - و طبعیات - و الہیات مین - اور علوم ریاضی مین سے اُقلیدس اور ہیئات مین علمائے فرنگی محل کو خاص ناموری حاصل تھی - اور سارے ہندوستان مین اِن علوم کی تعلیم کا مرکز اصلی لکھنؤ تھا - ادب - شاعری - اور عروض عربی کو علماے شیعہ و مجتہدین لکھنؤ نے اپنا بنا لیا تھا -

مناظرہ جس سے ہماری مراد یہان خاص کلامی مباحث اور شیعہ

وسنی کا باہمی رد و قدح ہے اس فن کا آغاز ہندوستان مین قاضی نور اللہ شوستری سے ہوا جو ایران سے خاص اس لیے آئے تھے کہ سنیون کی تردید کرین جب ہی سے یہان شیعہ وسنی مین جھگڑے پیدا ہو گئے اور آخر قاضی صاحب ایک مدت بعد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے شیعون کی رد مین تحفۂ اثنا عشریہ لکھی مولوی دلدار علی صاحب نے جس کی تردید مین کچھ لکھا پھر مولانا حیدر علی پیدا ہوئے جو اصل مین رہنے والے تو فیض آباد کے تھے مگر ان کا نام لکھنؤ ہی سے چمکا اُنھون نے منتہی الکلام لکھی جو شیعون کی تردید مین اعلیٰ ترین کتاب سمجھی جاتی تھی۔ اسی زمانہ مین مولوی لطف اللہ صاحب نے جو لکھنؤ مین تحصیل علم کرکے یہین کے ہو گئے تھے اپنی کئی کتابین لکھین جن مین تحقیق و تردید کے علاوہ شوخی بیان بھی تھی۔ میان مشیر نے اُن کی تردید بڑے زور شور سے کی۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اُن کی کتاب تردید کے درجے سے گزر کے ہزل گوئی و ہجو کی سرحد مین داخل ہو گئی۔ آخر مین مولوی حامد حسین صاحب نے سُنیون کی تردید مین بہت بڑی بڑی ضخیم کتابین لکھ دین جن مین مجتہدانہ شان سے سنیون کے مذہب کی تردید کی ہے۔ اور اب ہم دیکھتے ہین کہ مولوی عبدالشکور صاحب بھی اس فن مین اہل سنت کی طرف سے نمود حاصل کر رہے ہین۔

ہمارے مذاق مین مذہبی رد و قدح بیجا ہے کسی فریق کے لوگون کو خوش کر دے مگر بالکل بے نتیجہ چیز ہے۔ اور اس کے نفع سے مضرت بڑھی ہوئی ہے۔ لیکن اس موقع پر ہمین یہ دکھانا ہے کہ اس فن مین بھی لکھنؤ نے جو عروج حاصل کیا ہے اس سے پہلے کبھی کسی شہر کو نہین نصیب ہو سکا تھا۔

علوم دینیہ مین سے لکھنؤ مین تفسیر۔ حدیث۔ رجال۔ اور تاریخ کی کمی تھی۔ ان مین سے تفسیر کا فن ایک معمولی درجہ تک لکھنؤ مین موجود تھا اور جتنا تھا اُس سے زیادہ اور بھی کہین نہ تھا۔ تاہم بعض شیعہ علما بعض نامور مفسر گزرے ہین۔ مگر ان کا تبحر و کمال اُنھین کی ذات تک محدود رہا اور اُنھین پر ختم ہو گیا۔ حدیث کو دہلی ہی

رہی۔ آخر عہد مین مولانا محمد عبدالحی مرحوم کہ معظمہ کے شیوخ حدیث سے درایت و روایت حدیث کی سندین حاصل کر کے آئے اور سلسلۂ درس بھی جاری کر دیا۔ مگر اس فن کو یہان اچھا نشو و نما نہین ہونے پایا۔ رجال کا فن حدیث کے تابع ہے۔ حدیث مین جس قدر توغل بڑھتا ہے اُسی قدر فن رجال مین انسان کی بصیرت بڑھتی جاتی ہے۔ لہذا علماے لکھنؤ جس قدر حدیث کے فن مین ناقص تھے اُسی قدر رجال مین بھی ناقص رہ گئے۔

باقی رہی تاریخ اس فن کو ہندوستان مین کبھی عروج نہین حاصل تھا۔ اس مین شک نہین کہ سوسائٹی کی ضرورت سے فارسی دانون مین تاریخ کا بہت کچھ مذاق تھا۔ مگر علماے ہند نے اس فن کو افسانہ خوانی سے زیادہ وقعت کبھی نہ دی جس کی وجہ سے عموماً علما مین ایک بہت بڑا نقص رہ جاتا تھا۔ اور یہی چیز تھی جس نے ہندوستان کے بچہ بچہ کے ذہن مین یہ خیال پیدا کر دیا کہ عالمون کو زمانہ شناسی سے کیا کام؟ وہ لوگ تو سیدھے سادے جنتی ہوتے ہین۔

لیکن زمانہ کی ضرورتین دیکھ کے دونون فریق کے علما نے اپنے نصابون مین مناسب اضافہ شروع کر دیا ہے۔ اور دوسری طرف ندوۃ العلما کا دارالعلوم قائم ہے جو اُن ضروری علوم کی طرف خاص توجہ کر رہا ہے جو اس وقت تک متروک تھے۔ لیکن ان نقصانات کے ساتھ بھی لکھنؤ مین جو کچھ ہوا دیگر مقامات سے بہت زیادہ ہے۔

چند کتابون پر ریویو

مکاتبات الخلان۔ فی اصول التفسیر و علوم القرآن۔ جسے مولانا محمد عثمان صاحب مقبول نے خاص علیگڈھ مین بیٹھ کے مرتب کیا اور بڑے اہتمام سے چھپوایا ہے مین اصول تفسیر اور چند اعتقادی مسائل کی تحقیق مین جو مراسلت سرسید اور نواب محسن الملک مغفور کے درمیان ہوئی تھی پوری پوری جمع

کردی گئی ہے۔ اور اوّل مین فاضل مؤلف کا ایک اٹھارہ صفحہ کا دیباچہ ہے جس مین بعض بحثون کو نقل کرکے اس مہذب تحریری مناظرے کی پوری تاریخ بتادی گئی ہے۔ مولانا مقبول نواب محسن الملک مرحوم کے طرفدار ہین۔ اور سرسید کی غلطیون کے قائل۔ اور یہ بھی فرماتے ہین کہ یہ ردّ و قدح صرف طبع آزمائی کے لیے یا جنگ زرگری نہ تھا جیسا کہ مولوی ذکاء اللہ مرحوم یا بعض اور حضرات کا خیال ہی۔ بلکہ نواب محسن الملک نے نہایت متانت سے بحث کی ہے اور اپنے اصلی خیالات وجذبات کو ظاہر کیا ہے۔

لیکن اس مین شک نہین کہ یہ ایک نہایت اہم مراسلت ہے جس مین بعض اُن مسائل پر اطمینان بخش بحث کی گئی ہے جو فی الحال تعلیم یافتہ نوجوان مسلمانون کے دماغون کو خراب کردیا کرتے ہین۔ یہ تو ہم نہین کہہ سکتے کہ عقل کے بندون اور سائنس کے شیدائیون کو اپنے مذاق وخیال کے مطابق جو اطمینان سرسید مرحوم کی تفسیر سے ہوتا ہے اِن خطوط سے ہو سکے گا لیکن اِس کے ساتھ ہی یہ بھی ضرور ہی کہ ایک سیدھا سادہ صادق العقیدہ مسلمان نواب محسن الملک کے خطون کو نہایت ہی دلچسپی اور لطف کے ساتھ پڑھے گا۔ اور اُن سے بے انتہا فائدہ اُٹھائیے گا۔

ہماری راے ہی کہ تمام مسلمان جن کو مسائل اعتقادی مین دلچسپی ہو اور جو دین کو دین کی حیثیت سے مان کے اُس پر عملدرآمد کرنا چاہتے ہون اِس رسالہ کو ضرور پڑھین۔ اور اپنے بچون کو پڑھائین۔

یہ کتاب مقدمہ کے علاوہ $\frac{۲۰}{۲۶}$ پیمانے کے ۲۳۶ صفحون پر ختم ہوئی ہے۔ خط چھپائی۔ اور کاغذ سب نہایت عمدہ ہین۔ قیمت فی جلد ؏ جناب مؤلف ممدوح کی خدمت مین "مدرسۃ العلوم۔ علیگڈھ" کے پتہ پر درخواست بھیج کے منگوائی جاسکے۔

مرقع ادب۔ یہ پنجاب کی درسی کتابون کے چھوٹے پیمانے پر فن انشا مین اردو کی ایک نئی دلچسپ اور مفید کتاب ہے جس مین جناب صفدر مرزاپوری نے زبان اردو کے نامور ادیبون اور انشاپردازون کے خطوط جمع

کر دیے ہین۔ جن مین امیر مینائی۔ داغ دہلوی۔ حالی۔ اکبر۔ ریاض۔ جلیل برہم۔ دلگیر۔ بیدرم۔ نظم۔ وغیرہ کے ایسے نامور انشاپردازون کے خطوط ہین جن کو مؤلف صاحب نے بڑی جستجو سے جمع کیا ہے۔ آغاز کتاب مین اُن تمام بزرگونکے مختصر حالات بتا دیے گئے ہین جن کے خطوط اس رسالہ مین ہین۔ ہم کو امید ہی کہ سررشتۂ تعلیم کو اس مجموعہ سے اچھی مدد ملے گی۔ یہ رسالہ بھی اچھا اور اچھے کاغذ پر چھپا ہے۔ جو ۲۱۵ صفحون پر ختم ہوا ہے اور قیمت صرف عہ ہے۔ جناب مؤلف یعنی صفدر مرزا پوری صاحب کی خدمت مین "مرزاپور۔ محلۂ رتن گنج" کے پتہ پر خط بھیج کے طلب کیا جائے۔

ہفت گلبن۔ اس مین منشی محمد ارتضی علی صاحب شہر کاکوروی انسپکٹر آبکاری کی سات بے نظیر نظمین باسی ہار۔ سہانی شام۔ سیر ہمالیہ۔ تصویر حسرت۔ شبیہ عبرت۔ دہقانی لڑکی۔ پیاری برسات۔ جمع کر دی گئی ہین۔ حضرت شہر کاکوروی کو نیچرل نظمون اور خاصتہ انگریزی نظمون کو نظم اردو کا لباس پہنانے مین جو کمال و ملکہ اور شہرت و ناموری حاصل ہے محتاج بیان نہین۔ جن بزرگون کو نظم اردو سے دلچسپی ہی وہ اس مجموعہ کو پڑھ کے بہت مسرور ہون گے۔ یہ رسالہ $\frac{18}{22}$ پیمانہ کے ۴۸ صفحون پر ہی۔ اور اچھا چھپا ہے۔ اور قیمت ۸ر ہے۔ جناب مصنف مد درج کی خدمت مین "شہر مرادآباد" کے پتہ پر خط بھیج کے منگوائی جائے

دینیات کا پہلا اور دوسرا رسالہ (مسلمان بچیون کی تعلیم کے لیے)۔

ایجوکیشنل کانفرنس کے صیغۂ تعلیم نسوان کی کمیٹی دینیات تعلیم نسوان نے ان دونون رسالون کو شائع کیا ہے جو سچ یہ ہے کہ بمقابل اپنی قسم کے تمام اسبق رسالون کے آسان مفید اور اختیار کرنے کے قابل ہین اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اِن کی زبان بہت ہی صاف ستھری اور پاکیزہ ہے۔ پنجاب کی حمایت اسلام نے بھی اس قسم کے رسالے تصنیف کرا کے اپنے مدارس مین جاری کیے ہین۔ جو سارے ہندوستان مین

اختیار کر لیے گئے۔ اُن کی زبان پر ہمارے بیان کے بہت سے لوگون کو جابجا اعتراض ہے۔ لیکن چونکہ اِس قسم کی اور کوئی درسی کتابین لڑکیون کے لیے نہین ملتی تھین مسلمانون نے انکو اسی طرح قبول کر لیا جسطرح سرشتہ تعلیم کے جبر سے لکھنؤ دیہاتی مدرسون کو قبول کرتا ہے۔ اب ان رسالون کی اشاعت کے بعد ہمین اپنی پاکیزہ زبان مین ایسے اچھے مختصر رسالے مل گئے ہین کہ ہمارے ملک والے غالبًا ان رسالون کے سوا اردو کے اور کسی نئی تعلیمی کورس کو نہ پسند کرین گے۔ یہ رسالے چھوٹے خوبصورت پیمانے اور معمولی کاغذ پر ہین۔ پہلا رسالہ ۱۲ صفحون پر دوسرا ۱۰ صفحون پر ختم ہوا ہے قیمت غالبًا کسی کی آدھ آنہ سے زیادہ نہ ہو گی۔ جو ہمین بتائی نہین گئی ہے۔ ہم امید کرتے ہین کہ اہل سنت کی تمام زنانی درسگاہون مین یہ رسالے ضرور اختیار کر لیے جائین گے۔ جن سے آسانی کے ساتھ دینی آداب اور ضروری مسائل دینی چھوٹی لڑکیون کے ذہن نشین ہو جائین گے اور اُنھین نماز روزہ بخوبی آ جائے گا۔

دل افروز

ہم ان کرم فرماؤن کے نہایت ہی شکر گذار ہین جنھون نے دل افروز کا اشتہار ملاحظہ فرماتے ہی توجہ کی۔ اور اجازت دی کہ اس کا پہلا نمبر ۱۲ر یعنی سالانہ چندہ کی وی پی روانہ کر دیا جائے۔ سو سے زیادہ درخواستین ہمارے پاس پہونچ گئین جو ہماری حوصلہ افزائی کے لیے کافی ہین اس پرچہ کے لیے بہت زیادہ خریدارون کی ضرورت بھی نہین ہے۔ دو تین سو قدر افزا احباب اس دلچسپ مشغلہ مین ہماری دستگیری کے لیے کافی ہین۔ اب ان کی توجہ سے ملک مین نئے نئے ناولون کی اشاعت کا ایک بہت ہی دلچسپ اور مفید سلسلہ جاری رہے گا۔ دل افروز آخر اپریل مین خریدارون کے ہاتون مین ہو گا۔ اور اِس کے بعد دلگداز اور دل افروز دونون ماہ بماہ شائع ہوتے رہین گے۔ مگر ہم امید کرتے ہین کہ ہمارے احباب اب دلگداز کی اشاعت بڑھانے کے کام کو پھر اپنے ہاتھ مین لین گے۔

خاکسار۔ منیجر دلگداز لکھنؤ۔ کرزن بیگ خان

کارخانۂ روضۃ الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

آپ ایک دفعہ آزمائے تو دیکھیں

عطر کیسا لکھنؤ مشہور ہے مگر افسوس [illegible] عطر [illegible] کیونکہ یہاں [illegible] کے [illegible]
ہے اور یہاں کے [illegible] فضل کا خمیازہ ان غریبوں [illegible] سے [illegible]
مجبور ہیں اور بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے [illegible] مال [illegible] عام
خرابیاں دیکھ [illegible] ہے بہرکیف جو صاحب [illegible] عطر [illegible] درجہ کے تیل [illegible]
اور [illegible] خرید کرکے روانہ کیا کریں [illegible] اور قابل [illegible]
کے متعلق ایک [illegible] منگوا کر دیکھیں [illegible] سے انہیں کیسا اچھا عطر اور روغن [illegible]

عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر حنا الٰہی تولہ [illegible]	عطر مولسری [illegible]	عطر مشک [illegible] فی تولہ [illegible]	عطر عنبر فی تولہ [illegible]
عطر خس ولائتی [illegible]	عطر باڑی [illegible]	عطر بیلہ [illegible]	عطر موتیا فی تولہ [illegible]
عطر سانپ [illegible]	عطر چنبیلی [illegible]	عطر شمامہ [illegible]	روح گلاب [illegible]
عطر کیوڑا [illegible]	عطر رنگ [illegible]	عطر عود [illegible]	روح [illegible]
عطر خس [illegible]	عطر [illegible]	عطر [illegible]	عطر نرگس [illegible]
روح پانڑی مشکی [illegible]	عطر [illegible]	عطر جوہی [illegible]	عطر سہاگ [illegible]
عطر چمپا [illegible]	عطر گلاب [illegible]	عطر [illegible]	عطر [illegible] فی تولہ [illegible]

خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو

روغن چمبیلی فی سیر [illegible] روغن [illegible] فی سیر [illegible] روغن [illegible] فی سیر [illegible] روغن حنائی فی سیر [illegible]

اعلیٰ درجے کا خوشبودار عمدہ اور بامزہ تمباکو

[illegible] تمباکو [illegible]	قوام [illegible] فی [illegible]	گولیاں تمباکو [illegible] فی تولہ [illegible]
[illegible] زعفرانی [illegible]	[illegible] [illegible]	[illegible] نقرئی [illegible]

نوٹ۔ [illegible] وی پی [illegible] روانہ ہوگا [illegible] مصارف ڈاک وغیرہ [illegible]

آپ کا خادم محمد [illegible] حکیم [illegible] گنج لکھنؤ

دلگداز

اردو کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر

سب ایڈیٹر

مولوی محمد صدیق حسن صاحب

مینیجر و پبلشر

خاکسار حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

جو

دلگداز پریس میں چھپ کے لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان سے شائع ہوا

قیامت کب آئے گی

مرزا معصوم واقعی بہت بڑے ادیب اور چوٹی کے
تھے۔ یہ نہیں کہ خدانخواستہ بے وقوف ہوں۔ مگر خیالات اعتقادات
ہے۔ حاشیہ ... گردو پیش کی صدہا چیزیں عشق و محبت ان کے دل پر
کیا ایسا اثر ڈال دیا کرتی ہیں کہ اسے اپنی باتوں پر خود ہی ہنسی آجاتی ہے
وہ وہ کام کرنے لگتا ہے جو ... لاکھ سر مارے نہ کرے گا۔

خدا نہ کرے کہ انسان کو کسی بات کی دھن ہو جائے۔ پھر نیک و بد کا
تمیز ہی نہیں باقی رہتا۔ آپ نے بہت سے دھن والے دیکھے ہوں گے۔ کسی صاحب کو
کیمیا کا شوق ہے لاکھوں روپیہ پھونک دیئے مگر ہمیشہ ایک آنچ کی کسر رہی۔
کسی صاحب نے ساری زندگی اسی کوشش میں صرف کر دی کہ جھوٹے نگینہ کو سچا
بنائیں۔ مثلاً بلور میں یاقوت کا رنگ پیدا ہو جائے۔ بعض بزرگ اس فکر میں ہیں
کہ کالا (یعنی سیاہ) موتی کی سیاہی مٹا کے آبدار اور شفاف موتی بنائیں
چھوٹے چھوٹے بہت سے موتیوں کو پیس کے ایک بڑا موتی بنا کے ایسا چمکا دیں کہ
وہ اصلی موتی ہو جائے۔ بعض حضرات روحانی عملوں کے پیچھے سرگردان ہیں۔
اور چاہتے ہیں کہ سورۂ مزمل کے تمام مؤکل ان کے تابع فرمان ہو جائیں یا قتل
مریخ کا عمل ہاتھ آجائے اور جب چاہیں خونریزی میں قیصر ولیم کے کان کاٹ
لیں۔ اسی مذاق کے ہمارے ایک مہربان کو کسی عمل کی زکوٰۃ دینے کی غرض سے
ایک ایسے سیاہ کتے کی دعوت کرنے کی ضرورت تھی جس کا کوئی بال سفید نہ ہو
مدت سال تک تلاش رہی۔ کتا نہ ملنا تھا نہ ملا۔ اور وہ بیچارے دنیا سے

رخصت ہو گئے۔

اسی طرح ہمارے مرزا معصوم کو بیٹھے بٹھائے یہ مالیخولیا پیدا ہو گیا کہ قیامت کب آئے گی؟" اب ایک ایک سے پوچھتے پھرتے ہین۔ کہ کوئی جانتا ہو تو بتائے۔ پہلے پہل تو لوگون نے اس خیال کو اُن کے دل سے دور کرنا چاہا۔ سمجھایا اس مسئلہ کے سب پہلو دکھائے مگر نہ سمجھنا تھا نہ سمجھے اسی اثنا مین ایک عالم بے ہمتا سے ملاقات ہو گئی اُنھون نے کہا "قیامت اُن رموز الہی مین سے ہے جنھین خدا نے خاص اپنی ہی ذات تک محدود رکھا ہے۔ سوائے خدا کے کوئی نہین جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ حضرت رسول خدا صلعم سے جن لوگون نے اس امر کو پوچھا اُن کو بھی کوئی شافی و اطمینان بخش جواب نہین ملا۔ بس اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ آئے گی ضرور"

یہ باتین سُن کے مرزا صاحب بہت بگڑے۔ آپے سے باہر ہو گئے اور فرمایا "آپ کو نہین معلوم ہے کہ دیتیے کہ مجھے نہین خبر مگر اس کے کیا معنی کہ آپ میری زبان بند کرنا چاہتے ہین۔ آپ نہ کوئی مستند عالم ہین نہ مجتہد۔ اور نہ بندہ آپ کا مقلد ہے۔ ابھی پرسون جناب قبلہ و کعبہ فرماتے تھے کہ تمام رموز ربانی کو راسخین فی العلم جانتے ہین" کہا گیا "قرآن مین غالباً راسخون فی العلم سے مراد اُن کے نزدیک غالباً ائمۂ معصومین ہون گے" خفا ہو کے بولے "یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ائمۂ معصومین کے سوا اور کوئی راسخ فی العلم نہین ہے؟ بہت سے رمز شناس حقیقت پڑے ہین۔ اگر ان مین سے ایک بھی مل گیا تو معلوم ہو جائیگا" مجبوراً یہ کہہ کے بلا ٹالی گئی کہ "بہتر ہے آپ کسی راسخ فی العلم کو تلاش کرین"

جسوقت یہ گفتگو ہو رہی تھی ہمارے ایک بے تکلف انگریزی وضع کے جنٹلمین دوست بیٹھے سُن رہے تھے۔ سب کو لاجواب دیکھ کے اُنھون نے مرزا معصوم کی طرف متوجہ ہو کے کہا "حضرت! آپ کس پھیر مین ہین؟ قیامت تو آ گئی۔ میرے کہنے کا یقین نہ ہو جا کے دیکھ آئیے" مرزا معصوم نے حیرت سے پوچھا "کہان جا کے دیکھ آؤن؟" جنٹلمین بولے "یہ

تشریف لیجائیے۔ اور فرانس کے شمالی صوبون مین دیکھ لیجیے کہ قیامت قائم ہے۔ اور اُس کی ہولین آپ یہین دیکھ لیجیے کہ سرکار لاکھ سمجھاتی ڈھارس بندھاتی اور تسلیان دیتی ہے مگر عوام کے دل سے یہ دھڑکا نہین جاتا کہ قیامت آگئی اور عنقریب یہان بھی وہی قیامت بپا ہو جائے گی“ مرزا معصوم نے مسکرا کے کہا ”جی! اس قیامت کو مین نہین پوچھتا۔ ایسی قیامتین دنیا مین ہمیشہ آتی رہتی ہین۔ لاکھون ہزارون آچکین اور ابھی خدا جانے کتنی آئین اور آئین گی میری مراد تو اُس قیامت سے ہے جب عالم زیر و زبر ہو گا۔ اور دنیا کی زندگی ختم ہو جائے گی؟“ حنفیّین۔ ”وہ لمحے کی اور بات ہے مگر آپ فرانس مین جا کے دیکھین گے تو یہی نظر آئے گا کہ عالم زیر و زبر ہو رہا ہے اور دنیا فنا ہوئی جاتی ہے۔“

مرزا معصوم۔ ”جی معاف کیجیے۔ مجھے ایسی قیامت کے حالات دریافت کرنے کا شوق نہین ہے۔“

اتفاقاً صحبت مین ہمارے رنگین مزاج دوست نواب بمّن صاحب بھی شریک تھے اُنھون نے جو دیکھا کہ مرزا معصوم کسی طرح قائل ہی نہین ہوتے فرمایا ”مرزا صاحب۔ آپ کن لوگون سے پوچھتے ہین۔ یہ محمد اسمٰعیل والے قیامت کے قائل ہی نہین۔ بتائین گے کیا خاک؟ ع - از نجومی بپرس کہ اسپ کرا ہمری کند! کل شب کو غریب خانہ پر تشریف لائیے مین انشاء اللہ آپ کا اطمینان کر دون گا“ مرزا معصوم ”یعنی آپ بتا دین گے کہ قیامت کب آئے گی؟“ بمّن صاحب۔ ”جی بتانا کیسا مین آپ کو آنکھون سے دکھا دون گا اور اُس کا ہنگامہ کانون سے سنوا دون گا“ مرزا معصوم ”تو آپ کو معلوم ہے کہ قیامت کب آئے گی؟“ بمّن صاحب (کمال متانت سے) ”واقعی تماشا بخوبی مشاہدہ کرا دون تو سہی“ مرزا معصوم۔ ”اچھا کچھ مختصر طور پر بتائیے تو سہی کہ کب آئے گی؟“ بمّن صاحب۔ ”کل! اور اسی لیے مین نے کل آپ کو بلایا ہے“ مرزا معصوم ”قیامت کے بارے مین ہمیشہ یہی کہا گیا کہ کل آئے گی۔ مگر یہ اس قیامت کی کل ہے کہ ہزارون برس سے برابر ٹلتی چلی آتی ہے“

آپ کا یہ کل بھی ویسی ہی ہو" نبن صاحب "یہ کل نہ ٹلے گی" مرزا معصوم کو یقین تو نہیں آیا مگر کل آنے کا وعدہ کر لیا۔ کہ آخر دیکھوں کیا بات ہے؟

صحبت کا باقی زمانہ اس دلچسپ چھیڑ چھاڑ میں صرف ہوا کہ لوگ مرزا صاحب کو بنا رہے تھے۔ اور ہر شخص ایک نیا فقرہ کستا تھا۔ حریفان صحبت ایک دوسرے پر اڑی ترچھی آتے تھے۔ صحبت قیامت ہی کا رہتا اور زد بیچارے مرزا معصوم پر پڑتی۔ مگر شوق نے ان میں اس بلا کی متانت پیدا کر دی تھی کہ کسی کے کہنے کا خیال نہ کرتے۔

دوسرے دن چراغ میں بتی پڑی اور مرزا معصوم نبن صاحب کے دروازہ پر تھے۔ نبن صاحب کو ان کے آنے کا یقین نہ تھا۔ صورت دیکھتے ہی متحیر ہو گئے مگر ساتھ ہی جیسی بے تکلفی تھی اس کے خلاف بہت زیادہ گرمجوشی سے استقبال کیا۔ صدر میں بٹھایا۔ پھر خاصدان منگوایا حقہ ان کی طرف بڑھایا۔ اور ادھر ادھر کی باتیں شروع کی تھیں کہ مرزا صاحب نے روک کے کہا "یہ سب باتیں تو ہوتی رہیں گی پہلے اپنا وعدہ پورا کیجیے" نبن صاحب "جناب میں نے شب کا وعدہ کیا تھا آپ تو سر شام ہی نازل ہو گئے۔ اب تھوڑی دیر انتظار فرمائیے"

مرزا معصوم "انتظار کرتے کرتے ساری عمر کٹ گئی۔ مگر یہ فرمائیے کہ کل پر تو نہ اٹھا رہے گا" نبن صاحب "جی کل نہیں آج ہی" مرزا معصوم "خیر تو مجھے اطمینان ہو گیا۔ اب جتنی دیر کہیے انتظار کرنے کو تیار ہوں"

نبن صاحب لکھنؤ کے ایک رند مشرب نواب اور دولتمند رئیس تھے اور ان کے مشاغل وہی تھے جو مسلمان رئیسوں کے ہوا کرتے ہیں۔ چند منٹ میں ان کے مصاحبین جمع ہونا شروع ہوئے۔ جن میں دو ایک داستان گو تھے کچھ شہر کے خلاکت زدہ شریف زادے تھے۔ مگر ان میں ایک صاحب بھی ایسے نہ تھے جن کا پیشہ اور ذریعۂ معاش تو شاعری اور ان میں ان ملانے کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ بظاہر سفید پوش۔ نفیس مزاج خلیق و بذلہ سنج۔ زبان آور۔ تعلیم یافتہ شستہ اور باتوں میں تعلقے باندھ دینے والے تھے۔ اور معلوم ہوتا کہ نواب صاحب کے خاص اور جان نثار دوست ہیں۔ مگر اصل میں سب کچھ بیس روپے کے ملازم تھے

شام سے بارہ بجے تک اور کبھی کبھی صبح تک گپین اُڑا کرتیں۔ جب نواب صاحب پر نیند کا غلبہ ہوتا اور محل مین تشریف لے جانے کا قصد کرتے تو داروغہ خانگی کو چھ چھ پیسہ ہر شخص کے حوالے کرتا۔ اور سب صاحب خوش خوش اپنے گھر کا راستہ لیتے جن دنون نواب صاحب کا وثیقہ آتا اس صحبت کی دلچسپی اور حریفان محفل کی گرمجوشی زیادہ بڑھ جاتی۔ کیونکہ اس زمانے مین فراخ دستی کے بدولت دو چار دن تک کوئی نازنین کی شوخ ادا معشوقہ بھی شمع محفل بن جاتی اور جب صحبت مین نواب صاحب اور اُن کے تمام رفقا اُس کے شمع رخسار کے پروانے بن جاتے تو صحبت کی گرم بازاریان دیکھنے کے قابل ہوتین۔

اتفاقاً یہ شب بھی انھین چند پرلطف راتون مین سے تھی جب کوئی محبوبہ شیرین ادا رونق محفل ہوتی۔ اور اُس کے حسن کی بہار سب صاحبون کو بلبل ہزار داستان بنا دیتی چنانچہ آج بی بے نظیر تشریف لانے والی تھین جن کے حسن وجمال اور دلربا کامرانیون کی سارے شہر مین دھوم ہو رہی تھی۔ مرزا معصوم اگرچہ ایک خوش رو نوجوان اور زندہ دل شریف زادے تھے مگر ایسی صحبتون مین شریک ہونے کا اتفاق نہین ہوا تھا۔ خاموش بیٹھے تھے۔ اور نواب صاحب کے مصاحبون کی چہ میگوئیان سن رہے تھے۔ آپس مین رمز و کنایے کی باتین ہوتین۔ اور سب اُن پر آڑیان آتے۔ مگر قیامت کی دُھن نے انھین متانت کے درجہ سے بڑھا کے ایسا انھین بنا دیا تھا کہ خیال بھی نہ کرتے کون کیا کہہ رہا ہے۔

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ بی بے نظیر ایک سفید ریشمی ساری باندھے سر پر ذرا سا آنچل ڈالے شانہ کے ہمگون زلفون مین ایک ہلال نما اندر سی مرصع روح اٹکائے چھڑون کو بجاتی ہوئی نزاکت کے ساتھ آئین ساری کی چینٹ کو کئی بار سنبھال کے ناز و انداز سے بیچون بیچ مین بیٹھ گئین۔ اور یہ معلوم ہوا کہ اُن کے گورے گالون کی لوؤن کے آگے پچاس بتیون کی قوت ڈالا لیمپ ماند پڑا جاتا ہے۔ اب ایک زاہد فریب مہ جبین کے رونق محفل ہو جانے سے صحبت نے جو رنگ اختیار کر لیا اُس کے اعتبار سے مرزا معصوم

بالکل اکیلے تھے۔ اور اُن پر عجیب عالم طاری تھا اخلاقی جذبات کہتے کہ اس صحبت سے بھاگو۔ مگر ماہوش بے نظیر کے جمال جہان آرا نے دل میں جو ذوق و شوق پیدا کر دیا تھا وہ کہتا کہاں جاؤ گے؟ بیٹھو بھی۔ ایسی پیاری صحبت کہیں نصیب ہوتی ہے؟" ان کو حیران و پریشان دیکھ کے نبن صاحب نے بی بے نظیر کو اشارہ کیا اور وہ ایک عجیب ادائے دلربایانہ کے ساتھ اپنی جگہ سے اُٹھ کے مرزا معصوم کے پہلو میں آ بیٹھیں۔ اب مرزا صاحب کا دل قابو سے باہر تھا۔ شوخ ادا بے نظیر نے اس پریشانی میں اُنھیں چھیڑنا شروع کیا تھا کہ نبن صاحب نے اُس کی کم سنی کی زیب دینے والی طفلانہ شوخیوں کو روک کے اور اُس کا زانو دبا کے کہا "مرزا صاحب سنیے۔ مصرع "اب تو فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگا" آپ نے اکثر احباب کی زبانوں سے سنا ہوگا۔ منشی ریاض احمد صاحب نے اور پھر اُن کے بعد حکیم تبسم نے اسے ہمیشہ اپنے چھوٹے سے شوخ رنگ، شوخ گفتار اخبار "فتنہ" کا شعار بنایا۔ مگر اُن کا وعدہ کبھی پورا ہونے کو نہیں آیا۔ قریب قریب تیس چالیس برس گذر گئے اور فتنہ وہی فتنہ رہا قیامت نہ بن سکا۔ مرزا معصوم نے مسکرا کے کہا "یہی تو میں بھی کہتا ہوں قیامت کا یہاں نام بھی آ جائے گا جان لیجیے گا کہ وہ بات پوری نہ ہوگی۔ اور اُس کے متعلق جتنے وعدے ہیں ہمیشہ فردائے قیامت کے آغوش میں رہیں گے۔" نبن صاحب "مگر بی بے نظیر کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ چار پانچ سال ہوئے اُن کی بچپن کی ادائیں دیکھ کے ایک آل اندیش عشق کی زبان سے نکل گیا تھا "اب تو فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگی" اور آج اِن کے حسن و جمال اور اِن کی چال ڈھال دیکھ کے دل میں ماننا ہی پڑتا ہے کہ اُس پیغمبر عشق کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔"

مرزا معصوم "یہ کیونکر؟" نبن صاحب۔ "اس لیے کہ اب کسی صحبت میں بے نظیر کا آنا قیامت کا آنا ہے۔ (بے نظیر سے) ذرا کھڑی ہو کے اپنی چال تو دکھاؤ۔"

بے نظیر۔ (بگڑ کے) "اوئی! لو اور سنو! میں کچھ سڑن تو ہوا نہیں ہوں جو خواہ مخواہ کو سب کے بیچ میں ٹھمکنا شروع کر دوں۔" نبن صاحب "تمھیں میرے سر کی قسم۔ خالی دکھا دو۔ اور تمھارا اس میں کچھ بگڑ نہ جائے گا۔" نواب صاحب کا انتقال

کہتا تھا کہ مصاحبین پیچھے پڑ گئے۔ اور وہ وہ زبردست قسمیں دلائیں کہ منظر کو تھوڑا سا شرمی اٹھنا ہی پڑا۔ اُن کے کھڑے ہوتے ہی نبن صاحب نے کہا "اس قد و قامت کو کون قیامت نہ کہے گا؟ یہ اٹھلا اٹھلا کے چلنا قیامت ہے کہ نہیں؟ آہ! (دست کلیجے پر بیتابی سے دھر کے) یہ چھڑوں کی جھنکار جو عالم کو تہ و بالا کیے دیتی ہے یہی شور محشر ہے۔" بے نظیر سے "بس اب خدا کے لیے بیٹھ جاؤ۔ نہیں تو مُردے قبروں سے نکل پڑیں گے۔"

مرزا معصوم پر عجب پریشانی و الجھن طاری تھی۔ نہ کچھ کہتے بنتی تھی اور نہ کچھ زبان سے نکلتا تھا۔ اتنے میں بے نظیر پھر آ کے اُن کے زانو سے زانو بھڑا کے بیٹھ گئیں۔ اور نبن صاحب نے کہا "جناب کس سوچ میں ہیں؟ قیامت دیکھی؟ اور شور محشر سنا؟" مرزا معصوم نے کسی قدر توقف و تامل کے بعد کہا "مجھے تو اس میں قیامت کی کوئی بات نہیں دکھائی دی"۔ نبن صاحب "افسوس! خدا کسی کو بے حس نہ بنائے۔ ع خدا مرد کو سودا دے تری زلف پریشاں کا"۔ مرزا معصوم "آخر اس کے قیامت ہونے کا کوئی ثبوت بھی ہے یا زبردستی مان لوں؟" نبن صاحب "ثبوت! مشاہدے کے لیے بھی ثبوت کی ضرورت ہوا؟ اس کا ثبوت اپنے دل سے پوچھیے۔ ان کی تو ہر ٹھوکر ایک نئی قیامت بپا کرتی ہے۔ اور اس پر بھی ثبوت کا شوق ہو تو فردوسی سے لے کے آج تک تمام شعرا کا کلام دیکھ جائیے۔ ایسا ایک بھی نہ ملے گا جو ان کافر ادائوں کے قامت دراز کو قیامت۔ ان کی مستانہ روی کی ٹھوکر کو محشر زا۔ اور ان کے چھڑوں کی جھنکار کو شور محشر نہ مانتا ہو۔"

مرزا معصوم۔ "ساری دنیا مانے مگر میں تو نہیں مانتا۔ میرے نزدیک تو اس میں قیامت کی کوئی بات نہیں۔ فقط شعرا کی فضول گوئیاں ہیں۔"

نبن صاحب۔ "تو جناب آپ قائل نہ ہوں گے۔ خدا نے آپ کو دل ہی نہیں دیا۔ اور میری بات کو وہی حضرات مان سکتے ہیں جو اہل دل ہیں۔"

مرزا معصوم۔ "خیر تو آپ کی قیامت یہی تھی؟"

نبن صاحب۔ "جی ہی۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ اس سے بڑی قیامت کون سی ہو گی؟" اس

باتوں کی متانت نے کچھ ایسا بے لطفی کا اثر ڈالا کہ صحبت کا رنگ بدل گیا۔ بیگم صاحب اور بے نظیر جن سے ایک گھڑی کے لیے بھی نچلا نہیں بیٹھا جاتا تھا ساری شوخیاں اور شرارتیں بھول کے مرزا معصوم کی تقریر کو اس سادگی بھولے پن اور مرعوبیت سے سُن رہی تھیں جس طرح کوئی لڑکا اُستاد علامہ کی تقریر یا کوئی مرید اپنے مرشد کامل و حضرت پیر کی باتوں کو سُنتا ہو۔ ان کی محویت کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ تماشے میں صورت دیکھتی رہ گئیں۔ اور مرزا معصوم نہایت ناراضی کے ساتھ نواب بیگم صاحب کی اس نعومیت پر بگڑ کے چلے گئے۔ اگر وہ متوجہ ہوتیں۔ اور اپنی کرشمہ سازیوں کو بھول کے شوخ ادائی و دلربایانہ نازآفرینی سے غافل نہ ہو جاتیں تو کس کی مجال تھی کہ اُن کے پھندے سے یوں آسانی کے ساتھ نکل جاتا۔ یا اُن کے پہلو سے اُٹھ جاتا۔

مرزا معصوم کے چلے جانے کے بعد چند منٹ سکوت میں رہ کے بیگم صاحب نے کہا "اسوقت اُن کے چلے جانے سے صحبت بے مزہ ہو گئی۔ (بے نظیر سے) افسوس اسوقت تمھاری بھی کچھ نہ چلی؟"

بے نظیر: "اے میں تو رد کرتی مگر تمھاری بحث میں کون دخل دیتا؟" (باقی آیندہ)

عقل و نقل کا جھگڑا

ملکہ نقل کے یہ دعوے سُن کے ملکہ عقل نے کہا "اب اسوقت تم آپے سے باہر ہو جو چاہو کہہ لو اور جیسی باتیں چاہو بنا لو لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور نہ تم کو اس کے ماننے میں تامل ہو گا کہ تمھارا ملک صرف اس لیے ہے کہ میں اُس پر حکومت کروں۔ تم میری اطاعت کے لیے پیدا ہوئی ہو اور میں تم پر حکومت کرنے کے لیے۔"

ملکہ نقل: "اسے میں مانتی ہوں اور اسی لیے میں نے اپنا سارا علاقہ تمھارے قبضہ میں دے دیا تھا۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے جمع کیے ہوئے خزانے کو کوئی اپنے ہاتھ میں لے کے اچھی طرح صرف کرے۔ لیکن یہ اُسی وقت تک ہے جب تک

تم اپنے آپے مین رہو - اور انصاف سے حکومت کرو - حکم کرنے کیلیے عدالت شرط ہے - اگر تم سے بے اعتدالی ہوئی تو ساری حکومت خاک مین مل جائیگی"

ملکۂ عقل - "کسی کو حق ہی کیا ہی کہ میرے فیصلون مین دخل دے - مین جو کچھ کہون وہی ٹھیک ہے - اور تمھارا فرض ہے کہ پوری پوری تقلید کرو - جسے سچ بتاؤن اُسے سچ جانو اور جسے جھوٹ کہدون اُسے سمجھو کہ حقیقت مین جھوٹ ہی - تمھین میری راے مین دخل دینے یا مجھے مشورہ دینے کا حق نہین حاصل ہے -"

ملکۂ نقل "یہی خود سری تمھین تباہ و غارت کر رہی ہے - اور اسی کا نتیجہ ہے کہ بعض وقت تم خدا سے بھی برگشتہ ہو جاتی ہو"

ملکۂ عقل "خدا کو مانون یا نہ مانون - اُس کی اطاعت کرون یا نہ کرون یا اُس سے پھر جاؤن یہ میرا فعل ہے تمھین اس مین کیا دخل؟ تمھین اتنا دماغ نہین ملا کہ جھوٹ سچ اور بُرے بھلے کا امتیاز کرو"

ملکۂ نقل "یہی تمھاری بے وقوفی اور نالائقی کی بنیاد ہی کہ اپنے آگے کسی کی کچھ ہستی نہین سمجھتین - لیکن یہ نہ سمجھو کہ جھوٹ سچ یا بُرے بھلے کا امتیاز تمھارے سوا کوئی کر ہی نہین سکتا - یا تحقیق کا ذریعہ دنیا مین اکیلی تم ہی ہو"

ملکۂ عقل "حق کے پہچاننے کا میرے سوا تمھارے پاس جو اور ذریعہ ہو بتاؤ"

ملکۂ نقل "ہر چیز کی تحقیق دو طرح ہوتی ہے - روایت سے یا درایت سے روایت کے عالم سے تم کو کوئی علاقہ نہین - ہان درایت کا تعلق البتہ تم سے ہے لیکن یاد رکھو کہ روایت پہلے ہے اور درایت بعد - ہر امر کا ثبوت تاریخ مین دنیا کے تمام علوم و فنون مین شرع مین - اخلاق مین پہلے روایت ہی کے ذریعہ سے حاصل کیا جاتا ہے - اور جب روایت اپنا کام پورا کر چکتی ہی اُسوقت ایک انسپکٹر کی حیثیت سے تمھین بھی تھوڑا موقع دیدیا جاتا ہے کہ درایت کے ذریعہ سے بھی جانچ لو - لیکن سچ یہ ہی کہ اگر روایت کا کام اچھی طرح سے پورا ہو گیا تو درایت کی ضرورت ہی نہین باقی رہتی"

ملکۂ عقل "مگر روایت کی جانچ مین بھی مین ہی تمھاری رہبر ہوتی ہون -

راویون کو اور اُن کے احادیث و اخبار اور عام روایت کو تم میری عینک سے دیکھتی ہو۔ مین نہ ہون تو روایت کا سلسلہ قدم قدم پہ منقطع ہو جائے"

ملکۂ نقل:- اور مین یہ دیکھتی ہون کہ تم ہر روایت مین قدم قدم پر دشواریان پیدا کرتی ہو۔ تمھارے مزاج مین وہم اور شک ہے جس بات پہ غور کرتی ہو اُس مین شک پیدا کر دیتی ہو۔ یقین جو خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور جس کے دامن مین پرورش پا کے دنیا نے اتنی ترقی کی ہے اُس سے تمھین بَیر ہے۔ تمھارے سارے فیصلون کی بنیاد شکون اور شبہون پہ ہوتی ہے۔ تم جو رائین قائم کرتی ہو اُن پر خود تمھین پورا پورا وثوق نہین ہوتا۔ زبان سے کچھ کہتی ہو اور دل مین کچھ ہوتا ہے۔ جن جن دماغون سے دنیا مین بڑے کمالات کا ظہور ہوا ہے اُن مین ہر معاملہ مین اِس قدر اختلاف بڑھا ہوا ہے کہ دنیا مین کوئی صحیح طور پر کہہ ہی نہین سکتا کہ کسی مسئلہ مین عقل کا تقاضا کیا ہے؟ سچ یہ ہے کہ دنیا مین اگر انبیا کی شریعتین اور مذہبون کی عقیدتین نہ ہوتین جن کی بنا خالص نقل پر اور محض نقل پر ہے تو انسان یقین کی نعمت سے محروم رہ جاتا اور حقائق اشیا کا انکشاف ہی نہ ہوتا۔ درحقیقت تم نے دنیا مین دہریت اور لاابالی کو پیدا کیا۔ مانا کہ تم نے فلسفہ و حکمت مین جسے حقائق اشیا سے تعلق ہے بہت سی نئی باتین نکالی ہین۔ مگر تمھین بتاؤ کہ دنیا کی تمام چیزون کے جزئی حالات تمھین کس نے بتائے جن پر تم نے اپنے کلیات کی عمارت قائم کی ہے؟ میرے سوا اور بھی کوئی بتانے والا تھا؟"

ملکۂ عقل:- جو کچھ بتایا تم نے بتایا۔ اور تم سے مجھے ہر بات مین مدد ملتی ہے مگر تم اِس سے زیادہ حیثیت نہین رکھتین کہ میری ملازم اور میری عدالت کی مخبر اور جاسوس ہو"

بحث کو طول ہوتا جاتا تھا۔ دونون ملکائین اپنے اپنے دعوے اور فضائل پیش کر رہی تھین مگر فیصلہ کچھ نہ ہوتا تھا۔ اہل عالم جو اس مناظرے کو دیکھ رہے تھے رد و قدح سنتے سنتے اُکتا چلے تھے۔ اور دل مین کہہ رہے تھے کہ اب تو

تو توہین ہین جن مین صرف ناگوار و ناپسندیدہ خوشنمائیان رہ گئی ہین ختم ہوتی ہین۔ یہ رنگ اور ناظرین کی یہ حالت دیکھ کے حاضرین مین سے ایک معمر مقدس فرشتہ صورت بزرگ نے آگے بڑھ کے ادب سے کہا "دنیا کو آپ دونون کی فرمانبرداری کرنے مین کوئی عذر نہین۔ وہ دونون کی خوبیون اور ضرورتون کو تسلیم کرتی ہے۔ اس لیے کہ اُسکی فلاح اسی مین ہے کہ آپ دونون مل کے رہین اور یہ باہمی رنجش دور ہو"

تمدّن:۔ "مین نے تو بہت دنون تک نباہی مگر اب نہین نباہ ہو سکتا۔ مین یہی چاہتی تھی کہ ہم دونون مل کے رہین۔ اسی سبب باوجودیکہ اپنے ملک کی حاکم ہون ان لوگون کی خادمہ بنی رہی مگر کبر و نخوت نے ان کا دماغ بگاڑ دیا اور مجبوراً دیکھتی ہون کہ انھون نے ایسی بے اعتدالیان شروع کر دی ہین کہ میری رعایا پر بیجا سختیان برداشت ہو سکتی ہین اور نہ مین اپنی مملکت مین ان کے تسلط کو گوارا کر سکتی ہون۔ اب تو مین نے ٹھان لی ہے کہ دنیا مین یا یہی رہین گی یا مین ہی رہون گی۔"

ملکۂ عقل:۔ "ہان ہان مین بھی یہی چاہتی ہون۔ اِن کو تو خدا نے ایسی طبیعت دی ہے کہ جب تک چاہین دوسرون کی لونڈی بنی رہین۔ مگر میرا مزاج ایسا نہین۔ مین تو ایک گھڑی کو بھی کسی کی ماتحت بن کے نہین رہ سکتی۔ اور اس کو کیا کرون کہ مجھ سے ان کی سُنی سُنائی باتون اور بے عقلی کی روایتون مین بے دخل دیے رہا ہی نہین جاتا۔ انھون نے دنیا مین بہت دنون اپنا سکہ جما لیا۔ جب سے دنیا شروع ہوئی انھین کا دور دورہ رہا۔ ابتدا مین ان کی بیہودہ باتون اور قابل مضحکہ کہانیون کو دنیا دین و ایمان سمجھ کے مانتی تھی اور یہ لوگون کو بچون کی طرح جن مہمل و بے اصل باتون مین چاہتی تھین لگا دیتی تھین۔ خدا نے انسان کو سمجھ بوجھ دی تھی۔ اور اُس مین اِس بات کی تمیز دی تھی کہ جھوٹ سچ اور برے بھلے مین تمیز کرے۔ مگر انھون نے اس دانائی اور سمجھ بوجھ کو بالکل غارت کر کے انسان کو جانورون سے بدتر بنا دیا تھا۔ مین نے بڑی مشکلون سے اور نہایت ہوشیاری اور خوبی کے ساتھ ان کی غلطیان بتا بتا کے دنیا کو ان کی حماقت

کے پنجے سے چھڑایا۔ اور ایسی خوبصورتی کے ساتھ یہ کام کیا کہ انھین خبر بھی نہ ہونے پائی اور مین ان کی ساری قلمرو پر چپکے ہی چپکے قابض ہو گئی۔"

ملکۂ نقل۔ "یہ تمھاری دانائی و ہوشیاری نہین بلکہ میری نیک نفسی اور بردباری و مروت تھی کہ مزاحمت نہ کی اور تم جگہ پا کے پاؤن پھیلاتی چلی گئین۔ اور آخر یہان پاؤن پھیلائے کہ خدا تک کو بھول گئین۔"

ملکۂ عقل۔ "اسے کوئی نہ مانے گا کہ تم نے جان بوجھ کے میری اطاعت قبول کی تم تو وہ ہو کہ بس چلتا تو مجھے مٹا کئے رکھ دیتین۔ مگر یہ میری ہوشیاری اور خوش تدبیری تھی کہ تمھاری ہزارہا سال کی احمقانہ سلطنت کو فتح کر کے تم پر حکومت کرنے لگی۔ مین نے یہ حکومت اپنی بہترین پالسی اور حکمت عملی سے حاصل کی ہے۔ اور قیامت تک نہ چھوڑون گی۔ یہ حکومت تو میری جان کے ساتھ ہے۔"

ملکۂ نقل۔ "اچھا تو اتنے دنون ہم دونون مین اتحاد رہا۔ اب لڑائی سہے۔ بے لڑے اس کا فیصلہ نہین ہو سکتا۔ اس لیے کہ تمھارے بیان سے صاف کھل گیا کہ اس گذشتہ اتحاد کے ایام مین جو میرے خیال مین خالص محبت و الفت کا زمانہ تھا تم نیک نیت اور سچی دوست نہ تھین بلکہ ایک مکار و جعلساز رفیق بنی ہوئی تھین۔ ظاہر مین دوستی و محبت کا دعوی کرتی تھین اور باطن مین میری تباہی و پامالی کی تدبیرین کر رہی تھین۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ اس نے تمھارا فریب آشکارا کر دیا۔ اور اب میری مملکت کا ایک متنفس بھی تمھارے پاس نہ پھٹکے گا۔"

ملکۂ عقل۔ "مگر مجھے خدا نے وہ طاقت دی ہے کہ زبردستی تم کو اپنا مطیع بناؤن گی۔"

اب وہ فرشتہ صورت و محترم بزرگ جنھون نے صلح کی صلاح دی تھی پھر بڑھے اور کہا "اس بحث سے کیا نتیجہ؟ کوئی اتحاد کی صورت پیدا ہونی چاہیے" یہ کہہ کے ملکۂ نقل سے کہا "اس کو تو آپ مانتی ہین کہ آغاز تخلیق عالم سے آپ ہی کی سلطنت چلی آتی ہے۔ ہان ادھر چند روز سے یہ آپ پر اور آپ کی مملکت پر حاوی ہو گئی تھین۔ اور انھون نے اس آخر زمانے مین قبع

ہا کے ایسا زور باندھ لیا کہ ان کی حکومت ہٹائے نہیں ہٹتی ——"

ملکۂ نقل۔ (بات کاٹ کے) "ہٹنے کیون لگی؟ مین ہٹا دون گی"

بزرگ۔ کوئی ایسی صورت ضرور نکلنی چاہیے کہ اتفاق و یکجہتی سے کام چلے؛ اس لیے کہ خدا کا کارخانہ آپ دونون کے اتفاق اور باہمی ربط و ضبط کے بغیر نہین چل سکتا۔ آپ مین یکرنگی و ہم آہنگی نہ رہی تو نظام عالم بگڑ جائے گا"

ملکۂ نقل"اس مین چاہے جو ہو۔ مین ان بے اعتدالیون کو تو قیامت تک نہ برداشت کرون گی کہ خدا سے بھی انکار کر دیا۔ قیامت اور جزا و سزا کو بھی جھوٹ اور بے اصل کہہ دیا۔ زبان کو لگام ہی نہین ہے۔ جو منہ مین آیا بک دیا۔ ایسے بے ایمانون کے ساتھ میرا نباہ نہ ہو سکے گا"

بزرگ۔ (ملکۂ عقل سے) "آپ اس بارے مین کیا کہتی ہین؟"

ملکۂ عقل" مین تو لاکھ باتون کی ایک بات کہے دیتی ہون کہ جو بات میری سمجھ مین آئے گی مانون گی اور جو نہ سمجھ مین آئے گی یہ ہزار بکا کرین حشر تک نہ مانون گی"

بزرگ۔" تو صلح کی کوئی صورت نہین؟"

ملکۂ عقل۔"کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اِن کی اور میری فطرت ہی جداگانہ ہے۔ ان کو سمجھ سے تعلق نہین اور مین بے سمجھے کسی چیز کو مان نہین سکتی"

بزرگ" آخر مدتون سے اتفاق چلا آتا تھا یا نہین؟"

ملکۂ عقل" ہان چلا آتا تھا۔ مگر اُس وقت اسلیے نبھتی رہی کہ یہ ایسی نہ تھین جیسی اب ہین۔ پہلے یہ میری اطاعت کرتی تھین اور اب لڑنے کو تیار ہین"

بزرگ" لیکن اس کی بھی کوئی وجہ ہے کہ پہلے یہ کیون اطاعت کرتی تھین اور اب کیون خلاف ہین؟"

ملکۂ عقل" غالباً اسکی یہ وجہ ہو کہ پہلے مین انھین لیے دیے رہتی تھی اور کوشش کرتی تھی کہ میرا کوئی حکم انھین ناگوار نہ گزرے اور اب زیادہ آزاد ہون"

بزرگ" بس صاف ہو گیا کہ سارا جھگڑا اور فساد آپ کی آزادی سے پیدا ہو گیا ہے۔

اگر آپ کا وہی اگلا سا طرز عمل رہے تو قیامت تک برابر بڑھتی چلی جائے گی۔"
ملکۂ عقل۔ "مگر اب تو اتنے دنون حکومت کر کے میری طبیعت ایسی ہو گئی ہے کہ اگلے زمانے کی طرح اب ان کی ہان مین ہان نہ ملا سکون گی۔"
بزرگ۔ "اصل مین ساری خرابی آپ کی اس عادت بگڑ جانے ہی سے اُٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ مین یا کوئی شخص ملکۂ نقل کو الزام نہین دے سکتا۔ وہ جیسی پہلے تھین ویسی ہی اب ہین۔ بلکہ اپنے قوانین اور اپنے فیصلون مین انھون نے آپ کے بہت سے اصول اختیار کر لیے ہین جو اگلے دنون نہ تھے۔ اُنھون نے قیاس کو ایک وسیع حد تک تسلیم کر لیا ہے۔ روایت مین درایت کو بھی شامل کر لیا ہے۔ اگر سچ پوچھیے تو یہ آپ کے اطمینان کے لیے بہت تھا۔ اور آپ غور کرین تو عالم نقل مین نہ آپ کی بہت بڑی حکومت تھی۔ مگر آپ اس حد سے آگے بڑھنا چاہتی ہین۔"
ملکۂ عقل۔ "کیون نہ بڑھون؟ جو جو مجھے اپنے فیصلون اور اپنی تحقیقون کی خوبیان معلوم ہوتی جائین گی اُسی قدر زیادہ اپنی حقیقت کا یقین ہوتا جائے گا۔"
بزرگ۔ "مین سمجھتا ہون کہ آپ کو بھی اپنے فیصلون پر اتنا وثوق نہین ہے جتنا کہ اس وقت ملکۂ نقل کے مقابلہ مین آپ دعوی کر رہی ہین۔"
ملکۂ عقل۔ "یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا؟"
بزرگ۔ "یہ نہ پوچھیے کہ کیونکر معلوم ہوا۔ مگر یہ بتائیے کہ مین سچ کہتا ہون یا نہین؟"
ملکۂ عقل۔ "مین تو سمجھتی ہون کہ مجھے اپنے فیصلون اور حکمون پر پورا وثوق ہے۔"
بزرگ۔ "یہ آپ کی غلطی اور بے بنیاد خودرائی ہے۔ اول تو عالم مین آپ کے لیے ایک حد معین ہے جس سے آگے آپ کی رسائی نہین ہو سکتی۔ ابھی دنیا ہی کی بہت سی روحانی باتین ایسی ہین جو آپ کی فہم سے بالا ہین۔ جن چیزون کا تجربہ سطحی طور پر ہو جاتا ہے وہ آپ کو معلوم ہو جاتی ہین مگر جن چیزون کا تجربہ نہین ہوا یا جو کیفیتین کسی خاص قسم کی تعلیم و ریاضت سے منکشف ہوتی ہین اُن کے بارے مین آپ سوا شبہہ مین پڑنے کے کچھ نہین کہہ سکتین۔ مگر آسمان پر کواکب اور فضائے بالا کے ہزارہا عالم ہین جن تک آپ کا خیال پہونچ ہی

نہین سکتا۔ اس لیے آپ اپنی واقفیت کے دعوے کو اُسی حد تک محدود رکھین جو ان تک آپ کوئی قطعی اور یقینی راے قائم کر سکی ہین"۔

ملکۂ نقل:۔ "یہ تو بے وقوفی ہے۔ یہ سمجھ بیٹھی ہین کہ عالم ہستی مین کوئی چیز بھی ایسی نہین جو تجھے معلوم نہو۔ حالانکہ ان کے دربار کے بڑے بڑے ارکان اپنی عقل رسائیون مین تھک تھک کے اور عالم ہستی کی وسعت سے عاجز آ کے بارہا اپنی عاجزی اور لاعلمی کا اقرار کر چکے ہین"۔

ملکۂ عقل:۔ "مین نے مانا کہ بہت سی باتین مجھے نہین معلوم ہین۔ لیکن وہ انھین کیونکر معلوم ہوگئین؟ جب میری سمجھ مین نہین آئین تو ان کی سمجھ مین کیا خاک آئین گی؟"

بزرگ:۔ "انھین اس سے مطلب نہین کہ سمجھ مین آتین یا نہین آتین۔ یہ تو اُن بزرگون سے سُن کے کہتی ہین جن پر بھروسہ ہے۔ جن کا جھوٹ بولنا کبھی ظاہر نہین ہوا۔ جو معصوم صفت اور نہایت ہی نیک نفس و پاک باطن ہین۔ اُن سے جو کچھ سنتی ہین اُسے مان لیتی ہین۔ مگر آپ کی یہ عادت پڑ گئی ہے کہ جو باتین سمجھ مین نہین آتین یا جن کے حالات نہین معلوم ہین اُن کے ماننے سے بھی آپ انکار کرتی ہین"۔

ملکۂ عقل:۔ "کیون نہ انکار کرون جو بات سمجھ مین نہ آئے وہ بھلا ماننے کے قابل ہے؟"

بزرگ:۔ "یہی آپ کی زبردستی ہے۔ دنیا مین اگر آپ کا یہی اصول قائم کر دیا جائے اور روایت و اخبار سے انسان کان بہرے کر لے اور بغیر یقینی تجربہ کے کسی بات کو نہ مانے تو سارا کاروبار بند ہو جائے"۔

ملکۂ عقل:۔ "تو پھر آپ کے نزدیک دنیا کا کاروبار چلانے کے لیے مین کیا کرون؟"

بزرگ:۔ "وہی جو آج تک کرتی آئین"۔

ملکۂ عقل:۔ "صاف صاف بیان کیجیے کہ آپ کا مطلب میری سمجھ مین آئے"۔

بزرگ:۔ "آپ مذہب کو ادب و عزت کی نگاہ سے دیکھیے۔ کسی مذہب کے اختیار کرتے وقت آپ چاہین عقلی تنقید کر لین۔ اُس کے اصول و عقائد کو جانچ لین۔

پھر اُس کے بعد جس عالم مین آپ کی رسائی نہین ہو وہان کے جو کچھ حالات پیغمبرون کی زبان سے معلوم ہون اُن مین چون وچرا نہ کرین - اس بات کا بھی آپ کو حق حاصل ہو کہ مذہبون مین اصلی رسولون اور پیغمبرون کے تعلیم کے سوا بعد کے علما نے جو کچھ بڑھا لیا ہے اُسے رد کر دین - اسلیے کہ اُن کو احکام الٰہی بارہ راست نہین مل سکتے - مگر جتنی باتین خود خدا کے کلام اور پیغمبرون کے سچے پیام سے معلوم ہون اُن کو بے عذر مان لین - اس کے سوا آپ سے اور جو کچھ کہا جائے اُسے جی چاہے مانین اور نہ جی چاہے نہ مانین "

ملکۂ نقل :- " اگر یہی ہوتا تو پھر رونا کاہے کا تھا؟ اگر ان کا اسی پر عمل درآمد ہوتا تو مین قیامت تک اِن کی لونڈی بنی رہتی - بلکہ ان کا احسان انتی کہ جو غلط اور بے اصل باتین مجھ تک پہونچ جاتی ہین اُن کو یہ اپنی فہم و فراست سے الگ پھینک دیتی ہین - مگر انھون نے تو یہ قیامت کر دی کہ خدا کے کلام پر اعتراض اور پیغمبرون کی سچی باتون پر رد و قدح کی زبان دراز کرتی ہین "

ملکۂ عقل :- (بزرگ سے) اچھا آپ کی خاطر سے مین چند روز کے لیے آپ کا یہ اصول مانے لیتی ہون اور وعدہ کرتی ہون کہ اِس کے خلاف نہ کرون گی - اور اپنی فہم سے شریعت اور شریعت لانے والون کے کلام مین اُس حد تک دخل نہ دون گی جہان تک خاص اُن کی زبان سے معلوم ہو گا - لیکن اگر چند روز کے تجربہ مین اِس پر میرا اطمینان نہ ہوا یا مجھ سے اس پر عمل کرتے نہ بن پڑی تو صاف کہہ دون گی کہ مجھ سے نہین ہو سکتا - مجھے اتنا بتا دیجیے کہ آپ کون ہین؟ اِس لیے کہ آپ کا یہ فیصلہ یادگار رہے گا - اور جب تک مجھ سے بنے گا مین آپ کی پیروی کرون گی "

بزرگ :- " میرے نام سے کیا غرض؟ آپ میری راے سے کام رکھین - اور امید ہو کہ اگر میرے مشورے پر آپ عمل کرین گی تو کبھی غلطی مین مبتلا نہ ہون گی - خوب یاد رکھیے کہ مطلق عقل و فہم کوئی چیز نہین ہے - اور نہ اُس کو کسی مذہب - کسی ملت - کسی علمی دربار - اور کسی فلسفہ نے اعتبار کے قابل مانا ہو - اگر اُس پر ایسا ہی بھروسا ہوتا جیسا آپ کرتی ہو تو بڑے بڑے عقلا اور فلسفیون

رایون مین اختلاف نہ پڑتا بلکہ سب ایک ہی صحیح نتیجہ کو پہونچ جاتے - قابل اتباع اور قابل قدر وہ عقل ہے جس کی نقل کے آغوش مین اچھی پرورش و تربیت ہوئی ہو - عقل صرف تربیت سے اعتبار پیدا کرتی ہے - اگر یہ نہ ہوتا ایک جاہل انسان اور ایک عالم و فاضل کے درمیان کوئی فرق و امتیاز نہ ہوتا - حالانکہ جاہل کی عقل کا دنیا مین کوئی اعتبار نہین کرتا - اور ایک عالم فاضل کی عقل کو سب لوگ مانتے ہین - اس لیے آپ اپنے کو جتنا زیادہ خیال کرتی ہین اصل مین اتنی آزاد نہین ہین - روایت کے دفتر مین صدہا ان صفحے ہین جب ہر مسئلہ کے متعلق پوری واقفیت حاصل کر لین اسوقت آپ اعتبار کے قابل ہو سکتی ہین "

ملکہ عقل " مین آپ کی رائے کو پسند کرتی ہون - اور اسی لیے پھر اصرار کرتی ہون کہ اپنا نام بتائیے تاکہ جب کبھی ضرورت پڑے آپ سے مدد اور اصلاح لے لون "

ضمیر رگ " مین آپ سے دور نہین بلکہ قریب ہی رہتا ہون - میرے مختلف نام ہین - کوئی مجھے "ضمیر" کہتا ہے - کوئی "ایمان" کہتا ہے - اگلے فیلسوف مجھی کو "نفس ناطقہ" کہتے تھے - آج کل کے لوگ "کانشنس" کہنے لگے ہین - مگر میرا اصلی لقب جو مجھے مذہب کے مقدس و محترم دربار سے ملا ہے "نفس مطمئنہ" ہے - آپ جب عادتی اثرون اور تعصب و عداوت کے جذبات سے علحدہ ہو کے یاد کرینگی مین فورًا حاضر ہو جاؤن گا "

ملکہ عقل " مین ہمیشہ آپ کی عزت کرون گی - اور آیندہ ہر امر مین آپ سے مشورہ کرون گی "

ضمیر رگ " لیکن اس بات کا خیال رہے کہ میری ہی قطع کے ایک اور ذات شریف بھی ہین - اُن کے دھوکے مین نہ آجائیے گا - صورت اُنھون نے بھی مجھ سی پائی ہے - اور حلیہ مجھ سے بہت ملتا ہوا ہے - مگر اُن کے خیالات نہایت ہی بُرے ہین - اور اُن کا کام صرف یہ ہے کہ لوگون کو بہکا یا اور سیدھے راستے سے بھٹکا یا کرین "

ملکہ عقل " وہ کون ذات شریف ہین ؟ "

بزرگ:- ''اُن کا نام "نفس امّارہ" ہے۔''
ملکۂ عقل:- ''آپ نے تو مجھے اُن سے بہت ہی ڈرا دیا۔ تو اب یہ بھی بتا دیجیے کہ اُن کی پہچان کیا ہے تاکہ مین اُن کے شر سے محفوظ رہون۔''
بزرگ:- صورت شکل مین تو آپ مجھ مین اُن مین بہ ظاہر کوئی فرق نہ پائین گی مگر اُن کے فریب سے بچنے کی تدبیر یہ ہے۔ جب تک آپ اپنی خواہشون اور جذبات کی اطاعت کرین گی وہ آپ کو دوست اور ناصح شفیق بن کے بہکاتے رہین گے۔ لیکن جہان آپ نے اپنی خواہشون کو چھوڑا اور اپنے دل کے جذبات کو رخصت کیا وہ بھاگ کھڑے ہون گے۔ اور مین رہبری کے لیے آ موجود ہون گا۔''
ملکۂ عقل:- ''تو میرا اُن کے فریب سے بچنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ خیر جہان تک بنے گا اُن کے فریب سے بچنے کی کوشش کرون گی۔''
بزرگ:- ''تو اب میری خوشی یہ ہے کہ آپ دونون خوبصورت بیاہ کر ناپ ہو جائیے۔ اور دونون ایک دوسرے کے ساتھ لطف و محبت سے پیش آیا کرین۔''
ملکۂ نقل:- مین تو اُن سے دوستی رکھنے پر ہمیشہ آمادہ تھی اور اب بھی ہون۔''
ملکۂ عقل:- ''اور اب ان بزرگ کے مشورے سے مین بھی تمھارے ساتھ کام کرنا چاہتی ہون۔''

یون روشن ضمیر کا نفس نے اس جھگڑے کو ختم کر کے دونون ملکاؤن کو ملا دیا۔ اور سب نے اپنی اپنی راہ لی۔

ہندوستان مین مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

یہ ہم بتا چکے ہین کہ شیعہ خاندان اجتہاد اور فرنگی محل کے علمائے اہل سنت کی برکت سے اس آخری دربار کے عہد مین علم و فضل نے لکھنؤ مین کیسا عروج حاصل کیا اور اپنی سواد مین کیسی علمی کشش اور مرجعیت پیدا کر دی۔ لیکن ابھی

یہین طب یونانی سے بحث کرنا باقی ہے۔

یہ شریف ترین فن جسکو عالم انسانی کے محفوظ رکھنے اور نسل انسانی کو ترقی دینے سے واسطہ ہے گو کہ اس کا ظہور ہر قدیم ملک مین خود رو طریقہ اور جزوی تجربات سے ہوا ہے مگر قدیم الایام مین مغرب کی طرف اہل یونان نے اس فن مین بہت ہی نمایان ترقی کی تھی۔ اور مشرق مین ہندوون کے نامورانِ سلف نے اسے اعلیٰ درجہ کمال پر پہونچا دیا تھا۔ مسلمانون مین جب دربار خلافت قائم ہوا تو یہ فن دونون جگہ سے آیا۔ اور دونون سرزمینون کے حاذق اطبا دربار بغداد کے طبیب تھے۔ ابتداءً دو ایک صدیون تک تمام مستند اطباے دربار عباسی ہندو تھے۔ عیسائی تھے۔ یہودی تھے۔ مگر مسلمان نہ تھے۔ مگر اس دور کے اطباے باکمال چاہے کسی مذہب کے پیرو ہون آغوش اسلام کے پروردہ اور عالم اسلامی کے ممتاز نامور تھے۔ اور انھین کے ہاتھون سے فن طب ایک نئی شان اور نئے عنوان سے مدون و منضبط ہونا شروع ہوا۔ جس مین تھوڑی سی اصلاح اور رد و بدل کے بعد اصولی ترتیب تو یونانیون کی برقرار رکھی گئی مگر تجربات ہر ملک اور ہر قوم کے یکسان طور پر لیے گئے۔

اس کے چند روز بعد مسلمان اطباے نامور پیدا ہونا شروع ہوئے اور اُنھون نے فن طب کو اپنے اجتہادون اور اپنے تجربات سے اپنا بنانا شروع کیا۔ یہان تک کہ ابن سینا نے قانون کی سی بے نظیر و لاجواب کتاب لکھ کے دنیا کے ہاتھ مین دے دی۔ اور اُس کے آگے مشرق و مغرب کی تمام قومون نے سر جھکا دیا۔ اُدھر دربار اندلس کے اطبا نے عمل بالید اور تجربات مین مشرق سے بھی زیادہ ترقی کی۔ اور فن طب مسلمانون کا خاص فن بن گیا جس کے مرجع و مادی ہر جگہ وہی تھے۔ ہر قوم اُسے اِنھین سے حاصل کر رہی تھی۔ اور اُسی پر یورپ کی موجودہ ڈاکٹری کی عمارت قائم ہوئی جس کو زیادہ تعلق اندلس کے اسلامی طبی اسکول ہی سے تھا۔

لیکن ادھر آخری صدیون مین جب مسلمانون کا زوال شروع ہوا تو

اُس کا اثر سب سے پہلے اُن کے علوم و فنون میں اور سب سے زیادہ فن طب میں نمایان ہوا۔ اور اکثر ممالک میں اُسکی وہی حالت ہوگئی جو عروج یونان کے آغاز میں تھی۔ یعنی معمولی قابلیت کے لوگ بغیر اس کے کہ فن کی اعلیٰ ترین کتابون پر اُن کی نظر پڑے محض اپنے حرفی تجربون سے لوگون کا علاج کرنے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی روز مین مصر و عرب شام و عراق فن جاننے والے طبیبون سے خالی ہو گئے۔ صرف ایران اور ہندوستان مین یہ فن باقی تھا۔ لیکن اُس پچھلی صدی مین ایران بھی طبیبون سے خالی ہو گیا اور تمام ممالک اسلام مین اسنے اس قدیم فن کے متعلق ایسی جہالت تھی کہ جب یورپ کے فرانسیسی اور انگریز ڈاکٹر نمودار ہوئے تو عوام و خواص سب کو ایک نعمت الٰہی نظر آنے اور کسی کو اس کی حس نہ تھی کہ یہ اصلی فن ہمارا ہی تھا یا ہمارے یہان بھی کبھی اطبا ہوتے تھے۔

مسلمانوں کی طب کو اگر فنا ہونے سے بچایا تو صرف ہندوستان نے جہان آج تک اطبائے یونانی یورپ کی جدید اصناف طب کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کر رہے ہین۔ اور باوجودیکہ خیراتی ہسپتال گاؤن گاؤن موجود ہین مگر پھر بھی لوگون کو جو اعتبار یونانی اطبا کے علاج پر ہے ڈاکٹرون پر نہین۔

دہلی مین اگلے دنون اس فن کے بہت سے باکمال گزرے جن مین حکیم ارزانی حکیم شفائی خان حکیم علوی خان۔ حکیم محمد شریف خان۔ بہت اعلیٰ شہرت و کمال کے اطبا گزرے ہین۔ لکھنؤ مین برہان الملک ہی کے زمانے سے دہلی کے حاذق اطبا سرزمین اودھ مین آنا شروع ہو گئے خصوصاً شجاع الدولہ کے عہد مین تو دہلی کے دو ایک طبیبون کے سوا جتنے تھے سب یہین چلے آئے۔ فیض آباد کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہان جتنی سرکارین تھین اُن مین سے ہر ایک سے کوئی یونانی طبیب ضرور وابستہ تھا۔ جن کا بہت کچھ ادب اور پاس و لحاظ کیا جاتا۔ اور ماہوار تنخواہ کے علاوہ روزانہ انعام و اکرام سے سرفراز ہوتے رہتے۔

آصف الدولہ کے زمانے سے جب لکھنؤ کمالون کی قدردانی کا مرکز قرار

دیا تو دہلی کے بہت سے خاندانی اطبا نے یہین توطن اختیار کر لیا۔ اور چند روز کے بعد زبان اور شاعری کی طرح فن طب بھی خاص یہین کا فن بن گیا۔ چنانچہ لکھنؤ نے حکیم مسیح الدولہ۔ حکیم شفاءالدولہ۔ حکیم مرزا محمد علی۔ حکیم سید محمد مرتعش۔ حکیم مرزا کوچک۔ حکیم شاہ حکیم مرزا محمد جعفر ایسے ایسے عالی پایہ دیگران قدر طبیب پیدا کیے جو سچ یہ ہے کہ اپنے فنون کے مجتہد تھے۔ اور سلطنت نے سارے سرمایۂ علمی پر اُن کی نظرین تھین۔ ہوتے ہوتے فن طب کو یہان تک ترقی ہوئی کہ لکھنؤ کا شاذ و نادر ہی کوئی محلہ ہوگا جس مین کوئی نامور خاندان اطبا نہ موجود ہو۔ اور شہر کے صدہا محلون کے علاوہ گرد و نواح کے گانون اور قصبون مین بھی ہزارون مطب جاری تھے۔ اور ہندوستان کے دربارون اور شہرون مین مشہور و نامور طبیب تھے سب لکھنؤ اور اطراف لکھنؤ کے تھے۔ چنانچہ قصبۂ موہان کے ایک طبیب کو دربار گوالیار مین وہ عزت حاصل ہوئی جو بہت کم اطبا کو حاصل ہو سکی ہوگی۔ غرض ایسے ایسے نامور طبیب خاک لکھنؤ نے پیدا کیے جن کی مسیحا نفسی کے کارنامے آج ہر بچہ بچہ کی زبان پر ہین۔

دربار اودھ کے آخر عہد مین سید محمد مرتعش کے ایک شاگرد رشید حکیم محمد یعقوب نے اپنا مطب جاری کر کے ایسی مرجعیت عامہ حاصل کی کہ اُن کی ذات سے ایک بہت بڑے نامور طبی خاندان کی بنیاد پڑ گئی۔ جو آج بلا مبالغہ دنیا بھر مین جواب نہین رکھتا۔ اسی خاندان کے جو نامور لوگ مین۔ حکیم محمد ابراہیم۔ حکیم حافظ محمد عبدالعلی۔ حکیم محمد اسمعیل۔ حکیم محمد مسیح۔ حکیم محمد عبدالعزیز۔ حکیم حافظ محمد عبدالولی تھے۔ اور حکیم عبدالحفیظ صاحب حکیم عبدالرشید صاحب۔ اور حکیم عبدالقوی صاحب اس وقت اپنی مسیحائی کے کمالات دکھا رہے ہین۔ کاش یہ اپنی خاندانی فن کو چھوڑ کے دوسری ہوسون مین نہ پڑتے

دہلی مین حکیم محمد شریف خان کا خاندان اس وقت تک موجود رہے جس مین حکیم محمود خان اور حکیم محمد اجمل خان کے ایسے باکمال گزرے جکے ... ذوق ... صاحب بزرگون سے نامور ... پہنچے

ذاتی کمالات سے آج تک نباہ کر رہے ہیں۔ دہلی میں حکیم محمد اجمل خان صاحب نے ایک مدرسۂ طبیہ بھی جاری کر دیا ہے اور طبی و ویدک کانفرنس قائم کر کے اپنے فن کو بہت عروج دے رہے ہیں۔ اُن کے مقابل لکھنؤ میں حکیم عبد العزیز صاحب نے مدرسۂ تکمیل الطب قائم کیا جس سے ہر سال بیسیوں اطبا تیار ہو کے اقطار ارض میں پھیلتے اور لکھنؤ کی طبی مرجعیت کا ثبوت دیتے ہیں۔

بہر تقدیر مسلمانوں کا برائے نام یونانی فن طب آج اگر دنیا بھر میں کہیں زندہ ہے تو ہندوستان میں۔ اور ہندوستان میں اُس کے مرکز دو ہی شہر ہیں دہلی اور لکھنؤ۔ مگر دہلی میں صرف ایک حکیم محمود خان کا خاندان ہے۔ اور لکھنؤ میں ایسے بیسیون خاندان پڑے ہیں۔ دہلی میں بعض اور اطبا بھی مطلب کرتے نظر آتے ہیں مگر وہ اسی زمانے کے جدید طبیب ہیں جنھوں نے اپنے مطب جما لیے ہیں۔ لکھنؤ میں بھی گو کہ بہت سے نئے طبیب ہیں۔ لیکن ایسے بہت سے خاندان بھی ہیں جن میں صدیوں سے فن طب کو ترقی رہی۔

لکھنؤ اور دہلی کے اطبّا میں ایک اور فرق بھی ہے۔ طب کا موجودہ نصاب تعلیم ہمیں نہیں معلوم اطبائے دہلی کا مرتب کیا ہوا ہے یا اطبائے لکھنؤ کا لیکن اس پر پورا پورا عمل جیسا اطبائے لکھنؤ نے کیا اطبائے دہلی نہیں کرتے۔ پڑھائی وہاں بھی یہی کتابیں جاتی ہیں۔ مگر دہلی میں طبیبوں کا مطب ایک بڑی حد تک اُن کی مدوّنہ طب سے الگ ہو جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اُنھوں نے ویدک کی دواؤں کے اختیار کر لینے میں اسی قدر نہیں کیا کہ اُن نئے اجزا کو اپنے مطب میں داخل کر لیا بلکہ یہ بے احتیاطی بھی کی کہ اُن کے داخل کرنے میں اپنے قدیم مدوّنہ و مسلمہ اصول خصوصاً مزاج کے مباحث سے چشم پوشی کر لی۔ اور اُن اجزا کو استعمال کرا دیتے ہیں جن کے مزاج اور افعال و خواص سے وہ پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ وہاں فی الحال سب سے بڑی شکایت یہ سنی جاتی ہے کہ مدرسۂ

طبیہ دہلی کے نصاب میں تشریح کے علاوہ ڈاکٹری کے بڑے اصول بھی اس کثرت اور بے احتیاطی سے اختیار کر لیے گئے ہیں کہ اصلی فن طب بجائے ترقی کرنے کے بالکل مٹا جاتا ہے۔ یہی بے احتیاطی انھوں نے پہلے اصول ویدک کے اختیار کرنے میں کی تھی اور یہی اب اصول ڈاکٹری کے لینے میں ہو رہی ہے۔ ایسی حالت میں دہلی میں ہمارے قدیم فن طب کا جو انجام ہوتا نظر آتا ہے نہایت خطرناک ہے۔

برخلاف اس کے لکھنؤ کے تمام طبی خاندانوں خصوصاً حکیم یعقوب مرحوم کے خاندان اور تکمیل الطب میں اصلی اصول طبی کے قائم رکھنے اور انھیں کے دائرے میں رکھ کے ترقی دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان کے مطب اس وقت تک اپنے فن اور اپنی کتابوں سے ذرا بھی جدا نہیں ہیں۔ اور ایسی سلامت روی کے راستے پر جا رہے ہیں جس سے امید ہوتی ہے کہ شاید اسلامی طب دستبرد زمانہ سے بچ جائے۔ اگرچہ اصلی خدمت فن سے یہ لوگ بھی ہنوز بہت دور ہیں۔ طب کی روح رواں علم دواسازی ہے جو ہمارے قدیم علم کیمیا کا ایک شعبہ ہے۔ اسی فن پر یورپ کے موجودہ معجز نما فن کیمسٹری کی بنیاد قائم ہوئی ہے۔ اور اس فن میں مسلمان مصنفین سلف کی کتابیں ابھی کلیتاً نہیں مٹیں بلکہ بہت سی باقی ہیں۔ اساتذۂ طب کا کام ہے کہ بار بار ان کا مطالعہ کرکے ان کو سمجھیں، ان کو غور و خوض کر کے حل کریں۔ اور انھیں نصاب تعلیم میں داخل کریں۔ پھر ان کے اصول و ضوابط اور تجربات سے فائدہ اٹھا کے مجتہدانہ تصرف کریں۔ اور اپنے دواسازی کے فن کو باضابطہ بنائیں۔ جس کے بغیر طب کے تمام اصطلاحات اور اطلاقات بے نتیجہ اور غیر سودمند ثابت ہو جاتے ہیں۔

مگر اس کمی کے ساتھ بھی لکھنؤ نے طب کو جیسی ترقی دی اور منضبط بنایا دہلی سے بہت زیادہ ہے۔ اور دنیا کے اور کسی حصے میں نہیں ہے۔

قدردانان دلگداز

اب بفضلہ تعالیٰ دلگداز اپنی تاریخ پر آ گیا۔ اور اپریل کا پرچہ بھی شایع ہو کے آپ کے ملاحظہ مین حاضر ہوتا ہی۔ آیندہ کوشش کی گئی ہی کہ رسالہ ماہ بماہ حاضر ہوتا رہے چنانچہ مئی کا رسالہ آخر مئی مین حاضر ہو گا۔ اب ضرورت ہے کہ آپ بھی توجہ فرما کے اپنے احباب کو قومی لٹریچر کی قدردانی اور دلگداز کی عزت افزائی پر آمادہ فرمائین۔ دلگداز کی چھپائی اور کاغذ کی بھی بہت کچھ اصلاح کر دی گئی ہے۔ اور اس سے زیادہ ترقی بغیر اس کے کہ دلگداز مشین مین چھاپا جائے ممکن نہین۔ اگر ناظرین نے توجہ فرمائی۔ اور دلگداز اور ہمارے نئے رسالہ **دل افروز** کو کافی تعداد مین قدردان مل گئے تو سال آیندہ بشرط زندگی مشین کا بھی انتظام کر دیا جائیگا۔ اور اس وقت ہر قسم کی اصلاحین ہمارے امکان مین ہون گی۔

مشین کے نہ ہونے ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم ندرانہ کا ناول صحیح وقت پر نہین دے سکتے جس کی وجہ سے ناظرین مین شکایتین پیدا ہونے کے علاوہ ہمین بہت زیادہ نقصان بھی اُٹھانا پڑتا ہے۔ یہ قاعدہ ہی کہ ناول ندرانہ جو سال رواں کی قیمت دلگداز عہ اور اپنے مصارف ڈاک عہ کل عہ پر وی۔پی۔ روانہ کیا جاتا ہے اُس کے وی۔پی جو صاحب واپس کر دیتے ہین سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس سال خریدار نہین رہنا چاہتے۔ لہذا اُن کا نام بغیر کسی مزید کارروائی کے بلا تامل رجسٹر سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اور ہر سال تجربہ ہوتا رہا ہی کہ جتنے وی۔پی جاتے ہین اُن مین سے ربع کے قریب ضرور واپس آتے ہین نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ اُن ویلیوون کے متعلق مصارف ڈاک اور منی آرڈر فیس کا نقصان اُٹھانے کے علاوہ جنوری سے جتنے پرچے اُن حضرات کے نام بھیجے جا چکے ہوتے ہین اُن کا بھی نقصان ہوتا ہی اس لیے کہ آج تک کبھی کسی صاحب نے ویپو واپس کرنے کے بعد اُس سال کا کوئی پرچہ واپس نہین کیا۔ حالانکہ وہ خریداری سے دست بردار ہونے کے بعد اُس سال کے کسی پرچے کے رکھنے کے مجاز نہین ہو سکتے۔ آیندہ سال خدا نے چاہا تو ناول بھی ہم اول سال ہی مین دے سکین گے۔ لیکن اب کی برس آخر جون سنہ ۱۹۱۵ء سے پہلے ناول ندرانہ کے وی۔پی نہین جاری ہو سکتے۔ ناول مذکور چھپ رہا ہی۔ اور اُس کے جلد تیار کرنے مین امکانی کوشش ہو رہی ہے۔

دل افروز کا پہلا نمبر بھی شائع ہو گیا۔ اور اسکے ناول غالبًا ناظرین کو پسند آئے۔ اس لیے کہ بفضلہ تعالیٰ خریدارون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے

ایڈیٹر دلگداز

تصانیف مولٰنا محمد عبد الحلیم صاحب شرر

(تاریخ)

(۱) جنید بغدادی۔ حضرت جنید کے حالات عہ

(۲) ابوبکر شبلی۔ حضرت شبلی کے حالات عہ

(۳) تاریخ سندھ عرب کے فتوحات سندھ کی محققانہ
تاریخ جلد اول عہ جلد دوم عہ

(۴) عصر قدیم۔ اقوام سلف کی نہایت وضح تاریخ
(لائبریری ایڈیشن نمبر ۴) عہ

(۵) حروب صلیبیہ۔ انگریزی سے ترجمہ اور
عربی سے تحشی۔ ۱۲

(۶) افسانۂ قیس۔ مجنون عامری کے حالات
(لائبریری ایڈیشن نمبر ۱) . . . ۳

(۷) حسن بن صباح۔ باطنیہ اسماعیلیہ کا بانی
اور بمبئی کے خوجوں کی اصلیت (لائبریری ایڈیشن نمبر ۳) ۶

(۸) سکینہ بنت حسین۔ جناب سکینہ کے حالات زندگی۔ ۶

(۹) خواجہ معین الدین چشتی۔ ۶

(۱۰) ملکۂ زنوبیہ۔ سلف کی ایک عربی شہزادی ملکہ ۲

(۱۱) آغاخانی صاحب رئیس بمبئی قوم کے حالات عہ

(ناول)

(۱۲) فلورا فلورنڈا۔ اندلس میں سلطنت عرب یعنی
(لائبریری ایڈیشن نمبر ۶) . . . عہ

(۱۳) فلپانا عہد صحابہ کا ایک سچا واقعہ۔ یعنی
(لائبریری ایڈیشن نمبر ۰) . . . . عہ

(۱۴) روما الکبریٰ۔ روم پر گاتھ لوگوں کا حملہ۔ عہ

(۱۵) زوال بغداد۔ دولت عباسیہ کا استیصال عہ

(۱۶) ماہ ملک۔ غوریوں کا عروج . . . ۱۲

(۱۷) یوسف نجمہ کامل۔ جنگ کی بہن آپ بیتی۔ عہ

(۱۸) فتح اندلس۔ اسپین پر عربوں کا حملہ ۱۲

(۱۹) فردوس بریں۔ جیتے جی جنت کی سیر عہ

(۲۰) عیشباں اور لڑکی جن۔ حیرت انگیز کہانی۔ عہ

(۲۱) حسن کا ڈاکو۔ حرام پور کے نواب کی سرگزشت
حصہ اول ۱۲ حصہ دوم ۱۲

(۲۲) اسٹریٹ بار حرام پور۔ حرام پور کے نواب کے اور
حالات نمبر (۱) ۵ نمبر ۲ . . . . ۵

(متفرق)

(۲۳) الحکم الرقاعیہ۔ حرفت میں سید احمد رفاعی
کے ایک پر معنی رسالہ کا ترجمہ . . ۲

(۲۴) سرسید کی وفات پر ماتمین ۔ . . . ۲

(دلگداز کی جلدیں)

(۲۵) جلد سنہ ۱۹ء	عہ	(۳۰) جلد سنہ ۱۹۱۰ء	عہ
(۲۶) جلد سنہ ۱۹۰۱ء	عہ	(۳۱) جلد سنہ ۱۹۱۱ء	عہ
(۲۷) جلد سنہ ۱۹۰۵ء	عہ	(۳۲) جلد سنہ ۱۹۱۲ء	عہ
(۲۸) جلد سنہ ۱۹۰۶ء	عہ	(۳۳) جلد سنہ ۱۹۱۳ء	عہ
(۲۹) جلد سنہ ۱۹۰۷ء	عہ	(۳۴) جلد سنہ ۱۹۱۴ء	عہ

ان کے علاوہ مولانا کے اور بہت سے تصانیف ہیں جنمیں سے ایام عرب۔ قیس و لبنیٰ۔ شوقین ملکہ۔ مقدس نازنین۔ اسلامی سوانح عمری تو جب تک دوبارہ نہ چھپیں کہیں نہیں مل سکتے۔ شہید وفا۔ درگیش نندنی۔ ملک العزیز ورجینا۔ حسن انجلینا۔ منصور موہنا۔ دلچسپ حصہ دوم۔ دلکش حصہ دوم وغیرہ بازاری مطابع کے چھاپے ہوئے ملتے ہیں۔ اور چوتھائی قیمت پر بازار سے خرید کے بھیجے جاسکتے ہیں۔

المشتہر حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز گرلز بزن بیگ خان لکھنؤ

دلگداز

اردو کا مشہور ادبی تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شررؔ

سب ایڈیٹر

مولوی محمد صدیق حسن صاحب

منیجر و پبلشر

خاکسار حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

جو

گداز پریس مین چھپکے لکھنؤ محلہ کٹڑہ بزن بیگ خان سے شائع ہوا

عبرتناک عیش

عشق و محبت نے دنیا مین مختلف کرشمے دکھائے مین - ہجران نصیبون کو رلا دیا ہے - اور ہمکناران شاہد آرزو کو بڑے بڑے لطف دکھائے ہین - حسن و عشق کی یہی دو نمایان پہلو ہین جن سے ہمارا لٹریچر بھرا ہوا ہے - اور مشرق و مغرب کے تمام خیال آفرین انھین کیفیتون پر طبع آزمائی کرتے اور زور قلم دکھاتے رہے ہین - مگر کبھی کسی موقع پر اسی محبت و الفت اور شاہد پرستی و عیش طلبی نے زمانے کو کوئی ایسا عبرتناک سبق بھی دیدیا ہے کہ اُس کے دل خراش اثر اور پُر عبرت منظر نے وصال و فراق دونون کی پُر اثر کیفیتون کو بالکل بے مزہ کر دیا -

دنیا ایک ایسا تھیٹر ہے جس کے تماشائی یا تو صبح وصال مین مقصد وری و کامرانی کا تماشا دیکھنے مین مصروف و محو رہتے مین - یا شب فراق کی گھڑیان گننے اور حسرت و ناکامی پر آہین کھینچنے مین منہمک پائے جاتے ہین - ان دو باتون کے سوا اور کسی چیز کی طرف کسی کا خیال کم جاتا ہے - لیکن حقیقت یہ ہے کہ انقلاب عالم کی عبرتناک سرگزشتون کو اگر اچھی طرح اور موثر الفاظ مین دکھایا جائے تو اُن سے زیادہ پُر اثر کوئی چیز نہین ہو سکتی -

دولت عباسیہ کے زمانۂ وسطیٰ مین جب خلفا کا زور کم ہو گیا تھا اور ظاہری شان و شوکت بڑھی ہوئی تھی ایک عدیم المثال مہ جبین تھی **فریدہ** - عمرو بن بانہ نام ایک شخص نے اُسے تمام فنون عیش کی اعلیٰ ترین تعلیم دے کے آفت روزگار بنا دیا تھا - چنانچہ حسن و جمال کے علاوہ شاعری - بذلہ سنجی - رقص و سرود - ذہانت و طباعی - اور ادبی قابلیت مین وہ بے عدیل و نظیر تھی - اس کے کمالات کی شہرت یہان

سے ہوئی کہ خلیفہ واثق باللہ اس کے شمع رخسار کا پروانہ ہو گیا۔ اور حریم خلافت مین داخل ہوتے وہ ملکۂ عالم بن گئی۔ واثق کو بغیر اُس کے کسی بات مین لطف نہ آتا تھا اور بے اُس کے زندگی دشوار معلوم ہوتی تھی۔

اُسی عہد کا ایک بذلہ سنج درباری محمد بن حارث جو اکثر خلفا کا ندیم صحبت رہا تھا۔ اور واثق کو اُس سے خاص اُنس تھا بیان کرتا ہے کہ مین جمعہ کو واثق کے دربار مین جا کے اُس کی صحبت عیش مین شریک ہوا کرتا تھا۔ یہ بھی معمول تھا کہ جس کسی کا جو دن مقرر تھا اُس کے سوا اور کسی دن وہ دربار مین ہرگز نہ جا سکتا تھا۔ مین جمعہ کے علاوہ ایک اور دن اپنے گھر مین بیٹھا تھا کہ ناگہان شاہی چوبدارون نے آ کے گھیر لیا۔ اور کہا چلو امیر المومنین نے بلایا ہے۔ مین نے کہا آج میرا دن نہین ہے۔ جمعہ کے سوا اور کسی دن مین کبھی دربار مین نہین گیا۔ تمھین شاید کچھ دھوکا ہو گیا ہے۔ امیر المومنین نے مجھے ہرگز نہ —— چوبدارون نے بات کاٹ کے کہا زیادہ فضول باتین کرو۔ ہمین حکم ہے کہ جیسے تم بیٹھے ہو ویسا ہی لیجا کے حاضر کر دین۔ اور تمھین بات کرنے کی بھی مہلت نہ دین۔ یہ سُن کے میرے حواس جاتے رہے۔ دل مین کہا۔ معلوم ہوتا ہے آج قضا آ گئی۔ کسی نے کوئی بات لگا دی ہے یا خود امیر المومنین کے دل مین کوئی خیال پیدا ہو گیا ہے۔ مگر مرتا کیا نہ کرتا؟ دل ہی دل مین دعائے توبہ پڑھتا چل کھڑا ہوا۔ ڈیوڑھی پر پہونچتے ہی مین اُس دیوان خانے کی طرف چلا جہان عموماً باریاب ہوا کرتا تھا۔ مگر چوبدار پکڑ کے دوسری طرف لے چلے۔ اور میرا لہو خشک ہو گیا۔

اب محل کے اندر نئے راستون سے مجھے لیے جاتے تھے جن سے مین بالکل ناواقف تھا۔ پہلے ایک مکان مین لے گئے جس مین زربفت کا فرش تھا۔ در و دیوار پر بھی زرکار اطلس منڈھی ہوئی تھی۔ اور اپنے تکلفات سے وہ ایک طلسمی مکان معلوم ہوتا تھا۔ وہان سے آگے بڑھ کے وہ مجھے ایک ہال مین لے گئے۔ یہان اس سے زیادہ تکلف کا فرش تھا۔ اور دیوارون کی پوششین بھی زیادہ دلکش ونظر فریب تھین۔ اس مین مین نے دیکھا کہ بیچون بیچ مین ایک مرصع طلائی تخت پر واثق بیٹھا ہے اور اُس کے پہلو مین ملکۂ عالم فریدہ ہے جس کے عالمتاب حسن کے

نگاہیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں دونوں زرکار ریشمی کپڑے پہنے ہیں۔ اور فریدہ کی گود میں سرود ہے۔

میری آہٹ پاتے ہی واثق نے نگاہ اُٹھا کے دیکھا اور کہا "بھئی خوب آئے! آؤ آؤ بیٹھو" مین زمین بوس ہو کے آداب بجالایا اور عرض کیا "امیرالمومنین خیریت تو ہے؟" بولا "تم خیریت ہی پاؤ گے۔ دیکھتے نہیں کہ مین کس عیش و مسرت کے عالم مین ہون! خدا کی قسم اسوقت دل کسی ایسے شخص کو ڈھونڈھ رہا تھا جو شریک صحبت ہو کے ہمارا لطف بڑھا دے۔ ایسا شخص تمھارے سوا کون ہو سکتا تھا؟ تم نے اب کچھ کھایا پیا؟ اور قریب آ کے بیٹھو" اس مرحمت و عنایت کے شکریہ میں مین پھر آداب بجالایا۔ اور عرض کیا "امیرالمومنین کے اقبال کی قسم مین سیر ہو کے کھا چکا ہون" کہا "اچھا تو میرے پاس آ کے بیٹھو" اور ساقیہ سے کہا "انھین لا کے ایک جام پلا دو" مین شراب ارغوان کا ایک جام پی چکا تو اُس نے فریدہ سے کہا "اب تم اپنا نغمۂ جان بخش شروع کرو" حکم پاتے ہی اُس نے سرود کے سُرون پر دو شعر گائے اور معلوم ہوا کہ ہم ہی نہین گرد کی فضا اور سارے عالم پر جادو کر دیا۔ واثق کی یہ حالت تھی کہ بار بار اُسے پکڑ کے اپنی طرف کھینچتا تھا اور وہ دلفریب چشم و ابرو سے بتاتی اور دلکش لے مین گائے جاتی تھی۔ اور اس طرح تانون پر تانین لگاتی تھی کہ معلوم ہوتا دل مین ناسور ڈالے دیتی ہے درمیان درمیان مین وہ بار بار مجھے گانے کا اشارہ کرتا۔ اور مین بھی دو ایک تانین اڑا دیتا غرض عجب لطف کی صحبت تھی اور عجب سمان بندھا ہوا تھا۔

ان لطفون پر بیتا بیان ظاہر کرتے کرتے یکایک واثق نے اس زور سے ایک لات نازک بدن فریدہ کے سینہ پر ماری کہ سرود الگ گر کے ٹوٹ گیا۔ اور وہ تخت پر سے لڑھکنیان کھاتی ہوئی دور جا پڑی۔ یہ دیکھتے ہی میرا دم نکل گیا مین نے بار بار آنکھون سے فریدہ کے باغ حسن کی گل چینی کی تھی اور اُس نے بھی مسکرا مسکرا کے میری طرف دیکھا تھا۔ خیال ہوا کہ اسی پر بدگمان ہو کے واثق نے فریدہ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ اور عنقریب میری گردن مارنے کا حکم دے گا۔ اب واثق متفکر و سرنگون تھا۔ اور مین اپنے قتل کے حکم کا منتظر تھا کہ یکایک اُس نے میری طرف

نظر اُٹھائی اور کہا "محمد!" مین نے دست بستہ ہوکے کہا "حضور!" بولا "افسوس ہمارا عیش کیسا منغص ہوگیا!" مین نے عرض کیا "حضور دیکھا۔ اور خدا غارت کرے اُس شخص کو جس نے ہمارے عیش کو نظر لگا دی۔ مگر امیرالمومنین! میرا کچھ قصور بھی تو معلوم ہو؟" بولا "قصور کسی کا نہین ہے۔ میرے دل مین اس وقت بیٹھے بیٹھے یہ خیال گزرا کہ اسی مکان اور اسی صحبت مین یونہین جعفر (اس کا بیٹا اور ولی عہد) بیٹھا ہوا ہے۔ اور فریدہ اسی طرح اُسکے پہلو مین بیٹھی گا رہی ہے۔ یہ خیال بڑھتے بڑھتے اس درجہ کو پہونچا کہ مجھ سے بے اختیار یہ حرکت سرزد ہوگئی"۔ اُس کی زبان سے جب مین نے یہ الفاظ سُنے تو میری جان مین جان آئی۔ اور ہاتھ جوڑ کے عرض کیا "امیرالمومنین ایسا خیال نہ فرائین۔ خدا جعفر کو ہلاک کرے گا۔ اور حضور کا یہ عہد صد ہا سال تک قائم رہے گا۔"

پھر مین نے زمین بوس ہوکے کہا "امیرالمومنین اپنی اس محبوبہ کے حال پر رحم فرمائین اور اب اُسے پھر اپنے پہلو مین بٹھالین"۔ واثق نے بعض خدام کو اشارہ کیا۔ جنھون نے ایک آن کی آن مین اُس کے کپڑے بدلوا دیے۔ دوسرا ستار اُس کے حوالے کیا اور پھر اُسے لاکے واثق کے پہلو مین بٹھا دیا۔ اب واثق کو اپنی حرکت پر بڑی ندامت تھی۔ جس کے دُور کرنے کے لیے فریدہ کو پکڑ پکڑ کے اپنی طرف کھینچنے اور بھینچ بھینچ کے گلے لگانے لگا۔ یہ دیکھ کے فریدہ کی نرگسین آنکھون سے موتیون کے قطرے دُر ہائے شاہوار کی طرح گلابی رخسارون پر سے لڑھک لڑھک کے گرنے لگے۔ اور ایسی روئی کہ واثق کو بھی رُلا دیا۔ خلیفہ کو روتے دیکھ کے فریدہ نے ادب سے کہا "امیرالمومنین۔ حضور روئین نہین۔ بلکہ قسم دلاتی ہون کہ اسی وقت لونڈی کو قتل کرکے اپنے دل سے یہ شبہ مٹا دین۔ اور اپنی یہ فکر دور کرین جس سے اس وقت عیش مین خلل پڑ گیا"۔ مگر واثق نے اس کا خیال نہ کیا اور دیر تک دونون مل مل کے روتے رہے۔ اس کے بعد آنکھون سے آنسو پونچھے اور اپنی جگہ قرار سے بیٹھے۔ اور خدام نے خلیفہ کے اشارے پر رو پیون اشرفیون کے توڑے اور قیمتی کپڑون کے تھانون کی کشتیان فریدہ کے سامنے لاکے رکھ دین۔ پھر ایک خادم ایک صندوقچہ لایا۔ اور اُسے کھول کے ایک ایسا بے بہا موتیون کا ہار

کالا کہ مین نے زندگی بھر نہین دیکھا تھا۔ اُس ہار کو واثق نے خود اپنے ہاتھ سے فریدہ کے گلے مین ڈال دیا

اس کے بعد ایک خادم نے دس ہزار درہمون کے توڑے اور تھانون کے پانچ خوان مجھے دیے۔ جس کے بعد ہم سب پھر عیش و طرب مین مصروف ہو گئے اور پہلے سے زیادہ لطف صحبت اُٹھایا۔ یہان تک کہ رات ہو گئی۔ صحبت ختم ہوئی اور وہ سب سامان دولت لے کے مین اپنے گھر واپس آیا۔

اس کے تھوڑے زمانے کے بعد خلافت مین انقلاب ہو گیا اور ۲۳۲ھ مین واثق کا دوسرا بھائی جعفر المتوکل علی اللہ کا لقب اختیار کر کے وارث سریر عباسی ہوا اور مین اُسی طرح ہفتہ مین ایک بار اُس کا بھی ندیم صحبت ہونے لگا۔ اور اس دور مین بھی ایک بار بعینہ وہی واقعہ پیش آیا کہ میرا باری کا دن نہ تھا۔ اور مین گھر مین بے فکر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ یکایک شاہی چوبدارون نے آ کے پکڑ لیا۔ اور کہا چلو۔ فوراً حاضری کا حکم ہے۔ ایک منٹ کی بھی تاخیر نہ ہونی چاہیے۔" وہان گیا تو خداے ذوالجلال وہ لوگ مجھے اُسی قصر مین اُسی راستہ سے خاص اُسی کمرے مین لے گئے جہان واثق اور فریدہ سے ملا تھا۔ اب سامنے جا کے کیا دیکھتا ہون کہ اُسی جگہ اور اُسی تخت پر متوکل بیٹھا ہے۔ اور اُس کے پہلو مین فریدہ ہر جوڑا وڑھی اور کالا پھلا لیے ہوے ہے۔ مین خلیفہ سے آنکھین دوچار ہوتے ہی آداب بجا لایا۔ اور اُس نے میری صورت دیکھتے ہی کہا "دیکھو اِس ظالم نے میری کیا حالت کر رکھی ہے؟ کل سے خوشامد کر رہا ہون کہ کچھ گاؤ۔ مگر ایک نہین سنتی۔ تم کو خدا نے ملا دیے پھسلانے کا اچھا سلیقہ دیا ہے۔ تم ہی کچھ سمجھاؤ۔" یہ عبرتناک منظر دیکھتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ جیسے زمین میرے پاؤن کے نیچے سے نکل گئی۔ دل چاک چاک ہو گیا۔ مگر لیاس خاطر دکھانے کے لیے مین نے فریدہ سے کہا "بیوی تمھین ہو کیا گیا ہے؟ امیرالمومنین کہتے ہین اور تم نہین سنتین؟ جانتی بھی ہو یہ کون ہین؟ یہ میری اور تمھاری اور تمام دنیا کی جان کے مالک ہین۔ مین تمھین اپنی جان کی قسم دلاتا ہون کہ ضرور میرے کہنے سے" فریدہ نے سرود کو سنبھال کے دو شعر گائے جن کا مضمون بے ثباتی عالم تھا۔ اور اُن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ موت آج ہی کل مین صبح یا شام

آنے کو ہے۔ لہذا اس عیش کا کوئی اعتبار نہیں۔

لیکن اس عبرت ناک شعر کے گانے ہی پر فریدہ نے بس نہیں کی۔ ان اشعار کا اُس کے دل پر کچھ ایسا حسرت ناک اثر پڑا کہ پوری طرح جی کھول کے گانے بھی نہ پائی تھی کہ جوش میں آ کے بے اختیار سرود کو زمین پر ٹپک دیا۔ اور چلا چلا کے اور رو رو کے "ہائے میرے آقا! ہائے میرے آقا!" کہتی ہوئی اُٹھ کے چلی گئی۔ اُس کی یہ حالت دیکھ کے متوکل ہکا بکا رہ گیا اور میری طرف دیکھ کے حیرت سے پوچھنے لگا "یہ کیا آفت ہے؟" میں نے عرض کیا "خدا کی قسم غلام نہیں جانتا کہ کیا بات ہے"۔ بولا "تو بتاؤ میں کیا کروں؟" میں نے کہا "غلام کی رائے تو یہ ہے کہ امیر المومنین مجھے اپنے گھر واپس جانے کی اجازت دیں۔ اور اسے واپس کر کے صاحب جمال کنیزوں کے ساتھ بلوائیں۔ امید ہے کہ اُسوقت یہ حضور کا حکم بجا لائے گی۔ اور حضور کی صحبت عیش میں خلل نہ پڑے گا"۔ متوکل نے اس مشورے کے مطابق مجھے رخصت کر دیا۔ اور پھر مجھے نہیں معلوم کہ کیا واقعات پیش آئے۔

یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کے بعد فریدہ کب تک زندہ رہی اور کب اُس نے اپنی بے مزہ اور حسرت ناک زندگی ختم کی۔ لیکن متوکل البتہ واثق کے دیکھتے بہت زمانے تک زندہ رہا۔ اس لیے کہ واثق ۲۳۲ھ میں اورنگ نشین خلافت ہو کے پانچ ہی سال بعد آخر ۲۳۲ھ میں مرگیا۔ اور متوکل اُس کے بعد تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوا تو کچھ کم پندرہ سال سلطنت کر کے ۲۴۷ھ میں اپنے ترک سرداران فوج کے ہاتھ سے مارا گیا۔

ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

لیکن باوجود اس کے کہ علوم عربیہ کے بڑے بڑے علمائے گران پایہ لکھنؤ کی خاک سے پیدا ہوئے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عربی کی تعلیم مقتدایان امت اور پیشوایان ملت تک محدود تھی۔ ہندوستان میں درباری زبان فارسی تھی۔ ملازمت حاصل کرنے اور مہذب و معزز صحبتوں میں چمکنے کے لیے یہاں فارسی کی تعلیم بخوبی کافی خیال کیجاتی تھی۔ اودھ ہی نہیں سارے ہندوستان میں ادبی و اخلاقی ترقی کا ذریعہ صرف فارسی

فرما گئی تھی۔ مسلمان تو مسلمان اعلیٰ طبقہ کے ہندوؤن کا عام رجحان فارسی ادب انشا کی طرف تھا۔ یہان تک کہ اعلیٰ درجہ کی انشائین ہندو مصنفون ہی کے قلم سے مرتب ومدون ہوئی تھین۔ ٹیک چند بہار نے بہار عجم کی سی لاجواب کتاب تصنیف کر دی جو مصطلحات زبان فارسی کا ایک بے عدیل و نظیر ذخیرہ ہے۔ اور جس مین ہر محاورے کی سند مین اہل زبان کے بیشمار اشعار پیش کر دیے گئے ہین۔ لکھنؤ کے ابتدائی عروج مین ملا فائق اور پھر مرزا قتیل کا نام مشہور ہوا جو ایک زمانہ فارسی دان تھے۔ وہ خود تو غداقت کرتے کہ بوسے کیا ہم مسلمان کرو۔ مگر سچ یہ ہے کہ فارسی کی تعلیم اُس کے شوق اور کمال فارسی دانی کی آرزو نے اُنھین مسلمان ہونے پر مجبور کر دیا۔ اُنھون نے اسی شوق مین ایران کا سفر کیا۔ برسون شیراز و اصفہان اور طہران و آذربائجان کی خاک چھانی۔ اور ادب فارسی کے اس اعلیٰ کمال کو پہونچ گئے کہ خود اہل زبان بھی ایسے باکمال زبان دان پر حسد کرین تو تعجب کی بات نہین ہے۔

مرزا غالب نے جو بیجا مرزا قتیل پر حملے کیے ہین بے شک مرزا غالب کا مذاق فارسی نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا وہ اس اصول پر بار بار زور دیتے تھے کہ سوا اہل زبان کے کسی کا کلام سند نہین ہو سکتا۔ مگر اُن کے زمانے مین چونکہ اودھ سے بنگالے تک لوگ قتیل کے پیرو تھے۔ اور بات بات پر قتیل کا نام لیا جاتا تھا اس لیے مرزا غالب کو اکثر طیش آ گیا۔ اور جب پیروان قتیل نے اُن کی خبر لینا شروع کی تو کہنے لگے۔

فیضے از صحبت قتیلم نیست | رشک بر شہرت قتیلم نیست
مگر آنا کہ فارسی دانند | ہم برین عہد و رائے و پیمانند
کہ ز اہل زبان نبود قتیل | ہرگز از اصفہان نبود قتیل
لاجرم اعتماد را نسزد | گفتہ اش استناد را نسزد
کین زبان خاص اہل ایرانست | مشکل ما و سہل ایشان است
سخنست آشکار و پنہان نیست | دہلی و لکھنؤ ز ایران نیست

مگر اس سے یہ نہین نکلتا کہ قتیل نے فارسی دانی مین جو کوششین کی تھین اور اس مین واقفیت و کمال حاصل کرنے مین جو زندگی صرف کی تھی وہ بالکل بیکار تھی۔ اس بات کے ماننے مین کسی کو عذر نہین ہو سکتا کہ قتیل کا کوئی دعوی جب تک

وہ اہل زبان کی سند نہ پیش کرین قابل تسلیم نہین ہے۔ اور نہ خود قتیل کے ذہن مین کبھی یہ خیال گزرا ہوگا۔ لیکن اس کی خصوصیت قتیل ہی کے ساتھ نہین ہندوستانی کا کوئی شخص بجاے خود سند نہین ہو سکتا۔ خود مرزا نوشہ غالب بھی کوئی فارسی کا محاورہ بغیر اہل عجم سے ثبوت پیش کیے نہین استعمال کر سکتے۔ ہندوستانی فارسی دانون کا اگر کچھ وقار قائم ہو سکتا ہے تو صرف اس بنا پر کہ کلام فارسی مین اُن کی نظر وسیع ہے۔ اور ہر ہر لفظ کے صحیح محل استعمال سے واقف ہین۔ اور اس حیثیت سے سچ پوچھیے تو غالب کے مقابلہ مین قتیل کا پایہ بہت بلند تھا۔ غالب زندگی بھر ہندوستان کی خاک چھانتے رہے۔ اور اس کے ساتھ طلب معاش مین سرگردان رہے قتیل کو اطمینان کا زمانہ ملا تھا۔ اور مدتون خاک پاک ایران مین رہ کے گانون گانون کی ٹھوکرین کھاتے پھرے تھے۔

بہر تقدیر لکھنؤ کی فارسی دانی کا آغاز قتیل سے ہوا۔ اور اُن سے کچھ پہلے ملا فائق نے جن کا خاندان آگرہ سے آکے مضافات لکھنؤ مین بس گیا تھا ادب و انشاے فارسی اور فارسی نظم و نثر مین اعلی درجہ کی بے نظیر کتابین تصنیف کین فارسی گو اور فارسی دان ہندوستان مین ان سے پہلے بھی گزرے تھے۔ مگر فارسی دانی کے ساتھ زبان فرس کے اصول و ضوابط اور اُس کی نحو و صرف کے مدون کرنے کا شوق پہلے پہل لکھنؤ ہی مین شروع ہوا۔ اور وہ اُنھین کے قلم سے ظاہر ہوا۔ اُن کی کتابین اگر سچ پوچھیے تو بے مثال و لاجواب ہین۔

اس کے بعد فارسی یہان کی عام تعلیم مین داخل رہی۔ اور نصاب فارسی ایسا بلیغ و دقیق رکھا گیا جو سچ یہ ہے کہ خود ایران کے نصاب سے زیادہ سخت تھا۔ ایران مین جیسا کہ ہر ملک کے لوگون کا معمول ہے سیدھی سادی فصیح زبان جس مین صفائی کے ساتھ خیال آفرینی کیجاے پسند کیجاتی ہے۔ اور اسی قسم کا نصاب بھی ہے۔ ہندوستان مین عرفی و فیضی اور ظہوری و نعمت خان عالی کے ایسے نازک خیال شعرا کا کلام داخل درس کیا گیا۔ ملا طغرا اور مصنف پنج رقعہ کے ایسے دقت پسندون کا کلام پڑھا اور پڑھایا جانے لگا جس سے دعوی کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کی زبان دانی اس آخر عہد مین خود ایران سے بڑھ گئی تھی

اور یہین کے لوگون نے فارسی کی تمام درسی کتابون پہ اعلیٰ درجہ کی شرحین لکھڈالی تھین - اور اُسی کا یہ حیرت خیز نتیجہ ہو کہ جبکہ دنیا کی تمام زبانون کے شعرا اہل زبان ہی کے حلقہ مین محدود رہتے ہین - اور غیر اہل زبان مین اگر دو چار شاعر پیدا بھی ہو جاتے ہین تو اہل زبان مین اُن کا اعتبار نہین ہوتا فارسی کے شعرا ایران سے زیادہ نہین تو ایران کے برابر ہی ہندوستان مین پیدا ہوے - خصوصاً گذشتہ صدی مین جبکہ ترقی و تعلیم کی دنیا مین لکھنؤ کا ڈنکا بج رہا تھا یہان کا بچہ بچہ فارسی گو تھا - جاہل رنڈیون اور بازاری مزدورون کی زبان پر فارسی کی غزلین تھین اور بھانڈ تک فارسی کی نقلین کرتے تھے - قصبات اودھ کے تمام شرفا کا مہذب شغلہ اور ذریعۂ معاش فارسی پڑھانا تھا - اور ایسے اعلیٰ درجے کے دیہاتی فارسی مدرس لکھنؤ کی گلیون مین مارے مارے پھرتے تھے کہ اُن کی زبان دانی پر خود اہل عجم بھی عش عش کر جاتے - اُن کا لب و لہجہ اہل زبان کا سا نہ ہو مگر فارسی کے محاورون اور بندشون اور الفاظ کی تحقیق و تدقیق مین اِن کو وہ درجہ حاصل تھا کہ معمولی اہل زبان کو بھی خطرے مین نہ لاتے تھے -

لکھنؤ مین فارسی کا مذاق جسقدر بڑھا ہوا تھا اُس کا اندازہ لکھنؤ کی اُردو زبان سے ہو سکتا ہو - جہلا اور عورتون تک کی زبان پر فارسی کی ترکیبین بندشین اور اضافتین موجود ہین - اور لکھنؤ کی زبان پر حملہ کرنے والون کو اگر کوئی اعتراض اتنے دنون مین مل سکا ہے تو وہ صرف یہ ہو کہ اس مین فارسی اعتدال سے زیادہ بڑھ گئی ہو - لیکن اُس دور کے معیار ترقی کے لحاظ سے یہی چیز لکھنؤ کی زبان کی خوبی اور اُس کی معاشرت کے زیادہ بلند ہو جانے کی دلیل تھی - خود دہلی مین زبان اُردو کی ترقی کے جتنے دور قائم کیے جائین اُن مین بھی اگلے پچھلے دور کا امتیاز صرف یہی ہو سکتا ہو کہ پہلے کے بہ نسبت بعد والے مین فارسی کا اثر زیادہ ہو -

مسلمانون کی طرح ہندو بھی فارسی مین نمود حاصل کر رہے تھے - اگرچہ یہ امر دولت مغلیہ کے ابتدائی عہد سے ظاہر ہونے لگا تھا - اُس وقت بھی بعض نامور و مستند فارسی دان اور فارسی گو موجود تھے مگر اودھ مین یہ مذاق انتہائی کمال کو

ہونچ گیا تھا - چنانچہ جیسے باکمال فارسی دان ہند و سواد لکھنؤ مین موجود تھے کہین نہ تھے - کائستھون اور کشمیری پنڈتون نے تعلیم فارسی کو اپنے لیے لازمی قرار دے لیا تھا - اور یہان تک ترقی کی کہ کشمیری پنڈتون کی تو مادری زبان ہی اُردو ہو گئی اور اُن کی اور مسلمانون کی فارسی دانی مین بہت کم فرق تھا - کائستھ چونکہ یہین کے متوطن تھے اس لیے اُن کی مادری زبان بھاشا رہی مگر فارسی کی تعلیم کائستھون کے رگ و پے مین اس قدر سرایت کر گئی تھی کہ نہایت ہی بے اعتدالی اور بے ربطی کے ساتھ محاورات فارسی کو استعمال کرنے لگے - جو بات کہین کے ہندؤون مین نہ تھی - اُن دنون لوگ کائستھون کی زبان کا مضحکہ اُڑایا کرتے تھے - مگر سچ یہ ہے کہ بجائے مضحکہ اُڑانے کے اُن کی قدر کرنی چاہیے تھی - اس لیے کہ اُن کی زبان اُن کی علمی ترقی کی دلیل تھی - جس طرح آج کل انگریزی لفظون کے جا و بیجا استعمال کو انگریزی دان اپنی علمی ترقی کا ثبوت خیال کرتے اور نہایت بدتمیزی سے انگریزی الفاظ اپنی زبان مین بھرتے چلے جاتے ہین -

لکھنؤ مین اُن دنون فارسی کے صدہا نثار اور شاعر موجود تھے - اور اردو کی طرح برابر فارسی مشاعرون کا بھی سلسلہ جاری تھا - فارسی شرفا ہی نہین عوام الناس تک کا شعار و دثار بن گئی تھی - اور اب باوجودیکہ فارسی درباری زبان نہین باقی رہی اور حکومت کی مسند پر اردو زبان قابض و متصرف ہو گئی ہے مگر مہذب سوسائٹی پر آج تک فارسی کا سکہ جما ہوا ہے اور عام خیال یہی ہے کہ فارسی مدارس و مکاتب سے نکل گئی - اور تحصیل معاش کے لیے اس کی ضرورت نہین باقی رہی مگر انسان بغیر فارسی پڑھے مہذب سوسائٹی مین بیٹھنے کے قابل نہین ہو سکتا - اور نہ صحیح معنون مین انسان کامل بن سکتا ہے -

انگلستان مین فرانس کی زبان کبھی درباری زبان تھی - اب اگرچہ مدت ہوئی کہ وہ دربار سے نکال دی گئی مگر معاشرت اور اخلاقی ترقی آج بھی وہان

بغیر فرانسیسی زبان کے سیکھے نہین حاصل ہو سکتی - کھانے پینے - اُٹھنے بیٹھنے - پہننے اوڑھنے ہنسنے بولنے - غرض زندگی کے تمام اسلوبون پر فرانسیسی کی حکومت اب تک ویسی ہی موجود ہے - اور لڑکیان بغیر فرنچ زبان حاصل کیے شایستہ ہی بیان نہین ہو سکتین یہی حال لکھنؤ کا ہے کہ فارسی دربار سے گئی - مدارس سے گئی - حاوکتابت سے گئی - مگر معاشرت کے تمام شعبون پر اب تک حکومت کر رہی ہے - وہ بے فارسی کی تعلیم پائے نہ ہمارا مذاق درست ہو سکتا ہے اور نہ ہمین بات کرنے کا سلیقہ آ سکتا ہے -

مٹیا برج (کلکتہ) مین آخری محروم القسمت تاجدار اودھ کے ساتھ جو چند لوگ وہان جا کے سکونت پذیر ہو گئے تھے اُن مین کوئی پڑھا لکھا نہ تھا جو فارسی نہ جانتا ہو - دفتر کی زبان فارسی تھی - اور ہندو مسلمانون مین صدہا فارسی گو شاعر تھے - عورتین تک فارسی مین شعر کہتی تھین - اور بچہ بچہ فارسی زبان مین اپنا مطلب ادا کر لیتا تھا -

موجودہ لکھنؤ مین اگرچہ فارسی کی تعلیم بہت کم ہو گئی ہے اور ہندوؤن نے تو اُسے اس قدر چھوڑ دیا کہ وہ کایستھون کی زبان ہی خواب و خیال ہو گئی جن کا زبان دانی کی صحبتون مین مضحکہ اُڑایا جاتا تھا اور مدتون تک اُس فارسی آمیز زبان کی نقلین کرتے تھے مگر پھر بھی پرانے بزرگون اور خصوصاً مسلمانون مین بہت کچھ فارسی کا مذاق موجود ہے - اس لیے کہ اُنکی اردو دانی ہی ایک حد تک اُن کے لیے فارسی دانی کا ذریعہ بن جاتی ہے - مسلمانون مین اب تک خواجہ عزیزالدین صاحب کا ایسا محقق فارسی اگلی بزم سخن کے یاد دلانے کو پڑا ہوا ہے جو اپنے کمال کے لحاظ سے سارے ہندوستان مین یکتا ہے - اور پرانے سن رسیدہ ہندوؤن مین بھی متعدد فارسی کے اسکالر ملین گے جن کا ایک نمونہ سندیلہ کے راجہ درگا پرشاد صاحب ہین جن کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ زمانہ بدل گیا - زمین و آسمان بدل گئے - آب و ہوا بدل گئی - مگر وہ آج تک وہی ہین - فارسی دانی کی داد دینے اور لینے کو موجود ہین - اور اگلی تاریخ کے ایک کرم خوردہ ورق کی طرح چومنے چاٹنے اور آنکھون سے لگانے کے قابل ہین -

قیامت کب آئے گی؟

مرزا معصوم اس صحبت سے منغص ہوئے گئے تو کچھ دیر تک بی بی نظیر کی اداؤن اور اُن کا فرماجرائیون کا خیال دل و دماغ پر غالب رہا۔ مگر جیسے ہی حُسن کی قوت کمزور پڑی پھر اُسی قیامت کی اُدھیڑ بُن مین لگے ہوے تھے۔ بس یہی دھن تھی کہ "قیامت کب آئے گی"۔ کسی کو صاحب علم محقق اور واقف کار سُن پاتے عام ازین کہ یہ اپنے خیال کا ہو یا نئے خیال کا اُس کے پاس دوڑے جاتے اور یہی سوال پیش کر دیتے کہ "قیامت کب آئے گی"۔ صدہا آدمیون کے پاس گئے۔ مگر کوئی اُن کے دل کی تشفی نہ کر سکا۔ آخر اُن کی یہ جستجوے لاحاصل مشہور ہونا شروع ہوئی۔ اور دھن جنون کے درجے کو پہونچ گئی۔

اتفاقاً اُن کا یہ سوال ایک رند مشرب بزرگ کے گوش گذار ہوا جو بڑے بے تکلف زندہ دلون مین تھے اور ہنسی مذاق پر آتے تو نہ مذہب کی پروا کرتے نہ اصول اخلاق و آداب کی۔ وہ بالطبع ایسے لوگون کو خود ہی ڈھونڈھتے پھرتے تھے جو بنانے کے قابل ہون اور جن مین بننے کی صلاحیت ہو۔ مرزا معصوم کا ذکر سنتے ہی اُنھین شکار ہاتھ آیا اور شوق ملاقات مین دوڑے گئے۔ مرزا معصوم کی اب یہ حالت تھی کہ لوگ اُن کے سایے سے بھاگتے۔ دور سے صورت دیکھی اور ادھر اُدھر کترا گئے۔ اب ایک مہذب و شائستہ وضع کے بزرگ خود اُن کے مشتاق بن کے آئے تو نہایت ہی اخلاق سے ملے۔ بیحد تعظیم و تکریم کی۔ اور خاطر تواضع کے فرائض بجا لانے کے بعد کہنے لگے "حضرت کیا عرض کرون کہ کیسی سرگردانیون مین مبتلا ہون۔ مدت سے ایک فکر دامنگیر ہے جس سے چھٹکارا نہین نصیب ہوتا۔ کس کس کے پاس گیا۔ اور کہان کہان کی خاک چھانی۔ مگر ہنوز روز اول ہے"۔

رند مشرب۔ "خیریت تو ہے؟ آخر وہ کون سی فکر ہے جس نے دشمنون کو اس قدر پریشان کر رکھا ہے؟"

مرزا معصوم۔ "حضرت یہ معمہ کسی طرح نہین حل ہوتا کہ قیامت کب آئے گی؟"

رند مشرب۔ "تو اپنی ان ناکامیون سے آپ نے کیا نتیجہ نکالا؟" جواب اِس کے

کیا ہو سکتا تھا کہ کچھ نہیں"

رند مشرب - "تو پھر اب کس بات کی فکر ہے؟ یہ نتیجہ تو حاصل ہو گیا کہ کچھ نہیں"

مرزا معصوم "اس نتیجہ سے کیا اطمینان ہو سکتا ہے؟"

رند مشرب - "معلوم تو ہو گیا کہ قیامت بھی فتنہ ہے اک تری ٹھوکر کا مگر یہ بھی نہیں"

مرزا معصوم - میں شاعروں کی باتوں میں نہیں آتا" رند مشرب - "شاعری ہو یا فلسفہ جس چیز کی نسبت باوجود مدتوں جستجو کرنے کے کچھ پتہ نہ چلے سمجھ لینا چاہیے کہ اصل میں کچھ نہیں ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ قیامت کبھی نہ آئے گی"

مرزا معصوم - "میں کیونکر مان لوں؟ قرآن میں صدہا جگہ موجود ہے - حدیث میں ہزاروں جگہ ذکر آیا ہے - وعدے پر وعدے ہو رہے ہیں - اللہ میاں دھمکیوں پر دھمکیاں دے رہے ہیں - اور آپ کہتے ہیں کبھی نہ آئے گی"

رند مشرب - "بس اللہ میاں کی دھمکیاں ہی دھمکیاں ہیں"

مرزا معصوم - "استغفر اللہ! آپ تو مجھے ملحد و بے دین معلوم ہوتے ہیں!"

رند مشرب - "آپ میری نسبت جو رائے چاہیں قائم کر لیں - مگر اتنا بتائے دیتا ہوں قیامت قیامت تک نہ آئے گی"

مرزا معصوم - "معاف کیجیے گا میں ایسے بے دین لوگوں کی صحبت نہیں پسند کرتا"

رند مشرب - "خیر معلوم ہوا کہ آپ کو دُھن بھی ہے - اور جب تک قیامت کا پتہ نہ لگا لیں گے دم نہ لیں گے - اچھا تو اب میں آپ کو بتا دوں گا کہ قیامت کب آئے گی؟"

مرزا معصوم - "ارے ابھی تو آپ قیامت کے قائل ہی نہ تھے - یا اب قائل ہوئے تو ایسے کہ مجھے زمانہ بتانے کو تیار ہیں!"

رند مشرب - "فقط آزمانے کے لیے انکار کر رہا تھا - اب معلوم ہو گیا کہ آپ کسی کے بہکانے میں نہ آئیں گے"

مرزا معصوم - "تو جناب کب بتائیں گے؟"

رند مشرب - "یہ کوئی آسان بات تو ہے نہیں - صحبت ہی تو چند روز میں آپ پر کھل جائے گا - اور آپ قائل ہو جائیں گے"

مرزا معصوم کی اب یہ حالت ہو گئی تھی کہ ہر شخص کی بات مان لیتے - چنانچہ

ہمارے رند مشرب دوست نے وعدہ کیا تو مدت ہائے دراز کی مایوسیون کے بعد پھر اُن کے دل مین امید کی شمع روشن ہوئی۔ اور اب خود ہی ان بزرگ سے صحبت بڑھانے لگے۔ روز شام کو اُن کے گھر جاتے۔ بہت سے بیفکرون کا وہان مجمع رہتا۔ جوحقے پیتے اور مرزا معصوم کو چٹکیون مین اُڑاتے۔ کبھی اس بات کی تحقیق ہوتی کہ قیامت دن کو آئے گی یا رات کو؟ کبھی کوئی صاحب پوچھ بیٹھتے "کیون صاحب اگر روزہ دن مین قیامت آگئی تو روزے توڑ دینا جائز ہوگا یا نہین؟"

ایک دن اس صحبت مین ایک نئے صاحب تشریف لائے۔ انھون نے جب دیکھا کہ مرزا معصوم پر لوگ آڑیان آرہے ہین۔ اور قیامت ہی کا تذکرہ رہتا ہی تو بولے "آخاہ! شاید آپ ہی وہ بزرگ ہین جنھین ہر دم یہی فکر رہتی ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ مین آپ کا ذکر غیر سُن چکا ہون۔ اور نہایت مشتاق تھا۔ افسوس آپ سے پہلے ملاقات نہ ہوئی۔ ورنہ آپ کو اتنے دنون پریشان نہ رہنا پڑتا۔ مین انشاءاللہ آپ کا اطمینان کردون گا"

مرزا معصوم۔ "کیا آپ کو اِس بارے مین کچھ تحقیق ہے؟"

نئے صاحب۔ "جی بہت کچھ۔ مگر یہ صحبت اُس کے لیے موزون نہین ہے۔ کبھی اطمینان سے تنہائی مین ملاقات ہوئی تو آپ کے تمام شبہات مٹادونگا"

اس جواب پر مرزا معصوم بہت خوش ہوئے۔ اور کہا "توجب فرمائیے مین جناب کے دولت خانے پر حاضر ہون"

نئے صاحب۔ "آپ کو میرا مکان مشکل سے ملے گا۔ جس دن موقع ملا مین خود ہی آپ کو آکے لے جاؤن گا" مرزا معصوم نے التجا کے لہجے مین کہا "تو عجلت فرمائیے۔ مین بہت دنون سے پریشان ہون۔ اور اب صبر کی تاب و طاقت نہین ہی" نئے صاحب نے فرمایا "آپ گھبرائین نہین۔ انشاءاللہ بہت ہی جلد انتظام ہوجائے گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو قیامت کا پورا حال معلوم ہوجائے گا۔ اور یہ سارے شبہات آپ کے دل سے نکل جائین گے"

مرزا معصوم۔ "اتنا تو بتا دیجیے کہ مجھے کتنے دنون انتظار کرنا پڑے گا؟"

نئے صاحب - "زیادہ نہیں - کوئی ایک ہفتہ مین آپ کا اطمینان ہو جائے گا"

اس موقع پر تمام حاضرین صحبت نے چلا چلا کے اور زور و شور سے کہنا شروع کیا "ہان بس آپ ہی سے اِن کی آرزو پوری ہو سکے گی" نئے بزرگ نے جوش مین آ کے فرمایا "مرزا صاحب ہی پر موقوف نہیں - مین آپ سب صاحبون کو بھی حشر و نشر کا تماشا دکھا سکتا ہون" سب نے ہاتھ جوڑ کے کہا "ہمین معاف ہی رکھیے - ہم تو قیامت کے نام سے ڈرتے ہین - ہماری مجال ہے کہ قیامت کے مشتاق بنین؟"

اب یہ صحبت ختم ہو گئی - اور مرزا معصوم کا ایک ہفتہ عجب کشمکش و پیچ و تاب مین بسر ہوا - اسی اُدھیڑ بُن مین تھے کہ یہ نئے بزرگ کیا بتائین گے؟ اور کیونکر میرے دل کو اطمینان دلائین گے - ظاہر مین نہ کوئی بڑے عالم و فاضل ہین نہ اہل دل و ولی اللہ - پھر یہ راز اُن سے کیونکر حل ہو گا؟ ہر طرف سے تھک کے یہ خیال ہوتا کہ "معلوم ہوتا ہے یہ بھی نواب بتن صاحب کی طرح کوئی دلگی کی حرکت کرین گے - خیر مضائقہ نہیں - یہ بھی لطف سے خالی نہ ہو گا - اور مین تو اب ضحوکۂ روزگار بنا ہی ہوا ہون - جس کا جی چاہے ہنس لے - مسخرا بنا لے"

انھین فکرون مین تھے کہ ٹھیک آٹھوین دن وہ بزرگ صبح سویرے اُن کے گھر پر آئے - اور کہا "چلیے - آج مجھے خدا خدا کر کے موقع ملا ہے - اور خدا نے چاہا تو آج کے بعد پھر آپ کو قیامت کے متعلق کوئی شبہہ نہ رہے گا" یہ مژدۂ جان فزا سنتے ہی مرزا معصوم ہنسی خوشی اُٹھ کھڑے ہوئے - اور اُن کے ساتھ روانہ ہوئے - وہ بزرگ اپنے ساتھ گاڑی پر بٹھا لے شہر سے باہر نکال لے گئے - اور ایسی سڑکون پہ سے گذرے جن سے مرزا صاحب بالکل ناآشنا تھے - پھر ایک بڑے بھاری اور نہایت ہی وسیع مکان کے دروازے پر گاڑی روک کے اُترے - ایک چھوٹی سی کوٹھی مین جو بہت ہی صاف خاموش اور پُرتکلف سامان سے آراستہ تھی لے جا کے بٹھایا - اور ادھر اُدھر کی باتین کرنے لگے - اپنے ساتھ میز پر بٹھا کے کھلایا پلایا - اتنے مین ایک شخص نے آ کے اُن بزرگ کو ادب سے سلام کیا - اور انھون نے پوچھا "وہ انتظام جو مین نے

کہا تھا ہو گیا؟"

شخص۔"جی ہان ہو گیا" اب مرزا معصوم کھانا کھا کے ہاتھ دھونے کے لیے اُٹھے۔ اور اُن کے میزبان اور تازہ وارد شخص مین چپکے چپکے کچھ باتین ہوتی رہین۔ مرزا صاحب تولیے مین ہاتھ پونچھتے ہوے واپس آئے۔ اور کہنے لگے "مین سمجھا تھا کہ آج آپ نے اور تمام کامون سے فرصت کر لی ہو گی اور تنہا بیٹھ کے قیامت کے معاملہ مین بحث فرمائین گے"

نئے صاحب۔"جی ہان مین نے یہی انتظام کیا ہے کہ آج قیامت کا ثبوت دینے اور اُس کا وقت بتانے کے سوا اور کوئی کام نہ ہو۔ مگر اُس کے لیے یہ مقام موزون نہین ہے۔ آپ ان کے (تازہ وارد کی طرف اشارہ کر کے) ساتھ تشریف لے چلین۔ مین بھی ایک ضروری کام کر کے پانچ منٹ مین آ جاؤن گا" مرزا معصوم نے "بہتر" کہا اور اُس شخص کے ساتھ روانہ ہو لیے

وہ اُنھین سنسان اور وحشتناک راستہ سے ایک بڑے مکان مین لے گیا۔ جس کے اندر جا کے مرزا معصوم نے دیکھا کہ اِس سرے سے اُس سرے تک سیکڑون قبرین بنتی چلی گئی ہین۔ اور عجیب خوفناک تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ ناگہان اُس کے سب دروازے بند ہو گئے۔ اور ایسا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو گیا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھائی دیتا تھا۔ اب یکایک چارون طرف سے ایک عجیب قسم کا شور بلند ہوا جس سے کان اُڑے جاتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ صدہا بادل گرج رہے ہین۔ اسی اثنا مین اُنھون نے سُنا کہ اِس شور و ہنگامے کے اندر سے کسی نے پُر جلال آواز مین کہا۔ "در توبہ بند ا" مرزا معصوم کے حواس باختہ تھے کہ چارون طرف سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ اور اُن کی روشنی مین نظر آیا کہ مُردے اُن قبرون سے نکل نکل کے ادھر اُدھر بدحواس بھاگ رہے ہین اور پناہ لینے کے لیے ایک دوسرے سے لپٹنا چاہتے ہین۔ مگر جو جس کے پاس جاتا ہے وہ اُسے نہایت ہی مضطربانہ طور پر پیچھے ڈھکیل دیتا ہے۔ اور اُس کی صورت سے اِس طرح وحشت کھا کے بھاگتا ہے جیسے کوئی کسی بھوت یا دیو کو دیکھ کے بھاگے۔ اس حادثہ کے مرزا معصوم کے حواس جاتے رہے۔ اور جس شخص کے ساتھ آئے تھے

گھبرا کے پکارا۔ اندھیرے مین اُس کی صورت تو نہین دکھائی دیتی تھی مگر یقین واثق تھا کہ پاس کھڑا ہوگا۔ لیکن اُس سے کچھ جواب نہ ملا۔ اور اتنے مین آگ کا ایک بڑا بھاری لوکا اُن طرف آیا جس کی روشنی مین معلوم ہوا کہ اُس کا پتہ نہین۔ اور خود آگ کی لپک سے بھُنے جاتے ہین۔

بدحواس ہو کے مرزا صاحب نے ایک چیخ ماری کہ "ہائے قیامت آگئی!" اور ساتھ ہی کسی نے پیچھے سے اُن کے بائین ہاتھ مین ایک کاغذ دیدیا۔ اب انھین بالکل قیامت کا یقین تھا۔ بے تحاشا رونے لگے کہ ہائے مین بڑا گنہگار اور سخت مجرم ہون۔ نامۂ اعمال پیچھے سے ملا اور بائین ہاتھ مین۔ اس سے بڑا ثبوت اپنے مجرم ہونے کا کیا ہو سکتا ہے؟ گھبرا کے اُس کاغذ کو جھٹک کے پھینک دیا۔ اور رو رو کے دعا کرنے لگے "خدایا خدایا! مین بڑا گنہگار ہون! مجھے اس عذاب سے بچا۔ اب میری نجات کی کوئی صورت نہین معلوم ہوتی" اتنے مین پھر کان مین آواز آئی کہ "در توبہ بند ہے"

اب شعلے اور لو کے مرزا صاحب کے قریب ہوتے جاتے تھے۔ اُن کی گرمی و حدت بھونے ڈالتی تھی۔ اُن کی تاریک اور ڈراونی روشنی مین جو لوگ اپنی طرف آتے اور لپکتے نظر آتے اُن کے چہرے سیاہ اور ڈھلیے مہیب تھے۔ اُن کے ہاتھون مین آتشین گرز تھے۔ اور اُس وحشتناک جالے مین معلوم ہوتا کہ وہ انسان نہین بلکہ آگ اور دھوین کے بنے ہوے پتلے ہین۔ ابھی تک تو یہ لوگ فاصلہ ہی پر سے اُن کی طرف جھپٹتے نظر آتے تھے اور اُن کی صورتین دیکھتے ہی مرزا صاحب سہم سہم کے آنکھین بند کر لیتے۔ اور بیچ بیچ کے بند رکھنا چاہتے مگر آپ سے آپ کھل جاتین۔ اور پھر وہی روح فرسا منظر نظر کے سامنے ہو جاتا۔ لیکن اب یکایک ایک شخص آتشین گرز لیے ہوئے سر پر آگیا۔ اور ایک آتشین گرز رسید کر دیا۔

اس ضرب سے اُن کو کچھ زیادہ چوٹ تو نہین لگی مگر دل و دماغ نے بالکل جواب دیدیا۔ اور غش کھا کے زمین پر گر پڑے۔ بہت دیر کے بعد ہوش آیا تو نہ وہ شور محشر تھا اور نہ عرصۂ محشر۔ شام کا وقت تھا۔ آفتاب غروب

ہو رہا تھا۔ طیور سر پر ہنگامہ مچا رہے تھے۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو بیرونی شہر کے ایک وحشت ناک قبرستان کے اندر ایک ٹوٹی قبر مین پڑا پایا۔ گھبرا کے اُٹھے۔ اور وحشت نے زور کیا تو بے تحاشا اُٹھ کے بھاگے۔ اور قریب کی ایک سڑک پر پہونچے۔ راہگیرون سے پوچھا کہ ہم کہان ہین۔ اور معلوم ہوا کہ اپنے شہر کے قریب ہی ہین۔ چند دیہاتیون کے ساتھ اپنے گھر مین آئے۔ اور حیران تھے کہ یہ کیا آفت تھی۔ کچھ کھانے پینے اور بعض مفرحات کے استعمال سے ہوش و حواس تو بخوبی درست ہو گئے مگر اس بات کا یقین دل مین موجود تھا کہ قیامت آ گئی۔ مگر پھر کہتے کہ قیامت آگئی تو دنیا مین امن و امان کیون ہے؟ اور تمام لوگ اس بیفکری سے اپنے کاروبار مین کیون مصروف ہین؟ کیا یہ قیامت فقط میرے ہی لیے تھی؟ صد ہا اشتباہات دل مین پیدا ہوئے۔ مگر قیامت آنے کا یقین دل سے نہ نکلتا۔ اور کہتے "خدا قیامت کے مسئلہ کو راز رکھنا چاہتا ہے۔ رسول خدا صلعم سے کفار نے لاکھ پوچھا مگر آپ نے نہ بتایا۔ اب مین نے جو اس راز سرمدی اور رمز صمدی کو زبردستی معلوم کرنا چاہا تو خدا نے سزا دہی کے طریقہ سے مجھے عرصۂ حشر کا سمان دکھا دیا۔ مگر پھر بھی اپنی شفقت و مرحمت سے بڑا فضل و کرم کیا کہ اس مہیب مقام سے نکال کے پھر اپنے گھر پہونچا دیا۔ آہ! میری بڑی غلطی تھی جو رموز ربانی کے حرم مین گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خداوندا! توبہ کی اور پھر مجھ سے ایسا قصور نہ ہو گا۔ اور اس سے یہی کیا کم فائدہ ہوا کہ مجھے اپنے اعمال معلوم ہو گئے۔ اپنی حالت سے تنبہ ہو گیا۔ آہ! اُس وقت کی یہ صدا اے عنیب کس قدر حوصلہ شکن تھی کہ "در توبہ بند" مین ہمیشہ کے لیے قعر جہنم مین پہونچ گیا ہوتا۔ مگر اُس حضرت رب العزت کی رحمت کام آئی۔ اور معلوم ہوا کہ ابھی میرے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بے شک مین توبہ کرون گا۔ اور کبھی کسی گناہ مین مبتلا ہون گا خصوصاً قیامت کا تو کبھی کسی سامنے نام ہی نہ لون گا"

ساری رات ہمارے دوست مرزا صاحب کو انھیں خیالات مین گزری صبح اُٹھتے ہی عبادت اور زہد و تقویٰ مین مصروف ہو گئے۔ رات دن عبادت کرتے۔ دن کو بلا ناغہ روزے رکھتے۔ اور ساری دنیا و مافیہا سے بے تعلق تھے۔ غرض پورے پورے اسم با مسمّیٰ مرزا معصوم بن گئے۔ انھین اسی خیال مین کئی دن گزر گئے۔ نہ کسی سے ملے۔ نہ کسی کے ہان ملاقات کو گئے۔ اور نہ کوئی اُن سے ملنے کو آیا۔ اور کسی کو خبر نہین کہ وہ کس حال مین ہین۔

ایک ہفتہ کے بعد اپنے بیرونی نشست کے کمرے مین عصر کی نماز پڑھ کے بیٹھے تھے اور افطار کے وقت کا انتظار تھا کہ اُن کے رند مشرب دوست نے آ کے سلام کیا۔ اور کہا "مرزا صاحب مزاج تو اچھا ہے؟ کئی دن سے تشریف کیون نہین لائے؟"

مرزا معصوم۔ "اچھا ہون۔ مگر اب مجھے آنے کی فرصت نہین ہے۔"

رند مشرب۔ "آپ تشریف نہ لائین گے تو قیامت کا مسئلہ کیونکر حل ہو گا؟"

قیامت کا لفظ سنتے ہی مرزا معصوم دل مین کانپ گئے۔ مگر اس خوف کو سینہ مین مخفی رکھ کے کہا "وہ مسئلہ حل ہو گیا۔ اور اب اُس کے دریافت کرنے کی ضرورت نہین باقی رہی۔"

رند مشرب نے نہایت ہی حیرت سے "حل ہو گیا! تو اکیلے حل کر لیا اور ہمین نہ بتایا؟"

مرزا معصوم۔ "اب مہربانی فرما کے اس کا تذکرہ نہ کیجیے۔ میری گذشتہ عمر کی غفلت ہی مجھے زندگی بھر نادم رکھنے کے لیے کافی ہے نہ کہ پھر مین اسی حماقت مین مبتلا ہون؟"

رند مشرب۔ "لیکن آخر کچھ معلوم تو ہو کہ آپ کے مزاج و مذاق مین فوراً اتنا بڑا انقلاب کیونکر ہو گیا ہے؟"

مرزا معصوم۔ "مین کچھ نہین عرض کر سکتا۔ اور امید ہے کہ آپ بھی اس بارے مین مجھ سے کوئی سوال نہ کرین گے؟"

رندمشرب۔ "اچھا مین کچھ نہ پوچھون گا۔ مگر آپ شب کی صحبت مین تو شریک ہوا کیجیے"
مرزا معصوم۔ "افسوس اب مجھے اتنی فرصت ہی نہین کہ احباب مین بیٹھ کے وقت ضائع کیا کرون"
رندمشرب۔ "آخر آپ کے لیے کون سا بڑا کام پیدا ہو گیا ہے؟"
مرزا معصوم (آہ سرد بھر کے) "کام تو ہمیشہ موجود تھا مگر مین کرتا نہ تھا۔ اور اب عہد کر لیا ہے کہ اپنے فرائض سے غافل نہ ہون گا"

رندمشرب اپنے اُس دوست مین جسے روز بنایا کرتے تھے اور آجکل ظرافت بنا رکھا تھا ایسا تغیر عظیم دیکھ کے بہت ہی حیران تھے۔ اور کوئی بات سمجھ مین نہ آتی تھی۔ اتنے مین مغرب کا وقت آ گیا۔ اور مرزا معصوم نے کہا "بس اب خدا حافظ۔ مجھے روزہ افطار کرنا ہے اور نماز پڑھنی ہے۔ انشاءاللہ پھر ملاقات ہو گی" رندمشرب مجبوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور چلتے چلاتے پھر تقاضا کیا کہ کبھی کبھی تو وہان کی صحبت مین آیا کیجیے۔ مگر مرزا صاحب نے کوئی خاص عدہ نہین کیا۔ اور رخصت ہوئے گھر کے اندر چلے گئے۔

اب رندمشرب بزرگ یہان سے چلے تو اسی اُدھیڑ بُن مین تھے کہ یہ کیا اجرا ہے؟ اور مرزا معصوم کی یہ حالت کیون ہو گئی؟ بیسیون وجہین پیدا کرتے اور اطمینان نہ ہوتا۔ گھر پہونچ کے یاران صحبت سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اور سب پر حیرت و استعجاب کا عالم طاری ہو گیا۔ اب ہر شخص اسی معاملہ مین خیال آفرینیان کر رہا تھا کہ وہ نئے صاحب آ گئے جو قیامت کا ثبوت دینے کے لیے مرزا معصوم کو اپنے گھر لے گئے تھے۔ اُنھون نے بیٹھتے ہی پوچھا "آج مرزا معصوم صاحب تشریف نہین رکھتے؟ مین تو اُنھین سے ملنے کو آیا تھا" صاحب خانہ رندمشرب نے مایوسی کے لہجہ مین جواب دیا "حضرت وہ تو نہین ہین" نئے صاحب نے کہا "تو کسی کو بھیج کے اُنھین بلوا لیجیے"

رندمشرب۔ "مین خود گیا تھا۔ مگر اُن مین کچھ ایسا انقلاب عظیم ہو گیا ہے کہ گویا وہ پہلے مرزا معصوم ہی نہین ہین شب و روز نماز روزے عبادت و ریاضت اور زہد و تقوی مین مصروف رہتے ہین"

نئے صاحب۔ (ایک قہقہا مار کے) "اور وہ قیامت کا سوال نہین کرتے؟"

ندمشرب۔ "مطلق نہین۔ سوال کیسا کسی کو اُس کا تذکرہ بھی نہین کرنے دیتے۔"

نئے صاحب۔ (اور زیادہ ہنس کے) "مین نے تو فقط مذاق کیا تھا۔ مگر انہین پورا سبق مل گیا؟"

یہان کسی کو مرزا معصوم کے اُن کے ساتھ جانے کی خبر نہ تھی۔ ان بزرگ نے یہ خیال اپنی زبان سے ظاہر کیا تو سب نے پوچھنا شروع کیا کہ "آخر آپ نے کیا مذاق کیا تھا؟ ہم سب اسی فکر مین تھے۔ اب معلوم ہوا کہ اسے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست"

نئے صاحب۔ (تبختر اور غرور کے لہجے مین) "جی ہان آوردۂ من است بات یہ ہے کہ مین نے اُن سے قیامت کا وقت بتانے اور قیامت کے دکھا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس لیے اپنے جیل مین (یہ یاد رکھیے کہ یہ بزرگ داروغۂ جیل ہین) مین نے اس کا انتظام کیا۔ اور جس دن یقین تھا کہ صاحب نے انہین اُن کو اپنے ساتھ گھر سے لے جا کے فقرہ دے کے ایک شخص کے ہمراہ اندر بھیجا اور قیامت دکھا دی"

ندمشرب۔ (حیرت سے) "آخر کیونکر قیامت دکھائی؟"

داروغۂ جیل۔ "قیدیون کے بڑے بارک مین وہ اُن کو لے گیا جس مین قیدیون کے سونے کے بہت سے چبوترے دُور تک بنے ہوئے ہین۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے سب دروازے بند کر کے اندھیرا گھپ کر دیا گیا۔ اوپر کے ونٹی لیٹر (روشندان) پہلے سے بند کرا دیے تھے۔ ساتھ ہی سیکڑون ٹین کے پیپون اور مختلف آوازون کی چیزون پر لکڑیان مار مار کے لوگون نے ایک ایسا شور و ہنگامہ مچایا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دے۔ یہ سب آوازین مل کے بادل کی گرج کی سی مہیب صدائین پیدا کرتی تھین۔ اسی اثنا مین اندر جا بجا رال اور تیل سے شعلے بلند کیے گئے۔ جن کو پھکنیون سے پھونکا جاتا تو اِدھر اُدھر لپکتے ان کی روشنی مین اُن کو دکھایا گیا کہ قبرون (ان چبوترون) سے مُردے نکل نکل کے بھاگتے ہین جس خدمت پر مت کر

قیدی مامور تھے۔ بہت سے بدصورت اور بدقطع آدمیون کے چہرے کاٹ کاٹ لگا کے اور زیادہ بھیانک بنا دیے گئے۔ اور لوہے کی سلاخون مین کپڑے کے بڑے بڑے لٹو باندھ کے اور تیل مین ڈبو کے گرز آتشین بنائے گئے جن کو وہ مہیب صورتون والے جلا کے ایک دوسرے پر لپکتے تھے۔ اور پکارا جاتا تھا کہ "در توبہ بند" اتنے مین ایک شخص نے مرزا صاحب کی پشت کی طرف سے جا کے اُن کے بائین ہاتھ مین ایک کاغذ دیدیا جسے وہ نامہ اعمال سمجھے۔ اور چونکہ پشت سے اور بائین ہاتھ مین دیا گیا تھا اُنھین یقین ہوگیا کہ میرے اعمال بُرے ہین۔ اُسے سہم کے پھینک دیا۔ اور سمجھے کہ مین دوزخ مین ہون۔ اُسوقت ایک شخص نے ایک آتشین گرز اُن کو مارا اور وہ بیہوش ہوکے گر پڑے۔ تب مین نے اُٹھوا کے اُنھین قریب کے قبرستان مین ایک ٹوٹی قبر کے اندر ڈلوا دیا۔ اور آدمی مقرر کر دیا کہ دور سے دیکھتا رہے جس سے معلوم ہوا کہ شام کے قریب اُنھین ہوش آیا۔ اور اُٹھ کے اپنے گھر گئے"

رند مشرب۔ "افوہ! آپ نے غضب کر دیا۔ مگر اُن کے ساتھ بڑی ہی بے رحمی کی۔ یہ کہیے کہ وہ دل کے مضبوط تھے۔ اور کوئی ہوتا تو مر ہی گیا ہوتا"

دار وغہ جمیل۔ "اُنھین قیامت کا سبق تو مل گیا؟ اب آپ جا کے اُنھین اصلی حالات بتا کے یقین دلا دیجیے کہ یہ سب فریب تھا۔ یہ معلوم ہونے کے بعد اُن کے مزاج مین جو کچھ تغیر ہوا ہے جاتا رہے گا۔ اور پھر وہی پُرانے مرزا معصوم ہو جائین گے"

اس مشورے کے مطابق رند مشرب بزرگ نے دوسرے ہی دن مرزا معصوم سے مل کے بیان کر دیا کہ آپ کو مصنوعی قیامت کیونکر دکھائی گئی اور چاہا کہ اُنھین پھر پُرانے رنگ اور مذاق پر لے آئین۔ مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ اول تو مرزا معصوم کو یقین ہی نہ آتا تھا۔ مگر جب رند مشرب دوست نے قسمین کھائین تو اُنھون نے کہا "اگر یہ فریب بھی تھا تو مجھے اس سے بہت اچھا سبق مل گیا۔ مجھے اپنے حالات اور اعمال معلوم ہو گئے۔ اور تجربہ ہو گیا کہ

اس راز کو خدا نے سربستہ رکھا ہے اُس کا نہ معلوم ہونا ہی مصلحت ہے۔ اور جو کوئی اُس راز کو کھولنا چاہے وہ سوا نقصان اور تکلیف کے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ یہ خیال کسی نہ کسی طریقہ سے میرا اطمینان ہو گیا۔ مین اب قیامت کے بارے مین کسی سے کوئی سوال نہ کرون گا بس اتنا ہی یقین رکھون گا کہ کبھی آئے گی ضرور۔ اور اپنی آیندہ زندگی اس کوشش مین صرف کرونگا کہ قیامت کے دن اگر اچھا نہین تو بُرا بھی نہ رہون۔ اس لیے اب مجھے کسی سے بیکار ملنے جلنے اور دل لگی اور ہنسی مذاق کی صحبتون مین عمر ضائع کرنے کی فرصت نہین ہے"

اس تقریر نے رند مشرب بزرگ کو خاموش کر دیا۔ اور پھر اِس کے بعد مرزا معصوم کسی صحبت مین بہت ہی کم دیکھے گئے۔ اُنھین عبادت سے فرصت ہی نہ تھی۔

چند خیالات و واقعات

ہر ہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال اُن نیک نفس خواتین اور دریا دل فیاضان امت مین ہین جن سے ہندوستان کو بہت فائدہ پہونچ رہا ہے۔ ابھی چند روز ہوئے جناب محتشمہ اپنے تشریف آوری سے لکھنؤ کو سرفراز فرمایا تھا۔ یہان آپ نے اُس مدرسۂ نسوان کو ملاحظہ فرمایا جو جسٹس مولنا کرامت حسین صاحب کے ایثار نفس کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔ اس مدرسہ کی کو کہ بہت کچھ شہرت ہو چکی ہے مگر پھر بھی ابھی بہت سے لوگ ناواقف ہین۔ اور سچ یہ ہے کہ اس زنانی تعلیم گاہ کے اصلی حالات سے مسلمان بالکل واقف نہین۔ اس کا آغاز یون ہوا کہ مولنا کرامت حسین صاحب نے اپنا پورا سرمایۂ عمری اس کی نذر کر دیا۔ اپنے لیے کچھ بھی نہ رکھا۔ اور گویا اب وہ اسی مدرسہ کی خدمت کے لیے جی رہے ہین۔ راجہ صاحب محمود آباد کی دستگیری سے اس کو اور زیادہ مضبوطی حاصل ہو گئی۔ اور اب بیگم صاحبہ کی رونق افروزی نے مولنا کا حوصلہ اس قدر بڑھا دیا کہ اُنھین اپنی کوششون کے بارآور ہونے کا پورا یقین ہو سکتا ہے۔

مولنا کے ایثار کی یہ حالت ہے کہ اس مدرسہ مین شریف لڑکیون کے لیے شریفانہ مذاق کا بورڈنگ ہے جس مین وہ شب و روز رہتی ہین تعلیم و تربیت کے علاوہ اُن کے کھانے پینے اور اُٹھنے بیٹھنے اور اخلاق و معاشرت کی پوری نگرانی کی جاتی ہے۔ تعلیم اور بورڈنگ کے بابت ہر لڑکی سے پانچ روپیہ ماہوار لیے جاتے ہین اور سال بھر مین جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے اُس کا تخمینہ

تقریباً پچیس روپیہ ماہوار ہوتا ہے - مولنا کرامت حسین صاحب کمال اتیا - سے چھوٹی چھوٹی بچیون کو اپنی بیٹیون کی طرح رکھتے ہین اور بے انتہا خائف تھے کہ مصارف کی زیادتی کا انجام کیا ہوگا - بڑی خوشی کی بات ہے کہ بیگم صاحبہ نے بارہ سو روپیہ سالانہ کی باوقعت امداد فرماکے مولنا کا بار کم کردیا - اور اہل وطن نے توجہ کی تو ہم یقین کیساتھ کہہ سکتے ہین کہ یہ مدرسہ ہر حیثیت سے اعلی ترین زنانی درس گاہ ثابت ہوگا - اور اس کی بیحد ضرورت ہے -

مسلمانون نے آنکھیں بند کرکے لڑکون کو مشنری اور گورنمنٹ مدارس مین بھیج بھیج کے جو مذہبی قومی اور معاشرتی نقصان اُٹھالیا اُن کے متنبہ ہونے کے لیے بخوبی کافی ہے اور اگر ذرا بھی سمجھ ہے تو لڑکیون کے بارے مین ایسی غفلت نہ کرین گے - لڑکیون کا معاملہ لڑکون کے دیکھتے بہت نازک ہے - لڑکون کے بگڑ جانے اور تمام قومی و دینی بندشین توڑ دینے پر بھی جو قومی معاشرت باقی رہ گئی اُس کا باعث صرف لڑکیون کا اس آفت سے محفوظ رہنا ہے - اگر خدانخواستہ لڑکیان بھی ویسی ہی تعلیم یافتہ ہوگئیں جیسے تعلیم یافتہ لڑکے ہوئے ہین تو پھر ہندوستان مین نہ اسلام ہی کا پتہ لگے گا اور نہ قومیت کا -

اب زنانے مدرسہ جس کثرت سے کھل گئے ہین اور اُن مین جس بے پروائی سے لڑکیان جانے لگی ہین اس سے بخوبی سمجھ لیا جا سکتا ہے کہ تعلیم نسوان کا روکنا قوت سے باہر ہے - جب ہم لڑکیون کو تعلیم دلانے پر مجبور ہین تو کم از کم اتنا تو خیال رہنا چاہیے کہ اُن کو اُنھیں مدارس مین تعلیم دلائی جائے جو خالص اپنے دین اور اپنی معاشرت کے اعتبار سے پورے ہون -

اس قومی خدمت کو مولنا کرامت حسین صاحب نے غیر معمولی خود فروشی سے انجام دیا اور اب مسلمانون کا کام ہے کہ اُن کے مدرسہ مین دلچسپی لین - اُن سے مراسلت کرین - اُن کو مدد دین - اور اس مدرسہ کو اپنی کفالت مین لے کے ہندوستان کی ایک بے نظیر زنانی درس گاہ بنا دین - مولنا کرامت حسین صاحب تنہا ہین اور ھل من مغیث یغیثنی ،، کا نعرہ بلند کر رہے ہین - اگر یہ آواز نہ سنی گئی تو پھر ہمین اپنی ذات سے کچھ امید نہ رکھنی چاہیے -

ہم وقتاً فوقتاً اس مدرسہ کے حالات سے اپنے ناظرین کو مطلع کرتے رہین گے -

---

- نیل کا سانپ — ۹ر
- مس مقر بہر حصہ — ۲ر
- دیول دیوی — ۹ر

تصانیف منشی سجاد حسین صاحب

- طرحدار لونڈی — ۵ر
- میٹھی چھری — ۴ر
- احمق الذین — ۴ر
- پیاری دنیا — ۴ر
- حاجی بغلول — ۵ر
- کایا پلٹ — ۶ر

رینالڈز کے ناولوں کے ترجمے

- لعبت فرنگ — عہ
- سارہ و کلارہ
- فسانہ لارنس رتھر
- دلربا
- فریب حسن
- خونی قسمت — عہ
- فسانہ سوزن عشق — عہ
- حاجی بابا اصفہانی — عہ
- تیسر نگ — ۱۲ر
- عمر پاشا — ۱۲ر
- مارگرٹ — ۴ر

- یاقوت کی کان — ۸ر
- دھوکا یا طلسمی — عہ
- فانوس
- حسرت وصل — ۸ر
- رازِ المبرٹا — ۸ر

مس کوریلی کے ناولوں کے ترجمے

- فسانۂ دو جہان — عہ
- عاشق شیطان — ۸ر

مختلف کتابوں اور ناولوں کے ترجمے

- ہندوستان کی بیداری — ۳ر
- ایک غلام کی شجاعت — ۲ر
- دربار روس کے اسرار — ۵ر
- خوش حال ہندوستان — ۲ر
- سلطان ٹیپو — ۳ر
- حالات چین — ۲ر
- وطن پر قربانی — ۳ر
- ہندوستان کی کہانی — ۳ر
- برگنڈی کی شہزادی — ۴ر
- کرشمۂ رقابت — ۲ر
- کرشمۂ محبت — ۴ر
- شہنشاہ عیاران — ۶ر

- لال کپتان — ۴ر
- ڈاکٹر کی بیٹی — ۱ر
- جان [illegible] — ۲ر
- جنت الفردوس — ۴ر
- اسرار — ۱۰ر
- گنہ و بے لذت
- نئے گرگے — ۴ر
- رازِ عشق — ۵ر
- جذبۂ عشق — ۴ر
- مکار سرپرست — ۲ر
- دلستان — ۶ر
- خونی [illegible] — ۴ر
- [illegible]
- [illegible] — ۵ر
- مرالتی — ۵ر
- کمسن — ۳ر
- فرضی بی بی — ۵ر
- عیاش شہزادی — عہ
- حسین [illegible] — ۴ر
- [illegible] — ۴ر
- کرۂ مسکین
- [illegible] کا [illegible] — ۲ر
- چنچل جاسوس — ۴ر
- زبردستی کا خون — ۴ر
- [illegible] — ۶ر

- تارا رتی — ۱۴ر
- فاتح بنگالہ — ۶ر
- رادھا رانی — ۳ر
- درگا پاڑتی — ۵ر
- اندرا
- مظلوم لڑکی — ۴ر

ڈرامے

- علی بابا چالیس چور
- [illegible]
- سندر و میناوتی — ۶
- [illegible] وحشی — ۶
- [illegible] — ۶
- [illegible] — ۴ر
- فتح جنگ — ۶ر
- دھوپ چھاؤں — ۶ر
- [illegible] — ۶ر
- [illegible] — ۱۲ر
- [illegible] — ۶ر
- لیلیٰ و نہار — ۹
- [illegible] لیلیٰ مجنون — ۱۲ر
- [illegible] — ۴ر
- [illegible] — ۳ر
- مانک چھانک — ۳ر
- [illegible] — ۴ر
- [illegible] — ۴ر
- چترا بکاؤلی — ۳ر

فریب نظر	۳/	[illegible]		ظالم معشوقہ	۴/	باغ و بہار	۴/
فریب وفا	۴/	انجام بخیر	۵/	اورنگ زیب	۳/	دلبر	۳/
دوسرے اور تخیل		مشتاق زہرہ	۷/	اور چنچل کماری		اشک حسرت	۵/
اور تاریخی ناول		ظفر بائی	۶/	رزم و بزم	۸/	زینب النسا	۶/
شباب لکھنؤ	عہ/	دلچسپ ناول	۳/	غزالہ عاشق	۴/	جہان آرا	۵/
[illegible] محبت	۸/	[illegible] انجلنا	۳/	جمیلہ	۱۲/	التمش	۶/
[illegible]	عہ/	دلکش [illegible]	۳/	درد عشق	۳/	شاہ مقصود	۸/
[illegible] جبنا	عہ/	بدرالنساء کی مصیبت	۱/	رضیہ سلطانہ	۲/	مفقود الخبر	۸/
[illegible] عجیب	عہ/	منصور موہنا	۲/	کلثوم	۳/	جذبۂ حسن	۴/
[illegible]	۱۲/	فردوس بریں	۳/	محمود ثریا	۲/	عروس [illegible]	۵/
[illegible]	سعہ/	ملک العزیز ورجنا		جنگ طرابلس		سلطان نازک	
[illegible] ہر حصہ	۶/	دلکش ہر سہ حصہ	۵/	الفریڈ	۳/	ادا	۳/
[illegible]		افسانہ قیس	۱/	مرقع طرابلس	۳/	سونے کی چڑیا	۴/
[illegible] گری	۶/	میوہ تلخ	۲/	جنگ بلقان	۵/	ثمرہ دیانت	۴/
[illegible]	[illegible]	شہید وفا	۳/	عروج و زوال	۳/	انجام	۵/
فرانس کا شہزادہ	۶/	حسن بن صباح	۱/	بیگم وفا	۵/	شیطان کا مرید	۱۰/
انجام بخیر	عہ/	محبوبہ لندن	۵/	ارمان	۴/	مہرجیا	۳/
[illegible] کی ڈالی	۶/	انگلستان کا کچا چھٹا	۵/	امراؤ جان ادا	۵/	نشتر	۴/
پرستان کی پری	۴/	چنچل چھوکری	۳	منچلا جوان	۴/	اسلم و حبیبہ	۳/
[illegible] عالم نکہت	۳/	وینس کا بانکا	۲/	تسخیر القمر	۵/	پرانا کھنڈر دل	۴/
[illegible]	۳/	جادوگر	۵/	[illegible] گذشت	۵/	محبت کی پتلی	۳/
ایک غلط فہمی	۳/	ڈاکو کی دلہن	۳/	[illegible] سید کی		مالن کی بیٹی	۳/
[illegible] گیسو	۲/	انتقام	۶/	دینی برکتیں	۱/	کنیز فاطمہ	۴/
تاریخ بغداد	۳/	کامنی	۵/	معشوقۂ عرب	۵/	[illegible] کا نور	۴/

منیجر مہذب ایجنسی کٹرہ بیزن بیگ خان ۔ لکھنؤ

کتب طب

- دستور العلاج اردو — عہ/ ۴
- ترجمہ اوعز... — ۶/
- ترجمہ میزان الطب — ۷/
- تدابیر العلاج حصہ اول — عہ/
- " حصہ دوم — عہ/
- تریاق نظم حصہ اول — عہ
- " حصہ دوم — ۸
- معین العلاج — ۸/
- طب سکندری — ۔/
- علاج الامراض اردو — ۸/
- مجربات سلیمانی — ۔/
- ترجمہ قرابادین قادری — ۱۴/
- " مخزن الادویہ — ۱۲/
- " کامل الصناعہ — ۔/ ۴
- " طب اکبر — ۱۲/
- " قانونچہ — ۵/
- " موجز — ۸/
- " سدیدی کامل — ۱۲/
- جواہر النفیس ترجمہ — عہ/
- ترجمہ نفیسی — للعہ
- علاج برمحل — ۸/

تاریخ

- اکبرنامہ کامل فارسی — [illegible]
- آئین اکبری " — ۔/ ۸
- روضۃ الصفا فارسی — ۱۲
- تاریخ فرشتہ " — للعہ
- " اردو — ۔
- مجموعہ فتوح الشام والمصر واقدی — ۴/
- سیرۃ النعمان مصنفہ مولانا شبلی — عہ/
- الفاروق " — ۔
- سفرنامہ روم و شام مصنفہ مولانا شبلی — عہ/ ۸
- المامون " — ۸/ ۴
- الہارون — ۔/ ۸
- تذکرۃ الکرام تاریخ اسلام — عہ/ ۴
- عجائب القصص — ۱۲/ ۴

مرثیے

- کلیات میر انیس — ۱۲/
- میر انیس — ۵/
- کلیات مرزا دبیر — ۸/
- مرزا مونس — ۱۲/ ۸
- " دلگیر — عہ/

تاریخ انبیا

- احوال الانبیا ۲ جلد — للعہ/ ۸
- فردوس آسیہ — ۴/ ۸
- مدارج النبوۃ فارسی — ۔/ ۸
- مدارج النبوۃ فارسی — عہ/ ۱۲
- " اردو — للعہ
- ... فارسی — ۔/
- ...حبیب اللہ — [illegible]
- قصص الانبیا — ۔/ ۴

مواعظ

- ...دین کا — عہ/ ۸
- اردو ترجمہ — ۔
- مجالس الابرار — [illegible]
- انیس الواعظین — عہ/ ۵
- تذکرۃ الواعظین — ۔/ ۴

کتب قصص

- نوشیروان نامہ حصہ اول — عہ/ ۴
- نوشیروان نامہ حصہ دوم — ۱۲/ ۴
- صندلی نامہ — ۱۲/ ۴
- فسانہ عجائب — عہ/ ۶
- سیر کہسار — عہ/ ۸
- فسانہ آزاد ہرچہار جلد کامل — للعہ/ ۸
- فسانہ ادریانیہ — [illegible]
- عجائب المخلوقات — للعہ/ ۱۲
- عقل و شعور — عہ/ ۴
- طلسم فرنگ — عہ/ ۱۴
- طلسم فصاحت — ۱۲/ ۴
- داستان امیر حمزہ — ۱۲/ ۱۴
- ... منظوم — عہ/ ۱۴
- ... — ۸/
- ... حسم — [illegible]
- بوستان حکمت — ۱۴/
- طلسم ہوشربا جلد اول — عہ/ ۵
- " دوم — عہ/ ۴
- ایضاً جلد سوم — للعہ/ ۸
- ایضاً جلد چہارم — ۔/ ۱۰
- ایضاً جلد ... — ۱۴/ ۴
- جلد چہارم — ۱۲
- جلد پنجم حصہ اول — ۱۲/ ۴
- ایضاً جلد ششم حصہ دوم — [illegible]
- " جلد ششم — ۱۲/ ۴
- " جلد ہفتم — للعہ/ ۴
- طلسم ہفت پیکر اول — ۵/ ۶
- " دوم — عہ/ ۱۰
- " سوم — ۸
- الف لیلہ کشوری — ۱۴/
- لیلہ تقطیع کلاں — عہ/ ۴
- " منظوم — ۔/ ۸
- ہرمزنامہ — عہ/ للعہ
- تعشیق الملوک — عہ/ ۔

دلگداز

اردو کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر

سب ایڈیٹر

مولوی محمد صدیق حسن صاحب

منیجر و پبلشر

خاکسار حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

جو

دلگداز پریس مین چھپ کے لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان سے شائع ہوا

کارخانہ روضۃ الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھین

عطر کے لیے لکھنؤ مشہور ہے مگر افسوس ہے جو عطر ہے وہ باہر والون کو نہین ملتا کیونکہ کمین مال کی روانگی نوکر بنکے ہاتھ ہے اور اُن کے دغل فصل کا خمیازہ اُن غریبون ہی کو اُٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگواتے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہین اور بعض اشتہار دینے والون کی یہ حالت ہے کہ روپیہ کا مال دو کا اور کبھی چار کو بیچتے ہین یہ تمام خرابیان دیکھ کے ہم نے طے کیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائینگے انکے لیے معتبر اور مستند کارخانون کے عطر اعلیٰ درجہ کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام سے مال بخوبی جانچ کے اور بکفایت خرید کر کے روانہ کرینگے جسکا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے عطر کے شائق ایک بار امتحاناً منگوا کر دیکھ لین کہ ہمارے ذریعہ سے اُنھین کیسا اچھا عطر اور کن دامون کو ملتا ہے

عطرون کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر حنا فی تولہ صہ للعہ رہ ہکار عہ	عطر مولسری فی تولہ ہکار عہ	عطر سگترہ فی تولہ عکار عہ	عطر مخلوط عنبری فی تولہ سے
عطر مخلوط صفی ہکار	عطر ایترامی ہکار عہ ۱۲	عطر بیلہ سہ عکار عہ	عطر سوسیا للعہ سے عکار عہ
عطر مہک پری عکار	عطر چمیلی سہ عہ سے عکار عہ	عطر تہنا سے عکار عہ	روح گلاب ۱ سہ ۵
عطر کیوڑا للعہ عکار عہ	عطر عروس عکار	روح خس اصلی سے صہ للعہ	عطر برگ حنا سے عہ
عطر خس ہکار عہ	عطر مٹی عہ ۱۲	عطر اگر ترکی ۵	عطر اگر کہنہ سے للعہ
روح باڑی اصلی سہ للعہ سے	عطر فتنہ سے عکار عہ	عطر جوہی عکار عہ	عطر سہاگ عکار عہ
عطر چمپا سے عکار عہ	عطر گلاب عہ عہ صہ سے عکار	عطر نرگس اصلی صہ سے	عطر شمامۃ العنبر صہ

خوشبودار تیلون کی فہرست ملاحظہ ہو

روغن چمیلی فی سیر سے للعہ ہکار	روغن بیلہ فی سیر سہ للعہ ہکار	روغن کیوڑا فی سیر سے للعہ ہکار	روغن حنا فی سیر للعہ

اعلیٰ درجے کا خوشبودار عمدہ اور بامزہ تمباکو

زردہ تمباکو مشکی فی سیر سے للعہ	قوام تمباکو مشکی فی تولہ عہ ۱	گولیان تمباکو مشکی فی تولہ
زعفرانی ہکار	زعفرانی ۲	نعرلی ۱۰ ۶

نوٹ۔ درخواست آتے ہی ویلو پی ایبل روانہ ہوگا۔ باردانہ مصارف ڈاک وغیرہ ذمہ خریدار

آپ کا خادم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

بھول

ہمارے ایک عاشق مزاج دوست اپنی وعدہ فراموش محبوبہ کی یاد میں بیٹھے سر دھن رہے تھے - زندگی سے بیزار تھے - اور بار بار جوش میں آ کے کہتے تھے "وہ بھولے ہم کو بیٹھے ہیں جنھیں ہم یاد کرتے ہیں" آخر اُن کی بار بار کی شکایت نے ہمیں اس قدر پریشان کیا کہ پھر جیسے ہی اُنھوں نے جھوم جھوم کے یہ مصرع پڑھا جھنجھلا کے کہا "تو آپ بھی انھیں بھول جائیے" اُنھوں نے بگڑ کے کہا "کیسے بھول جاؤں؟" جواب دیا "جیسے وہ آپ کو بھول گئے" اور وہ سوچنے لگے کہ اب کیا جواب دیں -

مذاق حریفان صحبت تو اس سوال و جواب کو ایک لطیفہ اور دل لگی سمجھے مگر اُن دل از دادہ دوست پر لاجوابی نے عجب اثر کیا ہمارا دوست کا جادو ایک چشم زدن میں اُنھیں عشق کے عالم بیزاری سے عالم اسباب میں اڑا لایا - اور سوچنے لگے کہ کسی خیال کو ہم دل سے بھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور بھلا سکتے ہیں تو اس بھول سے کیا کیا فائدے اٹھائے جا سکتے ہیں؟" ابھی خاص طالب علمانہ بحث چھڑ گئی - وہ نسیان کی مذمت کر رہے تھے - اور ہم اُس کے مداح تھے - وہ کہتے تھے کہ نسیان ایک خطرناک مرض ہے جس سے آدمی کو ضرر کے سوا کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچ سکتا - بات وقت پر یاد نہیں آتی - ضروری فرائض چھوٹ جاتے ہیں - انسان طرح طرح کے اوہام میں مبتلا ہو جاتا ہے - اور اُس کی

حالت اُن بزرگ کی سی ہو جاتی ہے جو ہینڈ بیگ ہاتھ مین لیے اپنے دروازہ پر کھڑے سوچ رہے تھے کہ "مجھے گھر مین جانا ہے یا گھر سے نکلا ہون؟" ہم نے کچھ دیر خموشی اختیار کی اور اُنھین موقع دیا کہ لسان کی مذمت مین جو کچھ کہنا چاہین کہہ لین۔ اُنھون نے بھی ہمارے ایک قدیم سراپا جوش مہربان کی طرح یہ شان اختیار کر لی کہ اپنی کہے جاتے ہین اور کسی کی سُنتے نہین۔ اور اِس وقت چونکہ وہ بہت ہی جھنجھلائے ہوے تھے اور یہ ہم سے سلسلۂ استدلال کسی طرح رُکتا ہی نہ تھا۔ منہ مین کف آگیا تھا۔ اعضا و جوارح مین کہین تشنجی اور کہین استرخائی کیفیت پیدا ہو گئی تھی لیکن حالت یہ تھی کہ گویا جو کچھ دل مین ہے یا تو اُسے کہہ نہین سکتے۔ اور یا کہہ تو سکتے ہین مگر کہہ نہین سکتے بہرحال جو کچھ ہو وہ کہتے چلے جاتے تھے اور ہم سنتے سنتے جب دیکھتے کہ ہمارے شعلہ خو دوست کی قوت گویائی کمی کرنے لگی ہے ذرا ادھر چھیڑ دیتے۔ اور اختلاف کے خفیف اشارے سے اُن مین نیا جوش پیدا کر کے اور تیس چالیس منٹ بکوا لیتے۔ جب اس حالت کو کئی گھنٹے ہو گئے۔ اور ہمارے مہربان تھک کے خاموش ہوئے تو بہ ادب عرض کیا "کہ اب تو بھول کی معجز نما قوت و برکت کا آپ کو یقین آیا؟ اس لیے کہ اب آپ کو مجال کلام نہین رہے" تھکی ہوئی زبان نے تو یاری نہین دی مگر میری طرف گھور کے دیکھا۔ اور غیظ و غضب کی آواز مین پوچھا "کیونکر؟" کہا "کوئی دو تین گھنٹے ہوتے ہون گے آپ نے شکایت کی تھی کہ ع وہ بھولے ہم کو بیٹھے ہین جنھین ہم یاد کرتے ہین مین نے علاج بتایا تھا کہ آپ بھی اُنھین بھول جائیے۔ آپ نے فرمایا کیونکر بھول جاؤن؟ مین نے ایک بحث مین لگا دیا جس مین آپ کئی گھنٹے بہکے رہے۔ اور آپ کو بتا دیا کہ اُن کو کیونکر بھول جائیے۔ لہذا التماس ہے کہ یونھین بھول جایا کیجیے جیسے اس وقت کئی گھنٹون تک بھولے رہے۔ اس قدر بک بک کے اگرچہ آپ تھک گئے ہون گے مگر جو صورت آپ کی آنکھون کے سامنے پھرتی تھی وہ تو ہٹ گئی؟ کسی کا وعدہ کسی طرح خیال سے اُتر تو گیا؟ اور جس کسی کی یاد ستا رہی تھی اب تو اُس کا خیال نہین ہے؟"

اس کا جواب ہمارے دوست کے پاس نہ تھا۔ مگر خفت مٹانے کے لیے
بولے "آپ کے بہکانے سے مین ان باتون مین پھنس کے بے شک اُس کی
یاد کو بھول گیا۔ اور اس مین بھی شبہہ نہین کہ اس بھول سے اتنی دیر کے لیے
میری تکلیف دور ہو گئی۔ مگر مین تو بھول کو بُرا ہی کہون گا اسی کمبخت
بھول کی وجہ سے اُس ستم شعار کو مین یاد نہین آیا"

زندہ دل حریفان صحبت مین سے ایک نے ہنس کے کہا "یہ بھی کیا بُرا ہوا
کہ ایک ستم شعار کو آپ یاد نہ آئے؟ اور اُس کے ظلم سے بچ گئے؟" اس
پر برافروختہ ہو کے ہمارے دوست نے کہنا شروع کیا کہ "افسوس
آپ کو اس ستم کی قدر نہین یہ ستم تو وہ ہے کہ بغیر اُس کے زندگی بےمزہ ہے"
سب یہ نظر آیا کہ وہ پھر حسن وعشق کے عالم مین آ گئے ہین اور اس کے ساتھ یہ
بھی خیال آیا کہ اتنی دیر تک بکتے رہے ہین اب ذرا اور بکیے تو دماغ بگڑ
جائے گا۔ بہرحال مجھے اُن کی حالت پر ترس آیا۔ اور رُک کے کہا "حضرت!
محبت کی سند ہین۔ مجھے اس سے بحث نہین کہ آپ کی محبوبہ کا ظلم مزے کا ہے
یا بے مزہ یا اُس ظالم کے ستم کے بغیر زندگی ہو سکتی ہے یا نہین مجھے تو بھول
کی برکتون سے تعلق ہے۔

"آپ بھول کی مذمت کر رہے ہین اور مین کہتا ہون کہ بھول بڑی بھاری
نعمت ہے۔ افسوس! آپ کو بھول کی قدر نہین۔ مگر خوب یاد رکھیے کہ بھول
دنیا مین خدا کی سب سے بڑی رحمت اور برکت ہے۔ بھول ہی کے سہارے
تو ہم جی رہے ہین۔ بھول وہ جادو بھری لوری ہے جسے ہر تکلیف و مصیبت
کے وقت جنت کی حورین اپنے شیرین نغمون کے ساتھ سناتی اور ہمین تھپک
تھپک کے سلا دیتی ہین بھول وہ گہوارہ ہے جس مین لیٹ کے ہم زندگی
کی ساری فکرون اور نامرادی و ناکامی کی تمام مصیبتون سے جان چھڑا
لیتے ہین۔

"آہ! آپ کو تو ایک بے وفا کی یاد مین دنیا و مافیہا سے علاقہ نہین
رہا آپ کیا جانین کہ ہماری یہ زندگی کیسے کیسے صدمات و آلام سے بھری

ہوئی ہو؟ اگر یہ نعمت الٰہی۔ یہ رحمت ربانی "بھول" نہ ہوتی تو کیا ہم جی سکتے تھے؟ استغفر اللہ! دو گھڑی بھی زندگی دشوار تھی۔

"اپنے بچپن کو کیا بتاؤں کہ کیسا پُرلطف تھا؟ کیسی بے فکری تھی؟ کیسی بے غمی تھی؟ مسرت کا باغ نظر کے سامنے تھا جس کے پھولوں کو دیکھ کے ہنستے ہی گذرتی تھی۔ اگرچہ یاد ہے کہ جتنی جلدی ہنسنا آتا تھا اُتنی ہی جلدی رونا بھی آجاتا تھا۔ مگر وہ ایسا بے غمی اور بے فکری کا رونا تھا کہ آج کی اور ہماری اب کی دو ہزار ہنسیاں اُس پر قربان ہیں۔ عہد طفلی کے شوق۔ اُسوقت کی سہل الحصول تمنائیں۔ اور اُس سادگی کے زمانے کی فکریں اس درجہ آسان تھیں کہ ہماری خواہش کے ساتھ ہی پوری ہو جاتیں۔ اور اگر نہ بھی پوری ہوتیں تو اُن نون خدا کے خزانۂ غیب سے ہمیں یہ "بھول" کی برکت اس قدر زیادہ اور بے حساب عطا ہوتی تھی کہ کسی آرزو میں ناکامی ہوئی اور بھول گئے۔ کبھی یاد ہی نہ آتا تھا کہ ہماری کوئی تمنا بے بر آئے رہ گئی ہے۔ یا کسی نعمت سے ہم محروم القسمت ہیں۔

جوانی کا دور اگرچہ لطف مسرت اور ذوق و شوق میں بچپن سے بڑھا ہوا تھا اور اُس کے ولولے اور حوصلے بمقابل عہد سابق کے بہت زیادہ پُرلطف تھے۔ مگر صرف ایک بھول کی نعمت کے کم ہو جانے سے اُسوقت کا عیش اکثر بے مزہ ہو جایا کرتا۔ اکثر نامرادیاں دل پر نقش ہو جاتیں بھلائے نہ بھولتیں۔ اور مدتوں اذیت دیتیں۔ آہ! اُس وقت کی ہزاروں حسرتیں دل میں کانٹوں کی طرح چبھتی اور ذرا ذرا سی حرکت پر سینے میں کھٹکنے لگتی تھیں۔ زندگی سچ پوچھیے تو کامیابیوں اور ناکامیوں کا ایک غیر متناسب سلسلہ ہے۔ اور رشتۂ حیات کو باغبان قدرت نے مختلف رنگ و بو کے ہزارہا پھولوں سے گوندھ کے ایک عجیب خوشنما اور دلکش ہار بنا دیا ہے۔ مگر اس باغبان (نیچر) نے (یا تو اس لیے کہ بقول بے دین ملاحدہ کے یہ اندھا اور بے شعور ہے۔ یا اس لیے کہ حسب ہدایت مقتدایان ملل باوجود ذی شعور اور سمیع و بصیر ہونے کے یہ جان بوجھ کے ہمیں آزمایش میں مبتلا کرتا اور ہمارا امتحان لیتا رہتا ہے) اس دلکش ہار میں

پھولون کے ساتھ لاکھون کانٹے کو دیے ہین جو لطف اٹھاتے وقت چبھ جاتے ہین۔ لوگون کو اس مین اختلاف ہے کہ انسانی زندگی کے اس ہار مین پھول زیادہ ہین یا کانٹے۔ اس بارے مین اورون کا فیصلہ چاہے جو ہو مگر ہم اپنے دل و جگر کی بے شمار چھالون کا اندازہ کرتے ہین تو ہمین کانٹے پھولون سے بہت زیادہ معلوم ہوتے ہین۔

ان لاکھون کانٹون کی خلش مین جینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ یقیناً بہت مشکل تھا جس دل پر اتنے ایک نشتر ایک ساتھ اپنا کام کر رہے ہون وہ ایک گھڑی بھی اس اذیت کو نہین برداشت کر سکتا۔ مگر بھول تسلی بخش بھول ان تمام زخمون پہ آکے مرہم رکھتی ہے۔ اور ہم ان سب اذیتون اور تکلیفون کو اس کے آغوش مین سوتے ہی بھول جاتے ہین۔

بچپن اور جوانی کی دلچسپیان درکنار وہ مبارک زمانے اور امید بھرے عہد بھی ہم سے چھین لیے گئے۔ کیا ان کے بعد آدور یعنی بڑھاپے کی ناقابل برداشت زندگی جھیلی جا سکتی تھی؟ یا عمر کے ان مسرت بھرے ایام کا ہاتھ سے نکل جانا کوئی آسان معاملہ تھا؟ اتنا بڑا ملال اور صدمہ تھا کہ ان کی یاد مین سر ٹیک کے مر جاتے۔ مگر کس نے ہمین اس کمزوری اور خودکشی کے ارادے سے روکا؟ یہی بھول جو ہمیشہ ہماری انیس زندگی رہا کرتی ہے۔

اس کو بھی جانے دو۔ دنیا مین ہم نے جس وقت آنکھ کھولی ہے کتنی محبت بھری صورتون کو اپنا والہ و شیدا پایا تھا؟ جو لوگ وفور محبت سے ہمین زمین پر پاؤن نہین رکھنے دیتے تھے۔ ہم اپنے اوپر جانین فدا کرنے والون کے آغوش ہی مین رہتے۔ انھین ہماری صورت۔ ہماری باتین۔ اور ہماری تمام بری بھلی حرکتین سب اچھی معلوم ہوتی تھین۔ ہماری باتون مین انھین مزہ آتا تھا۔ ہماری بے عقلی کی حرکتون پر وہ خوش ہوتے تھے۔ آپ تکلیف اٹھاتے اور ہمین راحت پہونچاتے۔ اذیتین برداشت کرتے مگر ہماری ضد ضرور پوری کر دیتے۔ غرض صبح زندگی کی اس سہانی گھڑی مین جو ملتا اور جس کے پاس جاتے اسے اپنا عاشق شیدا اور اپنا نازبردار ہی پاتے۔ مگر آہ وہ خالص و بے ریا دوست ایک ایک

کر کے سب رخصت ہو گئے۔ سب نے قبرستان آباد کیے۔ اور آج اُن مین سے کوئی بھی باقی نہین۔ ایسے سچے ہمدرد دوستون اور جان باز مہربانون سے چھوٹنا کوئی معمولی مصیبت تھی؟ سچ یہ ہو کہ اُن مین سے ہر ایک کا رخصت ہونا بجاے خود ایک قیامت کبریٰ تھا۔ دنیا اُن سے خالی ہوتی جاتی تھی۔ ہمارے محافظ و مہربان اور ہماری مصیبتون کو اپنے سر لینے والے ہمین سہام حوادث کی زد پر چھوڑ کے دوسرے عالم کی طرف کوچ کرتے جاتے تھے۔ آہ! قدرت نے ہمیں جس امن امان کے آہنی قلعہ مین پیدا کیا تھا اُس کے برج و حصار ایک ایک کر کے سب ٹوٹ گئے۔ اور ہم میدان بلا مین بے یار و مددگار تھے۔ اور ہدف حوادث تھے۔ غرض اُس خامی و ناتجربہ کاری ہی کے زمانے مین ہم نے یکے بعد دیگرے سیکڑون قیامتین دیکھ ڈالین۔ ہر ایک کے فتنون سے پریشان ہوتے۔ روئے پیٹے اور بیٹھ رہے۔ اور جانتے ہو کیون خاموش بیٹھا گیا؟ محض اِس لیے کہ اِسی بھول کے فرشتہ رحمت نے آکے دل پر تسلی کا ہاتھ رکھا۔ اور دماغ کو اُن پُر حسرت واقعات کے صدمون سے خالی کر دیا۔ یہ رحمت الٰہی اُس نازک وقت مین ہم پر نازل نہ ہو جاتی تو آج تم ہمین یون باتین بنانے کے لیے زندہ نہ پاتے۔

اِس کے بعد کا زمانہ چاہے حقیقت مین اس سے زیادہ پُر خطر ہو مگر ہم نے پہلے سے زیادہ محسوس کیا اور عہد اوّلین کے دیکھتے اب بہت زیادہ مصیبتین اُٹھائین۔ پہلے تو ہم اپنے عاشقون کے ہجوم مین تھے اب ہم خود عاشق جانباز اور معشوقون کے ناز بردار تھے۔ آہ! ان دنون کیسی کیسی پیاری صورت والون سے سابقہ پڑا؟ اور کیسے کیسے محشر خرامون کے شیدا بنے؟ جدھر نظر اُٹھ جاتی ع کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست۔ ذوق و شوق کا زمانہ اور جوش و خروش کا عہد تھا۔ جس سے ملتے اُس کے ہو ہو جاتے۔ جس کی صورت اچھی پاتے بے اختیار دل دے دیتے۔ کیا کہیں کن کن احباب کو ہم نے دوستی کے لیے منتخب کیا اور جن جن حور تمثال

کہ دلدار ناز آفرین بنایا اُن کی کیسی باتین تھین! کیسی صورتین تھین؟ اُن کے ساتھ کیسے لطف تھے؟ کیسی محبتین تھین! صحبت مین بیٹھ جاتے تو اُٹھنے کو دل نہ چاہتا افسوس وہ عیش و عشرت کا زمانہ گزر گیا اور اپنے ساتھ اُن پیاری صورتون کو بھی لے گیا سیکڑون ڈر ہائے آبدار اور ہزارون جواہرات کے ٹکڑے خاک مین مل گئے۔ اور ہماری نگاہ مین جیسے دنیا ہی پلٹ گئی۔ اب نہ کوئی جشن طرب تھا۔ نہ کوئی صحبت عیش تھی۔ غرض جو کچھ تھا ہماری جوانی کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ جتنے اچھے اور ملنے کے قابل لوگ تھے عدم آباد کو سدھارے اور جو دو چار باقی رہ گئے ملنے اور بات کرنے کے قابل نہ رہے۔

یہ قیامت کبریٰ اور اتنے ایک جانی دوستون اور مہربانستان لربائون کی مفارقت ہم سے کیونکر برداشت کی گئی؟ اور ہم بھی اُن کے ساتھ ہی دنیا سے کیون نہ چلے گئے؟ محض اسی بھول کی قوت اور اسی کی دستگیری و اعانت سے۔

اکثر باتین یاد بھی رہتی ہین اور یاد نہ ہوتین تو ہم یہ مصیبتین بیان کیونکر کرتے؟ مگر بھول اور نسیان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ ایک ایسا ہلکا سا پردہ ہماری آنکھون اور ہمارے تمام حواس پر لا کے ڈال دیتے ہین کہ گزشتہ واقعات سامنے سے اس قدر ہٹ ہی جائین کہ یاد آنے کی لذت بھی جاتی رہے اور نہ ویسے ہی تازے بنے رہین کہ دنیا کی کسی بات مین مزہ نہ آئے۔ اور زندگی بار گران معلوم ہو۔ ہماری یہ طولانی تقریر ختم ہوئی تو اُن مہربان نے پھر کچھ بکنے کا ارادہ کیا۔ مگر ہم یہ دیکھ کے کہ رواتنی دیر سستا کے پھر بکنے کے لیے تیار ہو گئے ہین بھاگ آئے اور صحبت ختم ہو گئی۔

اے گل بہ تو خرسندم تو بوے کسے داری

مصرع بالا کا ہے۔ اِس مین "کسے" سے کون آفت روزگار مراد ہے اس کو تو شاعر ہی جانتا ہوگا مگر "گل" سے مراد "گلاب" کے سوا اور کوئی پھول نہین ہو سکتا۔ یہ وہ خوبصورت خوش رنگ خوشبودار اور نازک

پھول ہی جس سے دنیا کی کوئی قوم نہیں جس نے لطف نہ اُٹھایا ہو اور کوئی صحبت عیش نہیں جس میں جان نہ پڑی ہو۔ حسینوں نے ہمیشہ اُسے بہترین زیور بنا کے اپنے حسن کو رونق دی۔ اور شاعروں نے اُس کی نزاکت اُس کے رنگ اور اُس کی بُو سے معشوقوں کی اداؤں اور خوبیوں کی تشبیہ کا کام لیا۔ اور خدا جانے کس کس نے اس شاہد بزم قدرت کے حُسن و جمال سے کیا کیا کام لیے ہیں۔

خلفاے بنی عباس میں المتوکل علی اللہ بڑا شوقین تھا۔ اور گلاب کا عاشق۔ اسی عشق نے اُس میں ایک عجب جوش رقابت پیدا کر دیا تھا جس نے ساری قلمرو میں ممانعت کرا دی کہ امیر المؤمنین کے سوا خبردار اور کوئی شخص گلاب سے لطف اُٹھانے کی جرأت نہ کرے۔ جب گلاب کی فصل آتی متوکل کے قصر و ایوان گلاب کے پھولوں سے آراستہ کیے جاتے۔ ہر طرف گلدانوں میں گلاب کے پھول آراستہ رہتے خود گلابی کپڑے پہنتا۔ گلابی فرش بچھاتا۔ قصر و ایوان کے پردے گلابی ہوتے اور ایوان خلافت میں اندر باہر جہاں دیکھیے گلاب ہی گلاب نظر آتا۔ مگر وہ خود اس شاہد چمن سے جتنا لطف چاہتا اُٹھا لیتا کسی کو شکایت کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ لیکن یہ حکم رعایا کے لیے ناقابل برداشت تھا جس کی رو سے تمام لوگ اس معشوق بہار کی ہمکناری و ہمصحبتی سے محروم کر دیے گئے تھے۔ جب یہ شکایت زیادہ بڑھی تو کسی نے ڈرتے ڈرتے متوکل سے اس کا سبب پوچھا۔ کہا "میں دنیا کے تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ اور گلاب سارے پھولوں کا بادشاہ ہے اس لیے ہم ہی دونوں ایک دوسرے کی رفاقت کا حق رکھتے ہیں۔ اور کسی کا یہ رتبہ نہیں کہ ان پھولوں کے بادشاہ کو اپنے آغوش میں لے"۔ یہ کہتے ہی اُس نے گلاب کے پھول کی طرف مخاطب ہو کے یہ شعر پڑھا

عار علی بان یشمک ساقط * او ان تراک نواظر البخلاء

(میرے لیے شرم کی بات ہے کہ کوئی ذلیل و حقیر شخص تجھے سونگھے یا کنجوسوں کی نظر

ایک دفعہ ہارون رشید کے سامنے ایک تھالی مین بھرے ہوے گلاب کے پھول رکھے تھے۔ جن کی خوش رنگی و شادابی کو دیکھ کے وہ لطف اُٹھا رہا تھا۔ اسی اثنا مین ایک نہایت ہی حسینہ و جمیلہ گُل رخسار لونڈی کسی نے لا کے نذر کی جو حسن جمال کے ساتھ ذہانت و طباعی مین بھی جواب نہ رکھتی تھی۔ جیسے ہی وہ نازنین رشید کے سامنے آکے کھڑی ہوئی اُس کے شرمائے ہوے گلابی رخسارے اُن پھولون پر چشمک زنی کرنے لگے۔ اور رشید کا یہ عالم تھا کہ نظر کبھی پھولون پر ہوتی کبھی اس مہ جبین کے رخسارون پر۔ اتنے مین دربار کا ایک شاعر مفضل آگیا۔ اُس صورت دیکھتے ہی بے اختیار رشید کی زبان سے نکلا۔ اِن پھولون کی تعریف مین کوئی ... ہوا شعر سناؤ۔ مفضل نے برجستہ یہ شعر پڑھا۔

كَأَنَّهُ خَدُّ مَوْمُوقٍ يُقَبِّلُهُ فَمُ الحَبِيبِ وَقَدْ أَبْدَى بِهِ خَجَلا

(یعنی معشوق کا رخسارہ ہے جس پر عاشق کے بوسہ لیتے ہی ندامت طاری ہونے لگی ہو) لونڈی نے طبیعت موزون پائی تھی۔ نہ رہا گیا۔ برجستہ بول اُٹھی ... یہ نہیں ... کہیے۔

كَأَنَّهُ لَوْنُ خَدِّي حِينَ يَدْفَعُنِي كَفُّ الرَّشِيدِ لِأَمْرٍ يُوجِبُ الغُسْلا

(یعنی یہ اس وقت میرے رخسارون کی رنگت ہے جب رشید کا ہاتھ اُس شوق مین ... طرف بڑھے جس سے نہانا فرض ہو جاتا ہے۔)

سنتے ہی رشید کی عجیب حالت ہوئی۔ فوراً تمام اہل صحبت ہٹا دیے گئے۔ اُسی وقت وہ کنیز رشید کی منتخب و محبوب حرمون مین داخل ہوگئی۔

یہ تو شاہی شغل عیش تھی مگر معلوم ہوتا ہی کہ اُس زمانے کے لوگون مین ... گلاب کی فصل آتے ہی عاشقانہ جوش حد سے گزر جایا کرتا تھا۔ اور رنگین مزاجی خطرناک کرشمے ظاہر کرانے لگتی تھی۔ چنانچہ ابراہیم خواص جو اسلام کی ابتدائی صدیون کے ایک بڑے عابد و زاہد۔ پاک باطن صوفی صافی۔ اور روشن ضمیر رحمہ اللہ تھے۔ اُن کا معمول تھا کہ گلاب کا موسم آتے ہی تارک الدنیا اور گوشہ نشین ہو جاتے۔ اور بجز عبادت اور ذکر و فکر کے کوئی کام نہ کرتے۔ کسی نے اُن سے سبب پوچھا تو فرمایا میرا خیال ہی کہ گلاب کی فصل مین لوگ خدائی نا... انی

پر زیادہ آمادہ ہو جایا کرتے ہین - اور اُن کی بے روک طبیعتین اُنھین طرح طرح کے معاصی مین مبتلا کرا دیتی ہین - اس لیے اور لوگ جو چاہین کرین مین کونے مین بیٹھ کے خدا سے دعا کرتا ہون کہ "خداوندا اِنھین نافرمانیون سے بچا - اور جو مبتلاے عصیان ہو گئے ہین اُن کی مغفرت کر"

ایک اگلے صوفی منش ادیب نے گلاب کی زبان سے چند خیالات ظاہر کرائے ہین جن کو ہم گھٹا بڑھا کے اپنے رنگ اور اپنے الفاظ مین ادا کرتے ہین - گلاب کہتا ہے "مین چار دن اور گرمیون کے درمیان آ کے تمھارا مہمان ہوا ہون میری عمر تھوڑی ہے - اور خوبیان زیادہ - اِس لیے اِس وقت کو غنیمت جانو - اور جتنا لطف اُٹھا سکو اُٹھا لو ورنہ یہ زمانہ گزر جائے گا - اور اِس کے ساتھ ہی مین بھی رخصت ہو جاؤن گا - میرا دل عاشقون کا ہے - اور صورت معشوقون کی - سینہ عاشقون کی طرح چاک ہے - اور لباس معشوقون کا سا رنگین - مین عاشق کے دل کو تسکین دیتا ہون - اور معشوق کے دل مین جوش اور ہیجان پیدا کرتا ہون - اِس فصل بہار مین مین تم سے ملنے کو آیا ہون تو تم بھی مجھ سے آ کے ملو - جس کسی کے دل مین ہو کہ مجھے روک کے رکھ لے گا احمق ہے - اُس کی یہ کوشش ہی اس بات کی علامت ہے کہ اُس کا عیش منغص ہونے والا ہے - میرا گلبن کانٹون کے پردے مین ہے - جو خود میرے دامن کو بھی چاک کر دیتے ہین - اس لیے میرا شیدا میرے پاس آئے تو ہوشیاری سے آئے اور اپنا دامن بچاتا ہوا آئے - اِن کانٹون نے خود میری دل کو زخمی کر دیا ہے اور مین اپنے خون کے رنگ مین رنگا ہوا ہون - اس محبوبی و رعنائی اور اس لطافت و نزاکت پر میرے ساتھ زمانے کا یہ سلوک ہے - اور میری حالت کو دیکھ کے ہر شخص سمجھ لے کہ دنیا مین جو کوئی کامیاب و بامراد ہے اُس نے سب سے زیادہ ہولین کھائین اور سرد مہری عالم کے دھچکے برداشت کیے ہین - اسی قدر نہین مجھ پر اس سے بھی زیادہ بے رحمی کی جاتی ہے - نزہت و شادابی کے دار الامان اور فرحت و عیش کے سایہ مین بیٹھا ہنس رہا تھا کہ گلچین کا بے رحم ہاتھ ہو چا - اور گرد و پیش کے تمام پھولون سے چُن کے مجھے توڑ لایا - آتشی شیشہ

فرع امیق مین قید کیا - اور اس قدر جلایا کہ میرا جسم گل گیا اعضا پاش پاش ہو گئے - اور زکار مین اپنی حسرت بھری آنکھون کے آنسوون کے رہ گیا - جس ع ق کو تم میرا عرق سمجھتے اور اپنی عیش کی محفلون مین چھڑکتے ہو وہ اصل میری سوزش ..... کا نچوڑ اور میری گزشتہ تکلیفون کا پسینہ ہے "

مشرق کے مصنفین سلف مین مشہور ہے کہ خوشبو اور لطافت مین کوئی پھول ... کے گلاب ... کوفہ کے بنفشے - جرجان کے نرگس - اور بغداد کے مشہور ... عراق کے ایک خوشبودار پھول) کا مقابلہ نہین کر سکتا - ایران کے گلاب کی خوبیوں کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک پُرانے صاحب ذوق قاضی شہاب الدین کہتے ہین مین نے ... بن محمد انصاری سے سُنا کہ نہاوند کے گلاب مین ایک ہزار پنکھڑیان ہوتی ہین - مجھے یقین نہ آیا - خود جا کے دیکھا اور ایک بڑے پھول کو توڑ کے اُس کی پنکھڑیان گنین تو اپنے دوست کے بیان کو بالکل صحیح پایا - وہین اُنھون نے ایک ایسا گلاب بھی دیکھا ... کا پھول آدھا زرد تھا - اور آدھا سفید - اور دونون رنگون کی تفریق ... خوبی کے ساتھ ہوئی تھی کہ معلوم ہوتا جیسے ایک سیدھا خط کھینچ دیا گیا ہے جس کے درمیان مین جو پنکھڑیان آ گئی ہین وہ بھی آدھی زرد ہین اور آدھی سفید -

ہندوستان مین مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

معلوم ہوا ہے وابستہ کتابت اور تحریر کے فن مین - مسلمانون کا پرانا خط عربی تھا جس کو نسخ کہتے ہین - خلافت بغداد کے ازمنۂ وسطی تک ساری دنیائے اسلام مین مشرق سے مغرب تک یہی خط تھا جو اصل حیرہ کے پُرانے خط سے خط کوفی - اور خط کوفی سے خط نسخ بن گیا تھا - خاندان طاہریہ کے زمانہ سے وہ تمام علم و فن جو بغداد مین عروج پا رہے تھے ایران و خراسان کی طرف آنے لگے - اور دیلمیون اور سلجوقیون کے زمانے مین بغداد کے اکثر کمالات ایران مین بخوبی جمع ہو گئے - خصوصاً دیلمیون کے ذوق اور تفنن طبع سے ایران کا مغربی صوبہ آذربائجان جو قدرۃً عراق عجم ... عرب کے آغوش مین واقع تھا - ہر قسم کی خوبیون اور ترقیون کا گہوارہ

قرار پا گیا۔

اسی علاقہ مین پہلے پہل خط نے بھی نئی وضع اختیار کرنا شروع کی کتابت خطاطی کی حدون سے نکل کے نقاشی کی قلمرو مین داخل ہو گئی۔ اور اُس مین مصورانہ نزاکتین پیدا کی جانے لگین۔ عجمی نزاکت پسندون کو خط عرب کی پُرانی سادگی مین بھدا پن نظر آیا۔ اور پُرانی شان اور وضع خود بخود چھوٹنے لگی۔ نسخ مین قلم ہر حرف اور لفظ مین اول سے آخر تک یکسان رہا کرتا تھا۔ حرفون مین غیر موزون ضخامت اور غیر متناسب ناہمواری ہوتی تھی۔ دائرے گول نہ تھے بلکہ نیچے پچپٹے ہوتے اور ادھر اُدھر اُن مین کونے پیدا ہو جاتے۔ اب نقاشی کی نزاکت کو خطاطی مین ملانے سے تحریر مین نوک پلک پیدا کی جانے لگی۔ حرفون کی نوکین۔ گردنین۔ اور سرین بانداز بنائی جانے لگین۔ دائرے خوبصورت اور گول لکھے جانے لگے۔ اس جدید مذاق کو پوری طرح پیش نظر رکھ کے سب کے پہلے میر علی تبریزی نے جو خاص دیلم کا رہنے والا تھا اس نئے خط کو با اصول و باقاعدہ بنا کے مشرقی بلاد مین رواج دیا۔ اور اُسکا نام نستعلیق قرار دیا۔ جو اصل مین نسخ تعلیق یعنی ضمیمۂ نسخ تھا۔

یہ نہین معلوم کہ میر علی تبریزی کس زمانے مین تھے۔ منشی شمس الدین صاحب جو آج لکھنؤ کے مشہور و مستند خوش نویس ہین اُن کا زمانہ تیمور سے پہلے بتاتے ہین لیکن نستعلیق کی کتابین اتنی پُرانی ملتی ہین کہ تیمور درکنار ہم سمجھتے ہین کہ اس خط کی ایجاد محمود غزنوی سے بھی پہلے ہو چکی تھی۔ اس مین شک نہین کہ محمود کے حملون کے ساتھ ہی ساتھ ہندوستان مین فارسی خوش نویسون کی بھی آمد شروع ہو گئی ہو گی۔ جن کے اثر سے یہان اس خط کا رواج شروع ہوا۔ اور ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر خطے مین نستعلیق کے خوش نویس کثرت سے پیدا ہو گئے۔ لہذا یا تو میر علی تبریزی کا زمانہ بہت ہی قدیم ہے۔ اور یا وہ اصلی موجد خط نہین ہین لیکن اس مین شک نہین کہ دہلی و لکھنؤ بلکہ سارے ہندوستان کی موجودہ خوش نویسی اپنا اُستاد اول میر علی تبریزی کو بتاتی ہے۔ اِن کے ایک مدت دراز کے بعد ایران مین نستعلیق کی اُستادی مین میر عماد الحسنی کا نام مشہور ہوا۔ جو خوش نویسون مین بڑے ممتاز و نامور کاتب اور اُستاد الکل مانے جاتے

ہیں۔ اُن کے بیان کے مطابق آغا عبدالرشید دیلمی نادر شاہ کے حملوں کے زمانے میں وارد ہند ہوئے۔ اور لاہور میں آکے ٹھہر گئے۔ لاہور میں اُن کے سدھائے شاگرد پیدا ہوئے۔ جنھوں نے اقطاع ہند میں پھیل کے اُنھیں ہندوستان کی خوش نویسی کا آدم نہیں تو نوح ضرور ثابت کر دیا۔

اُنھیں کے دو نامور شاگرد جو ولایتی تھے وارد لکھنؤ ہوئے۔ ان دونوں بزرگوں میں سے ایک حافظ نور اللہ اور دوسرے قاضی نعمت اللہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بیگ نام آغا عبدالرشید کے ایک تیسرے باکمال شاگرد بھی لکھنؤ میں آئے تھے۔ ان حضرات کے آنے کا زمانہ غالباً نواب آصف الدولہ بہادر کا عہد تھا۔ جب یہاں کوئی باکمال آکے واپس نہ جانے پاتا تھا۔ قاضی نعمت اللہ آتے ہی اِس خدمت پر مامور ہو گئے کہ شاہزادوں کو اصلاح دیا کریں۔ اور حافظ نور اللہ کو بھی دربار اودھ سے تعلق ہو گیا۔ اور اِن دونوں نے یہاں ٹھہر کے لوگوں کو خوش نویسی کی تعلیم دینا شروع کی۔

ان بزرگوں کے علاوہ یہاں اور پُرانے خوش نویس بھی تھے۔ جن میں سے ایک نامور بزرگ منشی محمد علی بتائے جاتے ہیں۔ مگر آغا عبدالرشید کے شاگردوں نے اپنا ایسا سکہ جما لیا کہ خوش نویسی کے تمام شائق بلکہ سارا شہر اُن کی طرف رجوع ہو گیا۔ جسے خطاطی کا شوق ہوا اُنھیں کا شاگرد ہو گیا۔ اور تمام خوش نویسان سلف کے نام مٹ کے گمنامی کے ناپیداکنار سمندر میں غرق ہو گئے۔ اور سچ یہ ہے کہ یہ بزرگ اپنے کمال کے اعتبار سے اس کے مستحق بھی تھے۔

حافظ نور اللہ کی لکھنؤ میں جو قدر ہوئی اُس کا اندازہ اسی سے نہیں ہو سکتا کہ وہ یہاں سرکار میں ملازم ہو گئے تھے۔ بلکہ لکھنؤ کی قدر دانی کا صحیح اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ لوگ اُن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قطعوں کو موتیوں کے داموں مول لیتے۔ یہاں تک کہ اُن کی معمولی مشق بازار میں صرف ایک روپیہ فی حرف کے حساب سے ہاتھوں ہاتھ بک جاتی تھی۔

اِن دنوں امرا اور شوقین لوگ اپنے مکانوں کو بجائے تصویروں کے قطعات سے آراستہ کیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے علی العموم قطعوں کی بے انتہا

آنگ تھی۔ اور جہان کسی اچھے خوش نویس کے ہاتھ کا قطعہ مل جاتا اُس پر لوگ پروانون کی طرح گرتے اور اُسے آنکھون سے لگاتے۔ اس سے سوسائٹی کو تو یہ فائدہ پہونچتا کہ اکثر اخلاقی اصول اور ناصحانہ فقرے یا اشعار ہمیشہ پیش نظر رہتے۔ اور ہر وقت گھر مین اخلاقی سبق ملتا رہتا۔ اور خوش نویسی کو یہ فائدہ پہونچتا کہ خوش نویسون اور صاحب کمال خطاطون نے اپنے کمال کو قطع نویسی ہی تک محدود کر دیا تھا۔ جو بالذات اور عمدہ وصلیون کو لکھ کے تیار کرتے۔ اور اسی مین وہ گھر بیٹھے دولتمند ہو جاتے۔ مگر افسوس اب ہندوستان سے قطعات اور کتبون کا رواج اُٹھا جاتا ہے اور اُن کی جگہ تصویرون نے لے لی ہے۔ جس کی وجہ سے اگلے نفیس و مہذب شرعی مذاق آرایش کے مٹ جانے کے ساتھ خوش نویسی بھی ہندوستان سے اُٹھ گئی۔ اب کاتب ہین خوش نویس نہین ہین۔ اور جو دو ایک خطاط مشہور بھی ہین وہ مجبور ہین کہ کاپی نویسی اور کتابت سے اپنا پیٹ پالین جو چیز کہ اصل مین خوشنویسی کی دشمن ہے۔ بخلاف اس کے اُن دنون ایک گروہ قائم ہو گیا تھا۔ جس کا کام فقط یہ تھا کہ خوش نویسی کو اپنے اصول پر قائم رکھے۔ اور اُس کو وقتاً فوقتاً مناسب ترقیان دیتا رہے۔ چنانچہ اگلے خوش نویس کتابت کو اپنی شان سے ادنے سمجھتے تھے۔ اور خیال کرتے کہ جو شخص پوری پوری کتابین لکھے گا۔ وہ غیر ممکن ہے کہ اول سے آخر تک اصول و قواعد خوش نویسی کو پوری طرح نباہ سکے۔ اور سچ یہ ہے کہ جتنی محنت اور مشقت وہ لوگ ایک ایک وصلی کی درستی مین کرتے تھے اُس کی عشر عشیر محنت بھی کاتب کسی پوری کتاب کے لکھنے مین نہین کر سکتے۔

اُن کی محنت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حافظ نور اللہ سے ایک بار نواب سعادت علی خان نے فرمایش کی کہ "مجھے گلستان کا ایک نسخہ لکھ دیجیے۔ نواب سعادت علی خان گلستان سعدی کے بے حد شائق تھے اور کہتے ہین کہ گلستان ہر وقت اُن کے سرہانے موجود رہا کرتی۔ اور کوئی ایسی فرمایش کرتا تو حافظ نور اللہ اپنی توہین سمجھ کے اُس کا منہ ہی

دیے لیتے۔ مگر فرمان رواے وقت کا کہنا تھا۔ منظور کر لیا۔ اور عرض کیا "تو مجھے اتنی گڈّی کاغذ (اُن دنون ریم کو گڈی کہتے تھے) ایک سو قلمتراش چاقو۔ اور خدا جانے کتنے ہزار قلمون کے نیزے منگوا دیجیے۔ سعادت علی خان نے حیرت سے پوچھا "فقط ایک ہی ایک گلستان کے لیے اتنا سامان درکار ہوگا؟" کہا "جی ہان مین اتنا ہی سامان خرچ کیا کرتا ہون"۔ نواب کے لیے اس سامان کا فراہم کرنا کچھ دشوار تو تھا نہین منگوا دیا۔ اب حافظ صاحب نے گلستان لکھنا شروع کی۔ مگر پوری نہین ہونے پائی تھی سات ہی باب لکھنے پائے تھے اور آٹھوان باب باقی تھا کہ انتقال ہو گیا۔ اُن کے بعد جب اُن کے بیٹے حافظ ابراہیم دربار مین پیش ہوئے اور اُنھین سیاہ خلعت تعزیت عطا ہوا تو سعادت علی خان نے کہا "ابھی مین نے حافظ صاحب سے گلستان لکھوائی تھی خدا جانے اُس کا کیا حال ہوا؟" حافظ ابراہیم نے عرض کیا "اُن کے لکھے ہوئے سات باب تیار ہین۔ آٹھوان باب باقی ہے اُسے یہ حقیر لکھ دے گا۔ اور اس قدر اُن کی شان سے ملا دے گا کہ حضور امتیاز نہ کر سکین گے۔ لیکن ہان اگر کسی بصیر خوش نویس نے دیکھا تو وہ بیشک پہچان لے گا"۔ نواب نے اجازت دی۔ اور اُس گلستان کو حافظ ابراہیم نے پورا کیا۔

حافظ نور اللہ کے شاگردون مین زیادہ ممتاز سب سے اول تو خود اُن کے بیٹے حافظ ابراہیم تھے۔ دوسرے منشی سرب سکھ نام ایک ہندو بزرگ تھے جن کو کوئی کایستھ بتاتا ہے اور کوئی کشمیری پنڈت۔ اور تیسرے محمد عباس نام لکھنؤ کے ایک خوش نویس۔ حافظ ابراہیم نے بھی بہت نام پیدا کیا۔ سیکڑون آدمیون کو خوش نویس بنا دیا۔ اور فن مین مجتہدانہ مرتبہ پیدا کر کے اپنے والد سے جدا ایک شان پیدا کی۔ حافظ نور اللہ کے دائرے بالکل گول ہوتے تھے۔ حافظ ابراہیم نے ان مین ایک خفیف سی بیضاویت اختیار کی۔ منشی سرب سکھ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اپنے اُستاد کی شان اس قدر اُڑا لی تھی کہ صدہا وصلیان حافظ نور اللہ کے نام سے پھیلا دین۔ اور بڑے بڑے خوش نویس نہین تمیز کر سکتے تھے۔ اور یہ اُن دونون خوش نویسی کا بہت بڑا کمال تھا۔

حافظ ابراہیم کے ممتاز شاگردون مین پہلے تو اُن کے فرزند حافظ

سعید الدین تھے۔ ان کے علاوہ منشی نظیر حمید۔ منشی عبد المجید جو سرکار شاہی میں احکام شاہی اور پرچہ و پیام (یعنی مراسلت فی مابین دولت انگلشیہ و دولت اودھ) لکھنے پر مامور تھے۔ مگر حافظ ابراہیم کے دو شاگردوں نے بہت ہی فروغ پایا جو اپنے زمانے میں سارے لکھنؤ کے استاد قرار پا گئے تھے۔ ایک تو منشی منشا رام کشمیری پنڈت جو اپنے فن کے بہت بڑے کامل تھے۔ اور دوسرے منشی محمد ہادی علی جو نستعلیق کے علاوہ نسخ اور طغرا نویسی میں بھی لکھنؤ میں اپنا مثل نہ رکھتے تھے۔

اُدھر قاضی نعمت اللہ کے شاگرد ایک تو اُن کے فرزند مولوی محمد اشرف تھے۔ اور دوسرے مولوی قل احمد

غرض نستعلیق کے یہی لوگ اُستاد تھے۔ جن سے لکھنؤ میں خوشنویسی کمال کو پہونچی۔ اور مطبع کے جاری ہونے کے بعد کتابت و کاپی نویسی کو رواج ہوا۔ اور دراصل یہ اسی خاندان کی برکت ہے کہ لکھنؤ میں [illegible] ہزاروں کایستھ جن سے لونیستہ اور شرف آباد کے محلے بھرے ہوئے ہیں اور سیکڑوں کشمیری پنڈت خوش نویس ہو گئے۔ مگر افسوس کشمیری پنڈتوں نے انگریزی تعلیم کے شوق میں اور خوش نویسی کی کساد بازاری دیکھ کے اس فن کو مطلقاً چھوڑ دیا۔ اور اب جتنے اچھے لکھنے والے ہیں سب مسلمان ہیں یا کایستھ۔

آخر زمانہ میں سندیلہ کے ایک بزرگ منشی عبد الحی بھی بڑے باکمال خوش نویس تھے۔ جن کے شاگرد منشی امیر اللہ تسلیم اُن کے بڑے بھائی منشی محمد عبد اللطیف اور منشی اشرف علی وغیرہ تھے۔ فی الحال نستعلیق میں منشی شمس الدین صاحب۔ اور نسخ میں منشی حامد علی کو لکھنؤ میں شہرت ہے۔ اور یہ دونوں منشی ہادی علی صاحب کے شاگرد ہیں۔

ہندوستان میں خط نسخ جن باکمالوں کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اُن میں سب سے پہلے شخص یاقوت مستعصمی کے لقب سے مشہور ہیں جو یاقوت اول کہلاتے ہیں۔ ہمیں اس نام کا کوئی باکمال کاتب مستعصم باللہ

کے عہد مین نہین نظر آتا - کیا عجب کہ اس سے مراد عماد کاتب جو بنی الملقب بہ فخر الکتاب ، المتوفی ۵۹۵ھ ہو جس کی کتاب "خریدہ" مشہور ہے - اور جو پہلے ارض شام مین سلطان اتابک نور الدین زنگی کا اور اُس کے بعد مصر مین سلطان صلاح الدین اعظم ایوبی فاتح بیت المقدس کا کاتب تھا - اس لیے نسخ کا سب سے بڑا آخری خوش نویس وہی مانا جاتا ہے - اس کے بعد سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے عہد مین محمد عارف نام خط نسخ کے ایک بڑے باکمال پیدا ہوے جن کو یاقوت رقم ثانی کا خطاب دیا گیا - عموماً کہا جاتا ہے کہ اُنھون نے خط نسخ کی نئی شان ایجاد کی - اور بمقابل سابق کے اُسے زیادہ خوبصورت بنا دیا - یہان تک کہ نسخ کے اساتذۂ لکھنو دعوی کرتے ہین کہ اُن کے کمال کا ساری دنیاے اسلام نے اعتراف کر لیا - مین اسکے ماننے کے لیے تیار نہین ہون - یاقوت رقم ثانی کو ہندوستان مین چاہے جیسی فوقیت حاصل ہو گئی ہو مگر اُن ممالک مین جہان کا قومی خط خط نسخ اور قومی مادری زبان زبان عرب ہے یاقوت رقم کا نام ہی نہین جانتے - اور نہ اُن کی شان کے پیرو ہین -

محمد عارف یاقوت رقم کے زمانے مین عبد الباقی نام ایک شخص تھے جن کا پیشہ حدادی یعنی لوہاری تھا - اُنھین یاقوت رقم کی مرجعیت عامہ دیکھ کے شوق ہوا کہ خود بھی اس فن مین کمال پیدا کرین - اتفاقاً عبد اللہ طباخ نام نسخ کے ایک اور خوش نویس اُن دنون مشہور تھے حداد جا کے اُن کے شاگرد ہوئے - اور ایسی محنت کی کہ اُستاد کامل مشہور ہو گئے - جب اِن دونون کا زمانہ گزر گیا تو یاقوت رقم کی جگہ اُن کے بھتیجے قاضی عصمت اللہ نے لی - اور حداد کی یادگار اُن کے دو فرزند علی اکبر اور علی اصغر تسلیم کیے گئے -

اِس کے بعد ہندوستان مین بڑے بڑے خوش نویس پیدا ہوئے - اور برابر نسخ کی کتابت ہندوستان مین ترقی کرتی رہی - آخر مین شاہ غلام علی صاحب کو شہرت ہوئی - جو نسخ کے باکمال خوشنویس

تھے - اس کے بعد لکھنؤ مین ایک طرف مولوی ہادی علی صاحب کی شہرت ہوئی جن کا خاندان دہلی سے آیا تھا - اور کالپی کے ایک خوش نویس میر اکبر علی کے وہ شاگرد تھے - مولوی ہادی علی صاحب کو طغرانگاری مین بھی بڑا کمال حاصل تھا -

منشی ہادی علی کے ہم عصر نسخ کے ایک مشہور خوش نویس میر بندہ علی مرتعش تھے - اُن کے اُستاد نواب احمد علی نام ایک پرانے وقت کے رئیس اور نسخ کے باکمال اُستاد تھے - میر بندہ علی کے ہاتھ مین سخت رعشہ تھا مگر قلم جیسے ہی کاغذ پر لگتا معلوم ہوتا کہ لوہے کا ہاتھ ہے کیا مجال کہ قابو سے باہر ہو - اُن کی نظر خط کے پہچاننے مین ایسا کمال رکھتی تھی کہ بڑے بڑے لوگ لوہا مان گئے -

منشی حامد علی صاحب فرماتے ہین ایک موقع پر منشی ہادی علی منشی محمد حسین (یہ بھی نسخ کے بڑے اُستاد تھے جنھون نے طبع ہونے کے لیے لکھنؤ مین ہمارا قرآن لکھا) منشی عبدالحی سندیلوی - اور میر بندہ علی مرتعش ایک صحبت مین جمع تھے - یہ نسخ کے تمام باکمالون کی صحبت تھی - کسی نے ایک نسخ قطعہ فروخت کے لیے لا کے پیش کیا گو اُس مین کاتب کا نام نہین لکھا تھا مگر اُن باکمالون نے بالاتفاق پہچان لیا کہ خاص یاقوت کے ہاتھ کا ہے - اور سب کو شوق ہوا کہ اُسے اپنے قبضہ مین کر لین - مگر منشی ہادی علی نے کہا یہ ایک دن میرے پاس رہے تو مجھے غور کرنے کے بعد اطمینان ہوگا کہ دراصل یہ یاقوت کے ہاتھ کا ہے یا نہین" مالک نے دیدیا اور وہ اُسے گھر لائے - دوسرے دن لے جا کے پیش کیا - اور کہا "واقعی یہ یاقوت ہی کے ہاتھ کا ہے - اسی کے ساتھ کا یاقوت کا ایک قطعہ میرے پاس بھی پڑا ہوا تھا - مین نے اِسے لے جا کے اُس سے ملایا تو بعینہ وہی ہے - اور مجھے یقین آگیا کہ واقعی یاقوت کا ہے" اور دونون قطعہ سب کے سامنے رکھ دیے - سب نے بلا تامل تسلیم کر لیا کہ دونون یاقوت ہی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہین - مگر میر بندہ علی نے منشی ہادی علی والے قطعہ کو غور سے دیکھا - پھر مسکرائے - اور اُس کے نیچے لکھ دیا "این کار از تو آید و مردان چنین کنند" یہ تحریر دیکھ کے منشی عبدالحی صاحب بگڑے -

دیکھ کر "کیا آپ کو اس مین کچھ شک ہے؟" میر بندہ علی نے کہا "یہ قطعہ تو یاقوت کے ہاتھ کا نہین ہو سکتا" منشی عبدالحی اور دیگر حریفان صحبت نے عوے کیا کہ "یہ خاص یاقوت کے ہاتھ کا ہے" میر بندہ علی نے اُس مین عیب و داد کا سراد کھایا اور کہا "یہ یاقوت کا نہین ہو سکتا" اب سب کے گو مگو مین پڑے ہوے تھے کہ منشی ہادی علی نے اُس وصلی کا ایک کونہ پھاڑ کے کاغذ کی تہ کے اندر سے نکال کے اپنا نام دکھا دیا اور سب کو یقین آگیا کہ یہ کارستانی منشی ہادی علی صاحب کی تھی۔ سب نے اُن کی بیحد تعریف کی۔ اور اُنھون نے کہا "مگر مین تو میر بندہ علی صاحب کی نظر کا قائل ہو گیا"

خوش نویسون کے عام مذاق کے مطابق میر بندہ علی صاحب سے بھی قطعہ نویسی کے سوا کتابت غیر ممکن تھی۔ زندگی بھر کبھی کوئی چھوٹی کتاب بھی نہ لکھی گئی حاجی حرمین شریفین نے جب مطبع جاری کیا تو بہزار منت و سماجت میر بندہ علی کو اس پر راضی کیا کہ انھین ایک پنجسورہ لکھ دین۔ میر بندہ علی نے بڑی محنت سے اور خدا جانے کتنے دنون مین لکھا۔ اور لے گئے۔ مگر حاجی صاحب کے سامنے جب اُس پر آخری نظر ڈالی تو کچھ ایسا ناپسند ہوا کہ بجاے حاجی صاحب کے حوالے کرنے کے پھاڑ ڈالا۔ اور کہا "بھئی مجھ سے نہین ہو سکتا"

اِن بزرگون کے تذکرے سے میرا یہ مقصد نہین ہے کہ خوش نویسی مین لکھنو کو کوئی ایسا امتیاز حاصل ہو گیا تھا جو ہندوستان مین عدیم النظیر ہو۔ بخلاف اِس کے میرا خیال ہے کہ نسخ کے جیسے جیسے باکمال دولت مغلیہ سے پہلے ہندوستان مین گزر چکے ہین اُن کے عشر عشیر درجہ کو بھی یہ لوگ نہین پا سکتے بلکہ نسخ کا کمال ان دنون مٹ چکا تھا۔ نستعلیق کے متعلق اِس قدر البتہ کہا جا سکتا ہے کہ حافظ نور اللہ اور حافظ ابراہیم کے ہاتھ کے قطعات جس ذوق شوق سے سارے ہندوستان مین مقبول ہوئے اور کسی خوش نویس کے شاید نہ ہو سکے ہون گے۔ لیکن اس پر بھی خطاطی کے فن مین لکھنو کا درجہ قریب قریب وہی تھا۔ جو دیگر متمدن شہرون کا ہو سکتا ہے۔

مگر لکھنؤ کی خوش نویسی نے مطبع کی ترقی مین جو کام کیا شاید کہین کی خوشنویسی نہ کر سکی ہو گی - مجھے اس کی تحقیق نہین ہے کہ ہندوستان مین سب سے پہلے مطبع کہان سے جاری ہوا - کلکتہ مین اردو ولٹریچر کی ترقی اور نیز عام مشرقی علوم کی تقویت مین بہت کچھ اہتمام کیا گیا - مگر وہان ٹائپ کے سوا پتھر کے چھاپے کی پرانی کتابین مین نے نہین دیکھیں -

لکھنؤ مین بہ عہد غازی الدین حیدر (۱۲۴۳ھ ہجری تا ۱۲۳۵ھ ہجری مطابق ۱۸۱۴ء تا ۱۸۲۷ء) آرچل نام ایک یوروپین نے آکے لوگون کو مطبع کا خیال دلایا - اور جب اہل علم مشتاق ہوے تو اُس نے پہلا مطبع لکھنؤ مین کھولا - اس نے پریس اور تمام سامان یہین تیار کرا کے چھاپنا شروع کیا - اور زاد المعاد - ہفت قلزم اور تاج اللغات (جو ہفت ہی جلدون مین تھی) چھاپ کے پبلک کے سامنے پیش کین - اُس سے سیکھ کے اور لوگون نے بھی مطبع جاری کرنا شروع کیے جن مین سب سے پہلا مطبع غالباً حاجی حرمین شریفین کا تھا - اُنھین دنون مصطفےٰ خان شیشہ آلات کے ایک دولت مند تاجر کچھ چھاپنے کے لیے حاجی حرمین کے پاس لے گئے - اور حاجی صاحب کی زبان سے کوئی ایسا سخت کلمہ نکل گیا کہ مصطفیٰ خان نے گھر آکے خود اپنا مصطفائی مطبع جاری کر دیا - جسے غیر معمولی فروغ حاصل ہوا - تھوڑے دنون بعد علی بخش خان نے علوی مطبع جاری کیا - اور لکھنؤ مین کثرت سے چھاپے خانے کھلنے لگے -

ابتداءً مطبع کا کام یہان تاجرانہ اصول پر نہین بلکہ شوقینی کی شان سے جاری ہوا - عمدہ سے عمدہ اردولی کاغذ لگایا جاتا جو پتھر کے چھاپے کے لیے نہایت ہی موزون تھا - بڑے بڑے خوش نویسون کو مجبور کر کے اور بڑی بڑی تنخواہین دے کے اُن سے کتابت کا کام لیا جاتا - اور بغیر اس کے کہ کارگزاری کی کچھ بھی شرط ہو یا اس کا ذرا بھی خیال کیا جاتا ہو کہ وہ دن بھر مین کتنا لکھتے ہین - یا لکھتے بھی ہین یا نہین اُن کی خاطر داشت کی جاتی - اسی طرح پریس مینون سے بھی نہ پوچھا جاتا کہ دن بھر مین کتنے کاغذ چھاپے - روشنائی کے لیے کڑوے تیل کے ہزارون چراغ روشن کر کے اول درجہ کا کاجل تیار کیا جاتا

صفائی کے عوض لیمون کا غذی صرف ہوتے - اور کپڑے کی جگہ اصلی اسفنج کام میں لایا جاتا - غرض ہر چیز اول درجہ کی کام میں لائی جاتی - اس اہتمام کا نتیجہ یہ تھا کہ شاہی کے زمانے میں فارسی وعربی کی درسی ودینی کتابیں جیسی لکھنؤ میں چھپ کے تیار ہوئیں اہل بصیرت کے نزدیک کہیں نہ چھپ سکی ہوں گی - اس وقت کی چھپی ہوئی کتابیں جس کسی کے پاس موجود ہیں ایک دولت ہیں اور لوگ ڈھونڈ تے ہیں او نہیں پاتے ہیں -

میرے والد کے حقیقی چچا مولوی احمد صاحب کو سفر اور تجارت کا بڑا شوق تھا اور اُس زمانے میں جبکہ لوگ گھر سے باہر قدم نکالتے ڈرتے تھے اُنھوں نے حاجی حرمین شریفین کے ایجنٹ کی حیثیت سے رتھوں اور بیل گاڑیوں پر سوار ہو کے ہزاروں کتابیں ساتھ لے کے لکھنؤ سے راولپنڈی تک سفر کیا تھا - اُن کا بیان تھا کہ کتابیں اُن دنوں عنقا تھیں - یہاں کی مطبوعہ کتابوں کو دیکھ کے لوگوں کی آنکھیں کھل جاتی تھیں - اور پروانہ وار گرتے تھے - لوگوں کے شوق کا یہ عالم تھا کہ ہم جس شہر یا گاؤں میں پہونچتے ہم سے پہلے ہماری خبر پہونچ چکتی - اور ہمارا داخلہ عجب شان وشوکت سے ہوتا - ادھر ہم کسی بستی میں پہونچے اُدھر خلقت نے گھیر لیا - بھیڑ لگ جاتی تھی - اور ہم جس کتاب کو جس قیمت پر دیتے لوگ بے عذر لے کے آنکھوں سے لگاتے - ہم کریما - مامقیمان - وغیرہ کو فی جلد ۶ ر یا ۸ ر کے حساب سے اور گلستان بوستان کو فی جلد تین روپیہ یا چار روپیہ کے نرخ سے بیچتے - اور اُس پر یہ حال تھا کہ ہم مانگ کو پورا نہ کر سکتے - ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہونچتے پہونچتے کتابوں کا ذخیرہ ختم ہو جاتا اور نئے مال کے انتظار میں مہینوں ٹھہر جانا پڑتا - اُن دنوں مال کا پہونچنا دشوار تھا مگر ہم نے ایسا انتظام کر لیا تھا کہ برابر مال لکھنؤ سے آتا رہتا -

شاہی کے آخر دور میں مصطفائی مطبع اپنی چھپائی کے لحاظ سے دنیا میں جواب نہ رکھتا تھا - انتزاع سلطنت کے بعد منشی نول کشور نے اپنا مطبع جاری کیا - اگرچہ وہ چھپائی کی خوبی میں مصطفائی مطبع کا مقابلہ نہیں کر سکا مگر تجارت کے اصول پر چل کے اُس نے فارسی وعربی کی اتنی بڑی بڑی ضخیم کتابیں چھپا

دین کہ آج کسی مطبع کو اُن کے طبع کی جرأت نہین ہو سکتی۔ سچ یہ ہے کہ لکھنؤ مین اگلی شوقینی نے پریس کا ایسا مکمل سامان جمع کر رکھا تھا۔ کہ اس سے فائدہ اُٹھانے کے لیے منشی نولکشور ہی کے ایسے بلند حوصلہ صاحب مطبع کی ضرورت تھی۔ آخر نولکشور پریس نے یہان تک عروج پایا کہ سارے مشرقی لٹریچر کو اُس نے زندہ کر دیا۔ اور باعتبار وسعت طبع کے جو فوقیت لکھنؤ کو حاصل ہو گئی اور کسی شہر کو نہین نصیب ہو سکتی۔ اور اسی کی برکت تھی کہ وسط ایشیا مین کاشغر و بخارا تک اور افغانستان و ایران کی ساری علمی مانگ لکھنؤ ہی پوری کر رہا تھا۔ چنانچہ آج تک نولکشور پریس علمی تجارت کی کنجی ہے۔ جس سے کام لیے بغیر کوئی شخص علمی دنیا مین قدم نہین رکھ سکتا۔

مگر افسوس اب لکھنؤ مین باوجود کثرت مطابع کے چھپائی کی حالت ایسی خراب ہو رہی ہے اور روز بروز ابتر ہوتی جاتی ہے کہ دوسرے شہر اُس پر فوقیت لے گئے ہین۔ اور ہماری نظر مین پریس مینون کی اخلاقی حالت خراب ہونے کی وجہ سے اب لکھنؤ مین اکثر شہرون کے مقابلہ مین خراب چھپتا ہے۔ مگر ہمارے اطمینان کے لیے اتنا کافی ہے کہ کانپور مین منشی رحمت اللہ صاحب رعد کی وجہ سے مطابع کی حالت اچھی ہے۔ اور کانپور دراصل لکھنؤ ہی کی ترقیون کا ایک ضمیمہ ہے۔

مطابع ہی کے ساتھ لکھنؤ مین مصلح سنگی کا فن ایجاد ہوا۔ پتھر پر جو کاپی جمائی جائے اُسے کسی حد تک چھیل کے اور قلم لگا کے درست کرنا غالباً یورپ ہی سے شروع ہوا ہوگا۔ اور وہان بھی کیا عجب کہ اصلاح کا یہ عمل جاری ہو۔ مگر نسخ و نستعلیق کے حرفون کو اس وضع سے درست کرنا کہ خوش نویس کی پوری شان باقی رہے اور کسی کو محسوس نہ ہو سکے کہ اس مین کسی اور کا قلم بھی لگا ہے خاص لکھنؤ کی ایجاد ہے۔ جہان ابتداءً یہ فن تو اسی حد پر محدود تھا کہ حروف اور نقش و نگار جا بجا سے جس قدر اُڑ گئے یا کچل کے پھیل گئے ہون اُن کو درست کر دیا جائے۔ مگر چند روز بعد یہان کی جدت پسندی اس حد سے آگے بڑھی۔ اور ایسے باکمال مصلح سنگ پیدا ہونے لگے جو پتھر پر پوری پوری کتابین اُلٹی لکھ دیتے ہین اور خط اپنی حدود میں

پر اس قدر مکمل رہتا ہو کہ مجال کیا جو کوئی پہچان سکے کہ یہ پتھر پر اُلٹا لکھا گیا ہے۔
ابتداً اس کے صاحب کمال موجد ایک بڑے بزرگ تھے جو مصطفائی مطبع کی شہرت
و ناموری کے باعث ہوئے۔ اُن کے زمانے ہی مین اُن کے شاگردون کی کثرت
نے یہان کے تمام مطابع کو فائدہ پہونچایا۔ بہت سے لوگون نے ترقی کی۔ اور اس کثرت
سے مصلح سنگ پیدا ہوگئے کہ لکھنؤ ہی سارے ہندوستان کے لیے مصلح سنگ
بہم پہونچانے لگا۔ جب مصلح سنگی بہت عام ہوگئی تو منشی جعفر حسین نامی ایک مشہور
مصلح سنگ کی اعلیٰ مشاقی نے اُنھین آمادہ کیا کہ مطبع کو کاپی نویسی سے بے پروا
کر دین۔ اُنھون نے پتھر پر اُلٹا لکھنا شروع کیا۔ یہ کام ابتداً چھوٹے چھوٹے
اخباری مطابع سے شروع ہوا۔ اور آخر مین اعلیٰ دادر نے سب مضمون مین
ایک حد تک اختیار کر لیا گیا۔ اب منشی سید علی حسین صاحب نے اس حد تک ترقی کی کہ
اُن کے اُلٹے لکھے ہوئے خط کو بہت سے مشہور خوش نویس بھی نہین پا سکتے
چنانچہ اُن کی اُلٹی کتابت کا ایک معمولی نمونہ ہمارا دلگداز بھی ہے جس کی کاپیان
لکھی نہین جاتین بلکہ منشی علی حسین صاحب مضامین کو پتھر پر اُلٹا لکھ دیا کرتے ہین۔
ناظرین دلگداز کو پڑھ کے اور اس کے خط پر غور کر کے اندازہ فرما سکتے ہین کہ مصلح سنگی
کا فن لکھنؤ مین کس درجۂ کمال کو پہونچ گیا ہے۔ گو کہ ہندوستان کے اکثر شہرون
مین مصلح سنگ لکھنؤ ہی کے ہین۔ لیکن اس وقت تک کسی اور شہر کے مطابع کو یہ بات
نہین نصیب ہوئی کہ کاپیان جانے کے عوض عبارت پتھرون پر اُلٹی لکھوا کے چھاپین
یہ فن آج تک لکھنؤ ہی تک محدود ہے۔ مگر افسوس پریس مینون کی حالت خراب ہو جانے
کے باعث لکھنؤ مصلح سنگی کے اس کمال سے اُس قدر فائدہ نہین اُٹھا سکتا جس قدر
کہ ہونا چاہیے۔

التماس اور عرض حال

حضرات! خدا کا شکر ہے کہ ہم اب دلگداز کی اشاعت کا انتظام درست کر لائے ہیں۔ اور پرچہ ماہ بماہ اپنی تاریخ پر شایع ہو رہا ہے۔ دل افروز بھی جب سے نکلا ہے اپنی تاریخ پر نکل رہا ہے۔ ہمارے احباب کا ہمیشہ سے وعدہ چلا آتا ہے کہ اگر انتظام درست ہوگیا تو وہ ترقی اشاعت مین بڑی مدد دین گے اور بہت سے خریدار پیدا کر دین گے۔ بعض نے تو اپنا وعدہ پورا کرنا شروع کر دیا مگر اکثر کرم فرما شاید بھولے ہوئے ہین اور ضرورت

ہی کہ ہم اُنھیں یاد دلائیں۔ گو کہ یہ کام اُنھیں کا ہی مگر بظاہر احباب ہماری غرض بھی شامل ہی پھر ہم یاد دلائیں نہ تو کیا کریں گے؟ لہذا ہم ادب سے اُنھیں یاد دلاتے ہیں۔ اور امید ہی کہ وہ مستعدی سے تیار ہوں گے۔ ہمارے علمی مذاق والے کرم فرماؤں کے احباب بھی علمی مذاق ہی کے لوگ ہوں گے اُن کے لیے اس خوبی و تکمیل کیساتھ علمی و ادبی خدمت کے معاوضہ میں ڈیڑھ روپیہ سال گراں نہیں ہوسکتا۔ قومی زندگی کا احساس پہلے لٹریری مذاق کی سرپرستی ہی سے ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں یقین ہے کہ اگر ہمارے احباب متوجہ ہوگئے تو ناکام ہرگز نہ رہیں گے

اتنی کسر ابھی باقی ہی کہ جو ناول ہم نذر کرتے ہیں اُسے ابھی تک پیش نہیں کرسکے آیندہ سال خدا نے چاہا تو یہ بھی ہو جائیگا۔ فی الحال جو ناول ہم نذر ناظرین کرنے والے ہیں وہ تکمیل کے قریب ہی اور آخر جولائی میں اُس کے ویلیو سنہ ۱۹۱۵ء کے چندہ دلگداز اور اُس ناول کے محصول ڈاک یعنی عہ پر روانہ ہونے لگیں گے۔ ناول بڑا بھی ہو گیا ہی اور اخلاقی ہے۔ جس کا نام خوفناک محبت قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ اُس کے آخر میں واقعات کو بہت زیادہ سمیٹا گیا ہے مگر امید ہے کہ احباب پسند فرمائیں گے۔ جملہ ناظرین اُس کے قبول کرنے کے لیے تیار رہیں۔ اور اس کا خیال فرمائیں کہ دلگداز کے چھ سات نمبروں کے وصول فرمانے کے بعد اُس کا واپس کر دینا یا اُس سے بے حس غفلت و بے پروائی کرنا ہمارے لیے کتنے بڑے نقصان کا باعث ہوگا۔ ہمیں یقین واثق ہے کہ ہمارے قدر افزا ہم سے خالص محبت رکھتے ہیں اور ہمارے نقصان کو ہرگز گوارا نہ فرمائیں گے

اسے بھی یاد رکھیے

ہر مہینہ میں سو دو سو نمبر ڈاک خانہ کی بے پروائی سے تلف ہو جاتے ہیں۔ اور ہم شکایۃ آتے ہی مکرر روانہ کر دیا کرتے ہیں مگر اکثر حضرات چھ چھ مہینہ بلکہ بعض تو برس دو برس پہلے کے نمبر مانگتے ہیں جن کا مہیا کرنا غیر ممکن ہوتا ہے پھر قیامت یہ کہ سب صاحب ہمیں کوسنے لفظوں میں بے ایمان ٹھہراتے ہیں اور ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو بہت ہی ناقابل برداشت اور ہماری اُن کی وضع کے بالکل خلاف ہوتے ہیں۔ خیر اُنھیں اختیار ہے جو چاہیں کہیں اور ہماری نسبت جیسا حسن عقیدت چاہیں رکھیں مگر ہم یہ عرض کرنے پر مجبور ہیں کہ اِس میں ہمارا مطلق قصور نہیں۔

لیکن اب شدید ضرورت ہی کہ گذشتہ نمبروں کے روانہ کرنے کے لیے کوئی حد مقرر کر دی جائے لہذا عرض ہی کہ آیندہ اس اصول پر سختی کے ساتھ عمل کیا جائے گا۔ کہ ہر پرچہ کے بعد تین اشاعتوں تک مطلوبہ نمبر دلگداز و دل افروز مفت روانہ کر دیے جائیں گے۔ چوتھی اشاعت کے بعد فی پرچہ ۸ کے حساب سے قیمت لی جائیگی اور سال بھر سے پہلے کے نمبر اگر موجود ہوئے تو فی نمبر ایک روپیہ کے حساب سے دیے جائیں گے۔ مثلاً جنوری سنہ ۱۵ء کا پرچہ فروری مارچ اور اپریل تک مفت دیا جائے گا۔ اپریل سنہ مذکور کے بعد ۸ قیمت لے کے دیا جائے گا۔ اور دوسرے برس یعنی سنہ ۱۹۱۵ء میں ایک روپیہ قیمت پر روانہ ہو سکے گا۔

خاکسار محمد صدیق حسن سب ایڈیٹر دلگداز۔

ل توجہ
ناد ہندوستان
مشرقی تمدن
عری نمونہ"
لگداز میں
سلسلہ وار شائع
رہا ہے بہت
مضمون ہے
کا سلسلہ
ری سنہ ۱۹۱۳ء
وع ہوا ہی۔
ہونے خریداران
اس مضمون کو
سے آخر تک
حظ فرمانا چاہتے
ن سنہ ۱۹۱۴ء کی
منگوالیں جن
یت سوا روپیہ
۱۲) ہے۔
سب ایڈیٹر دلگداز

مہذب بک ایجنسی

مہذب بک ایجنسی نے اب خاص طور پر اہتمام کیا ہے کہ جتنی کتابین بازار مین دستیاب ہو سکتی ہین جمع کر کے قدردانون کی خدمت مین پیش کرد یا کرے۔ اور چند روز مین ایسا انتظام کر دے کہ تمام مشہور مصنفون کی قیمتی کتابین ایک ہی جگہ سے دستیاب ہو سکیں۔ فی الحال ایک مختصر فہرست درج کی جاتی ہے لیکن ان کے علاوہ بھی جن کتابون کی ضرورت ہو ایجنسی سے طلب فرمائیے حتی الامکان تلاش کر کے بہم پہونچائی جائین گی۔ اور اسی قیمت پر وی پی کی جائین گی جس قیمت پر کہ بازار مین یا دیگر ذرائع سے دستیاب ہو سکتی ہون۔

قرآن شریف

قیمت	کتاب
	قرآن شریف۔ جلی محررۂ مولانا ابو العلی صاحب مرحوم۔ مطبوعۂ نولکشور پریس کاغذ گلابی گندہ
صہ ر	کاغذ سفید گندہ
للعہ ر ۸ ر	کاغذ سفید معمولی
ہے ر ۱۲ ر	قرآن شریف۔ جلی محررۂ منشی اشرف علیصاحب کاغذ گلابی گندہ
للعہ ر ۸ ر	کاغذ سفید ولایتی
ہے ر ۱۲ ر	کاغذ معمولی
ہے ر ۸ ر	قرآن مجید بارہ مہری

قیمت	کتاب
	محررۂ منشی اشرف علیصاحب متوسط قلم
۶ ر ۱۰ ر	کاغذ بادامی فی پارہ
معہ ۵ ر	” سفید ” عہ ۱۵ ر
سہ ۲ ر	” زرد ” شہ ر
لہ سہ ۵ ر ۱۲ ر	قرآن شریف مترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب
سے ر	حمائل شریف متوسط قلم
	نقل بمبئی محررۂ منشی اشرف علیصاحب
عہ ر	حمائل شریف تقطیع خرد
۸ ر	

تفاسیر قرآنی عربی

قیمت	کتاب
۵۰	تفسیر نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام

تفاسیر قرآنی اردو

قیمت	کتاب
للعہ ر	تفسیر جلالین مع کمالین
معہ ر	تفسیر بیضاوی کامل
ہے ر ۸ ر	تفسیر عمر الکرا البیان
معہ ر ۸ ر	تفسیر سراج المنیر کامل ۴ جلد

تفسیر قرآنی فارسی

قیمت	کتاب
للعہ ر ۸ ر	تفسیر حسینی کاغذ سفید گندہ
	تفسیر عزیزی سورۂ بقر مولنا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی
عہ ر ۱۲ ر	” پارۂ تبارک الذی
عہ ر	” پارۂ عم
صہ ر ۲ ر	تفسیر فوز الکبیر
۵	تفسیر سورہ یوسف (نقرہ کامل)
۱۲	

قیمت	کتاب
	تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیر حسینی
سے ر	تحفۃ الاسلام
۱۳ ر	تفسیر سورہ فاتحہ
۷ ر	تفسیر سورۂ یوسف
	تفسیر مرادیہ تفسیر پارۂ عم
۱۴ ر	سراج المبین تفسیر سورۂ یٰسین
۵ ر	تفسیر مواہب الرحمٰن مقدمہ
۶ ر	” پارۂ اول
عہ ر	” از پارۂ دوم تا ۲۷ فی پارہ
عہ ر	” پارۂ ۲۸ و ۲۹ و ۳۰
ہے ر ۱۲ ر	

لغت

- اساس البلاغت
- کاغذ سفید عمدہ — سے ر
- کاغذ گلابی — ع ر
- مجمع البحار کامل دو جلد مجلد — [illegible]
- قاموس کاغذ سفید عمدہ — سے ر
- کاغذ حنائی — صہ ر
- صراح مع قراح — ع ر
- منتخب اللغات کاغذ عمدہ — عہ ر
- کاغذ معمولی
- غیاث اللغات مع
- منتخب اللغات و چراغ ہدایت — سے ر
- جامع اللغات — صہ ر
- برہان قاطع — سے ر
- بہار عجم کاغذ عمدہ — معہ ر
- کاغذ معمولی — سے ر
- ہفت قلزم — معہ ر
- کریم اللغات مع عظیم اللغات — ۷ ر
- ترجمہ غیاث اللغات — سے
- مصطلحات الشعرا محشی
- خلاصہ بہار عجم — ع ر
- کشف اللغات دو جلد — ع
- جامع اللغات — صہ ر
- فرہنگ جہانگیری — عہ ر
- لغات کشوری کاغذ عمدہ — ع ر
- لغات کشوری کاغذ حنائی — ع ر
- مجمع اللغات — ۱۲ ر
- کریم اللغات — ۱۲ ر
- نفائس اللغات — ع ر
- نصیر اللغات ترجمہ اردو
- غیاث اللغات — سے ر
- [illegible] اللغات — ہر
- جامع اللغۃ کامل — سے ر
- لغات جدیدہ یعنی دو جلد
- مجمع الفاظ اکمل عربی
- اخبارات اور رسائل
- اور جدید تصانیف
- میں مروجہ ہیں اُن
- کی مکمل لغت

احادیث

- بخاری شریف نقل — لعہ
- مصطفائی
- مسلم شریف کاغذ سفید — عہ
- صحیح بخاری عربی — عہ
- مشکوۃ شریف — للعہ
- جامع ترمذی — سے
- فتح المغیث فارسی — معہ
- ترمذی شریف ترجمہ اردو — سے
- مشارق الانوار اردو
- ترجمہ جامع ترمذی — ع ر
- مظاہر حق ترجمہ
- اردو مشکوۃ شریف — عہ

فقہ

- غایۃ الاوطار ترجمہ
- اردو در مختار کامل ۴ جلد
- کاغذ سفید — لعہ
- عین الہدایہ ترجمہ اردو
- کامل ہدایہ چار جلد — لعہ
- ترجمہ فتاوی عالمگیری — عہ
- نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ — ع ر
- تنبیہ الغافلین — ۸ ر
- کنز الدقائق — ۱۲ ر
- کشف الحاجۃ ترجمہ
- الا بد منہ — ۳ ر

طب

- قانون بو علی سینا کامل عربی — لعہ
- اقصرائی — ع ر
- شرح اسباب کامل عربی — صہ ر
- سدیدی — ع ر
- نفیسی — ع ر
- اکسیر اعظم کامل فارسی — لعہ
- قرابادین کبیر — صہ ر
- طب اکبر — صہ ر
- مفرح القلوب ترجمہ
- فارسی قانونچہ
- ترجمہ فارسی کلیات قانون
- قرابادین قادری فارسی
- قرابادین جلالی
- مخزن الادویہ
- معدن الشفا سکندر شاہی فارسی
- میزان الطب فارسی
- اردو ترجمہ میزان الطب
- تریاق اعظم اردو
- حصہ اول
- حصہ دوم
- معدن العلاج
- طب سکندری ترجمہ اردو
- مجربات شیخ الرئیس
- تدابیر حسنی اردو
- مجربات سلیمانی
- اردو ترجمہ قرابادین قادری
- علاج الغربا اردو
- اردو ترجمہ قانون
- بو علی سینا کامل
- اردو ترجمہ نفیسی
- علاج بر محل
- دستور العلاج ترجمہ اردو قانونچہ
- ترجمہ نفیسی میزان اردو

اخلاق و تصوف

احیاء العلوم عربی	سے/
کیمیاے سعادت فارسی	عہ/
احیاء العلوم اردو	عہ
اکسیر ہدایت اردو ترجمہ	
کیمیاے سعادت	؏/ ۱۲/
شرح السالکین	/
اردو ترجمہ غنیۃ الطالبین	سے/
اردو ترجمہ اخلاق جلالی	۱/
اردو عوارف المعارف	عہ/
اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم	سے/
مجموعۃ الاخلاق ترجمہ احیاء	۸/
اخبار الاخیار اردو	/
آب حیات	۳/

تواریخ وغیرہ بزبان فارسی

تاریخ فرشتہ	للعہ/
طبقات اکبری	؏/
ترجمہ تاریخ طبری	سے/
شاہنامہ فردوسی	صہ/
سیر المتاخرین کامل	للعہ/ ۱۲/
ترجمہ فارسی تاریخ روس	؏/
خصائل السعادت	۶/
وقائع نعمت خان عالی	۵/
آئین اکبری ہرسہ دفتر	سے/
جنگنامہ نعمت خان عالی	۱/

خزینۃ الاصفیا	
حالات انبیاء و اولیا	؏/ ۱۲/
روضۃ الصفا کامل ۷ جلد	عہ/
شواہد النبوت	۸/
مدارج النبوت	؏/
مدارج النبوت کامل	؏/ ۱۲/
تذکرہ علماے ہند	۱۲/
روضۃ الشہدا	۱۲/
سفینۃ الاولیا	۷/
رشحات تذکرۃ الاولیا	۱۲/
جامع التواریخ	عہ/
جذب القلوب	۸/
حیات القلوب ۳ جلد	للعہ/ ۱۲/

دیگر کتب درسی وغیرہ بزبان فارسی

انشاے بہار عجم	۱/
انشاے فیض رسان	۴/
انشاے تمیز	۲/
انشاے مادھو رام	۳/
انشاے بہار ہند	۱/
نثر الدر و نگارنامہ منیر	۸/
انشاے مولانا جامی	۳/
انشاے طاہر وحید	۵/
انشاے فائق	۱/
ریاحین عظیم	۴/

انشاے گلزار عجم	۲/
دستور الصبیان	۱/
انشاے عجیب	۱/
رقعات عالمگیری	۲/
رقعات عزیزی	۱/
رقعات قتیل	۲/
رقعات ابو الفضل	۴/
انشاے ابو الفضل	۱۳/
شرح ابو الفضل	عہ/
انشاے فیض عالی	۱۱/
سہ نثر ظہوری ملا صہبائی	۹/
پنج رقعہ ظہوری معہ شرح	۲/
شرح پنج رقعہ	۴/
حسن و عشق نعمت خان عالی	۱/
کلیات نثر مرزا غالب	۱۳/
نگارنامہ منشی	۶/
انشاے لطیف	۵/
حدائق البلاغت	
بہار دانش ترجمہ اردو	۸/
گلزار دبستان کامل	۲/
حکایات دلپسند	۴/
کریما سعدی خوشخط جلی	۱/
متوسط	۱/
جلی معہ اعراب	۱/
مترجم بااردو	۱/

شرح کریما درکتیا	۲/
آمدنامہ جلی	۱/
متوسط	۱/
حکایات لطیف	۱/
صفوۃ المصادر آمدنامہ	۱/
قانون باری	۱/
گلستان سعدی جلی	عہ/
مصور	۸/
نفحات خرد	۴/
شرح جسیم	۷/
شرح گلستان ملا محمد اکرم	۱۰/
شرح بابو لعل ضوا	۹/
بوستان سعدی جلی	عہ/ ۱۲/
متوسط	۷/
باب چہارم و ہفتم بوستان	۲/
بوستان مترجم	۱۲/
بہار بوستان شرح بوستان	صہ/
گلدستہ دانش	۴/
بہارستان جامی	۴/
خارستان ہم پہلو گلستان	۸/
عقد گل انتخاب	
گلستان و بوستان	۷/
اخلاق جلالی محشی	عہ/ ۱۲/
اخلاق ناصری	عہ/ ۱۲/
اخلاق محسنی محشی	۶/

المشتہر محمد صدیق حسن مینجر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

مثنوی سلسبیل	۲ر	ترجمہ تاریخ مصر تحفۂ مصریہ	۶ر	حدیقۃ الاولیا	۶ر	کلیات و دواوین و قصائد (فارسی)	
نکات احسانی	۲ر	تواریخ سلاطین اودھ		تاریخ مدینہ منورہ ترجمہ جذب القلوب	۸ر		
مجموعۂ پند از حضرت لقمان	۲ر	وقیصر التواریخ	۶ر	ترجمہ مجموعۂ فتوحات قادری کامل	للعہ	کلیات شمس تبریز	سعہ
موہبت عظمیٰ	۳ر	ترجمہ منتخب التواریخ	عہ	ترجمہ " کاغذ عمدہ	صہ	دیوان "	۱۰ر
عطیۂ کبریٰ	۱ر	قنانۂ برطانیہ	۶ر	منہاج النبوت ترجمہ مدارج النبوت	ے	کلیات بیدل	عہ ۴ر
کلمۃ الحق معہ شرح	۵ر	اکبرنامہ اردو ناگری	عہ	ترجمہ سیر الاقطاب	۶ر	کلیات انوری	۱۶ر
مکتوبات امام ربانی	۶ر ۸ر	شاہجہان نامہ "	ے	تاریخ مکۂ معظمہ	۲ر	کلیات سعدی	عہ ۸ر
مطلع الانوار	عہ	نفائس التواریخ	۶ر	تاریخ پٹیالہ	ے	کلیات میرزا جلال اسیر	عہ ۴ر
کیمیائے سعادت	عہ ۴ر	خان خانان (سوانح عمری)	۴ر	حالات ایران قدیم ۲ حصہ	۶ر	کلیات حزین	۶ر
مطالب رشیدی	۱۰ر	سیر المتقدمین کامل	عہ ۸ر	مکمل تاریخ کشمیر ۳ حصہ	ے ۱۰ر	کلیات عراقی	۱۲ر
پندنامہ عطار	۱ر	تاریخ نپولین بوناپارٹ	۷ر	تاریخ عرب قدیم مولوی		کلیات عرفی	۱۲ر
نفحات الانس معہ حواشی	عہ ۴ر	مختصر سیر گلشن ہند	عہ ۴ر	عبداللہ عمادی	۸ر	قصائد عرفی	۴ر
زبدۃ المقامات	۱۲ر	عجائبات فرنگ	۶ر	تاریخ مصر جدید مولوی		دیوان عرفی	۸ر
مثنوی مولانا روم	عہ ۱۲ر	قصص الانبیا کامل	عہ ۸ر	ابوالحسن فریدآبادی	۶ر ۸ر	کلیات جامی	عہ ۴ر
شرح مثنوی بحر العلوم کامل	صہ	روضۃ الاصفیا ترجمہ		جاپان سید محمد ابراہیم مچھلی	۸ر	کلیات خاقانی	صہ
فتوح الغیب	۱۲ر	قصص الانبیا	۷ر	جنگ روس و جاپان "	۸ر	کلیات نظیری	۱۲ر
نورالرحمن	عہ	عجائب القصص کلاں	۶ر ۱۲ر	تجارۂ فرانس بر شیا		کلیات ظہیر فاریابی	۱۲ر
تحفۂ عشاق	۸ر	تاریخ حبیب الٰہ	۷ر	مولوی مصلح الدین	عہ	دیوان ظہیر	۴ر
کتب تواریخ وغیرہ زبان اردو		ترجمۂ فوائد سعدیہ	۱۲ر	مصباح الادب "	۸ر	کلیات نظم غالب	عہ ۲ر
		کاغذ عمدہ مرآۃ الکونین	۶ر	تاریخ اودھ ۴ جلد		کلیات خسرو	۱۲ر
ترجمۂ تاریخ فرشتہ	للعہ	تفریح الاذکیا فی		مولوی حکیم نجم الغنی صاحب	ے	کلیات غلام امام شہید	عہ ۴ر
تاریخ بغاوت ہند	عہ ۴ر	احوال الانبیا	للعہ ۱۲ر	شہنشاہ جرمنی کا سفر قسطنطنیہ	۸ر	کلیات صائب	عہ ۶ر
ترجمہ سیر المتاخرین	۶ر ۸ر	سیر المذاہب معروف بہ ظہیر الابرار	عہ ۸ر	تاریخ امریکہ کامل	۱۶ر	دیوان صائب	۶ر
تواریخ راجگان اودھ معہ تصاویر	سعہ	صمصام الاسلام سینی		تاریخ ابوالبشر	عہ ۸ر	دیوان قطب الدین	
اقبال نامہ روس (تاریخ روس)	ے	منظوم فتوح الشام	۶ر ۴ر	عجائبات فرنگ	۶ر	بختیار کاکی	۸ر

دیوان خواجہ معین الدین چشتی	۳ر	شرح قصائد بدر چاچ بزبان اردو	۱۴ر	دیوان تراب	۱۱ر	ترانۂ عشاق	۱ر
دیوان حافظ جلی	عہ			دیوان غافل	۴ر	گلدستۂ حفیظ الشاعرین	۱۰ر
" معمولی	۱ر	**اردو**		دیوان قلق	۷ر	بہار گلشن حصہ اول	۱ر
دیوان حافظ مترجم	عہ	کلیات ظفر کامل	عہ	دیوان میر حسن	۸ر	" " دوم	۱ر
دیوان نعمت خان عالی	۸ر	انتخاب کلیات ظفر	۶ر	دیوان خواجہ میر درد	۱۲ر	" " سوم	۱ر
دیوان بیدل	۹ر	کلیات مومن	۹ر	دیوان بحر	۸ر	" " چہارم	۱ر
دیوان عرفی	۹ر	کلیات آتش	۸ر	دیوان خواجہ وزیر	۱۲ر	فغان بلبل	۱ر
انتخاب دیوان صائب	۵ر	کلیات نعتیہ مجید	عہ	دیوان شہیدی	۴ر	گراموفون چار حصہ	عہ ۸ر
دیوان حضرت احمد جام	۸ر	کلیات امیر اللہ تسلیم	۱۲ر	دیوان سحر	۸ر	فی حصہ	۶ر
دیوان حضرت غوث الاعظم	۲ر	کلیات میر تقی میر	عہ ۴ر	دیوان گویا	۳ر	نوبہار گلدستہ کامل ۶ حصہ	۹ر
رباعیات عمر خیام	۴ر	کلیات سودا	عہ ۴ر	دیوان ضامن	۲ر	نغمۂ شیریں	۱ر
دیوان مصحفی	۴ر	کلیات انشاء اللہ خان	عہ	دیوان ظاہر	۱۲ر	فریاد بلبل	۱ر
دیوان غنی	۵ر	کلیات ناسخ	۱۰ر	دیوان نسیم	۱۲ر	ترانۂ شیریں	۱ر
دیوان ناصر علی	۳ر	کلیات نظیر اکبر آبادی	عہ	دیوان عاشق	۱۲ر	بہارستان سخن	۸ر
دیوان ہلالی	۵ر	کلیات صفدر	عہ	دیوان جلال نظم نگارین	عہ	توشۂ آخرت	۸ر
دیوان مخزن التوحید	۸ر	کلیات وہبی	۹ر	دیوان مراد	۱۰ر	بہار سخن	۴ر
دیوان رسوا	۶ر	کلیات صنعت	۱۰ر	دیوان گلشن ہدایت	۶ر	ذو لسانین مجمع	
دیوان واقف	۱۲ر	دیوان غالب	۴ر	دیوان صادق	۳ر	الجواہر فارسی و اردو قصائد	عہ ۴ر
دیوان سید امیر الدین آمیر	۲ر	دیوان رند	۷ر	بیاض عشاق	۴ر	مثنوی گلزار نسیم	۲ر
دیوان ملا نور الدین ظہوری	عہ ۱۲ر	دیوان داغ	۸ر	دیوان راگ	۳ر	مثنوی میر حسن با تصویر	۲ر
قصائد عرفی	۵ر	گلزار داغ	عہ	مجمع الاشعار	۳ر	مثنوی دفتر سحر	۸ر
شرح قصائد عرفی	۶ر	آفتاب داغ	۱۲ر	چمن بے نظیر	۱۰ر	مثنوی یوسف زلیخا	۳ر
قصائد بدر چاچ	۵ر	دیوان ذوق	۴ر	راگ چمن	۲ر	مثنوی حیرت افزا	۱ر
کاشف الاستار شرح قصائد بدر چاچ	عہ	دیوان امیر مراۃ الغیب	۱۱ر	مسدس حالی	۳ر	مثنوی طلسم جہان	[illegible]
قصائد شیخ سعدی	۴ر	دیوان امیر صنم خانۂ عشق	عہ ۱۴ر	گلزار سخن	۲ر	مثنوی دریائے تعشق	۴ر
						" امید و بیم	۱ر

المشتہر محمد صدیق حسن منیجر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بزن بیگ خان لکھنو

قصہ جات نثر

داستان امیر حمزہ	
دفتر اول نوشیروان نامہ جلد اول	عہ
ایضاً ″ دوم	عہ
ہرمز نامہ	للعہ
ہرمان نامہ	عہ
دفتر دوم کوچک باختر	عہ
دفتر سوم بالا باختر	عہ
دفتر چہارم ایرج نامہ جلد اول	عہ
″ ″ دوم	عہ
دفتر پنجم طلسم ہوش ربا جلد اول	عہ
″ دوم	عہ
″ سوم	عہ
″ چہارم	عہ
″ جلد پنجم حصہ اول	عہ
″ حصہ دوم	عہ
″ جلد ششم	سے
″ ہفتم	سے
بقیہ طلسم ہوش ربا حصہ اول	۱۲ عہ
حصہ دوم	عہ
دفتر ششم صندلی نامہ	عہ
ہفتم تورج نامہ جلد اول	سے
″ جلد دوم	صہ

دفتر ہشتم لعل نامہ جلد اول	عہ
″ جلد دوم	۱۲ عہ
دفتر آفتاب شجاعت جلد اول	للعہ
″ جلد دوم	للعہ
″ جلد سوم	للعہ
″ جلد چہارم	عہ
″ جلد پنجم حصہ اول	للعہ
″ حصہ دوم	للعہ
گلستان باختر حصہ اول	عہ
″ ″ دوم	عہ
طلسم نقشہ نورافشاں جلد اول	سے
″ ″ دوم	سے
″ ″ سوم	للعہ
طلسم ہفت پیکر جلد اول	عہ
″ جلد دوم	۱۲ عہ
″ جلد سوم	سے
طلسم نوخیز جمشیدی جلد اول	عہ
″ دوم	سے
″ ″ سوم	عہ
طلسم خیال سکندری جلد اول	عہ
″ ″ دوم	عہ
″ ″ سوم	عہ
طلسم عفران ارم جلد اول	۱۲ عہ
″ ″ دوم	عہ
ترجمہ داستان امیر حمزہ باتصویر ہر چہار دفتر	۱۲ عہ

الف لیلہ اردو باتصویر	عہ
″ تقطیع خرد	۱۲
فسانہ عجائب کاغذ عمدہ باتصویر	عہ
″ کاغذ معمولی بلاتصویر	۵ر
قصہ سند باد جہازی	۲ر
جادۂ تسخیر	۴ر
[illegible] فسانہ عجائب	۵ر
طلسم حیرت	۵ر
طلسم فصاحت	۶ر
آرائش محفل قصہ	
حاتم طائی باتصویر	۲ر
″ بلاتصویر	۵ر
بستان حکمت ترجمہ انوار سہیلی	عہ
فسانہ دلپذیر	۸ر
فسانۂ جمیل	۴ر
فسانۂ معقول	۸ر
نورتن	۶ر
ریاض التحقیق یعنی اردو	
ترجمہ سکندر نامہ بری	۱۲ عہ

گلزار ابراہیم	۳ر
[illegible]	
فارسی ترجمہ [illegible] جاسوسی	عہ
[illegible]	
عیش و عشرت	۳ر
فسانہ عجائب منظوم	۱ر
تمدن اردو	۱ر
قصہ حاتم طائی منظوم	۹
شیریں خسرو باتصویر	۳ر
بہار دانش	۳ر
گلدستہ شجاعت	
سکندر نامہ بحری	۱ر
شاہنامہ اردو باتصویر	
قصہ [illegible]	۱ر
باغ عاشق	۳ر
قصہ شکنتلا (درشاہ گلزار)	۸ر
ہنس جواہر	۸ر
سنگاسن بتیسی منظوم	۴ر

قصہ جات نظم

الف لیلہ کامل	عہ
ہنس جواہر	۸ر
گل بکاولی	۲ر
قصہ قاضی جونپور	۱ر

تصانیف سر سید احمد خان صاحب مرحوم

خطبات احمدیہ تقطیع کلاں	سے
″ ″ خرد	عہ
آثار الصنادید قسم اول	صہ
″ ″ معمولی	۱۲ عہ

- سیرۃ فریدیہ
- آئین خدمت اور دانا بیدار کی کہانی
- انشاء اللہ
- مقالات سرسید
- رسالہ شیخ ضیاء الحق
- سفرنامہ سرسید پنجاب
- مجموعہ لکچر
- رسالہ اسباب بغاوت
- لکچر مسٹر محمود

تصانیف نواب محسن الملک مرحوم

- مسلمانوں کی تہذیب
- مجموعہ لکچر
- مسلمانوں کی ترقی اور ان کے تنزل کے اسباب
- مطلع العجائب

تصانیف خواجہ الطاف حسین صاحب حالی

- حیات جاوید
- یادگار غالب
- حیات سعدی
- مجموعہ نظم حالی
- مسدس حالی کاغذ عمدہ
- " کاغذ معمولی
- شکوۂ ہند
- مناجات بیوہ
- الدین یسر

تصانیف مولوی شبلی صاحب نعمانی مرحوم

- الفاروق
- الغزالی
- المامون
- سیرۃ النعمان
- علم الکلام
- الکلام
- سوانح مولانا روم
- رسائل شبلی
- اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر
- سفرنامہ شام و روم
- مقالات شبلی
- بیان خسرو
- مثنوی صبح امید
- کتب خانۂ سکندریہ
- دیوان شبلی
- بوئے گل
- دستۂ گل
- اسلامی حکومت
- تہذیب النساء
- جہانگیر

تصانیف مولوی نذیر احمد صاحب

- قرآن شریف مترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب
- توبۃ النصوح
- مراۃ العروس
- بنات النعش
- چند پند
- منتخب الحکایات
- مبادی الحکمت
- مصائب غدر
- مجموعہ نظم بے نظیر
- ابن الوقت
- رویائے صادقہ
- فسانۂ مبتلا
- الحقوق والفرائض ۳ جلد
- موعظۂ حسنہ

تصانیف مولوی محمد حسین صاحب آزاد

- آب حیات
- دربار اکبری
- سخندان فارس
- نظم آزاد
- نیرنگ خیال
- قند پارسی
- [illegible] کاغذ معمولی
- سپاس و [illegible]

تصانیف میر ضامن علی صاحب جلال لکھنوی

- سرمایۂ زبان اردو (لغت)
- دیوان جلال نظم نگار
- قواعد تاریخ جلال
- مفید الشعراء

تصانیف مولانا مولوی عبد الحلیم صاحب شرر

- جنید بغدادی
- ابوبکر شبلی
- تاریخ سندھ
- حروب صلیبیہ
- تاریخ بغداد
- ملکہ زنوبیہ
- خواجہ معین الدین چشتی
- الحکیم رفاعیہ
- آغا صاحب
- سکینہ بنت حسین
- سرسید کی دینی برکتیں

فسانۂ قیس عمدہ کاغذ	عمر
” معمولی	۱ر
حسن بن صباح عمدہ کاغذ	۶ر
” معمولی	۱ر
عصر قدیم	عہ ۸ر
آغا صادق کی شادی	۱۰ر
فلورا فلورنڈا عمدہ کاغذ	عہ ۸ر
فلپانا	عہ
رومتہ الکبریٰ	عہ ۴ر
حسن کا ڈاکو جلد اول و دوم	عہ ۸ر
اسرار دربار حرام پور ہر سہ نمبر	۱۰ر
زوال بغداد	عہ ۴ر
غیب دان دلھن	عہ
ماہ ملک	۶ر
یوسف و نجمہ کامل	عہ ۴ر
فتح اندلس	۶ر
ایام عرب کامل	۶ر ۸ر
مخدرات	عہ
فردوس بریں مطبوعہ قومی پریس	عہ
” ” معمولی	۴ر
حسن انجلینا مطبوعہ قومی پریس	عہ ۴ر
” ” معمولی	۵ر
درگیش نندنی مجتبائی پریس	عہ
” ” معمولی	۵ر
بدر النساء کی مصیبت کاغذ ولایتی	۴ر
” ” معمولی	۱ر

شہید وفا	۴ر
ملک العزیز ورجینا	۵ر
منصور موہنا	۵ر
ڈاکو کی دلھن	۲ر
دلچسپ کامل ہر دو حصہ	۳ر
دلکش کامل ہر سہ حصہ	۸ر
میوۂ تلخ	۲ر

تصانیف حکیم محمد علی خاں صاحب

عرب ہر سہ حصہ	۷ر
حسن شر ہر سہ حصہ	۷ر
دیول دیوی	عہ ۹ر
گور	۶ر
نیل کا سانپ	عہ ۹ر
جعفر عباسہ	عہ ۹ر
اختر و حسینہ ہر دو حصہ	۶ر ۸ر
مسیحائے عالم	۸
اہرام مصری	۲ر
تقدیر	۲ر
مضامین مرقع عالم سنہ ۱۸۹۶ء	۱۰ر
” ” سنہ ۱۸۹۷ء	۱۰ر
” ” سنہ ۹۸ و ۹۹ء	۱۰ر
” ” سنہ ۱۹۰۰ء	۱۰ر
” ” سنہ ۱۹۰۱ء	۱۰ر
” ” سنہ ۱۹۰۲ء	۱۰ر
” ” سنہ ۱۹۰۳ء	۴ر

تصانیف رتن ناتھ سرشار

فسانۂ آزاد کامل ۴ جلد	عـہ
سیر کہسار کامل ۲ جلد	صہ
[illegible]	عہ
خدائی فوجدار	۶ر
الف لیلہ جلد اول [illegible]	۶ر
” جلد دوم	۱۲ر
پی کہاں	۲ر
بچھڑی ہوئی دلھن	۴ر
ہشو	۳ر
کامنی	عہ ۴ر

تصانیف منشی سجاد حسین صاحب

طرحدار لونڈی	۵ر
میٹھی چھری	۴ر
احمق الذی	۴ر
پیاری دنیا	۴ر
حاجی بغلول	۵ر
کایا پلٹ	۶ر
دھوکا یا طلسمی فانوس کامل	۶ر

نہایت دلچسپ انگریزی ناولوں کے نئے ترجمے جو حال میں شائع ہوئے ہیں

گنجینۂ سراغ رسانی ۴ جلد	عہ ۸ر
حور عین ۲ جلد	عہ
نیرنگ فرنگ	۱۲ر

جفا و وفا	۱۲ر
بادشاہ و سلامت	صہ
چابک سوار معشوقہ	۹ر
عنبر باغ	۶ر
نگار سرپرست	صہ

رینالڈز کی ناولوں کے ترجمے

نعمت فرنگ	عہ ۴ر
ستارہ و کلارہ	عہ
دارا	۶ر
فسانۂ لندن [illegible]	۶ر ۴ر
فریب حسن	۶ر
فسانۂ خون عشق	عہ
مارگریٹ	عہ ۴ر
عمر یا [illegible] دو جلد	۶ر ۸ر
” معمولی	۱۲ر
فسانۂ [illegible] لیلی	عہ ۴ر
ویگیر و نیڈا	عہ
روز الیمنٹ حصہ اول	۶ر
” ” دوم	عہ ۸ر
حسن و وصل مکمل	۶ر
” معمولی	۶ر
اسرار حسن	صہ
دھوکا یا طلسمی فانوس	۶ر
عیاروں کا عیار	۶ر

المشتہر محمد صدیق حسن منیجر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بدن بیگ خان لکھنؤ

دلگداز

اُردو کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر

سب ایڈیٹر

مولوی محمد صدیق حسن صاحب

مینیجر و پبلشر

خاکسار حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

جو

دلگداز پریس میں چھپ کے لکھنؤ محلہ کٹڑہ بزن بیگ خاں سے شائع ہوا

کوریا

براعظم ایشیا کے مشرق مین کوریا ایک سلطنت ہے جس کا زیادہ تر حصہ ایک جزیرہ نما مین شامل ہے جو سلطنت چین کے شمال و مشرق مین ایک عضو معلق کی مانند جھول رہا ہے۔ اس کے شمال مین منچوریا کا ریگستان ہے مشرق مین ابحیرہ جاپان اور جنوب مین ایک آبنائے ہے جو اسی نام سے موسوم ہے اور غرب مین بحیرہ اصفر ہے۔ کوریا کا شمار بھی دنیا کے اُن چند ملکون مین ہے جن کا حال باہر کے لوگون کو بہت کم معلوم ہو سکا ہے وہان کے باشندون کا دعوی ہے کہ ملک کا طول تین ہزار لیس یعنی تقریبا ایک ہزار میل اور عرض تیرہ سو لیس یعنی چار سو ساٹھ میل ہے مگر اس مین یقینا مبالغہ ہے کیونکہ پورا رقبہ ۸۰۰۰۰ مربع میل سے زیادہ نہین۔

کوریا کا بادشاہ اگرچہ پہلے چین کا اور اب روس و جاپان کی لڑائی کے بعد سے جاپان کا ماتحت ہے مگر یہ ماتحتی برائے نام ہے کیونکہ اپنے ملک کے بڑے سے بڑے امیر کی زندگی اور موت اُس کے اختیار مین ہے۔ ملک مین وہ ایک نہایت غیر معمولی ہستی کی چیز سمجھا جاتا ہے اُس کا نام اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ رعایا مین سے کوئی شخص زبان سے نہین نکال سکتا۔ بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کا ایک لقب قرار پاتا ہے جسے اس کا جانشین تجویز کرتا ہے۔ اُس کے جسم کو لوہے کے کسی اوزار یا ہتھیار سے چھونا اتنا بڑا جرم ہے کہ کسی طرح معاف ہی نہین ہو سکتا اور اس طرز عمل مین یہان تک سختی ہے کہ گذشتہ عہد مین بادشاہ کے ایک پھوڑا نکلا اور علاج بغیر عمل جراحی کے غیر ممکن تھا مگر بادشاہ نے مرجانا گوارا کیا اور یہ نہ پسند کیا کہ جراح نشتر اُس کے جسم کو مس کرے۔ شاہی قصر کے سامنے سے کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہو کے نہین گذر سکتا۔ یہ لازمی ہے کہ اُس کے قریب پہونچتے ہی انسان گھوڑے یا سواری پر سے اتر پڑے اور قصر کے سامنے کا راستہ

با پیادہ طے کرے۔ جو شخص در دولت کے اندر قدم رکھے اُس لیے فرض ہے کہ تخت کے سامنے زمین پر اوندھا لیٹ جائے۔ اگر حسن اتفاق سے کسی خوش نصیب آدمی کے جسم میں کہیں بادشاہ کا ہاتھ چھو جائے تو وہ زندگی بھر اُس مقام پر ایک امتیازی نشان تمغہ کے طریقہ سے لگائے رہتا ہے۔ اسی قسم کی اور بہت سی رسوم ہیں۔ اور درباداری کے ان سخت قواعد کا نتیجہ یہ ہے کہ بادشاہ کے پاس کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ مگر "بادشاہ کے کان ہمیشہ رعایا کی فریاد رسی کے لیے کھلے رہنے چاہییں" اس لیے یہاں ہر شخص کو عام اجازت ہے کہ بادشاہ کے سامنے جا کے فریاد کرے اور بادشاہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے ملک کے غریبوں کے لیے کچھ نہ کچھ مہیا کر دے۔ لہذا وظیفہ خواروں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جو صرف شاہی فیاضی پر زندگی بسر کرتی ہے۔ شاہی خاندان کے شاہزادے نہایت بدگمانی کی نگاہ سے دیکھے جاتے اور ہر قسم کی قوتوں اور اقتدارات سے محروم رکھے جاتے ہیں اور اگر کسی کی نسبت ذرا بھی معلوم ہو گیا کہ اُس نے ملکی معاملہ میں کوئی مداخلت کی یا رائے دی ہے تو یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ سے باغی ہو گیا ہے۔ چند روز سے امرا نے البتہ اپنا اثر بہت کچھ بڑھا لیا ہے اور اکثر بادشاہ کے اختیارات میں دخل دینے لگے ہیں۔

ملک کا انتظام تین وزیروں میں بٹا ہوا ہے جو "مشیر اعلیٰ" اور "داہنے جانب کا مشیر" اور "بائیں جانب کا مشیر" کہلاتے ہیں۔ ان کے ماتحت چھ اور حاکم ہیں اور انھیں بھی ہر ایک کا ایک ایک مددگار ہے۔ شاہی قصر کے متعلق تین اعلیٰ افسر ہیں جن کا فرض ہے کہ بادشاہ کے ہر وقت کے کاموں اور احکام کو قلمبند کرتے رہیں۔

۳۳۲
ملک آٹھ صوبوں پر منقسم ہے ہر صوبہ پر ایک گورنر مقرر ہے اور تمام ملک کے تین سو ضلعوں میں سے ہر ایک پر ایک شخص حکومت کرتا ہے جسے مینڈارن کہتے ہیں۔ ملک کے چار شہروں۔ گانگ ہاؤ۔ سووِن۔ کوانگ جو۔ اور سونگ ڈو۔ میں قلعے ہیں فوجی افسر حکمران ہیں۔ یہ سب خدمتیں کوریا کے ہر باشندے کے لیے کھلی ہوئی ہیں مگر عام طور پر ہمیشہ امرا ہی مقرر کیے جاتے ہیں۔ ڈاک خانہ کا انتظام بھی بڑی بڑی سڑکوں پر کر دیا گیا ہے جن کے گھوڑے سلطنت کی طرف سے خریدے اور رکھے جاتے ہیں۔ مگر اُن کے سائیسوں اور سواروں کی حیثیت بادشا

تک خانگی غلاموں کی سی ہے۔

کوریا کا ہر ایک باشندہ جو امرا میں داخل نہیں ہے اور ہتھیار لگا سکتا ہے فوج میں داخل ہے مگر اس قاعدہ کے ذریعہ سے بہت کم تعداد فوج میں شریک کیجاتی ہے۔ فوجی منڈارن بھی اگرچہ امرا میں سے ہوتے ہیں مگر دوسری قسم کے ہمرتبہ منڈارن سے وقعت میں کم سمجھے جاتے ہیں۔

گورنروں اور دوسرے ملکی حکام کی تنخواہیں بہت بڑی بڑی ہیں مگر وہ لوگ صرف دو سال کے لیے مقرر ہوتے ہیں اور ملک کے دستور کے لحاظ سے انھیں اپنے تمام خاندان کی خبرگیری کرنی پڑتی ہے لہذا ان کی تنخواہ کا بہت کم حصہ خود ان کے پاس آتا ہے۔ ان مذکورہ بالا مستقل ملازمین کے علاوہ اکثر خفیہ لوگ خاص بادشاہ کی طرف سے مقرر کرکے ملک کے مختلف حصوں میں بھیجے جاتے ہیں جنھیں غیر محدود اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور وہ حکومت کے معاملات کی خفیہ تحقیقات کرتے ہیں رشوت ہر محکمہ میں علانیہ جاری ہے اور ان خفیہ عہدہ داروں کی نگرانی کے باوجود بھی انصاف بہت کم ہونے پاتا ہے۔

دراصل ملک کا پورا انتظام درمیانی عہدہ داروں کے ہاتھ میں ہے ان لوگوں نے ایک ایسا گروہ قائم کرلیا ہے جو پشت ہا پشت سے چلا آتا ہے۔ یہ لوگ بہت کم باہر کے شادیاں کرتے ہیں ان کا ایک خاص حلقہ ہے اور یہی ان خدمتوں پر مقرر ہوتے ہیں۔

فوجداری کے کل مقدمات فوجی منڈارن فیصل کرتے ہیں اور ہر مقدمہ کی آخری اپیل ایک عدالت عالیہ میں ہوسکتی ہے جو دارالسلطنت میں قائم ہے۔ اس عدالت کے دو حصے ہیں ایک میں محض شہادت لی جاتی ہے اور دوسرے میں اس شہادت کی بنا پر فیصلہ سنا دیا جاتا ہے۔ حکومت کے خلاف سازش کرنے والوں اور باغیوں کا فیصلہ ایک خاص عدالت میں ہوتا ہے جسکے حکام ضرورت کے وقت خاص بادشاہ کے حکم سے مقرر کر دیے جاتے ہیں۔ بادشاہ کے خلاف سازش کرنے کے الزام میں صرف وہ شخص ہی نہیں بلکہ اس کا پورا خاندان مجرم اور سزا کا مستوجب سمجھا جاتا ہے۔

عدالتی تحقیقات میں بھی زیادتی اور ظلم سے کام لیا جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بدنصیب مجرم کی ٹانگوں کی ہڈیاں جوڑوں پر سے الگ کردی جاتی ہیں۔ کسی کی

سخت بندش سے پنڈلیون کا گوشت کٹ جاتا ہے۔ یا کبھی کبھی انسان کا پورا جسم بازو مین رسی باندھ کے دیر تک لٹکا دیا جاتا ہے۔ ملزم کو سولی یا پھانسی نہین دیجاتی بلکہ اُس کا ایک ایک عضو کاٹ کے جان لی جاتی ہے۔

کوریا کی زبان چینی زبان کی ایک شاخ ہے۔ اُس کا ایک ایک حرف علیحدہ لکھا جاتا ہے سطرین اوپر سے نیچے کو آتی ہین۔ زبان مین بہت سے چینی الفاظ ملے ہوے ہین اور بے شمار چینی الفاظ بگڑ کے کوریا کے بن گئے ہین۔ گنتی مین نو سے آگے کے لیے کوریا کی زبان مین کوئی لفظ نہین ہے۔ لہذا اسکے لیے چینی شمار اعداد سے کام لیا گیا ہے۔ اپنی مادری زبان کو خود کوریا والے بھی چھوڑتے جاتے ہین کیونکہ سب پڑھے لکھے لوگ ہمیشہ لکھنے بلکہ مباحثہ مین بھی چینی زبان استعمال کرتے ہین۔ سرکاری دفاتر۔ قانون۔ عام کتبہ اور دوکانون کے سائن بورڈ سب چینی زبان مین ہین۔ لیکن کوریا والون کی چینی زبان کا تلفظ اس قدر مختلف ہے کہ چین کے لوگ بالکل نہین سمجھ سکتے۔ کنفیوشس کی مقدس کتابون کا ایک سرکاری ترجمہ ہے جس مین ایک لفظ بھی بغیر گورنمنٹ کی اجازت کے بدلنا یا گھٹانا اور بڑھانا سخت جرم ہے۔ مگر ایک اور کتاب ہے جو نہایت قدیم زمانے کی ایک عورت کی جانب منسوب کی جاتی ہے۔ اگرچہ اس کا پڑھنا اور بلکہ اپنے پاس رکھنا بھی قانوناً منع ہے مگر وہ خفیہ طور پر لوگون مین پھیلی ہوئی ہے۔ سنہ ۱۸۶۶ء مین امیرالبحر روز نے جب شہر **کانگ** ہوا پر قبضہ کیا ہے تو اُنھین وہان ایک نہایت شاندار کتب خانہ ملا جس مین چار ہزار سے زیادہ کتابین تھین ہر کتاب پر سرخ یا سبز رنگ کا ریشمی کپڑا چڑھا تھا اور سب نہایت عمدہ ترتیب اور حفاظت سے رکھی ہوئی تھین۔ ایک کتاب خاص طور پر نمایان تھی۔ اس مین کاغذ کے ورقون کے بجاے سنگ مرمر کے برابر کے ٹکڑے لگے تھے۔ جو تانبے کی قلعی کیے ہوے تارون کے ذریعہ سے ایک جانب باندھ دیے گئے تھے۔ تاکہ کتاب کے ورقون کی طرح کھلین اور بند ہوسکین اور اس خیال سے کہ سنگ مرمر کے ٹکڑے ایک دوسرے سے ٹکرا کے ٹوٹ نہ جائین ہر ٹکڑا مرمر کے بیچ مین ریشم کی ایک سرخ گدی بنا کے رکھ دی گئی تھی اس کی عبارت سونے کے حرفون مین لکھی تھی جو سنگ مرمر مین کھود کے پیوست کر دیا گیا تھا

چین کی طرح کوریا مین بھی تعلیم کی بہت قدر کی جاتی ہے۔ سب عہدہ دارون اور سرکاری ملازمون کے لیے امتحان مین کامیابی حاصل کر لینا لازمی ہے طالب علم کو بالکل اختیار ہے کہ جس قسم کی اور جس اُستاد سے چاہے تعلیم حاصل کرے مگر ممتحن سرکار کی جانب سے مقرر ہوتے ہین جو امتحان کے نتیجہ کے علاوہ اور کسی بات پر لحاظ نہین کرتے خاص خاص امتحان سال مین ایک مرتبہ دارالسلطنت مین ہوا کرتی ہین اور اس زمانہ مین تمام اضلاع سے امیدوار وہان آ کے جمع ہوتے ہین۔ امتحان کے بعد جو لوگ کامیاب ہو جاتے ہین وہ اپنے درجہ کے مطابق نئے کپڑے پہن کے اور گھوڑے پر سوار ہو کے باجے کے ساتھ سلطنت کے خاص خاص عہدہ دارون اور اپنے ممتحنون وغیرہ سے ملنے جاتے ہین۔ ان کے پیچھے پیچھے ایک اونچا نشان ساتھ ہوتا ہے جس مین اُن کی کامیابی کا حال لکھا ہوتا ہے ان باتون کا اگرچہ قانوناً کوئی حکم نہین ہے مگر رسم و رواج کے لحاظ سے بہت ضروری ہے۔ اس وقت اس کامیاب طالب العلم کے ساتھ طرح طرح کا مسخرہ پن کیا جاتا ہے۔ عام طور پر اُس کا چہرہ سیاہی سے رنگ دیا جاتا ہے اور سر پر خاک ڈال دی جاتی ہے۔ سب سے بڑی تین ڈگریان ہین مگر ہر شخص بڑی سی ڈگری بغیر ابتدائی ڈگریان حاصل کیے لے سکتا ہے۔ اکثر یہ ڈگریان رشوت دے کے بھی حاصل کر لی جاتی ہین۔ ان ڈگریون کے کامیاب طلبہ ہی صوبون کے گورنر ضلعون کے حاکم اور شاہی محل کے اعلی عہدہ دار مقرر کیے جاتے ہین۔ مگر ان کے علاوہ بھی اور بہت سی مختلف شعبون کی ڈگریان ہین۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔ درمیانی درجہ کی خدمتون کے لیے ایک ڈگری ہے جس مین متوسط درجہ کے لوگ ہوتے ہین۔ طبابت جس کی دو شاخین ہین ایک سرکاری ملازمت کے لیے اور ایک عوام کے علاج کرنے کے لیے۔ ترجمہ نویسی جس مین بیرونی ممالک زیادہ تر چین اور جاپان سے مراسلت کرنے کے طریقے سکھائے جاتے ہین۔ مصوری جس مین نقشہ کشی اور اپنے بادشاہ کی تصویر کھینچنا بتایا جاتا ہے۔ یہ تصویر بادشاہ کے مرنے کے بعد شاہی تصویر خانے مین رکھ دی جاتی ہے۔ قانون دیوانی فوجداری اور جنگی جس مین زیادہ تعزیرات کا ہے۔ ایک اور ڈگری ہے جس مین سرکاری پانی کی گھڑیون سے

بنانا اور اُنکی مرمت کرنا سکھایا جاتا ہے۔

کوریا کے باشندون کا مذہب بودھ ہے جو چوتھی صدی عیسوی سے قانوناً ملکی مذہب قرار دیا گیا۔ مگر چودھوین صدی مین کنفوشس کے اصول بھی اُسمین شامل ہوگئے۔ اور وہی ابتک رائج ہین۔ لہذا چین کے تمام اصول کوریا مین بھی موجود ہین مگر اُس مین بعض ضعیف الاعتقادیان شامل ہوگئین ہین خشک سالی یا وبائی امراض کے دفعیہ کے لیے سور بھیڑ اور بکریون کی قربانیان کیجاتی ہین۔ تعلیم یافتہ گروہ مین اگر کوئی چیز خاص طور پر قابل عبادت ہے تو وہ اپنے آبا و اجداد ہین اور اسی کا نتیجہ ہے کہ تجہیز و تکفین۔ ماتم اور مقبرون پر خاص توجہ کیجاتی ہے۔ ملک کے ہر ضلع مین کنفوشس کا مندر ہے جس کے لیے بہت بڑی بڑی زمینین وقف ہین لیکن اگر اُس کی آمدنی مندر کے اخراجات کے لیے کافی نہ ہو تو ضلع کے خزانہ سے اس کی کمی پوری کیجاتی ہے۔

کوریا کے لوگون کو بھوتون اور پلیدون پر بہت اعتقاد ہے عوام کے سب کام وقت اور موسم کی موزونیت یا ناموزونیت کے تابع ہین۔ ہر ایک واقعہ کسی آیندہ بدقسمتی یا خوش نصیبی کی نشانی سمجھا جاتا ہے گھر مین سب سے بڑی برکت کی چیز یہ ہے کہ باپ دادا کے زمانہ کی آگ کسی وقت خاموش نہ ہونے پائے اور اُس آگ کا روشن رکھنا ہر گھر والی عورت کا فرض ہے۔ ملک مین نجومی اور قسمت کا حال بتانے والے بے شمار ہین۔ اندھون کی نسبت اعتقاد ہے کہ اُنھین غیب کی باتین معلوم ہو جاتی ہین۔ لہذا اُن کی بڑی قدر کیجاتی ہے اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اُس سے خوب فائدہ اُٹھاتے ہین۔ دارالسلطنت مین اندھون کی ایک باضابطہ جماعت قائم ہے۔ اور وہان سے لوگ اُنھین رازون کے دریافت کرنے قسمت کا حال پوچھنے اور شیطانون کے دفع کرنے کے لیے بلا لے جاتے ہین۔

کوریا مین عورتین بہت کم وقعت رکھتی ہین۔ قانوناً اُنھین کسی قسم کا اختیار نہین دیا گیا ہے۔ اُن کی ذات اُن کے افعال کی ذمہ دار نہین بلکہ زندگی بھر وہ کسی نہ کسی کی حفاظت اور سرپرستی مین رہتی ہین

عورتین کہین نکلنے نہین پاتین مگر عام عورتون کو باہر نکلنے کی آزادی ہے۔ عوام مین مردون اور عورتون دونون کو بیوی یا شوہر کے مرنے کے بعد دوسری شادی کر لینے کی اجازت ہے۔ مگر امرا مین دوسری شادی جائز نہین ایسے جون سے انتہا درجہ کی محبت رکھنا کوریا والون کے خصائص مین سے ہے۔ اگر کسی کی ولاد نہ ہو تو خاندان کے بقا کے لحاظ سے وہ کسی کو متبنی کر سکتا ہے مگر لڑکے کا انتخاب نہایت سخت قواعد کے تابع ہے۔ بزرگون کا بہت ادب کیا جاتا ہے بیٹے کو اپنے باپ کا ہمیشہ مطیع اور فرمان بردار رہنا چاہیے۔ اگر وہ کہین راستہ مین اپنے باپ سے ملے تو بہت جھک کے سلام کرے۔ خط خاص آداب و القاب سے شروع اور ختم کرے۔ اگر باپ بیمار ہے تو بیٹا شب و روز اس کی تیمار داری مین مصروف رہے۔ بدقسمتی سے اگر باپ قید خانہ بھیج دیا جائے تو بیٹے کے لیے بھی لازمی ہے کہ قید خانہ کے باہر ہی پڑا رہے اور اگر باپ جلاوطن کر دیا گیا ہے تو بیٹا بھی مسافرت مین اُس کے ہمراہ رہے۔

تاریخ روم کا ایک قصہ

سلطنت روم کے زوال کے بعد بھی شہر اثینہ ایک مدت تک تہذیب اور علوم و فنون کا مرکز رہا ہے۔ اُس کس مپرسی کے زمانے میں بھی شہنشاہ اور حاکمون مین علوم و فنون کا شوق تھا لہذا ہر ایک نے اس شہر مین کوئی نئی عمارت بنوا دی یا مدرس مقرر کر دیے۔ شہنشاہ تھیوڈوسس بھی انھین مین تھا۔ اِس نے اُن درسگاہون کی جو زمانہ کی ناشائستگی کے ہاتھون مٹی جاتی تھین مرمت کرائی۔ اہل کمال کے وظائف پھر جاری کر دیے جنھین حریص اور طامع گورنر خود ہضم کر گئے تھے۔

اِسی شہر مین اور اِسی زمانہ مین جس کا حال ہم اوپر بیان کر آئے دو طالب علم جن کے نام الکندر اور سیپٹیمس تھے ساتھ رہتے تھے

ان مین سے ایک لیسیئم[عہ] کا سب سے بڑا دفیقہ رس بحث تھا۔ دوسرا فلاطون کی جھاڑیون[عہ] کا نہایت فصیح تقریر کرنے والا۔ دونون مین ایک ایک کمال تھا۔ دونون ایک وضع کے معروف تھے۔ لہذا آپس مین ملاقات بھی ہوگئی اور چونکہ دونون کی طبیعتین بھی ایک ہی طرح کی واقع ہوئی تھین بہت جلد گہری دوستی قائم ہوگئی۔ دونون کے ذرائع آمدنی بھی قریب قریب برابر تھے۔ علمی ذوق دونون مین موجود تھا اور دونون دنیا کے دو نہایت مشہور شہرون کے رہنے والے تھے الکندر کا سکان خاص اثینیہ مین تھا اور سیتھی مس روتہ الکبری کا رہنے والا تھا۔

کچھ دنون دونون اثینہ مین اسی یکجہتی اور لطف سے بسر کرتے رہے آخر کار الکندر کو اپنے نوجوانی کی ابتدائی چند روز فلسفہ کی خاموشی مین گزارنے کے بعد اس کا خیال پیدا ہوا کہ دنیاوی امور کا عملی تجربہ بھی حاصل کرے لہذا اس نے ایک نہایت حسین عورت ہائی پیشیا سے شادی کی درخواست کی۔ ہائی پیشیا نے اس سے انکار نہین کیا شادی کا دن مقرر ہوگیا ابتدائی مراسم سب طے ہوگئے اور اب کوئی بات سوا اس کے نہین باقی رہ گئی تھی کہ اپنی دلھن کو رخصت کرا لائے اپنی خوشی مین بے خود ہو کے یا اس خیال سے کہ مجھے اپنے دوست سیتھی مس کے بغیر کسی خوشی مین لطف نہ آئے گا۔ اُس نے اپنے ساتھی کا اپنی معشوقہ سے تعارف کرا دیا۔ مگر افسوس اس ملاقات نے دونون کی خوشی اور چین کا خاتمہ کر دیا کیونکہ سیتھی مس کے دل مین اُسے دیکھتے ہی خود بخود ایک خاص قسم کا خیال پیدا ہوگیا۔ اُس نے ہزار کوشش کی کہ میرے دل سے یہ بیہودہ اور ناحق خیال دور ہو جائے۔ مگر دل مین ایک ناقابل بیان درد تھا مغموم اور پریشان وہ اپنے کمرے مین واپس آیا مگر جو تحریک اِس کے دل مین پیدا ہو چکی تھی اس قدر بڑھ گئی کہ آخر کار اُسے بخار آنے لگا اور طبیبون نے فیصلہ کر دیا کہ اس کی حالت ناقابل علاج ہوتی جاتی ہے۔

عہ لیسیم وہ مقام تھا جہان مباحثہ کرنا سکھایا جاتا تھا۔ عہ افلاطون جن جھاڑیون مین درس دیا کرتا تھا وہان ایک درس گاہ قائم تھی اور اُسی کے نام سے موسوم تھی۔

اس بیماری کے زمانے مین اپنی دوستی کا حق ادا کرنے کے خیال سے الکندر رہی اس کی تیمارداری نہین کرتا رہا بلکہ اکثر اس نے اپنی معشوقہ کو بھی بلا لیا تاکہ وہ بھی مدد کرے۔ اب طبیبون نے اپنی دانائی سے فوراً پہچان لیا کہ اُسی کو کیا مرض ہے اور جب الکندر کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے اپنے خاموش اور نیم جان دوست سے بھی دریافت کر کے اس کا اعتراف کرا لیا۔

اس وقت الکندر کے دل مین جو عشق کے جذبات اور دوستی کے خیالات موج زن تھے وہ بیان نہین کیے جا سکتے۔ اثینہ والے اس وقت اخلاق کے اس درجہ پر پہونچ گئے تھے جب اُن کی خوبیان بھی حد سے متجاوز ہو چکی تھین مختصر یہ کہ اس نے اپنی خوشی اور مسرت کو نظر انداز کر کے اپنی خوبصورت معشوقہ کو جو چند روز مین اُس کی دولھن بننے والی تھی اپنے نوجوان رومی دوست کے حوالہ کر دیا۔ اُسی کی تجویز کے مطابق خفیہ طور پر اُن کی شادی ہو گئی۔ اپنی آرزو کے اس خلاف امید طریقہ پر پورے ہو جانے سے سیپٹی مس کے مرض مین فوری افاقہ ہوا۔ چند ہی روز مین وہ بالکل اچھا تھا اور اپنی نازک بدن معشوقہ کو ساتھ لے کے اپنے وطن رومۃ الکبریٰ مین چلا آیا۔ یہان اپنی لیاقت کی بدولت چند ہی برسون مین سلطنت کی ایک اعلیٰ ترین خدمت پر پہونچ کے شہر کا پریٹر یعنی ناظم فوجداری مقرر ہو گیا۔

اب الکندر کو صرف اپنے دوست اور اپنی معشوقہ کی جدائی ہی کی تکلیف نہین برداشت کرنی پڑی بلکہ اس کے خلاف ایک مقدمہ بھی ہائی پیشیا کے اعزہ نے عدالت مین دائر کر دیا۔ جن کا یہ بیان تھا کہ اُس نے ہائی پیشیا کو کچھ روپیہ کے معاوضہ مین فروخت کر ڈالا ہے۔ ایک باثر اور زبردست جماعت کے مقابلے مین نہ تو اُس کی بیگناہی کام آئی اور نہ اُس کی فصاحت بیانی کچھ اثر کر سکی۔ بہر حال اُسے سزا ہوئی اور اِس پر ایک بہت بڑی رقم جرمانہ کی عائد ہو گئی۔ اس کی مقدار اتنی زیادہ تھی کہ وہ مقررہ میعاد کے اندر فراہم نہ کر سکا۔ اس کی تمام جائداد اور مال و اسباب ضبط ہو گیا اور خود اُس کی ذات بھی آزاد نہ رہنے پائی کیونکہ عام بازار مین ایک غلام کی حیثیت سے فروخت کر ڈالا گیا۔

تھرس کے ایک سوداگر نے اُسے خریدا تھا لہذا الکندر اور اُس کے ساتھ
کے چند اور مصیبت کے ساتھی غلام اُس کے ویران دور ریگستانی ملک مین پہونچے
وہان اُس کا مقررہ کام یہ تھا کہ روزانہ اپنے ظالم مالک کے مویشیون کے
گلّون کو جنگل سے چرا لایا کرے اور اپنے شکار کی محنت سے وہ جو کچھ لا سکتا
اُسی کا ایک حصہ اُسے کھانے کو دیا جاتا تھا۔ اس مایوسی کی حالت مین ہر صبح
کو جب وہ اُٹھتا تھا اُسے اپنی فاقہ کشی اور مشقت کا خیال سب سے پہلے آتا
تھا۔ اور ہر موسم کی تبدیلی پر اُسکی مصیبتون مین کچھ نہ کچھ اضافہ ہی ہو جاتا تھا۔
لہذا اُس کے لیے موت اور بھاگ جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار
نہ تھا۔ بھاگنے کی صورت مین بظاہر اس کا نتیجہ بھی موت ہی معلوم ہوتا تھا۔
آخر کار کئی برس کی غلامی کے بعد اُسے ایک دن چپکے سے نکل بھاگنے کا موقع
مل گیا۔ راتون کو سفر کرکے اور دن کو سراؤن مین ٹھہر ٹھہر کے وہ ہزار خرابی
بردمہ مین پہونچ گیا۔ جس دن الکندر بردمہ مین داخل ہوا ہے اُس کا دوست
سیتی اس عدالت مین بیٹھا فیصلہ کر رہا تھا۔ یہین ہمارا آوارہ گرد مسافر بھی اس
امید مین کہ فوراً پہچان لیا جاؤنگا پہونچا۔ یہان عام لوگون مین وہ تمام دن
کھڑا حاکم کی طرف دیکھتا رہا کہ وہ نظر اُٹھا کے اُس کی طرف دیکھے۔ مگر مصیبتین
برداشت کرتے کرتے اُس کی صورت اتنی بدل گئی تھی کہ وہ اُس کو نہ پہچان سکا۔
شام کو جب اُس نے جرأت کی کہ خود سیتی کے پاس تک پہونچ جائے تو عدالت
کے چپراسیون نے اسے ڈھکیل کے پیچھے ہٹا دیا۔ غریب آدمی ایک جگہ سے مایوس
ہوتا ہے تو پھر دوسری جگہ جا کے درخواست کرتا ہے رات سر پر آ رہی تھی
اور اب اُسے اِس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنے سونے کے لیے کوئی جگہ تجویز
کرے مگر اُس کی سمجھ مین نہین آتا تھا کہ کیا کرے اور کہان جائے۔ اسقدر میلا کچیلا
اور چیتھڑے لگائے تھا کہ کسی نے اپنے یہان جگہ نہ دی۔ گلی یا کوچہ مین پڑ رہنا بھی
خوف سے خالی نہ تھا۔ مجبوراً اسے شہر سے باہر ایک مقبرہ مین جا کے لیٹنا پڑا۔ ایسے
مقامات عموماً گناہ افلاس اور ناامیدی کے گھر ہوا کرتے ہین۔

اس خوف کے محل مین ایک لوٹا ہوا مٹی کا کونڈا سرہانے رکھ کے

وہ سو رہا اور غنودگی مین تھوڑی دیر کے لیے اپنے مصائب بھول گیا۔ اور نیکی کی بدولت اس سخت ناہموار بستر پر بھی ایسی اچھی نیند آئی کہ کسی گنہگار شخص کو مخمل کے بچھونے پر نہ آتی۔

آدھی رات کو دو چور کچھ چرا کے اتفاقاً اسی مقام پر پہونچے اور مال کی تقسیم مین آپس مین جھگڑا ہونے لگا تو اس قدر بڑھا کہ ایک نے دوسرے کو سینہ مین زخمی کیا، اور مین دروازے کے پاس اُسے خون مین لتھڑا ہوا ڈال کے بھاگ گیا صبح کو اُس کی لاش وہان پڑی ملی اور مزید تحقیقات کے خیال سے مقبرہ کے اندر تلاشی لی گئی وہان الکندر سوتا ملا اور فوراً اُس پر چوری اور قتل کا جرم عائد کیا گیا۔ واقعات اُس کے خلاف تھے اور اُس کی تباہ شدہ حالت نے اور بھی شبہ کو یقین کے درجہ تک پہونچا دیا۔ قسمت کے ہاتھون وہ اب تک اتنا پریشان رہ چکا تھا کہ اب اُسے اپنی جان کی پروا نہین رہی تھی اِس دنیا سے جس مین سوا ناشکری جھوٹ اور ظلم کے کچھ نہ تھا اُسے نفرت ہو گئی تھی لہذا اپنے حق مین وہ کوئی صفائی بھی نہین پیش کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے اس خیال مین مستقل تھا اور لوگ اُسے رسی مین باندھے سیٹی سس کی عدالت مین لیے جاتے تھے۔ تمام ثبوت موجود تھے اس نے اپنے حق مین کچھ نہین کہا لہذا حاکم اپنا فیصلہ سنانے والا ہی تھا کہ خدا کی طرف سے اُس کے دل مین ایک خیال پیدا ہوا اور باوجود اس تباہ حالی کے اِس مجرم مین اُس نے اپنے پرانے محسن الکندر کے خط و خال پہچان لیے۔ اس موقع پر اُسے جیسی خوشی اور اُس کے ساتھ ہی جس قسم کی تکلیف ہوئی ہے وہ بیان نہین کی جا سکتی۔ خوشی اس بات کی تھی کہ ایک ایسا شخص جو اُسے دنیا بھر مین سب سے زیادہ عزیز ہے مل گیا۔ اور تکلیف اس بات کی کہ ایسی حالت مین ملا۔ ان متضاد جذبات سے پریشان ہو کر وہ دفعتاً اپنی کرسی سے اُٹھا اور اپنے دوست اور محسن کے گلے لپٹ کے بے اختیار رونے لگا۔

عدالت کے اور سب لوگ اُس وقت ایک دوسری جانب متوجہ تھے۔

وہ اصلی چور جو درحقیقت مجرم تھا چوری کا مال بیچتا ہوا پکڑا گیا۔ جس نے خوف زدہ ہو کے سب باتون کا اقبال کر لیا۔ وہ بھی اسی عدالت مین لایا گیا اور

اُس نے خود اپنی زبان سے غربت زدہ الکندر کو اس جرم سے بری ثابت کر دیا۔ کیا اب بھی نتیجہ بیان کرنے کی ضرورت ہے؟ الکندر چھوڑ دیا گیا اور اپنے دوست سیٹھی مس کے ساتھ عزت و آبرو اور آرام سے بسر کرنے لگا۔ مرتے وقت اُس نے وصیت کر دی کہ میری قبر پر یہ کندہ کرا دیا جائے کہ

"کوئی مصیبت ایسی سخت نہیں ہے جس سے اللہ تعالیٰ نجات نہ دیتا ہو" (ولاتقنطوا من رحمۃ اللہ)

ہندوستان مین مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

ابھی ہمین لکھنؤ کی بہت سی خصوصیتین بیان کرنی ہین جن کو زیادہ تر تعلق اخلاقی چیزون اور معاشرت کے امور سے ہے۔ مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر طور پر کچھ کیفیت فنون جنگ کی بھی بیان کر دین

سچ یہ ہے کہ یہ آخری دربار مشرق اُس وقت قائم ہوا جب مسلمانون اور علی العموم ہندوستانیون کی سپہ گری کمزور پڑ چلی تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ صحیح یہ کہنا ہوگا کہ پُرانی سپہ گری کے فنون اتنے نہین مٹے تھے جس قدر کہ پرانے فنون اور آلات جنگ نئے قواعد جنگ اور جدید آلات حرب کے مقابل مین بیکار ہو گئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پرانے فنون جنگ بجائے اس کے کہ مسلمانون یا اہل ہند سے نکل کے کسی نئی ترقی یافتہ بہادر قوم مین عروج پاتے دنیا ہی سے مٹ گئے اور ایسے مٹے کہ موجودہ نسل اپنے آباد اجداد کے شجاعانہ کارنامون اور اُن کے سپہگرانہ کارنامون سے بالکل ناآشنا ہے اور آج جو اُن فنون کے تذکرے کے لیے ہم نے قلم اُٹھایا ہے تو کوئی ایسا شخص بھی نہین ملتا جس سے کچھ حالات معلوم ہون۔ ہم شاہزادہ مرزا مسعود قدر بہادر بی۔ اے۔ اور لکھنؤ کے ایک بہت قدیم بزرگ سلیمان خان صاحب کے (جو حافظ رحمت خان صاحب قدیم نامور فرمانروا ے بریلی کی محترم نسل سے ہین) نہایت شکرگذار ہین کہ ان قدیم فنون جنگ کے متعلق جو کچھ لکھ رہے ہین اُنھین کی مدد سے لکھ رہے ہین۔

سپہگری - کے جن فنون کا نشوونما دہلی مین اور دہلی کے بعد لکھنؤ مین ہوا وہ دراصل تین مختلف قومون سے نکلے تھے اور تینون کے امتزاج سے اُن مین مناسب ترقیان ہوئی تھین - اور حیرت کی یہ بات ہے کہ باوجود میل جول کے اُن مین آخر تک اصلی امتیاز باقی تھا۔ بعض فن آریہ قوم کے سپہگرون سے ملے تھے۔ بعض کو ترک اور بہادران تاتار اپنے ساتھ لائے تھے - اور بعض خاص عربون کے فن تھے جو ایران مین ہوتے ہوئے یہان آئے تھے - لکھنؤ مین جن فنون کا رواج تھا اور جن کے باکمال اُستاد یہان موجود تھے وہ حسب ذیل معلوم ہوتے ہین -

(۱) لکڑی - (۲) پٹہ ہلانا - (۳) بانک (۴) بنوٹ (۵) کشتی - (۶) برچھا (۷) بانا (۸) تیراندازی - (۹) کٹار (۱۰) جل بانک -

(۱) لکڑی

یہ اصلی فن جسے پھنکیتی کہتے ہین آریہ لوگون کا تھا - جو ہندوستانی اور ایرانی دونون ملکون کے آریون مین مروج تھا - عربی فتوحات کے بعد ایران کی پھنکیتی پر عربی طرز جنگجوئی کا اثر پڑ گیا - اور وہان کی پھنکیتی بمقابلہ ہندوستانیون کے زیادہ ترقی کر گئی - ہندوستان مین آخر تک یہ دونون فن اپنی ممتاز وضعون مین باقی رہے اور لکھنؤ مین دونون اسکول قائم تھے - ایران کی عربی آمیز پھنکیتی یہان علی مد کے نام سے مشہور تھی - اور خالص ہندی پھنکیتی رستم خانی کے لقب سے یاد کی جاتی - علی مد مین پھنکیت کا بایان قدم ایک مقام پر جما رہتا اور صرف داہنے پاؤن کو آگے پیچھے ہٹا کے پینترے بدلے جاتے برخلاف اس کے رستم خانی مین پھنکیت پینترے بدلتے وقت داہنے بائین اور آگے پیچھے جس قدر چاہتا جگہ پاتا ہٹتا بڑھتا - اور ناگہان حریف پر آپڑتا - ایک یہ امتیاز بھی تھا کہ علی مد کا فن خاص رئیسون اور شریفون کے ساتھ مخصوص تھا - اُس کے اُستاد کبھی کسی رذیل یا ادنے طبقہ کے آدمی کو نہ اپنا شاگرد کرتے اور نہ اپنے فن سے واقف ہونے دیتے - بہ خلاف اس کے رستم خانی کا فن اجلاف اور ادنے طبقہ کے لوگون مین عام تھا -

علی مد کے ایک زبردست اُستاد فیض آباد مین شجاع الدولہ بہادر اور اُن کے بعد اُن کی بیوہ بہو بیگم صاحبہ کی سرکار سے وابستہ تھے۔ اُن کا ذکر تاریخ فیض آباد مین ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اِس فن کے سب سے پہلے اُستاد وہی تھے جو فیض آباد مین رہے اور پھر وارد لکھنؤ ہوئے۔ دوسرے اُستاد اسی فن کے محمد علی خان تھے جو خاص ہمارے محلہ کوڑہ بزان بیگ خان مین رہتے تھے۔ اور علی مد کے موجد مانے جاتے۔ تیسرے اُستاد میر نجم الدین تھے جو شاہزادگان دہلی کے ساتھ پہلے بنارس مین گئے اور پھر وہان سے لکھنؤ مین آئے۔ اُن کا معمول تھا کہ صرف شریفون کو شاگرد کرتے۔ اور شاگرد کرتے وقت شاہزادون سے دولت۔ اور شریفون سے صرف مٹھائی لیتے۔ اور اُسے بجائے اس کے کہ اپنے کام مین لائین خود لیجا کے سادات بنی فاطمہ کی نذر کر دیتے۔ یہ نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھے۔ اُن کے علاوہ ایک بڑے اُستاد میر عطا حسین تھے جو حکیم مہدی کے مخصوصین مین تھے۔ ایک بہت بڑے اُستاد چھٹے باز خان تھے جو اپنے کمال کے باعث غازی الدین حیدر کے زمانے مین علی مد کے موجد و بانی مشہور ہو گئے۔ اُنکی نسبت کہا جاتا ہے کہ نومسلم تھے۔ مگر وضع اُن کی بھی یہی تھی کہ سوا شریفون کے اپنا فن کبھی کسی ادنے طبقہ کے آدمی کو نہین بتایا۔ اُنھون نے لکھنؤ مین اپنی یادگار ایک مسجد چھوڑی ہے جو دھنیا مہری کے پُل سے آگے عالم نگر کے قریب آج تک موجود ہے۔

رستم خانی عوام مین رہی۔ اور اسی وجہ سے اس کو کوئی خصوصیت ہندو یا مسلمانون کے ساتھ نہین رہی بلکہ اُس کے صدہا اُستاد اودھ کے تمام گاؤن اور قصبون مین پھیلے ہوئے تھے۔ تاہم لکھنؤ مین یحیی خان بن محمد صدیق خان نے جو کمال اور نامورى رستم خانی مین حاصل کی کسی کو نہ نصیب ہو سکی۔ نواب فتحیاب خان عالی مرتبہ رئیسون مین ہونے کے باوجود بڑے خوش نویس تھے۔ اور اُنھون نے رستم خانی مین بھی کمال حاصل کیا تھا۔ اسی طرح لکھنؤ کے ایک مشہور بانکے پہلوان میر لنگر باز بھی رستم خانی کے اُستاد تھے۔ اور اب تک تھوڑا بہت رواج باقی ہے

والے لوگوں میں علی مد کا فن شرفا کے ساتھ مخصوص تھا اور شرفا کو پھکڑی سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ لہذا وہ فن بھی مٹ گیا۔ رستم خانی ادنے لوگوں میں تھی اور وہ لوگ آج بھی اکثر لڑتے بھڑتے رہتے ہیں لہذا اُن میں رستم خوانی کا رواج آج تک موجود ہے۔

علی مد کے دو ایک اُستاد میں نے مٹیا برج میں دیکھے تھے۔ اور یہ سب کے آخر میں میر فضل علی تھے جو محلہ محمود نگر میں رہتے تھے۔

(۲) پٹہ ہلانا

اس فن کی اصلی غرض یہ تھی کہ انسان دشمنوں کے نرغے میں پڑ جائے تو لڑی کے ہاتھ چاروں طرف پھینکتا ہوا سب کو ہٹا کے سب سے بچ کے اور سب کو مارتا ہوا نکل جائے۔ پٹہ کو ٹیک کے اُڑنا اس فن کا خاص کمال تھا اور سب سے بڑی تعریف اس بات کی تھی کہ انسان پر ایک ساتھ دس تیر بھی آکے پڑیں تو اُن کو کاٹ دے۔ یہ فن دہلی میں تھا۔ لکھنؤ میں پورب سے آیا اور جولاہوں میں زیادہ مروج تھا۔ اگرچہ آخر میں بہت سے شرفا نے بھی خصوصاً قصبات کے شیخ زادوں نے اختیار کر لیا۔ غلام رسول خان کا بیٹا گوری پٹہ باز لکھنؤ میں اس فن کا سب سے بڑا باکمال مانا جاتا تھا جس کے صدہا واقعات عوام میں مشہور تھے۔ مگر افسوس اب یہ افسانے بھی موجودہ نسل کو بھولتے جاتے ہیں۔

میر رستم علی کے سیفے میں دونوں طرف باڑھ ہوتی اور اُسے ہلاتے ہوئے سیکڑوں حریفوں کو چیر کے نکل جاتے۔ انہیں کے ایک شیخ زادے شیخ محمد حسین دونوں ہاتھوں سے پٹہ ہلاتے۔ چنانچہ غازی الدین حیدر کے زمانے میں ایک صاحب رزیڈنٹ بہادر اور بعض یورپین مہمانوں نے اس فن کے کسی صاحب کمال کا کمال دیکھنا چاہا۔ شیخ محمد حسین آموجود ہوئے۔ چونکہ اُس وقت پٹہ اُن کے پاس نہ تھا شاہی اسلحہ خانے سے ایک بیتکلف مرصع مکلل پٹہ دیا گیا۔ جسے لے کے اُنھوں نے ایسے ایسے کمالات دکھائے کہ ہر طرف سے تحسین کے نعرے بلند ہوئے اور وہ اسی تحسین و مرحبا کے جوش میں پٹہ

ہلاتے ہوئے مجمع سے نکل کے چلے گئے۔ اور اپنے گھر پہونچے۔ اہل فن میں مشہور تھا کہ جو شخص پٹہ ہلانا جانتا ہے وہ دس تلوار والوں کو بھی پاس نہ پہونچنے دیگا۔

اسی فن کا ایک صاحب کمال لکھنؤ میں میر ولایت علی ڈنڈا توڑ تھے۔ ان کی نسبت شہرت تھی کہ حریف کے ہاتھ میں کتنا ہی زبردست ڈنڈا ہو اُسے توڑ ڈالتے۔

بانک

فنون جنگ میں یہ بہت ہی اہم اور نہایت بکار آمد فن تھا۔ اور اصولاً دوسرے فنون پر فوقیت رکھتا تھا۔ اور شریف زادے خاص کوشش اور خاص شوق سے اس فن کو سیکھتے۔ اصلی غرض اس فن کی چھریوں سے حریف کا مقابلہ کرنا ہے۔ یہ فن قدیم الایام سے ہندوؤں میں بھی تھا اور عربوں میں بھی۔ مگر چھریاں دونوں کی جداگانہ ہوتی تھیں۔ ہندوؤں کی چھری سیدھی ہوتی جس پر دونوں طرف باڑھ ہوتی۔ اور عربوں کی چھری خمدار خنجر نما ہوتی جس پر ایک ہی طرف باڑھ ہوتی۔ مگر عربوں کی آخری چھری جنبیہ ہے جس کی نوک سے کچھ دور تک چاروں طرف چار باڑھیں ہوتی ہیں۔ اور اُس سے ایسا چوپہلا زخم پڑتا ہے کہ کہتے ہیں اُس میں ٹانکا لگانا مشکل ہوتا ہے۔ غرض اسی حربے سے لڑنے کے فن کا نام بانک ہے اس کی تعلیم یوں ہوتی ہے کہ اُستاد شاگرد دونوں آمنے سامنے دوزانو بیٹھتے ہیں۔ مگر ہندوؤں والی سیدھی چھری کی تعلیم میں قاعدہ تھا کہ دونوں مقابل دوزانو بیٹھنے کے ساتھ ایک گھٹنا کھڑا رکھتے۔ اور عربوں والی چھری کی تعلیم میں بالکل دوزانو بیٹھتے تھے۔ اور جوڑوں کے ساتھ بڑے زبردست پیچ ہوتے جن کے آگے کشتی کے پیچوں کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ یہ فرق بھی بتایا جاتا ہے کہ عربوں کے فن میں اصلی سات چوٹیں تھیں اور ہندوؤں کے فن میں نو۔ عربوں کی بانک میں پیچ پورا بندھ جاتا تو حریف کو زندہ چھوڑنا باندھنے والے کے اختیار سے بھی باہر ہو جاتا۔ اور ہندوستان والوں کے فن میں آخر تک اختیار میں رہتا کہ جب چاہیں پیچ کھول کے حریف کو بچا دیں۔ اس فن میں صرف چوٹیں نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے زبردست پیچ ہیں

تھے جن مین دونون حریف گھنٹون گتھے رہتے۔ اور پے در پے پیچ کرکے ایک دوسرے کو باندھ کے زخمی کر دینے کی کوشش کرتے۔ اس فن کے پیچ اس قدر ستھے اور علمی اور اصول کے ساتھ تھے کہ کہا جاتا کشتی اور لکڑی کے تمام پیچ بانک ہی سے نکلے ہین۔ بانک کے اُستادون مین مشہور تھا کہ بانک لیٹ کے پوری ہوتی ہے۔ بیٹھ کے آدھی رہتی ہے اور کھڑے ہو کے صرف چوتھائی رہ جاتی ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بنکیت کا کام صرف یہ ہے کہ حریف کو چھری سے زخمی کر دے۔ نہین اُس کا اصلی کام یہ ہے کہ حریف کو باندھ لے۔ اور بے بس کرکے گرفتار کر لائے۔

ایک یہ خاص بات بھی تھی کہ بانک والا اپنے فن کو حتی الامکان مخفی رکھتا۔ اُس کی وضع قطع اور طور طریق کسی بات سے نہ پہچانا جاتا کہ وہ پھکیت ہے۔ بنکیت عام تقہ شریفون کی وضع رکھتے۔ کفشین پہنتے کوئی ہتھیار نہ باندھتے۔ حتی کہ اُن مین لوہے کے قلم تراش یا سوئی تک کے پاس رکھنے کی قسم تھی۔ صرف ایک رومال رکھتے۔ اور اُس کے ایک کونے مین ایک لوہے کا چھلا بندھا رہتا۔ بس یہی حربہ ضرورت کے وقت اُنھین کام دے جاتا۔ یا اس سے بھی زیادہ تہذیب برتتے تو ہاتھ مین تسبیح رکھتے۔ اور اُس مین لوہے کا بھدا سا قبلہ نما لٹکا ہوتا۔ بس یہی حربہ اُن کے لیے کافی تھا۔

ہندوٗن مین قدیم الایام سے یہ فن خاص برہمنون مین تھا۔ راجپوت نہین جانتے تھے۔ نہ برہمن اُنھین سکھاتے اور نہ وہ اپنی وضع کے خلاف تصور کرکے اس کے سیکھنے کی کوشش کرتے۔ جس کی غالباً وجہ یہ تھی کہ بنکیت ہونے کے لیے ثقاہت شرط تھی۔ اور راجپوت کھلے سپاہی تھے۔ برہمن بنکیت قبلہ نما یا لوہے کے چھلے کے عوض ایک کنبھی لٹکاتے۔ جو جنیو مین بندھی رہتی۔ اور اسی سے کام لے کے نہایت ہی تہذیب و متانت کے ساتھ دشمن کا کام تمام کر دیتے۔ شاہزادہ مرزا ہمایون قدر بہادر فرماتے ہین کہ لکھنؤ مین یہ فن شاہ عالم کے زمانے مین اُس وقت آیا جب مرزا خرم بخت بہادر بنارس آئے اور اس فن کے دو ایک باکمال اپنے ساتھ لائے۔ لیکن ہمین معتبر ذریعہ سے اور تاریخ فیض آباد کے دیکھنے

سے معلوم ہوا کہ اِس فن کے باکمال منصور علیخان اور شجاع الدولہ ہی کے زمانہ مین فیض آباد مین آگئے تھے۔

نواب آصف الدولہ کے عہد مین بانک کے استاد لکھنؤ مین شیخ نجم الدین تھے۔ اُسی قریب زمانے مین بانک کے ایک دوسرے اُستاد لکھنؤ مین موجود تھے جو میر بہادر علی کے نام سے مشہور تھے۔ اُن کو دعویٰ تھا کہ پلنگ کے نیچے جنگلی کبوتر چھوڑ دیجیے۔ اور تماشا دیکھیے۔ کسی طرف سے نکل کے اُڑ جائے تو جانیے کہ مین بنکیت نہین۔ اُنھین پر منحصر نہین بانک کی یہی تعریف ہے اور ہر اُستاد اِس کا دعویٰ کر سکتا تھا۔ لکھنؤ مین ایک تیسرے اُستاد ولی محمد خان بھی تھے۔ نصیر الدین حیدر کے زمانے مین شیخ نجم الدین کے شاگرد کے شاگرد میر عباس کا نام مشہور تھا۔ اور اُن کے چار شاگرد نامور ہوے۔ جن مین سے ایک اوڈا کو تھا۔ باقی تین مہذب شرفا تھے اِس فن کے آخری اُستاد میر جعفر علی تھے۔ جو لکھنؤ کی تباہی کے بعد واجد علیشاہ کے ساتھ مٹیا برج مین پہونچے۔ اُنھین مین نے دیکھا تھا اور بچپن مین مین خود اُن کا شاگرد ہوا تھا۔ مگر دو ایک مہینہ سیکھ کے چھوڑ دیا اور جو کچھ سیکھا تھا خواب و خیال سا رہ گیا۔ اب نہین جانتا کہ کوئی جاننے والا باقی بھی ہے یا نہین۔

(۴) بنوٹ

اِس فن کی اصلی غرض یہ ہے کہ حریف کے ہاتھ سے تلوار لٹھ یا کوئی حربہ ہو گرا دے۔ اور ایک رومال سے جس مین پیسہ بندھا ہوا کرتا ہے یا اپنے ہاتھ ہی سے حریف کو ایسا صدمہ پہونچا دے کہ اُس کا کام تمام ہو جائے۔ اِس فن کی نسبت لکھنؤ مین ابتدا سے مشہور تھا کہ اِس کے بڑے بڑے زبردست اُستاد حیدر آباد دکن مین ہین۔ اور وہان جا کے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ واقعی وہان اب تک یہ فن ایک حد تک زندہ ہے۔ واقف کار لوگون کا بیان ہے کہ کھڑے ہو کے مقابلہ کرنے والا صاحب فن اگر نہتا ہے تو کشتی ہے۔ اُس کے ہاتھ مین چھری ہے تو بانک ہے۔ اور اگر کوئی دو گز کا لمبا سونٹا یا دوال

اُس کے ہاتھ میں ہے تو بنوٹ ہے۔ بنوٹ والے بھی اپنے فن کو مخفی رکھتے ہیں۔ اور ان کا ہمیشہ عہد ہے کہ صرف شریف کو سکھائیں گے۔ اور اُس سے عہد لے لیتے ہیں کہ کبھی کسی زبردست یا بے آزار آدمی پر حربہ نہ کریں گے۔ بنوٹ والوں کے بہتیرے جنھیں دعویٰ ہے کہتے ہیں ... اعلیٰ درجے پر پہنچ لیتے ہیں وہ ... مقابلہ کر سکتے ہیں۔ جو زیادہ عمر والوں کو نہیں حاصل ہو سکتے۔ ایسی ... والوں کو جسم انسانی کے تمام رگ پٹھوں کا پتا معلوم ہوتا ہے اور ... ہو سکتے ہیں کہ کس مقام پر ضرب انگلی سے دبا دینا یا ایک ... انسان کو بیتاب و بیدم کر دے گی۔ ... اس فن کے لیے ... مشہور تھا کہ لکھنؤ میں ... اس کے بہت سے باکمال ... تھے۔

... ہے کہ بیان ... سب سے پہلے ... ابراہیم خاں ... نے تھے۔ ... شیر خاں یہاں ایک ... سخت بانکے تھے اور تلوار کے دھنی ... جو ابراہیم خاں کا دعویٰ سنا تو تلوار لے کے مقابلے کو تیار ہو گئے ... ابراہیم خاں نے بھی مقابلہ منظور کر لیا۔ طالب شیر خاں نے جیسے ہی تلوار ... ابراہیم خاں نے ... رومال جس کے کونے میں پیسہ بندھا ہوا تھا کچھ ایسی خوبی سے مارا کہ طالب شیر خاں کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کے چمن سے دور جا گری ... دیکھ کے رہ گئے۔ اور سب نے محمد ابراہیم خاں کی اُستادی کا اعتراف کر لیا۔

... کے بعد لکھنؤ میں آخر تک یہ فن رہا۔ یہاں تک کہ مٹیا برج میں بھی ... نامی ایک شخص جو نواب معشوق محل کے وہاں کے داروغہ تھے بنوٹ کے باکمال اُستاد مانے جاتے تھے۔

(۵) کشتی

یہ فن خاص آریوں کا تھا ہندوستان میں بھی اور ایران میں بھی۔ عرب اور ترک اس سے بالکل ناآشنا تھے۔ ہندوستان کے قدیم باشندوں میں بھی جو آریہ لوگوں سے پہلے تھے اس فن کا پتہ نہیں چلتا۔ لکھنؤ میں پیچوں اور حریف کے زیر کرنے کے طریقوں کا بہت اچھا نشوونما ہوا۔ مگر کشتی

کا اصلی دار و مدار جسمانی قوت پر ہے - اور قوت مین لکھنؤ والے لاکھ کوشش کرین مشرقی ممالک خاصتہً پنجاب کے لوگون کا ہرگز مقابلہ نہین کر سکتے - لکھنؤ کی آب و ہوا کو قدرت نے یہ صلاحیت ہی نہین دی ہے کہ اُس کی خاک سے غلام وغیرہ کے ایسے پیلتن پہلوان پیدا ہون - اس لیے لکھنؤ کا کشتی کا فن صرف پیچپیچ کا کمال دکھاتا تھا جس مین زیادہ سے زیادہ اپنے سے دونے پر غلبہ حاصل ہو جاتا - مگر اس سے زیادہ طاقت والے کو زیر کرنا غیر ممکن تھا - لکھنؤ کے اکھاڑون اور اگلے پہلوانون کے قصے بہت مشہور ہین مگر سب پیچپیچ کے لحاظ سے نہ زور آوری کے اعتبار سے - ایک بار ہم نے یہان کے ایک مشہور پہلوان سید کی لڑائی ایک ڈونے قد کے پنجابی پہلوان سے دیکھی - اس مین شک نہین کہ سید کی لڑائی ابتدا سے نہایت خوبصورت تھی - اُس کی چلت پھرت اور اُس کا پھرتیلا پن قابل تعریف تھا - مگر انجام یہ ہوا کہ گھنٹہ بھر مین سید پسینہ مین ڈوبا ہوا تھا - طاقت جواب دے چکی تھی اور دم پھول گیا تھا - اور پنجابی پہلوان پر جو اُسے کھلا تا رہا تھا کچھ اثر نہ ہوا تھا - آخر سید خود ہی میدان چھوڑ کے بھاگ گیا - اور بے لڑے ہاری مان لی -

(۶) برچھا

جنگجوئی کا یہ پرانا فن ہے جو آریون - ترکون - اور عربون سب مین تھا - عربون کا برچھا لنبا ہوتا - اور اُس کا پھل تکونا - ترکون کا برچھا چھوٹا ہوتا اور پھل گول لوکدار یعنی مخروطی - اور ہندوستان کے آریون کا برچھا لنبا ہوتا مگر اُس کا پھل تپلا باڑھ دار پان کی قطع کا - اور تعجب یہ ہے کہ تینون طرح کے نیزے لکھنؤ مین موجود تھے - بڑے برچھے پانچ گز کے لنبے ہوتے اور چھوٹے برچھے تین گز کے - بڑے برچھے کی یہ تعریف تھی کہ خوب لچکے یہان تک کہ دوہرا ہو جائے - اور چھوٹے کی یہ تعریف تھی کہ اُس مین نام کو بھی لچک نہ ہو - اور اسی مناسبت سے دونون کے چلانے کے فن جدا جدا تھے - لکھنؤ کے مشہور اور اصلی برچھیت میر کلو تھے جن کا نام برہان الملک کے زمانے ہی مین چمک گیا تھا - اُن کے بعد میر اکبر علی برچھیت مشہور ہوئے - جو بریلی اور

رام پور سے اکثر پرچھیت آنا شروع ہو گئے۔ غازی الدین حیدر کے زمانے مین بادشاہ کو ہاتھیون کے شکار کا شوق ہوا تو برچھے کا فن جاننے والون کی بڑی قدر ہوئی۔ اور لڑائیون مین بھی حربہ زیادہ کام دینے لگا۔ افسوس یہ قدیم حربہ جس سے بڑی بڑی برانی قومون نے ناموری پیدا کی تھی لکھنؤ مین اصلی یا نقلی طور پر آج بھی کثرت سے باقی ہے۔ مگر صرف براتون کے جلوس کا کام دیتا ہے۔

(۷) بانا

یہ فن بھی صرف ادنیٰ درجے کے لوگون مین تھا اور کسی حد تک اب بھی باقی ہے۔ لٹھ کی لڑائی کے ہاتھ اور زمین اسی سے نکلی ہین۔ غرض اور نہایت بانکے کی یہی تھی کہ بانا یا لٹھ چلاتا ہوا انسان دشمنون کے نرغے مین سے نکل جائے۔ بانا ایک لمبی لکڑی کا نام تھا جس کے ایک طرف لٹو ہوتا۔ اور بعض دونون طرف لٹو رکھتے اور اس طرح ہلاتے کہ کوئی قریب نہ آسکتا۔ بعض لوگ لٹوؤن مین کپڑا باندھ کے اور تیل مین ڈبو کے انھین روشن کرتے۔ اور اس طرح ہلاتے کہ اپنے اوپر آگ کا مطلق اثر نہ ہو اور دشمن آگ کی وجہ سے دور ہی دور رہے۔

(۸) تیراندازی

یہ دنیا کی تمام جنگجو قومون کا پرانا حربہ اور عہد قدیم کی بندوق ہے۔ جس مین بڑے بڑے کمالات دکھائے جاتے۔ اور شریف و رذیل سب اس کی تعلیم لازمی سمجھتے۔ یہی حربہ ہے جس سے راجہ رام چندر جی اور اُن کے بھائی لچھمن جی نے راون اور اُس کے ایسے کوہ پیکر حریفون کو مار کے گرا دیا۔ اگرچہ بندوق کی ایجاد نے اُس کا زور کم کر دیا تھا مگر پھر بھی سپہگری کا اصلی جوہر تیراندازی سمجھی جاتی۔ کمانین اتنی کڑی رکھی جاتین کہ اُن کا چلہ کھینچنا ہر ایک کے لیے آسان نہ تھا۔ بلکہ جس کی کمان جتنی زیادہ کڑی ہوتی اسی قدر زیادہ اُس کا تیر دور جاتا اور کاری ہوتا۔ عربون نے اپنی فتوحات کے زمانے مین تیراندازی کے ایسے ایسے کمالات دکھائے ہین جو حیرت انگیز ہین۔ اُم ابان نام دس یا پانچ ہی روز کی بیاہی ہوئی ایک عربیہ دُلھن نے فتح دمشق کے موقع پر اپنے شہید دُولھا کے انتقام مین ایسے زبردست تیر برسائے کہ

چیلے نے دشمنون کے علم بردار کو مار کے گرا دیا۔ اور دوسرا دشمنون کے ہا در سردار کا اُس کی آنکھ مین اس طرح پیوست ہو گیا کہ کسی کے نکالے۔ نکل سکا۔ اور آخر گانسی کاٹ کے آنکھ ہی مین چھوڑ دی گئی۔

اودھ کے بانسی اور تیر اس فن کو چیلے سے بخوبی جانتے تھے۔ پھر بٹنے نئے استاد دہلی سے آئے۔ اور آصف الدولہ کے عہد مین اُستاد فیض بخش نے بادشاہ کے اشارے سے مرزا حیدر کے دال کو جو ہاتھی پر سوار آ رہے تھے ایسی پھیری سے تیر مارا کہ کسی نے اُن کو نشانہ بازی کرتے دیکھا اور نہ اُنھون جبر ہوئی حالانکہ تیر ٹلیہ کو توڑ کے نکل گیا تھا۔ وہ آخر تک بیخبر رہے۔ مگر پہونچ کے دیکھا تو وہ خون آلود تھا اور ساتھ ہی زخم سے خون کا فوارہ چھوٹا اور وہ دم بھر مین مر گئے۔

اس کی تعلیم کا طریقہ بھی مشکل تھا۔ مگر اب یہ فن دنیا کی تمام متمدن قومون مین فنا ہو گیا۔ اس لیے کہ موجودہ آتشبار اسلحہ نے اسے بالکل بیکار کر دیا۔ مگر ہندوستان کی وحشی قومون مین آج تک باقی ہے جو شکار اور درندون کے مارنے مین عموماً اور کبھی کبھی باہمی جنگ و پیکار مین بھی تیرون سے کام لیا کرتی ہین۔

(۹) کٹار

یہ پُرانا خاص آریہ قوم کا حربہ تھا۔ اور آخر مین اُس سے زیادہ تر ٹھگ اور قزاق کام لیتے۔ اُس سے حریف پر ٹوک کے حملہ نہ کیا جاتا بلکہ ... رکھ کے حربہ کیا جاتا۔ اسی وجہ سے غالباً دہلی مین بھی اور خاصۃً لکھنؤ مین شرفا اُس سے کام لینا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ کٹار سب باندھتے مگر اس سے لڑنا اور حربہ کرنا کوئی نہ جانتا تھا۔ اُس سے حربہ کرنے کی تعریف یہ تھی کہ جب چاہین تو حربہ کرین مگر دشمن کے جسم مین کہین خراش بھی نہ آئے۔ اور جب چاہین تو قبضہ تک پار ہو جائے ... سے چور اکثر راتون کو غافل اور سوتے حریف پر حملہ کرتے۔ اور چھپ کے اُس کا کام تمام کر دیتے۔

(۱۰) جل بانک

یہ وہی بانک کا مذکورہ فن تھا جو پیرا کی اور شناوری سے وابستہ

کر دیا گیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ گہرے پانی مین دشمن پر قابو حاصل کرین۔ اور اُسے باندھ دین یا پانی ہی مین اُس کا کام تمام کر دین تاریخ مین اور کسی جگہ اس کا تذکرہ نہین۔ مگر لکھنؤ مین پیرنے کے ایک زبردست اُستاد میرک جان نے اسے ایجاد کیا۔ اور سیکڑون شاگردون کو سکھایا۔ بادی النظر مین اس کی ایجاد لکھنؤ ہی مین ہوئی۔ اور آج بھی پیراکی کے بعض ہیں کے اُستاد جانتے ہیں ورنہ کہین اس فن کا نام و نشان بھی نہین۔

پیرائیون مین لکھنؤ نے جو ترقی کی اُس کا تذکرہ ہم آئندہ کرینگے۔

ریویو

معارج الدین۔ یون تو بظاہر ہندوستان مین اردو مطابع کو ترقی ہے اور روز نئے تصانیف شائع ہوتے رہتے ہین مگر جیسی قابل قدر تصانیف کی ضرورت ہے نہین۔ ہمارے دوست مولوی سید نواب علیصاحب ایم۔ اے پروفیسر بڑودہ کالج نے جاری کیا ہے سچ یہ کہ ایسی اعلی درجہ کی کتابین برسون نہین شائع ہوتین۔ اس کتاب مین سائنس کے دقیق مسائل نہایت آسان کر کے عام فہم اور سلیس زبان مین بیان کیے گئے ہین اور ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام کی سچائی کو سائنس سے ذرا بھی لغزش نہین ہو سکتی۔ یہ رسالہ جو ۲۰/۲۶ پیمانہ کے ۱۳۰ صفحون پر ختم ہوا ہے چار بابون پر حاوی ہے۔ پہلے مین سائنس کی کائنات۔ دوسرے مین سائنس مذہب کی روشنی ہے۔ تیسرے مین ماسے حیات۔ چوتھے مین حیات بعد الممات ہے۔ ہر مسائل پر عجب لطف اور عالمانہ متانت سے بحث کی گئی ہے۔ چوتھے باب مین تمام مشہور مذہبون یعنی مصریون۔ ہندؤن۔ یونانیون۔ زرتشتیون یہودیون مسیحیون۔ اور مسلمانون کے عقائد تحقیق کے ساتھ بیان کر دیے گئے ہین ہمارے نزدیک یہ رسالہ اس قابل ہے کہ میٹرکولیشن یا کالج کی اعلی جماعتون کے مذہبی نصاب تعلیم مین داخل کیا جائے۔ جو امید ہے کہ مسلمان طلبہ کو لامذہبی کی آفت سے بچا سکے گا۔ ہم انجمن ترقی اردو کے روشن خیال سکریٹری

مولوی محمد عبدالحق صاحب کی توجہ کو اس کتاب کی طرف مبذول کرا کے مشورہ دیتے ہین کہ اپنی انجمن کی کوششون کو وہ خاص اپنی اشاعتون ہی تک محدود نہ رکھین بلکہ اُن کا کام ہے کہ اردو مین جو مفید اور اچھی کتاب شائع ہو اُس کی قدردانی بھی اپنے ارکان کو آمادہ کرین - اور ترقی اشاعت کے جو جو ذرائع اُن کے ہاتھ مین ہون اُن سے ایسی بیش بہا تصنیفون کو محروم نہ رکھین -

یہ کتاب معمولی سفید کاغذ پر بہت واضح اور صاف چھپی ہے - اور قیمت فی جلد عہ ہے - بڑودہ کالج - بڑودہ کے پتہ پر خط بھیج کے جناب مصنف سے طلب کیجائے - اور دفتر دلگداز مین مہذب بک ایجنسی کے منیجر سے بھی مل سکتی ہے -

زیادہ امید افزا امر ہے کہ جناب مصنف اس کتاب کے اور حصہ بھی تصنیف فرما رہے ہین جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہین گے -

---

قدر افزایان دلگداز

آپ کا پرانا خادم ایڈیٹر دلگداز اِن دنون تقریباً ایک مہینہ سے بیمار ہے - اور ابھی تک پوری طرح کام کرنے کے قابل نہین ہے - ابتدا اً بخار کا سخت حملہ ہوا - پھر دماغی شکایات پیدا ہوئے - بخار جاتا رہا - مگر دماغ ابھی بخوبی کام نہین دیتا - اسی وجہ سے یہ پرچہ دیر مین شائع ہو سکا - کوشش ہے کہ اگست کا دلگداز وقت پر نکلے - اور اسی وجہ سے ناول ندرانہ کی تکمیل مین بھی دیر ہوئی - جو تھوڑا سا چھپنا رہ گیا ہے اور مین کوشش کر رہا ہون کہ ذرا بھی کام کرنے کے قابل ہون تو پورا کر دون - افسوس میرا کام میری ذات سے وابستہ ہے اور میری معذوری کا بڑا اثر پڑ جاتا ہے -

"مہذب بک ایجنسی"

مہذب بک ایجنسی کی خاص کوشش ہے کہ ہندوستان کے تمام مشہور مصنفون کی قیمتی اور قابل قدر کتابین ایک ہی جگہ سے دستیاب ہو جایا کرین۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے قدردان ہماری مدد کرین اور جس کتاب کی ضرورت ہو سب سے پہلے اس ایجنسی کو یاد کر لیا کرین۔ اس طرح ہمین بھی بخوبی موقع ملے گا کہ سب قسم کی کتابین اپنے پاس مہیا کر رکھین۔ علاوہ اس کے ہم نے یہ بھی انتظام کر لیا ہے کہ مختلف مذاق کے قدردانون کے اسمائے گرامی کی علیحدہ علیحدہ فہرستین طیار کرلین۔ لہذا حسب ذیل مضامین کی کتابون کے قدردانون کی علیحدہ علیحدہ فہرستین قائم ہین۔ جن حضرات کو جس قسم کی کتابون کا شوق ہو ہمین مطلع فرمائین ہم انکا نام گرامی اسی فہرست مین درج کر لین گے اور جو کتاب اُس مذاق کی شائع ہوگی فوراً اُنھین اطلاع دیجائی گی

(۱) دینیات (تفسیر حدیث کلام و فقہ) (۲) تاریخ و سیر (۳) تحقیق و تفتیش (ریسیرچ) (۴) ناول و ڈراما (۵) علوم و فنون (فلسفہ ہیئت وغیرہ) (۶) شعر و سخن۔

ملک کے مشہور مصنفون اور اہل قلم سے درخواست ہے کہ وہ اس ایجنسی کو اپنا قومی اور ملکی خادم سمجھ کے اس سے کام لین۔ اپنی تصانیف کو ایجنسی کے ذریعہ سے مشتہر کرائین اور اس سے بہتر کوئی ذریعہ بھی اشاعت کا نہین ہو سکتا کیونکہ جتنی نئی کتابین ہم کو مل سکین گی ہم **دلگداز** کے ذریعہ سے ملک مین پیش کر دیا کرین گے معاملات کا تصفیہ خط و کتابت سے ہو سکتا ہے۔

مہذب بک ایجنسی حتی الامکان خود بھی دلچسپ اور نادر کتابون کو چھپوا کے شائع کرے گی! فی الحال ایک کتاب یعنی مولنا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر قبلہ مدظلہ کی ایک نظم **"زمانہ اور اسلام"** تیار ہے جسکی قیمت ۳/ آنے اور مہذب بک ایجنسی سے مل سکتی ہے۔ دوسری کتاب **"رامائن کے بعض سین"** جنھین مولنا نے مدت ہوئی دلگداز مین متفرق طور پر شائع کیا تھا۔ یہ رسالہ مولوی محمد عبدالستار مرحوم کا ہے جن سے مولنا مدظلہ سے اس قدر تعلقات تھے کہ اس رسالہ کو بھی اُنھین کے لٹریچر کا ایک ضمیمہ کہا جائے تو بے اصل نہ ہوگا۔ تیسری کتاب **"تاریخ دمشق"** ہے جسے مولنا ممدوح نے خاص مہذب بک ایجنسی کے لیے تصنیف فرمایا ہے اور تمام اگلے اور پچھلے واقعات بڑی تحقیق اور تدقیق سے نہایت ہی دلکش اور دلچسپ الفاظ مین مرتب کیے ہین وہ بھی زیر طبع ہے۔

امید ہے کہ ہمارے احباب ہماری پوری مدد کرین گے۔ ایجنسی کی فہرست برابر شائع ہوتی رہی گی۔ شائقین آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیج کے طلب فرما لیا کرین۔ فقط

المشتہر

محمد صدیق حسن پروپرائٹر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

روشنی	۱۲ر

رینالڈز کے ناولوں کے ترجمے

توتے کی کان	عکار
مرکالی ایکروفیسر	ے ر
خفتہ الفردوس	عہ ر
شاہ کام	۱۲ر
مرقع نکی (آنفرڈ)	عہ ر

تصانیف مرزا محمد ہادی بی اے

امراؤ جان ادا	عہ ر
شریف زادہ	۸
ذات شریف	۸ر
مرقع لیلیٰ مجنون	۶ر
مثنوی امید و بیم	ار
افشائے راز	عہ ر
جنون انتظار	۲ر
طلسم اسرار	۳ر

تصانیف منشی جوالا پرشاد برق

نیالنی	۱۰
آرہ تسنین	۸ر
بنگالی دولھن	۶ر
سرتاب	۶ر
معشوقہ فرنگ	۶ر
بیروگ	۶
اتھیلو	۵ر

تصانیف منشی احمد علی بی اے

شباب لکھنؤ مجلد	عہ ر
تاریخ تمدن ″	عہ ر
زمان نصیب	عہ ر
مرقع اودھ	۶ر

تصانیف منشی رجب علی بیگ سرور

فسانہ عجائب جلی قلم واضح	۹ر
الف لیلہ	عہ ر
گلزار سرور	۸
انشائے سرور	۶ر

تصانیف شوق قدوائی لکھنوی

ترانۂ شوق	۶ر
قاسم و زہرہ قسیم علی	۸ر
عالم خیال چار نظمیں	۶ر
مسدس لیل و نہار	۴ر
مثنوی در یتیم	۲ر
مثنوی حسن	۲ر
جمیل (ڈراما)	۳ر
مسدس یونیورسٹی	ار

تصانیف شیخ احمد علی کامل لکھنوی

آزاد ایرانی	۳ر
پاربتی	۳ر
کلثوم	۳ر
دو پھول	۴ر

تصانیف عاشق حسین لکھنوی

مشتاق زہرہ	۶ر
افشائے راز	۸ر
مظفر و رابانی	۶ر
سلطان نازک ادا	
دو حصہ	۶
شادی و غم	۸ر
تار دو حصہ	عکار

تصانیف سعید احمد ناطق لکھنوی

خون عاشق	۵ر
انجمن آرا	عہ ر
مسافر دمشقی	۶ر
اسمٰعیل و زہرہ	۹ر
فرعون راموسی	۱۲ر
محبوبہ فرانس	۸ر
شہر آشوب لندن	۱۴ر

دوسرے دلچسپ ناول اور ترجمے

افسانہ دلپذیر	عہ ر
ترجمہ رسٹ، نشر	
بورش الاش	عکار
حاجی بابا اصفہانی	عہ ر
بہشت برین	۱۰ر
خوش نصیب	عہ ر
فریبہ نیرنگ	۱۰
منقود الخبر	عہ ر
فسانہ دو جہان	عکار
انجام خیر	عہ ر
زن مریم	۱۲ر
لال پیتان	۱۴ر
ناشاد	عہ ر
پرستان کی پری	۸ر
گنبد گیسو	۱۲ر
تتمہ	۶ر
انتقام	۱۲ر
زیب النسا	عہ ر
جنگ بلقان	عہ ر
جنگ طرابلس الغرب	۴ر
مرقع طرابلس	۳ر
تسخیر	۸
لکھمن	۲ر
درد عشق	۲ر
رضیہ سلطانہ	۳ر
نشیب و فراز	۸ر

خضر شباب	۴ر	مقدس دیوی	۲ر	درد فراق	۸ر	ترچھی نظر	۲
ماں کا قاتل	۶ر	ایران کا شہزادہ	عہ ر	کہکشاں	۲ر	ایرانی لڑکی	۶ر
برق غضب	۴ر	شمس و قمر	۳ر	سرمایہ بھاگوت	۸ر	یوسف دلارا	۵
فیروزہ محمودہ	۴ر	خوش نصیب	۵ر	درد عشق	۴ر	انقلاب	۸
شمشیر الشباب ہر دو حصہ	۶ر	ننھی دولی	۳ر	رضیہ سلطانہ	۴ر	ایران کا خندہ دل	۲
معشوقہ غدر	۴ر	خون ناحق	۱۰ر	محبوبہ لندن	۸ر	محمود و اختر	۲
معشوقہ فرانس	۸ر	دلستان	عہ ر	گریہ مسکین	۲ر	شاہد دیانت	۱۲ر
پیرس کا گنڈا	۴ر	ہنگامہ عشق	۱۰ر	حسین دانی	۸ر	برق غضب	۵
خوبصورت ناگن	۵ر	راز عشق	عہ ر	چنچل جاسوس	۴ر	عصمت کا انجام	۵
کارگذار	۵ر	زاہدہ	عہ ر ۴	زبردستی کا خون	۴ر	ہنگامہ عشق	۲
عاشق شیطان	عہ ر	شاہد مقصود	عہ ر ۸	بستانی جوگن	۶ر	انگلستان کا	
نشتر	۴ر	شہید جفا	عہ ر ۸	پرستان کی پری	۲ر	کچا چیٹھا	۸
رزم بزم کامل	عہ ر	سیتا دو جلد	۱۔	بہو جان	۲ر	شیل ننتی	۳ر
ڈاکٹر کی بیٹی	۴ر	عروج زوال	۲ر	طلوم اوٹکی	۲ر	نسیم آرزو	۳ر
مرد میدان کامل	عہ ر	خوش نصیب	عہ ر	حسرت دید	۲	خون جگر	۴
شماتت ہمسایہ	عہ	وفا کا پتلا	۲ر	منچلا جوان	۶ر	نیرنگ حسن	۴ر
گنج فاطمہ	۴ر	آتمشش	عہ ر ۸	درد دل	۲	عقد ثریا	۱۰ر
مہرجبا	۲	شہنشاہ عیاران	۵ر	حسین لڑکی	۳ر	دلبر	۵ر
کارزار صلیبیہ	۸ر	جہاں آرا	۱۲ر	سیلاب کشمیر	۴ر	خواب عبرت	۳ر
میٹھی چھری	۴ر	مجوس کنشت	۱۰ر	قزاق کی بیٹی	۳ر	جفائے حسن	۴ر
ہیرے کی کنی	۵ر	معشوقہ عرب	۱۰ر	نامراد عاشق	۳ر	جفا سے نیاز	۵ر
تسخیر	۲ر	رہبر	۱۰ر	یوسف زلیخا		شاہد طراز	۵
ارمان	۶ر	اسرار رنگون	۱۲ر	اطہر ناول	۴ر	حجاب عصمت	۲
جام زہر	۶ر	دلدوز	۱۲ر	وفادار معشوقہ	۶ر	غریب الوطن	عہ
تاراوتی	۸ر	در بے بہا	۸ر	نورتن	۱۰ر	رضائے حسینہ	۸

تصانیف مولنا محمد عبدالحلیم صاحب شرر

(تاریخ)

(۱) جنید بغدادی - حضرت جنید کے حالات عہ

(۲) ابو بکر شبلی حضرت شبلی کے حالات ۔

(۳) تاریخ سندھ عرب کے فتوحات سندھ کی [illegible]

تاریخ جلد اول عہ جلد دوم [illegible]

(۴) عصر قدیم اقوام سلف کی نہایت وسیع تاریخ

(لائبریری ایڈیشن نمبر ۲) [illegible]

(۵) حروب صلیبیہ - انگریزی سے ترجمہ اور عربی سے تحشی - [illegible]

(۶) افسانۂ قیس مجنون عامری کے حالات

(لائبریری ایڈیشن نمبر ۱) [illegible]

(۷) حسن بن صباح باطنیا اسماعلیہ کا بانی اور بمبئی کے خوجوں کی اصلیت لائبریری ایڈیشن (نمبر ۳) [illegible]

(۸) سکینہ بنت حسین جناب سکینہ کے حالات زندگی [illegible]

(۹) خواجہ معین الدین چشتی

(۱۰) ملکہ زنوبیہ سلف کی ایک عربی ستارہ ملکہ [illegible]

(۱۱) آغائی صاحب رئیس قوم کے حالات [illegible]

(ناول)

(۱۲) فلورا فلورنڈا - اندلس میں سلطنت عرب یعنی

(لائبریری ایڈیشن نمبر ۶) [illegible]

(۱۳) فلپانا - عہد حیکا کا ایک سچا واقعہ یعنی

(لائبریری ایڈیشن نمبر ۸) عہ

(۱۴) رومۃ الکبریٰ - روم کے لوگوں کا عہد [illegible]

(۱۵) زوال بغداد - دولت عباسیہ کا استیصال [illegible]

(۱۶) ماہ ملک - غوریوں کا عروج [illegible]

(۱۷) یوسف نجمہ کامل - مکمل بتی ہیں چھپی [illegible]

(۱۸) فتح اندلس - اسپین پر عربوں کا حملہ [illegible]

(۱۹) فردوس برین - حسن بن صباح کی جنت کی سیر [illegible]

(۲۰) عنبرین دولھن - حضرت جہانگیر [illegible]

(۲۱) حسن کا ڈاکو - حرام پور کے نواب کی سرگذشت

حصہ اول ۱۲ر حصہ دوم [illegible]

(۲۲) اسپرر داہ [illegible] حرام پور کے نواب کے حالات نمبر ۱ ۵ر نمبر ۲ [illegible]

(متفرق)

(۲۳) الحکم الرفاعیہ معرفت میں سید احمد رفاعی کے ایک پر مغز رسالہ کا ترجمہ [illegible]

(۲۴) سرسید کی رنگین بکتیں - [illegible]

(دلگداز کی جلدیں)

(۲۵) جلد سنہ [illegible] عہ — (۳۰) جلد سنہ ۱۹۱۱ [illegible]

(۲۶) جلد سنہ ۱۹۰۴ عہ — (۳۱) جلد سنہ ۱۹۱۲ [illegible]

(۲۷) جلد سنہ ۱۹۰۵ عہ — (۳۲) جلد سنہ ۱۹۱۳ [illegible]

(۲۸) جلد سنہ ۱۹۰۶ عہ — (۳۳) جلد سنہ ۱۹۱۴ [illegible]

(۲۹) جلد سنہ ۱۹۱۰ عہ — (۳۴) جلد سنہ ۱۹۱۵ [illegible]

ان کے علاوہ مولانا کے اور بہت سے تصانیف ہیں جنمیں سے ایام عرب - قیس ولبنیٰ - شوقین ملکہ - مقدس نازنین - اسلامی سوانح عمریاں تو صحت کے بعد دوبارہ چھپیں گے - جن کو اب نہیں مل سکتے - [illegible] دلگیش نندنی - [illegible] حسن انجلینا [illegible] بازاری [illegible] قیمت پر بازار سے خرید کے بھیجے جاتے ہیں۔

المشتہر حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز گنرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

دلگداز

اُردو کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولٰنا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر

سب ایڈیٹر

مولوی محمد صدیق حسن صاحب

منیجر و پبلشر

خاکسار حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

جو
دلگداز پریس مین چھپ کے لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان کا اسپارٹا ملیح آباد

نیشنل [illegible] والنٹیر (قومی سپاہی بننے کے لئے) [illegible] مسلمان لوگ اپنے مقامی پالیٹکس کی [illegible] سے [illegible] تحریک میں شامل نہیں ہوئے مگر فطری [illegible] سے وہ [illegible] والنٹیر ہونے کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہی تمنا رکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں یوں تو اپنی قدیم معاشرت کے لحاظ سے ہر ادنے و اعلی اور ہر طبقہ کا آدمی کو سپاہی ہوا چاہیے مگر ہندوستان میں پٹھانوں کی قوم خاص سپاہی ہے جو سپہگری کے سوا اور کسی پیشہ کو شرافت سے بعید خیال کرتے ہیں۔ [illegible] پٹھانوں میں بھی ہمارے [illegible] کے قصبات ملیح آباد اور [illegible] سپہگری کا کچھ ایسا غالب مذاق رکھتے ہیں کہ تعلیم اور مغربی اثر نے دنیا کا مذاق بدل دیا ہر قوم اور ہر جماعت اپنے پرانے شعار [illegible] کو قبول کی۔ مگر وہ آج تک باوجود قانون اسلحہ کے جاری ہونے [illegible] باہمی [illegible] و جدال کے موقوف ہو جانے کے اپنی [illegible] کو نہیں بھولے اور آج [illegible] سپاہی اور اسی طرح [illegible] جس طرح آج سے [illegible] پہلے تھے۔

اپنی کتاب عصر قدیم کے صفحہ ۲۶۴ پر ہم نے ان کی نسبت مندرجہ ذیل خیالات ظاہر کیے تھے: — ہمارے یہاں بعض پٹھانوں کی بستیوں کا مذاق اسپارٹا والوں سے [illegible] ملتا جلتا ہے۔ خموشی اور امن و امان کی زندگی کو وہ نا پسند کرتے بلکہ نفرت کی [illegible] دیکھتے ہیں۔ کوئی اور لڑنے بھڑنے کو نہیں ملتا تو آپس ہی میں لڑ بھڑ لیا کرتے ہیں۔ [illegible] بجائے ان بے نتیجہ ہنگامہ آرائیوں کے زیادہ مناسب [illegible]

سے درخواست کرین کہ اُن کو اپنے محدود حلقون مین اسپارٹا والون کا طریقہ اور لی قورغوس کے فوجی قوانین جاری کرنے کی اجازت مرحمت کی جائے۔ ممکن ہے کہ گورمنٹ جدت طرازی کے خیال سے یا ایک پرانے طریقے کی تجدید کے لحاظ سے انھین اِن کی اجازت دیدے۔

۱۱۶۰ قبل محمد صلعم سے تقریباً تین چار سو برس بعد تک اہل یونان کی ترقی کا زمانہ تھا۔ اور اُن کی ترقی کے پورے دور مین دو شہر بہت ہی ممتاز و نامور رہے۔ ایک ایتھنز جسے اہل عرب اثینہ کہتے ہین اور دوسرا اسپارٹا۔ ایتھنز علم و فضل اور تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا۔ اور اسپارٹا سپہگری و جنگجوئی کا۔ ایتھنز مین حکیم اور فلسفی پیدا ہوتے تھے اور اسپارٹا مین سپاہی اور پہلوان۔ دونون شہرون کے قوانین بھی جدا تھے۔

اسپارٹا والے اپنے آپ کو ہرکیولس (ہرقل اعظم) کی نسل سے بتاتے تھے جو یونانیون کا ایک ویسا ہی تہمتن تھا جیسا کہ ایرانیون مین رستم نریمان اور ہند ؤن مین مہابیر جی تھے۔ شجاعت اور سپہگری اِن لوگون کی گھٹی مین پڑی تھی۔ کہتے ہین کہ ہرقل کی نسل چند روز بعد عیش پرستی مین پڑ گئی تھی کہ ۱۴۲۱ قبل محمد صلعم مین اُن کا مقنن اعظم فرمان روائی قورغوس پیدا ہوا اور اُن مین شجاعت کی تجدید کرنے اور راحت طلبی کے فنا کرنے کے لیے نئے قوانین جاری کیے جو چاہے کیسے ہی سخت ہون ایک سپہگر قوم کے لیے نہایت ہی موزون تھے۔

سب سے پہلے تمام لوگون کے پاس جس قدر سونا چاندی تھا لے لیا گیا۔ اور اُن کے عوض لوہے کے سیاہ ٹکڑے دیدیے گئے جو بیکار تھے۔ ساری زمین اُن لوگون مین بانٹ دی گئی۔ جسے اُن کے غلام جو "ہیلوٹ" کہلاتے تھے جوتتے بوتے۔ اور پیداوار یہ اہل شہر بسر کرتے۔ لڑکے آغوش مادر سے نکلتے ہی گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے۔ اس لیے کہ مردون کو گھرون مین رہنے کی اجازت نہ تھی۔ شب و روز سپہگری کی کھیلون۔ ورزشون۔ زور آزمائیون اور باہمی جنگ و جدال مین مصروف رہتے۔ اِن ورزشی لڑائیون مین

قوم کی خوبصورت عورتین اور لڑکیان سامنے لاکے کھڑی کر دی جائین اور اُن کی مجال نہ ہوتی کہ کسی عورت کی طرف نگاہ اُٹھا کے دیکھ سکین۔

کسی چیز کو اُن مین اتنی اہمیت نہ تھی جتنی کہ اسلحہ کے استعمال اور بہادرانہ مارپیٹ اور اس کے ساتھ ضبط وتحمل کی قوت بڑھانے کو۔ جنگی تعلیم اس قدر عفت تھی کہ اسپارٹا والون کے لیے امن و امان کا زمانہ کسی مہم پہ جانے اور فوج کشی کے زمانے سے بدرجہا زیادہ سخت تھا۔ لڑائی کے مقابل لڑائی پر جانا بڑے آرام و آسائش کا زمانہ تھا۔ درد چوٹ یا تکلیف پر اُف کرنا یا بزدلی کی کوئی علامت ظاہر کرنا اس قدر شرمناک تصور کیا جاتا کہ ایک لڑکا جو کسی بھیڑیے کو اپنے کرتے کے اندر چھپائے ہو۔ بھیڑیا چاہے بوٹیان نوچ لے اور جسم کو پھاڑ کے اُسے مار ہی کیون نہ ڈالے مگر یہ ممکن نہ تھا کہ وہ زبان سے اُف کرے یا اذیت سے بچنے کے لیے اُسے چھوڑ دے۔

نوعمر لڑکے ارتھمیس دیوتا کی مورت کے سامنے کھڑے کر کے پیٹے جاتے۔ بعض پیٹتے پیٹتے مر بھی جاتے مگر نہ وہ بے صبری و بزدلی ظاہر کرتے۔ اور نہ اُن کی مائین آہ و واویلا کر سکتین جنھین سامنے کھڑا کر کے یہ تماشا دکھایا جاتا تھا۔ اسی چیز نے اسپارٹا کے سپاہیون سے زیادہ بہادر اُن کی ماؤن کو بنا دیا تھا۔ چوری مین اگر اسپارٹا والا پکڑ لیا جاتا تو اُسے سزا دی جاتی۔ اور اگر نہ پکڑا جاتا تو اُسے انعام دیا جاتا۔

لباس اور غذا مین اس قدر سادگی اور بے پروائی کی عادت ڈال دی جاتی کہ اسپارٹا والون کو کسی قسم کی نمایش کا بالکل خیال نہ تھا۔ بڑے بڑے ہال تھے جن مین وہ لوگ جمع ہو کے ایک ساتھ کھانا کھاتے۔ ٹیبل ٹاک (یعنی میز پر کی چہ می گوئیون) کو نہایت بُرا سمجھتے بلکہ سوا مختصر الفاظ مین اپنا مافی الضمیر ظاہر کر دینے کے زیادہ باتین کرنا ہی نہ پسند کرتے۔ اور سب دم بخود خاموش ہی نظر آتے۔ ایک قسم کا کڑوا کسیلا کالا شوربا اُن کے سامنے رکھا جاتا جسے دیکھتے ہی اور شہر کے لوگون کو اُبکائیان آنے لگتین مگر وہ شوق اور رغبت سے خاموش بیٹھ کے کھاتے۔ اور پیٹ بھر لیتے۔ مگر اُس

غذا کی حالت یہ تھی کہ اسپارٹا والے بھی اُسی وقت کھا سکتے جب مارے بھوک کے بیقرار ہوتے۔

جب کوئی بچہ پہلے پہل اِن لوگون مین شریک ہوتا میز پر بیٹھ کے اِن کی غذا کو دیکھتا۔ اور چہرے سے کسی قسم کی ناگواری ظاہر کر کے کچھ کہنے کا قصہ کرتا تو ساتھ والے کڑوے تیورون سے کہتے "یہان فضول باتین کرنا منع ہے" پھر دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہتے "کوئی فضول بات تمھارے منھ سے نکلی اور تم اسکے باہر کر دیے گئے"

یہ حالت تھی اسپارٹا والون کی جو شجاعت و سپہگری مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ اُن کی معاشرت بہت ہی سادی اور جفاکشی و مشکل پسندی کی تھی۔ اخلاق مین درشتی اور برہمی تھی۔ ذرا مین مشتعل ہو جاتے۔ اور فوراً جان دینے کو تیار ہو جاتے۔ یہی معاشرت اور اسی قسم کا اخلاق ہماری مذکورۂ بالا بستیون کے جوانمردپٹھانون کا ہے۔ اگرچہ کسی خاص فوجی معاشرتی قانون کے نہ جاری ہونے سے اُن کی پوری پوری وہی حالت نہین ہے جو اسپارٹا والون کی تھی۔ تاہم اُن مین طبعی رجحان اس مذاق کا موجود ہے۔ اس زمانے مین اِن لوگون کے مذاق کی قدر نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل تباہ ہوتے جاتے ہین کیونکہ سپہگری اور بانکپن کے سوا اور کسی پیشہ کے اختیار کرنے کو یہ اپنی شرافت کے خلاف خیال کرتے ہین۔ اور جس قسم کی شجاعت و سپہگری اِن مین ہے اُس کی موجودہ گورنمنٹ مین قدر نہین۔ بلکہ اُس کا باقی رکھنا آج کل کے مہذب نظم ونسق کے خلاف تصور کیا جاتا ہے۔

لیکن ہماری گورنمنٹ جہان تہذیب و تمدن کی حامی ہے وہان آثار سلف کی سب سے بڑی مربی اور قدیم روایات کو عملی صورت مین لانے کی شائق بھی وہی ہے۔ کیا یہ ممکن نہین ہے کہ ایک محدود رقبہ سلف کے کسی خاص مذاق کا مرکز قرار دیدیا جائے؟ اور وہ اُس مین اُسی قسم کے قوانین جاری کر کے پرانے سپہگرانہ ضبط و تحمل اور اگلی جان بازی و سرفروشی کے جذبات کو از سر نو زندہ کر دیا جائے؟

شاید اسپارٹا کے پورے پورے قانون ان لوگون کے لیے فی الحال ناقابل برداشت ہون - کیونکہ یہ زیادہ متمدن ہوگئے ہین - اور بال بچون سے الگ رہنے شب و روز ورزش و زور آزمائی مین مصروف رہنے - اور اپنے مملوکہ ملوکہ چاندی سے دست بردار ہو جانے کو نہ گوارا کر سکین - یا اُسے ظلم و جور خیال کرین - لیکن ہمین یقین ہے کہ اُن کے فطری رجحان سپہگری کی اسپارٹا کے اصول پر تھوڑی بھی پرورش ہو جائے گی تو بڑی خوشی سے وہ اُن کے تمام سپہگرانہ قوانین کو قبول کر لین گے -

قطع نظر اس کے کچھ اس کی بھی ضرورت نہین کہ ہی قورغوس کے پورے پورے قانون یہان جاری کر دیے جائین بلکہ گورنمنٹ اُنھین سپہگرانہ اصول کو ملحوظ رکھ کے اِن لوگون کے لیے ان کے مذاق و مقاصد کے مناسب اسپارٹا کے اُن پرانے قوانین مین ترمیم کر سکتی ہے جن کے جاری ہونے کے چند ہی روز بعد ہندوستان مین ایک ایسا خطہ پیدا ہو جائے گا جو اچھے سے اچھے سپاہی اور بہادر سے بہادر جنگجو مہیا کیا کرے گا - اور ہماری بانکی فطرت والے خان صاحبون کو اپنے مذاق کے مطابق ترقیان کرنے اور ساری دنیا پر اپنی شرافت کا نقش بٹھا دینے کا موقع مل جائے گا -

ہماری گورنمنٹ نے اپنی بحری قوت پر مطمئن ہو کے دوسری سلطنتون کی طرح اس کی ضرورت نہین سمجھی کہ ابنائے وطن کو جبراً جنگی تعلیم دی جائے - اور اُتنی ہی فوج تیار کر لی جائے جتنی کہ اُس کی قلمرو کی مردم شماری تیار کر سکتی ہے - لیکن اس کا خیال نہین کیا گیا کہ برٹش گورنمنٹ کو اب صرف جزائر برطانیہ ہی کی حفاظت نہین کرنا ہے بلکہ ہندوستان - مصر - جنوبی افریقہ اور اُن صدہا شہرون اور نو آبادیون کی بھی حفاظت کرنا ہے جو دنیا کے بڑے بڑے ملکون سے وابستہ ہین اور جہان تک جہازون کا اثر نہین پہونچ سکتا - موجودہ لڑائی کے بعد غالباً گورنمنٹ کو فوجی سپاہیون کے بہم پہونچانے کے مروجہ طریقہ مین کچھ نہ کچھ اصلاح ضرور کرنی پڑی گی -

اُس وقت اگر ہمارے ملیح آباد اور خالص پور وغیرہ کے پرانے اسپارٹا

بنا دینے کا اہتمام کیا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔ قطع نظر اس کے کہ یونان کی ایک سنت قدیم زندہ کی جائیے اِس طریقہ سے گورنمنٹ کو لڑائیون کی ضرورت کے لیے ہمیشہ ایک نہایت ہی جانباز لشکر تیار ملے گا جو شاید دوسری فوجون سے زیادہ بکارآمد ثابت ہو۔ اور جس کے سپاہی اکثر مہمون مین ایسے ایسے کارنامے دکھائین گے جو تاریخ عالم مین ہمیشہ کے لیے یادگار ثابت ہون گے۔

ہندوستان مین مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

اردو مین مثل مشہور ہو کہ بڑھاپے مین انسان کی قوت شہوانی زبان مین آجایا کرتی ہی، ویسے ہی بہادرون اور جانبازون کی قوت شجاعت کی نسبت اکثر تجربہ ہوا ہو کہ جب کمزوری آتی ہے یا ہاتھ پاؤن کی طاقت جواب دیتی ہے تو ساری بہادری اور شجاعت دست و بازو سے نکل کے زبان اور آنکھون مین جمع ہو جاتی ہو۔ اب وہ اپنی گزشتہ شجاعت و ناموری کے افسانے بیان کرتے اور شجاعت کے کارنامے اپنی ذات سے نہین دکھاتے بلکہ اُن کا تماشا لڑنے والے جانورون کے ذریعہ سے دیکھتے اور دوسرون کو دکھا دکھا کے داد طلب ہوتے ہین۔

یہی حال لکھنؤ کا ہوا۔ جب لوگون کو ملک گیری و صف آرائی سے فرصت ملی اور میدان جنگ مین کھڑے ہونے کا حوصلہ نہ رہا تو جنگجوئی کے جذبات نے جانورون کو لڑا لڑا کے جانبازی و خونریزی کا تماشا دیکھنے کا شغلہ پیدا کیا۔ یہ شوق یون تو تھوڑا بہت سب جگہ ہے مگر اِس مین جس قدر انہماک اہل لکھنؤ کو ہوا اور اِن بے نتیجہ بلکہ سنگدلی کی دلچسپیون کو اِن لوگون نے جس درجہ کمال کو پہونچا دیا اور مقامات کے لوگون کے خواب و خیال مین بھی نہین گزرا تھا۔ اور اگر غور سے دیکھیے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو شوق اور اِن مشاغل کے جیسے کرشمہ اور دلکش و دلفریب تماشے سواد لکھنؤ مین دیکھے گئے دہلی یا ہندوستان کا کوئی اور دربار در کنار غالباً ساری دنیا کے کسی شہر مین نہ دیکھے گئے ہون گے۔

لکھنؤ مین غیر کی شجاعت سے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا یہ شوق تین طریقون سے پورا کیا گیا۔ (الف) درندون اور چوپایون کو لڑا کے۔ (ب) طیور کو لڑا کے (ج) تکلین اور کنکوے لڑا کے یعنی پتنگ بازی کے ذریعہ سے۔ ان تینون قسمون کو ہم بقدر اپنی جستجو اور معلومات کے جدا جدا تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہین۔

قسم اول یعنی درندون اور چوپایون کی لڑائی کا تماشا یہان حسب ذیل جانورون کو لڑا کے دیکھا گیا۔ (۱) شیر۔ (۲) چیتے۔ (۳) تیندوے۔ (۴) ہاتھی۔ (۵) اونٹ۔ (۶) گینڈے۔ (۷) بارہ سنگے۔ (۸) مینڈھے۔ درندون کے لڑانے کا مذاق قدیم ہندوستان مین کہین کبھی نہین سُنا گیا تھا۔ یہ اصلی مذاق پُرانے رومیون کا تھا جہان انسان اور درندے کبھی باہم اور کبھی ایک دوسرے سے لڑائے جاتے تھے مسیحیت کے عروج پاتے ہی وہان بھی یہ مذاق چھوٹ گیا تھا۔ مگر اب تک اسپین مین اور بعض دیگر ممالک یورپ مین وحشی سانڈ باہم اور کبھی کبھی انسانون سے لڑائے جاتے ہین۔ لکھنؤ مین غازی الدین حیدر بادشاہ کو غالباً اُن کے یوروپین دوستون نے درندون کی لڑائی دیکھنے کا شوق دلایا۔ بادشاہ فوراً آمادہ ہوگئے۔ اور چند ہی روز مین شاہی دلچسپی ان خوفناک اور وحشیانہ لڑائیون مین ایسی بڑھی کہ کوئی امکانی کوشش نہین اٹھا رکھی گئی موتی محل مین عین لب دریا دو نئی کوٹھیان مبارک منزل اور شاہ منزل تعمیر کی گئین اُن کے مقابل دریا پار کوسون تک ایک فرحت بخش سبزہ زار چلا گیا تھا۔ جس مین اونچی ٹٹھیون سے گھیر کے ایک وسیع رمنہ بنایا گیا تھا۔ اس مین قسم قسم کے ہزارہا جانور لاکے چھوڑے گئے تھے۔ اور درندے کٹہرون مین بند کرکے رکھے گئے تھے۔ اسی رمنہ کے سلسلہ مین دریا کنارے ہی وحشی جانورون کے لڑانے کے لیے بڑے بڑے میدان آہنی کٹہرون یا آہنی حصار سے محفوظ کیے جاتے جو شاہ منزل کے عین محاذی دریا کے اُس پار ہوتے۔ دریا کا پاٹ وہان بہت کم ہے۔ بادشاہ اور اُن کے مہمان و مصاحبین شاہ منزل کے بالائی صحن پر گنگا جمنی شامیانون کے سایے مین بیٹھ کے اطمینان اور آرام سے سیر دیکھتے اور پار کے محصور میدان مین درندون کی قیامت خیز لڑائی کا محشر بپا ہوتا۔ درندون اور مست ہاتھیون کا لڑانا تو

آسان ہی مگر اس کی سنبھال نہایت ہی مشکل ہے - ایک مست ہاتھی یا شیر کٹھرے سے چھوٹ جاتا ہے تو شہرون مین بھگدر پڑ جاتی ہے - اور بہت سی جانین ضائع ہو جاتی ہین - مگر یہان لوگ اِس خوفناک کام مین اِس قدر ہوشیار ہو گئے تھے کہ اُسوقت جو یورپین سیاح دربار مین موجود تھے خود اپنی تحریرون مین اقرار کرتے ہین کہ وحشی درندون کے پالنے سدھانے - اور اُن کی داشت اور سنبھال کرنے والے آدمی لکھنؤ والون سے بہتر دنیا بھر مین کہین نہین ہین - یہی لوگ ہاتھیون اور درندون کو لا کے چھوڑتے - اُنکو اپنے بس مین رکھتے - اُن کے ہارنے وقت غالب ومغلوب دونون درندون کو اپنے قابو کرتے اِس کام کے لیے سیکڑون سانٹے مار اور بلم بردار مقرر تھے جو اُنھین مارتے اور اپنے آپ کو اُن کے حملون سے بچاتے - لوہے کی دہکتی ہوئی سلاخون اور آتش بازیون سے اُن کو جدھر چاہتے موڑتے اور جہان چاہتے ہنکا لیجاتے شیرون اور تیندوون کو کٹھرون مین بند کرتے - غرض اُن لوگون کی پھرتی چالاکی چلت پھرت اور ہوشیاری خود جانورون کی لڑائی سے زیادہ دلچسپ اور حیرت انگیز تھی - جن باتون کو دیکھ کے دم بھر مین نظر آجاتا کہ اِن بڑے بڑے دیوہیکل جانورون اور مہیب وحشی درندون پر انسان دنیا مین کن اسباب سے غالب آیا ہے - اب اِن جانورون مین سے ہر ایک کی لڑائی کا جداگانہ حال سنیے جو غالباً لطف سے خالی نہ ہوگا -

(۱) شیر -

بادشاہ نے بہت سے شیر جمع کر رکھے تھے جو نیپال کی ترائی سے پکڑ پکڑ کے لائے جاتے - ان مین سے بعض بہت بڑے تھے - بعض مختلف لڑائیون مین غالب آکے بادشاہ کو بہت عزیز ہو گئے تھے - لڑائی کے لیے اُن کے کٹھرے میدان کے حصار کے پاس لا کے کھول دیے جاتے - دونون حریف چھوٹتے ہی غرا کے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے - اور دانتون اور پنجون سے ایک دوسرے کو زخمی کرتے - باہم گتھ جاتے - کبھی یہ اُسکو گرا کے اوپر چڑھ بیٹھا - کبھی وہ اِس کو زیر کرتا - دیر تک ایک نہایت ہولناک لڑائی ہوتی رہتی - جس مین کبھی تو ایک

حریف جان سے مارا جاتا اور کبھی سخت زخمی ہو کے ہمت ہارتا۔ کثرت سے خون نکل جانے کے باعث کمزور ہو کے بھاگتا۔ اور حریف غصہ سے اُس کا تعاقب کرتا۔ اُسوقت اُن دونون کے سنبھالنے اور قابو مین لانے کے لیے لڑانے والون کا کمال اور اُن کی دوڑ دھوپ اور کارستانیان دیکھنے کے قابل ہوتین۔

شیر اکثر تیندوون سے لڑائے جاتے۔ مگر یہان ایسے ایسے زبردست تیندوے تھے جن سے شیر بہت ہی کم جیت سکتا۔ اُن کی لڑائی کی شان بھی وہی تھی جو شیرون کے باہم لڑنے کی ہے۔ کبھی کبھی شیر اور ہاتھی بھی لڑا دیے جاتے۔ مگر اُن کی لڑائی جوڑ کی نہ ہوتی۔ اور اُس کے نتیجے بھی خلاف امید مختلف قسم کے ہوتے۔ اگر ہاتھی خوب چیالا ہوا تو شیر بہت کم اُس سے پیش پا سکتا تھا۔ سب سے زیادہ پُرلطف لڑائی شیر اور گینڈے کی ہوتی۔ گینڈا سوا پیٹ کے حصۂ زیرین کے روئین تن واقع ہوا ہے۔ اُس پر نہ شیر کے دانت اثر کرتے ہین نہ پنجے۔ اِسی قدرتی مضبوطی کے زعم مین وہ کسی زبردست سے زبردست حریف کی پروا نہین کرتا۔ اور خود جب سر جھکا کے حریف کے پیٹ کے نیچے گھستا ہے تو اپنے ماتھے کے اوپر والا ہولناک سینگ پیٹ مین اِس طرح پیوست کر دیتا ہے کہ آنتین باہر نکل پڑتی ہین۔ اور حریف کا کام تمام ہو جاتا ہے۔ شاذ و نادر ہی کبھی ایسا ہوا کہ شیر نے گینڈے کو چار دن شانے چت گرا کے اپنے ناخنون اور دانتون سے اُس کا پیٹ پھاڑ ڈالا ہو۔ ورنہ اکثر یہی ہوتا کہ گینڈا اپنا سینگ بھونک بھونک کے شیر کو مار ڈالتا۔

مگر سب سے زیادہ حیرت ناک یہ چیز ہے کہ نصیر الدین حیدر بادشاہ کے زمانے مین ایک مرتبہ ایک گھوڑے کے مقابلہ مین شیرون کو بڑی زک اُٹھانا پڑی۔ یہ عجیب و غریب گھوڑا تھا جو مردم آزاری مین درندون سے بھی بڑھ گیا تھا۔ مجال نہ تھی کہ کوئی آدمی اُس کے پاس جا سکے۔ دانہ دور سے اُس کی طرف بڑھا دیا جاتا۔ اور جب چھوٹ جاتا بہت سے آدمیون کو ہلاک کر ڈالتا۔ جو سامنے آتا اُسے مار کے ہڈیان پسلیان چبا ڈالتا۔ اور لاش تک ایسی بگاڑ دیتا کہ پہچانی نہ جاتی۔ مجبوراً تجویز ہوئی کہ اُس پر شیر چھوڑ دیے جائین۔ چنانچہ بھوندیا نام شیر

جو بادشاہ کو عزیز تھا اور اکثر بازیاں لے جا چکا تھا اُس پر چھوڑا گیا۔ گھوڑا بجائے اس کے کہ شیر سے خوف کھائے لڑنے کو تیار ہو گیا۔ اور جیسے ہی شیر جست کر کے اس پر آیا اُس نے اِس طرح اگلا جسم جھکایا کہ شیر پشت پر گرا اور اُس کے پٹھوں میں ناخنوں کے خنجر پیوست کر دیے۔ ساتھ ہی گھوڑے نے اِس زور سے پشتک ماری کہ شیر قلابازیاں کھاتا ہوا دور جا گرا۔ مگر پھر سنبھلا اور چند منٹ اِدھر اُدھر تاوے لگا کے پھر جست کر کے گھوڑے پر جا پڑا۔ گھوڑے نے پھر وہی حرکت کی کہ اگلا جسم جھکا دیا۔ شیر پٹھوں پر گرا اور وار کیا کہ اُسے پنجوں سے گرا کے مار ڈالے مگر گھوڑے نے اب کی اِس زور سے دولتی جھاڑی کہ شیر کے جبڑے ٹوٹ گئے۔ اور چار دن تانے چت پڑ رہا۔ لیکن اِس چوٹ سے شیر نے ایسی ہمت ہار دی تھی کہ گھوڑے کی طرف پیٹھ پھیر کے بھاگنے لگا۔ اور تماشائی حیران رہ گئے۔ تب دوسرا اُس سے بڑا شیر چھوڑا گیا۔ اُس نے رخ ہی نہ کیا۔ مجبوراً وہ شیر بھی ہٹا لیا گیا۔ اور تین اُن کے بھینسے چھوڑے گئے۔ وہ بھی گھوڑے سے نہ بولے۔ اور گھوڑے نے بڑھ کے بے چھیڑے ایک بھینسے پر اِس زور سے دولتی جھاڑی کہ وہ بھینسا تیورا گیا اور اُس کے دونوں ساتھی اِس طرح سر ہلانے لگے گویا داد دے رہے تھے کہ "ہاں یہ ہوئی!" آخر گھوڑے کی جان بخشی کی گئی۔ اور نصیر الدین حیدر نے کہا "میں اِسکے واسطے ایک آہنی کٹہرا بنوا دوں گا اور اُس کی پرورش کا خود سامان کر دوں گا۔ اللہ جانی کے سر کی قسم یہ بڑا بہادر ہے"۔

(۲) چیتا۔

سبھی درندے لڑائی کے لیے دو ایک دن پیشتر سے بھوکے رکھے جاتے ہیں مگر چیتے کے بارے میں اس کا خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ چیتا جس قدر زیادہ طا[illegible] خوار ہے اُسی قدر بعض وقت بزدل بھی ثابت ہوتا ہے علی العموم جگہ سے امیرزادوں کی طرح وہ خوشامد طلب خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ میدان میں بے سبب اُس کا جی چاہے لڑتا ہے اور جب نہ جی چاہے تو لاکھ جتن کرو نہیں لڑتا۔ لڑائی میں وہ کتراتا اور کنیاتا ہوا حریف پر جاتا ہے۔ پہلے جست

رکے ایک دوسرے کو زخمی کرتا اور دبانا چاہتا ہے۔ ایسی دو ایک جستون کے بعد دونون پچھلے پاؤن پر کھڑے ہوکے پنجون سے لڑنے لگتے ہین۔ یہ بڑی خونریز لڑائی ہوتی ہے۔ جس مین دونون غراتے جاتے ہین اور حریف پر پنجے مارتے جاتے ہین۔ آخر زبردست کمزور کو گرا کے چپتین مار کے حریف کا کام تمام کر دیتا ہے۔ مگر خود بھی سر سے پاؤن تک زخمی ہو جاتا ہے۔

(۳) تیندوا۔

تیندوا چھوٹے بانسے کا شیر ہوتا ہے۔ مگر کہا جاتا ہے کہ لکھنؤ مین شیرون سے لڑنے کے تیندوے تھے جو قیامت کی لڑائی لڑتے۔ اور اکثر شیرون پر غالب آجاتے۔ تیندوے کی لڑائی بالکل شیرون کی سی ہوتی ہے۔ لڑتے لڑتے دونون حریف سخت زخمی ہو جاتے ہین۔ اور مغلوب حریف کبھی تو وہین میدان مین گر کے رہ جاتا ہے۔ اور کبھی دشمن سے ہار کے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

(۴) ہاتھی۔

لکھنؤ مین ہاتھیون کی لڑائی بہت زیادہ پسند کیجاتی اور نہایت ہی دلچسپ سمجھی جاتی۔ اور یہ شوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ نصیر الدین حیدر بادشاہ کے زمانے مین ڈیڑھ سو لڑائی کے ہاتھی تھے جن کو سواری سے تعلق نہ تھا۔ ہاتھیون کی لڑائی کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ مست ہو گئے ہون۔ اسلیے کہ ہاتھی جب تک مست نہ ہون نہین لڑتے۔ اور لڑین بھی تو اُن مین تیزی اور حریف پر غالب آنے کا سچا جوش اور غصہ نہین ہوتا۔

لڑائی کے وقت اُن کی گردن سے دُم تک ایک رسّا بندھا ہوتا ہے۔ حریف کا سامنا ہوتے ہی دونون حریف سونڈیں اور دُمین اُٹھا کے زور سے چنگھارتے ہوئے ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے ہین۔ اور بڑی زبردست ٹکر ہوتی ہے۔ اس کے بعد برابر ٹکرون پر ٹکرین ہوتی رہتی ہین جن کی آواز بڑی دور تک جاتی ہے۔ پھر دونون ایک دوسرے سے مونھ ملا کے اور دانتون [illegible] ملا کے ایک دوسرے کو ریلنا اور ڈھکیلنا شروع کرتے ہین۔ [illegible] اُن کے پیچھے ہٹانے سے [illegible] ہوتا ہے کہ کیسا زور لگا رہے ہین۔ فیلبان [illegible]

سنے پر اُنھین اور زیادہ اُبھارتے رہتے ہین۔ آخر دونون مین سے ایک ہاتھی کمزور پڑتا اور ریلے کی تاب نہ لا کے زمین پر گرتا ہے۔ غالب ہاتھی اُسوقت اکثر دانت سے اُس کا پیٹ پھاڑ ڈالتا اور کام تمام کر دیتا ہے۔ لیکن اکثر ہاتھیون کا معمول ہی کہ کمزور پڑتے ہی دانت چھڑا کے بھاگتے ہین۔ اور غالب آنیوالا تعاقب کرتا ہے۔ پا گیا تو ٹکرین مار کے گراتا اور اکثر دانتون سے پیٹ پھاڑ کے مار ڈالتا ہے اور اگر وہ نکل گیا تو جان بچ جاتی ہے۔

لکھنؤ مین ہاتھیون سے اکثر گینڈے بھی لڑائے جاتے تھے۔ لیکن مشکل یہی تھی کہ یہ دونو جانور باہم لڑتے ہی نہ تھے۔ اور اگر کبھی لڑ گئے تو بے شک سخت لڑائی ہوتی۔ اگر کبھی ہاتھی نے گینڈے کو ڈھکیل کے اُلٹ دیا تو اُس کے دانت پیٹ مین پیوست ہو کے اُس کا کام تمام کر دیتے۔ اور اگر گینڈے نے موقع پا کے اپنا بالائی سینگ ہاتھی کے پیٹ مین اُتار دیا تو کھال دور تک پھٹ جاتی۔ مگر ہاتھی سونڈ کی مدد سے گینڈے کے سینگ کو اپنے جسم مین زیادہ دُور تک نہ گھسنے دیتا۔ اور کاری زخم سے بچ جاتا۔

(۵) اونٹ۔

یون تو دنیا مین ہر ذی روح لڑ سکتا ہی مگر اونٹ سے زیادہ غیر موزون لڑائی کے لیے کوئی جانور نہین ہو سکتا۔ مگر لکھنؤ مین اونٹ بھی مست اور پُرجوش بنا کے لڑائے جاتے۔ اونٹ کی پکڑ مشہور ہے۔ اور اُس کا بے طریقے گرنا اُس کے حق مین نہایت ہی خطرناک ہے۔ اُونٹون کا جوش کف نکالنے اور جھاگ اُڑانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ کف اُڑاتے ہوے دوڑتے ہین۔ اور کلیان دینے اور ایک دوسرے کے مُنہ پر تھوکنے یعنی بلبلانے اور جھاگ اُڑانے سے لڑائی شروع ہوتی ہے جسے موقع مل گیا حریف کا لٹکتا ہوا ہونٹھ دانتون سے پکڑ لیتا ہے اور کھینچنا شروع کرتا ہے۔ جس اونٹ کا ہونٹھ حریف کے دانتون مین آگیا وہ اکثر گر پڑتا اور ہارتا ہے۔ اور یہی پر لڑائی ختم ہو جاتی ہے۔

(۶) گینڈا۔

گینڈے سے زیادہ مضبوط جانور کوئی نہین پیدا کیا گیا ہے۔ وہ

قد و قامت میں شیر اور ہاتھی سے چھوٹا ہے مگر ایسا رویین تن پیدا کیا گیا ہے کہ نہ اُس پر ہاتھی کے دانت کارگر ہوتے ہیں نہ شیر کے پنجے اور ناخن۔ صرف پیٹ کی کھال البتہ نرم ہوتی ہے اگر کوئی جانور اُس پہ حربہ کر سکا تو مار لیتا ہے۔ ورنہ جانور اپنا زور صرف کرتے کرتے تھک جاتا ہے اور آخر میں گینڈا اپنا بالشت بھر کا زبردست سینگ اُس کے پیٹ میں بھونک کے مار ڈالتا ہے۔

لکھنؤ میں گینڈے ہاتھیوں سے، شیروں سے، تیندووں سے اور خود گینڈوں سے لڑائے جاتے تھے۔ غازی الدین حیدر بادشاہ کے زمانے میں لڑانے کے علاوہ بعض گینڈے اس خوبی سے سدھائے گئے تھے کہ گاڑی میں جوتے جاتے۔ اور ہاتھی کی طرح اُن کی پیٹھ پہ ہودہ کس کے سواری لی جاتی۔ گینڈا بالطبع لڑنے والا جانور نہیں ہے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے لڑائی کو طرح دیتا ہے۔ لیکن ہاں اگر اُسے چھیڑا جائے تو مقابلہ کے لیے تیار ہو کے تھامتا ہی موذی بن جاتا ہے۔ نصیر الدین حیدر کے زمانے میں لڑائی کے پندرہ بیس گینڈے موجود تھے۔ جو جانور گنج میں رہا کرتے۔ جب سوار انھیں رگید کے ایک دوسرے کے مقابل کر دیتے تو وہ سر جھکا کے ایک دوسرے کی طرف دوڑتے اور ٹکریں ہونے لگتیں۔ دونوں کی کوشش یہ ہوتی کہ حریف کے پیٹ کو اپنے سینگ سے پھاڑ ڈالیں اور اسی کوشش میں وہ دیر تک ایک دوسرے کو ریلتے پیلتے اور ڈھکیلتے رہتے۔ بڑی زور زور سے غراتے۔ سینگ کو سینگ سے ٹکراتے۔ اور آخر میں لڑتے لڑتے سر جوڑ کے گتھ جاتے۔ اور حریف کو ڈھکیلتے رہتے یہاں تک کہ جو حریف کمزور پڑتا ہے وہ آہستہ آہستہ ہٹنے اور جگہ چھوڑنے لگتا ہے۔ اور اس پر بھی جان نہیں چھوٹتی تو بھاگتا ہے۔ مگر غالب رگید رگید کے مارتا ہے۔ آخر کمزور اپنا سینگ الگ کر کے مقابلہ سے منھ موڑتا اور بڑی زور سے بھاگتا ہے۔ اگر محصور میدان ہوا تو غالب حریف بھاگتے میں اُس پر حملہ کر کے اُسے گراتا اور پیٹ میں سینگ بھونک کے کام تمام کر دیتا ہے۔ اور اگر وسیع کھلا میدان ہوا تو شکست خوردہ گینڈا اگر بھاگ گیا تو بھاگ کے جان بچا لیتا ہے۔ اُس وقت سوار رگید رگید کے اور گرم سلاخیں مار مار کے غالب کو مغلوب کے تعاقب سے

روکتے اور سہا لیجاتے ہین گینڈون کی لڑائی کا سارا دارومدار اِس پر ہے کہ وہ سر جھکائے اور اپنے پیٹ کو بچاتے رہین - اگر دھوکے مین بھی کسی کا سر اُٹھ گیا تو مقابل حریف اپنا کام کر گزرتا ہے - چنانچہ ایک گینڈا غالب آگیا - اور اُس کا حریف بھاگنے لگا - اُسے بھاگتے دیکھ کے غالب نے سر اونچا کر دیا - اور ساتھ ہی اُس شکست خوردہ گینڈے نے بجلی کی طرح دوڑ کے اُس کے پیٹ مین سر ڈال دیا اور پیٹ پھاڑ ڈالا -

گینڈون کے ہاتھی اور شیر اور تیندوے سے لڑنے کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہین - دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہین -

(۷) بارہ سنگھا -

یہ چھوٹا نازک اور خوبصورت جانور ہے - اور شاید لکھنؤ کے سوا اور کسی جگہ یہ تفنن طبع کے طور پر نہ لڑایا گیا ہوگا - مگر اُس کی لڑائی بڑی خوبصورت ہوتی تھی - ہرن شعرا کے معشوق کا ہمشکل ہے - اِس لیے اُس کی لڑائی مین بھی معشوقانہ ادائین ظاہر ہوتی ہین - مقابلہ کے وقت پہلے بڑی خوبصورتی کے ساتھ دونون حریف پینترے بدلتے رہتے ہین - اور آخر ٹکرین ہونے لگتی ہین جن مین سینگون سے وہ تلوار کا بھی کام لیتے ہین اور سپر کا بھی - آخر دیر تک کی ٹکرون کے بعد دونون کے سینگ آپس مین اس طرح اُلجھ جاتے ہین کہ معلوم ہوتا ہے قفلی پڑ گئی - اب ایک دوسرے کو ریلتے اور ڈھکیلتے رہتے ہین - اسی ریلا پیلی مین ایک کمزور پڑ جاتا ہے - اور اُس پر مغلوبی کی ایسی ہیبت طاری ہو جاتی ہے کہ نازک پاؤن تھرتھرانے لگتے ہین - اور سارے تن بدن مین رعشہ پڑ جاتا ہے - مگر حریف ترس کھانے کے عوض زور مین آکے اور ڈھکیلتا ہوا اور ڈھکیلتا ہوا میدان کے خاتمہ یعنی ٹھاٹھر تک پہونچا دیتا ہے - اب مغلوب کو بالکل ناامیدی ہوتی ہے - آنکھون سے موٹے موٹے آنسو اور سینگون سے خون کے قطرے ٹپکنے لگتے ہین اور وہ سینگ چھڑا کے لڑائی سے مُنہ پھیر لیتا ہے - اُسوقت حریف سینگون سے اُسکے جسم کو زخمی کرنا شروع کرتا ہے اور مغلوب بارہ سنگھا زور سے بھاگتا ہے - جس پھرتی سے وہ بھاگتا ہے اُسی تیزی سے غالب حریف اُس کا تعاقب کرتا ہے -

یہ دوڑ دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ دونون ہوا سے باتین کرنے لگتے ہین اور اُن پر نگاہ نہین ٹھہرتی ہے۔ مگر بے رحم دشمن مغلوب کا پیچھا نہین چھوڑتا جہان پاتا ہے زخمی کرتا ہے۔ اور آخر زخمون سے چور کرتے کرتے مار ڈالتا ہے۔ اور مرنے کے بعد اُس کی لاش کو اپنے سینگون سے جھنجھوڑ کے ہٹتا اور اپنی فتح پر نازان ہوتا ہے۔

(۸) مینڈھا۔

یہ نہایت ہی غریب اور بے آزار جانور ہے مگر اِس کی ٹکر بڑی زبردست ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دو پہاڑ لڑ گئے۔ چنانچہ اُنھین ٹکرون کا تماشا دیکھنے کے لیے لوگ اُنھیں لڑاتے ہین۔ اور آج ہی نہین قدیم الایام سے اِنکی لڑائی دیکھی جاتی رہی۔ اِن کے لڑانے کا آغاز ہندوستان مین بلوچی لوگون سے ہوا۔ اور اُنھین سے دوسرے مقامون مین شوق پیدا ہوا۔ مگر لڑائی کے لیے اُن کے پالنے اور تیار کرنے کا کام اکثر قسائیون اور ادنے طبقہ کے لوگون سے متعلق رہا۔ امرا و شرفا اُنھین سامنے بلوا کے لڑائی کا تماشا دیکھ لیا کرتے تھے سُنا جاتا ہے کہ نواب آصف الدولہ اور سعادت علی خان کو مینڈھون کی لڑائی دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ غازی الدین حیدر اور نصیر الدین حیدر کے سامنے بھی اکثر مینڈھے لڑائے گئے۔ واجد علی شاہ کو کلکتہ کے قیام مین بھی کسی حد تک شوق تھا۔ منشی السلطان بہادر اُن کی دلچسپی کے لیے اکثر قسائیون کے ذریعہ اہتمام بہت سی جوڑین تیار رکھتے تھے۔ اور مین نے کئی بار دیکھا کہ کسی زبردست مینڈھے کی ایسی ٹکر پڑی کہ دوسرے حریف کا سر پھٹ گیا۔ مینڈھا جب ہارتا ہے اور مقابل حریف کی ٹکر کی تاب نہین لا سکتا تو اُس کی ٹکر خالی دے کے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار بادشاہ کا رمنہ دیکھنے کے لیے مقررہ سالانہ تاریخ کو کلکتہ کے صدہا انگریز جمع تھے۔ بادشاہ سلامت اپنی وضع کے خلاف بوچے پر سوار نکل آئے۔ اور اُن مہمانون کے خوش کرنے کے لیے حکم دیا کہ مینڈھے لا کے لڑائے جائین۔ چنانچہ اُن کی ٹکرون کا ہنگامہ بلند ہوا۔ اور اُس سے زیادہ شور یورپین لوگون نے "ہُرے" اور خوشی کے نعرے بلند کر کے

مچایا - اور عجیب جوش و خروش کا عالم نظر آتا تھا - لکھنؤ میں انتزاع سلطنت کے بعد بھی نواب محسن الدولہ بہادر کو مینڈھون کی لڑائی دیکھنے کا بڑا شوق تھا - اب شرفا اور امرا سے یہ شغلہ چھوٹ گیا - ادنے لوگون مین معمولی حد تک باقی ہے -

---

تہمتن پہلوانان سلف

قدیم قومون مین سے کوئی نہین جس نے اپنی قوم کے کسی ایسے پیلتن اور قوی ہیکل پہلوان کا تذکرہ نہ کیا ہو جس کی طاقت انسان کے درجے سے بہت زیادہ اور فوق العادت نہ ہو اور جس کے کارنامے معجزنمائی کے درجے کو نہ پہونچے ہوے ہون - مگر ان مین سے چند قومون کے پہلوان ایسے ہین جن کے واقعات شہرت پاتے پاتے ادب و انشاپردازی کے ضروری عنصر بن گئے ہین - کیونکہ طاقتوری و زور آزمائی مین وہی اعلی درجہ کی تشبیہون کا کام دیتے ہین - اور انھین کے کارنامون کو پیش نظر رکھ کے ہر شخص اپنے جسم مین توانائی پیدا کرنا چاہتا ہے -

وہ چند پیلتن بہادران سلف جو زیادہ مشہور ہوے حسب ذیل ہین -

(۱) **سمسون** - جو بنی اسرائیل کا معجزنما قوت رکھنے والا پہلوان ہے -

(۲) **ہرقل** - (ہرکیولس) جو یونانیون کا شیر افگن تہمتن ہے -

(۳) **رستم** - جو ایرانیون کا پیلتن پہلوان ہے -

(۴) **مہابیر جی** - جو ہندؤن کے پہلوان دیوتا اور مہاراجہ رام چندر جی کے لشکر کے پہلوان ہین -

(۵) **عنترۃ بن شداد** - جو جاہلیت عرب کا عجیب و غریب پہلوان ہے -

ناظرین دلگداز کے لیے ان نامورون کے دلچسپ کارنامے دلچسپی سے خالی نہ ہون گے جن مین نسل انسان کی خود نمائی و تکمنت اور دیوتاؤن کی سی شجاعت و جلادت مضمر ہے - اور جن مین ویسا ہی مزہ ہے جیسا کہ انسان کو اپنے بچپن کی حماقتون اور ناقہمی و بے عقلی کی باتون مین آیا کرتا ہے -

لیکن اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہر قوم نے اپنے ابتدائی مذاق کے مطابق ان پہلوانون کے حالات مین مبالغے کیے ہین۔ اور تہذیب و تمدن کی جس قدر کمی تھی اُسی قدر زیادہ اُنھین انسانیت کی حدود سے دور کر دیا ہے۔ اسی طرح اِن ناموز زورآورون کے کارنامے یہ بھی بتاتے ہین کہ اپنی قوم کے جس عہداولین مین وہ تھے اُسوقت اُس قوم کی معاشرت کیسی اور کس درجے کی تھی۔
اب ہم اُن پہلوانون کے حالات حسب ترتیب مندرجہ بالا عرض کرتے ہین

سمسون

یہ بنی اسرئیل یعنی یہود کے اُس عہد کا پہلوان ہے جب وہ مصر کی غلامی سے آزاد ہو کے ارض یہودا مین آئے ہین۔ ابھی شاہی جاہ و جلال کے کرشمے اُن مین نہین پیدا ہوئے ہین۔ ایک جمہوریت کا سا مذاق ہے۔ ہر سبط یعنی اُن کا ہر گروہ خود سر اور اپنے علاقہ پر متصرف ہے فلسطینیون کے مقابلہ مین سب ایک ہو جاتے ہین اور اکثر آپس مین بھی صفائی نہین رہتی۔ اصلی حکومت قاضیون کی ہے جو ولیون یا پیمبرون کی شان سے نمودار ہو کے اُن کے دینی و دنیوی رہبر بنتے ہین۔ فی الحال بچاس برس سے فلسطین غالب آکے اُن پر حکومت کرنے لگے ہین۔ اور غیرون کی اطاعت اُنھین نہایت شاق ہے۔

انھین دنون اسرئیلی قبیلہ دان کے ایک شخص مسمی منوحہ کی بی بی بانجھ اور اولاد سے مایوس تھی۔ یکایک اُس عورت سے ایک باوقار شخص ملا۔ اور کہا "تو حاملہ ہو گی تیرے لڑکا ہوگا۔ اور وہ بڑا شخص ہوگا۔ اس لیے تجھ پر فرض ہے کہ شراب اور ہر قسم کے نشون سے پرہیز کرے۔ کوئی حرام چیز نہ کھائے۔ اور یہ بھی یاد رکھ کہ اُس بچہ کے سر پر اُسترا نہ پھرے گا۔ اور وہ خدا کی طرف سے ڈرانے والا ہوگا" عورت لاکھ پوچھتی رہی کہ آپ کون ہین اور کہان سے آئے ہین مگر اُس نے کچھ نہ بتایا اور غائب ہو گیا۔ تب عورت نے یہ واقعہ شوہر سے بیان کیا۔ اور اُس نے صدق دل سے دعا کی کہ "بارالٰہا کبھی وہ شخص مجھے بھی ملے اور مین اُس سے دریافت کرون کہ یہ کیا واقعہ ہے۔" اس کے بعد ایک دن عورت کھیت مین

بیٹھی تھی کہ وہ شخص پھر اُس کے سامنے نمودار ہوا۔ صورت دیکھتے ہی عورت اُسے ٹھہرا کے اپنے شوہر کے پاس دوڑی آئی اور اُسے بلا لے گئی۔ منوحہ جا کے اُس سے اخلاق کے ساتھ ملا۔ اُس کی پیشین گوئی کے متعلق جو کچھ پوچھنا تھا پوچھا اور ارادہ کیا کہ اُس کی دعوت کے لیے ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کرے۔ اجنبی شخص نے کہا "مین تو کچھ نہ کھاؤن گا لیکن اگر تم چاہتے ہو تو اس بھیڑ کو خدا کی راہ مین قربانی کر دو"۔ منوحہ نے منظور کیا۔ اور اُس زمانے کے دستور کے مطابق چڑھاوے کی اور ضروری چیزون کے ساتھ بھیڑ کو ذبح کر کے ایک چٹان پر رکھ دیا۔ اور ساتھ ہی کیا دیکھتا ہے کہ آسمان سے آگ کا ایک شعلہ اُترا اور تمام قربانی کی چیزون کو جلا کے خاک کر دیا۔ دنیا کے آغاز مین قربانی کی مقبولیت کا یہی طریقہ تھا۔ مگر اُن دنون موقوف ہو چکا تھا۔ لہذا منوحہ اور اُس کی بی بی دونون گھبرا گئے۔ اتنی دیر مین کیا دیکھتے ہین کہ جب وہ آگ آسمان کی طرف واپس چلی تو اُس کے ساتھ ہی وہ اجنبی شخص بھی اوپر اُڑا چلا گیا۔ یہ دیکھ کے دونون میان بیوی کو یقین آیا کہ یہ پیشین گوئی کرنے والا کوئی انسان نہین فرشتہ تھا۔

اب وہ بانجھ عورت حاملہ ہوئی۔ اور فرشتہ کی ہدایت کے مطابق اُس نے پوری احتیاط سے کام لیا۔ اور پرہیزگاری اختیار کر لی۔ مدت حمل پوری ہوتے ہی اُسکے بطن سے توانا تندرست لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اُنھون نے سمسون رکھا۔ جب وہ بڑا ہوا تو زورآوری کے عجیب و غریب کرشمے اُس سے ظاہر ہونے لگے۔ اور ایسے ایسے کام کرتا کہ لوگ سناٹے مین رہ جاتے۔ زور و قوت کے ساتھ اُس مین بچپن ہی سے عشق کا مادہ نمایان نظر آنے لگا۔ ایک بار وہ شہر تمنت مین گیا جہان فلسطین لوگ آباد تھے۔ کسی فلسطینی کی مہوش لڑکی اُس کی نظر سے گزری۔ دیکھتے ہی دل و جان سے عاشق ہو گیا۔ اور گھر واپس آ کے ماں باپ سے کہا "اُسی کے ساتھ میری شادی کر دو"۔ والدین نے کہا "ہماری قوم اور ہمارے خداپرست خاندانون مین ایک سے ایک حسین و نازآفرین لڑکی موجود ہے۔ اُن کو چھوڑ کے تم ایک بُت پرست اور غیر مختون قوم کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو؟ یہ تمھارے لیے زیبا نہین سوا اس کے وہ لوگ ہمارے دشمن اور ہم پر حاکم ہین"۔ سمسون نے کہا "مینے تو

اُسی لڑکی کو اپنی بی بی بناؤن گا۔ اُس کی ضد سے ماں باپ خاموش ہو رہے۔ اور دل مین خیال کیا کہ شاید خدا کی یہی مرضی ہو کہ سمسون فلسطینیون کو تباہ کرنا چاہتا ہو اور اِس شادی کو اسی چھیڑ کا بانی قرار دینا اُسے منظور ہو۔

بہرحال والدین کو ساتھ لیکے اِس نے تمنت کی راہ لی۔ راستہ مین وہ تن تنہا ایک انگور کی تاک کے قریب گیا۔ اُس مین ایک شیر چھپا بیٹھا تھا جو غرا کے اُس پر جھپٹا۔ سمسون نے اُس کی دونون ٹانگین پکڑ کے اُسے چیر ڈالا۔ مار کے وہین ڈال دیا۔ اور ساتھیون کے پاس واپس آیا مگر کسی کو اِس واقعہ کی خبر نہ کی۔

اب تمنت مین پہونچ کے اُس لڑکی کے ماں باپ کو پیام دیا اور جس طرح بنا شادی کی۔ اِس کے ایک زمانے کے بعد اپنی بی بی کے لینے کو تمنت گیا اب کی بھی ماں باپ ساتھ تھے۔ راستہ مین دل مین آئی کہ چلو اُس شیر کی لاش دیکھین۔ اب بھی پڑی ہے یا نہین؟ اکیلا گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اُس کی لاش کے اندر شہد کی مکھیون نے چھتہ لگا لیا ہے۔ وہ چھتہ بے تکلف چھڑا لیا۔ شہد کھاتا ہوا واپس آیا۔ اور وہ شہد والدین کو بھی کھلایا مگر یہ کسی کو نہ بتایا کہ یہ شہد کہان ملا تھا۔

تمنت مین پہونچا تو فلسطین لوگون نے اپنی قوم کے تیس نوجوان اُس سے ملائے کہ اُنکی صحبت سے لطف اُٹھائے۔ ان لوگون سے سمسون سے دوستی بڑھی اور ایک دن سمسون نے اُن سے کہا "بھلا میری پہیلی بوجھو گے؟ مگر شرط یہ ہے کہ سات دن کے اندر یعنی جب مدت تک کہ مین تمھارے یہان مہمان ہون اُسے بوجھ لو۔ اگر تم بوجھ گئے تو مین تمھین تیس جوڑے کپڑے دون گا اور نہ بوجھ سکے تو تمھین وہی تیس جوڑے دینا ہون گے۔" فلسطینی نوجوانون نے شرط بد لی اور کہا "بتاؤ تمھاری وہ پہیلی کیا ہے؟" پہیلی سمسون نے یہ سُنائی کہ "کھانے والے سے کھانا نکلا اور زبردست سے نکلی مٹھائی"۔ جتنے سُنن کے سب چکر مین آ گئے۔ تین دن گزر گئے اور اُن فلسطینی لوگون کی سمجھ مین خاک نہ آیا۔ تب اُنھون نے سمسون کی محبوبہ دولھن (اپنی ہم قوم لڑکی) سے کہا تم اپنے میان سے پوچھو اس پہیلی کی بوجھ بتا دو۔ نہین تو ہم تمھارے باپ کے گھر مین آگ لگا دین گے ہم اِس لیے نہین آئے ہین کہ ہمین لوٹ کے اپنا گھر بھر لو۔ لڑکی سمسون کے سامنے روئی عاجزی سے بار بار پوچھا مگر سمسون نے سماعت نہ کی اور کہا "یہ چیز مین نے

اپنے ماں باپ کو تو بتائین نہین تمھین کیا بتاؤن گا؟" اب ساتوان دن آگیا۔ اور سمسون کی دولھن اُسی طرح روتی اور ضد کر رہی تھی کہ مجھے بتا دو۔ آخر سمسون نے تنگ آکے ساری سرگذشت شیر کے مارنے اور اُس کی لاش مین سے شہد پانے کی بیان کر دی اُس نے چھوٹتے ہی اُن تیسون نوجوانون کو بتا دی۔ پھر جب معینہ زمانے کے اندر ہی اُن لوگون نے پہیلی کو بوجھ لیا تو سمسون نے کہا "اگر تم میری بچھیا کو ہل مین نہ جوتتے تو میری پہیلی کبھی نہ بوجھ سکتے۔" اب سمسون پر فرض تھا کہ اُن لوگون کو تیس جوڑے کپڑے دے۔ چنانچہ وہ شہر عسقلان مین گیا۔ اور وہان کے تیس آدمی مار کے اُن کے کپڑے اُن لوگون کے حوالے کیے جن سے شرط ہارا تھا۔ لیکن اِن واقعات کی وجہ سے سمسون بی بی سے خفا ہو کے اپنے گھر چلا گیا۔ اور اُس کے جانے کے بعد اُس کی جورو کے ماں باپ نے اپنی لڑکی سمسون کے ایک دوست کے نکاح مین دیدی۔

ایک مدت کے بعد میان سمسون ایک بکری کا بچہ لیے ہوے پھر تمنت مین اپنی جورو سے ملنے کو آئے۔ ساس سُسر وان نے اندر آنے سے روکا اور کہا "ہم سمجھے تھے تم خفا ہو کے گئے ہو نہ آؤ گے۔ اس لیے اُس کا نکاح ہم نے تمھارے ایک دوست کے ساتھ کر دیا۔ تم کو اگر اصرار ہے تو اُس کی چھوٹی بہن موجود ہے۔ جو اُس سے بدرجہا زیادہ خوبصورت ہے۔" مگر سمسون نے نہ مانا اور کہا "اب مجھے فلسطینون کے ستانے کا حق ہو گیا۔" پھر جا کے تین سو گیدڑ پکڑ لایا اور دو دو کی دُم ایک مین ملا کے اور اُن کے بیچ مین ایک ایک مشعل رکھ کے باندھ دی۔ اور اُن سب کو مشعلین روشن کر کے فلسطینون کے کھیتون کی طرف ہنکا دیا۔ اِن گیدڑون نے چارون طرف آگ لگا دی۔ اور اہل فلسطین کے کھیت۔ باغ۔ انگور کی تالین۔ اور زیتون کے درخت سب جل کے خاک ہو گئے۔ اُن لوگون نے اِس کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ فعل تمنت والے فلسطینی کے داماد سمسون کا ہے جس کی جورو چھین کے دوسرے کو دیدی گئی۔ اس پر مشتعل ہو کے سب لوگ چڑھ آئے اور اُس تمنتی شخص کے گھر مین آگ لگا دی جس مین سمسون کا سُسرا اور جورو دونون جل کے مر گئے۔

مگر سمسون کو اس سے تسلی نہ ہوئی کہا "مین تم سے ابھی اور بدلا لون گا" پھر اُن سب کی کمرون اور رانون کو مارتے مارتے شل کر دیا۔ اور اِس کے بعد

علاقہ ایتام کی ایک پہاڑی کی گھاٹی مین چھپ کے بیٹھ رہا۔ اب اس سے انتقام لینے کے لیے فلسطینی چڑھ آئے۔ اور ارض یہودا مین خیمہ ڈال دیے۔ بنی اسرائیل نے جو اُن کے محکوم تھے گھبرا کے پوچھا "آپ لوگ کیون آئے ہین؟" اُنھون نے کہا "سمسون سے بدلا لینے کو۔ جیسا سلوک اُس نے ہمارے ساتھ کیا ہے ویسا ہی ہم اُس کے ساتھ کرین گے"۔ ان کو برہم دیکھ کے تین ہزار اسرائیلی نوجوان اُس گھاٹی مین گئے۔ اور کہا "تم نے یہ کیا غضب کیا۔ فلسطینیون کی حکومت ہے اور تم نے اُن لوگون کو برہم کر دیا۔ اب ہم اس لیے آئے ہین کہ تم کو باندھ کے اُن کے حوالے کر دین"۔ سمسون نے پوچھا "خود تم لوگ تو مجھ پر حملہ نہ کرو گے؟" اُنھون نے کہا "نہین۔ ہم فقط تم کو رسیون مین کس کے باندھ لے جائین گے اور اُن لوگون کے سپرد کر دین گے"۔ سمسون نے منظور کیا۔ اور وہ سب اُسے باندھ کے فلسطینیون کے پاس لے گئے۔ اُنھون نے دیکھتے ہی اُسے ڈانٹنا ڈپٹنا شروع کیا۔ ساتھ ہی سمسون کی رسیان کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ گئین۔ ہاتھ پاؤن کھل گئے۔ اور اُس نے گدھے کے جبڑے کی ایک ہڈی جو زمین پر پڑی تھی اُٹھا لی۔ اور حملہ کر کے اُس سے ایک ہزار فلسطینی مار ڈالے۔ اور اُن لوگون کا زور بالکل توڑ دیا۔ پھر وہ ہڈی وہین ڈال دی۔ اور اُسی وقت سے اُس مقام کا نام "راست لحی" ہو گیا جس لفظ کے معنی جبڑے کی ہڈی پھینکنے کے ہین۔

اب سمسون نہایت پیاسا تھا۔ درگاہ الٰہی مین دعا کی کہ "تو نے میرے ہاتھ سے اتنا بڑا کام تو کر دیا لیکن اب کیا مین پیاسا مرون گا؟" خدا نے وہین پر ایک چشمہ جاری کر دیا۔ جس کا شیرین پانی پی کے اُس کے حواس درست ہوے۔ وہ چشمہ آج تک جاری ہے۔ اور سمسون نے اُس کا نام عین ہقورے رکھا۔ اس کے بعد سمسون نے بیس سال تک بنی اسرائیل پر حکومت کی۔

اس کے بعد سمسون ایک بار شہر غزہ مین گیا۔ اور ایک فاحشہ عورت پر فریفتہ ہو کے اُس کے پاس جا کے رہا۔ غزہ کے لوگون کو خبر ہوئی تو شہر کے ناکہ بندی کر دی۔ پھاٹک بند کرا دیے۔ اور تہیہ کیا کہ صبح کو جب سمسون نکلے گا تو اُسے پکڑ لین گے۔ سمسون نے یہ حرکت کی کہ آدھی رات کو اُٹھ کے شہر کے پھاٹک پر پہونچا

پھاٹک کو مع چوکھٹ بازو کے اُکھاڑ کے کندھے پر رکھا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور حبرون کے سامنے جو قلۂ کوہ ہے اُس پر رکھ کے چل دیا۔

سمسون مین ایک کمزوری تھی تو یہی کہ حسین عورتون پر اکثر فریفتہ ہو جاتا۔ چنانچہ ایک مدت بعد وادی سورق مین پھر ایک عورت کا دیوانہ ہوا جس کا نام دلیلہ تھا۔ اِس واقعہ کی جیسے ہی شہرت ہوئی فلسطینی لوگون کے بہت سے کاہن اور مقتدا دلیلہ کے پاس آئے اور کہا "سمسون کو بہلا پھسلا کے اگر تم اِس بات کا پتہ لگا دو کہ اُس کی یہ شہزوری کس وجہ یا کس چیز سے ہے تو ہم سب گیارہ گیارہ سو روپیہ تمھاری نذر کرین گے"۔ دلیلہ نے ناز و کرشمہ کے ساتھ لبھا لبھا کے پوچھنا شروع کیا۔ اور وہ ہر مرتبہ کوئی نئی بات کہہ دیتا جو آزمانے پر غلط ٹھہرتی۔ آخر اُس نے رونی صورت بنا کے کہا "تمھین مجھ ذرا محبت نہین ہے۔ کچھ بھی میرا خیال ہوتا تو یون مجھے دھوکا نہ دیتے"۔ آخر فریب مین آ کے سمسون نے بتا دیا کہ "میری طاقت کا سارا راز میرے بالون مین ہے اگر بال منڈ گئے تو میری طاقت جاتی رہے گی"۔ دلیلہ نے خوش ہو کے فلسطینی مقتداؤن کو ایک کوٹھری مین چھپا دیا جو روپیہ ساتھ لیتے آئے تھے۔ پھر سمسون کو اپنی گود مین سُلایا۔ اور نائی بلا کے اُس کے سر پر جو بالون کی سات لٹین تھین ساتون کو مُنڈوا دیا۔ سر مُنڈتے ہی فلسطینیون نے آ کے سمسون کو پکڑ لیا۔ اُسے مار پیٹا آنکھین پھوڑ دین۔ اور چڑھا چڑھا کے کہتے اور چھیڑتے تھے کہ "تمھاری وہ قوت و طاقت کیا ہو گئی؟" پھر باندھ کے شہر غزہ مین لے گئے۔ اور پیتل کی زنجیرون مین جکڑ کے قیدخانے مین رکھا۔ جہان اُس سے چکی پسوائی جاتی تھی۔

اس کو کئی مہینہ ہو گئے۔ اور اب سمسون کے سر مین پھر بال نکل آئے تھے۔ فلسطینیون کے مقتداؤن نے سمسون کی مغلوبی اور اپنی کامیابی کی خوشی اور شکرگذاری مین جمع ہو کے بڑی دھوم دھام سے اپنے دیوتا دجون کی پوجا کی۔ اور جب خوب خوشیان منا چکے تو سب کی تجویز ہوئی کہ سمسون کو بُلا کے نچانا چھیڑنا صحبت مین نچانا اور اُس کی تضحیک کرنی چاہیے۔ اس غرض سے

لیے وہ لایا اور ذلیل کیا گیا۔ ایک عالیشان مکان مین چھت کے اوپر تقریباً تین ہزار فلسطینی جمع تھے۔ نیچے ایک لڑکا اندھے سمسون کا ہاتھ پکڑے اُسے نچا اور رگدا رہا تھا۔ ہر چہار طرف سے اُس پر قہقہے اُڑ رہے تھے۔ اور ذلت کی نگاہین پڑ رہی تھین۔ اتنے مین سمسون نے لڑکے سے کہا "جن ستونون پر مکان کی چھت قائم ہے مجھے پکڑا دے تاکہ اُن پر سہارا دیکر ذرا دم لے لون" چھت دو ستونون پر قائم تھی جو قریب قریب تھے۔ لڑکے نے دونون ستونون تک اسکا ہاتھ پہونچا دیا۔ دونون ہاتھون سے دونون کو پکڑ کے سمسون نے خدا کی طرف توجہ کی۔ اور عاجزی سے کہا "خداوندا وہی اگلا زور مجھے پھر عطا کر تاکہ اِن لوگون سے اپنی آنکھون کا بدلا لے لون اور ان کے ساتھ ہی میری زندگی کا بھی خاتمہ ہو جائے" یہ کہتے ہی اُس نے دونو ستونون کو کھینچ لیا۔ چھت نیچے آرہی سارا مکان بیٹھ گیا۔ اور وہ تین ہزار فلسطینی اور اُن کے ساتھ خود سمسون دب کے مرگئے۔

یہ تھا بنی اسرائیل کا تمتن جس کے واقعات مین بت پرست قومون کی دلولا سے علیحدہ ہو کے خدا پرست اسرائیلیون کی سی معجز نمائی تھی۔ اگرچہ اُس مین عیاشانہ لغزشین ہین۔ مگر توحید اور ہر امر مین خدا کی طرف رجوع کرنا اور اُس کی مرضی پر بھروسا کرنا ہے جو بات دوسری قومون کے اُس کے ہم پایہ پہلوانون مین نہین ہے۔ جن کے حالات ہمارے ناظرین آیندہ نمبرون مین ملاحظہ فرمائین گے۔

ریویو

بچون کا باغ (پہلی اور دوسری کیاری) بچون کی تعلیم کے لیے اردو کا یہ ایک نیا سلسلۂ تعلیم ہے جسے بابو رام جی داس بھارگو نے شائع کیا ہے۔ اِس کے حصہ پہلی دوسری کیاری کے نام سے نامزد کیے گئے ہین۔ اِس کی ابتدائی دو کیاریان یعنی پہلی و دوسری کتابین ہم نے دیکھین۔ پہلی کیاری یعنی الف بے کی کتاب مین بہ لحاظ ترتیب ابتدا تعلیم کے کوئی نمایان ترقی وجدت نہین ہے۔ مگر کاغذ لکھائی چھپائی اور تصویرین؟

کثرت سے ہین نہایت ہی عمدہ اور نظر فریب ہین - البتہ دوسری کیاری ہین جس کی چھپائی ویسی ہی اعلی درجہ کی ہے باعتبار ترتیب الفاظ و مضامین کامیابی کیساتھ ترقی کی گئی ہے - مگر بلحاظ زبان اور خصوصًا بچون کی زبان کے ویسی پختگی نہین ہے جیسی میرے خیال مین ہونی چاہیے - تاہم مین اِس سلسلہ کو پسند کرتا ہون اور کوئی بات قابل اعتراض نہین پاتا - اور اگر گورنمنٹ اِس نصاب تعلیم کو اردو مدارس کے سلیے اختیار کرلے تو خالی از نفع نہ ہوگا - جن حضرات کو منگوانا یا مزید حالات دریافت کرنا ہون بابو صاحب موصوف کی خدمت مین لکھنؤ - مطبع نولکشور کے پتہ سے خط بھیجین -

صلاح الدین - یہ ایک ننھا سا ۴۲ صفحون کا رسالہ ہے - اور چھوٹی تقطیع کا درجیبی ام مشتاق بڑی بیگم صاحب دہلویہ متخلص بہ پردہ نشین مولوی سید میر قربان علی صاحب مرحوم سابق ممبر کونسل ریاست جیپور کی بیوہ نے اِس غرض سے تصنیف فرمایا ہے کہ مسلمان ماؤن کو اپنے معصوم بچون کی تربیت مین مدد ملے - اسی قدر نہین بلکہ نوجوان لڑکیان اپنی معاشرت مین اس سے فائدہ اُٹھائین - جس غرض کے لیے یہ رسالہ لکھا گیا ہے - اُس مین بیگم صاحبہ کو پوری کامیابی ہوئی ہے اور ہماری راے مین ہر پڑھی لکھی عورت یا لڑکی کے ہاتھ مین اِس کا ایک نسخہ ضرور ہونا چاہیے - بہت ہی جامع و مانع اور مفید رسالہ ہے مگر افسوس اچھا چھپ نہین سکا - قیمت ہمین نہین معلوم - منشی سید مشتاق حسین صاحب کی خدمت مین در شہر جے پور بیرون چاندپول دروازہ - باغ میر صاحب مرحوم کے پتہ پر خط بھیج کے منگوایا جاسکتا ہے

دولت بے بہا

ہمارے پرانے دوست منشی محمد نظر علیخان صاحب سوداگر - کوہ آبو - راجپوتانہ کے پاس مثنوی شریف کا ایک نہایت اعلی درجہ کا مطلا و مذہب اور بے نظیر نسخہ موجود ہے جسے وہ جدا کرنا چاہتے ہین - چھون دفتر ایک جلد مین ہین کرم خوردہ بالکل نہین ہے - کل ورق صحیح و سالم ہین - اور تین سو بائیس سال پیشتر کا لکھا ہوا ہے - ملاحظہ فرمانے سے اسکی قدر و قیمت معلوم ہو سکتی ہے - جو صاحب شوق رکھتے ہون مندرجہ بالا پتہ پر ہمارے دوست سے مراسلت فرمائین -

ایڈیٹر - دلگداز - لکھنؤ

۱

مہذب بک ایجنسی

نہایت دلچسپ انگریزی ناولون کے ترجمے جو حال مین شائع ہوئے ہین

خوبی قسمت - مسمریزم کے ذریعہ سے کیونکر انسان اپنے قابو مین لایا جاتا ہے اور اِس حالت مین اُسکی کیا کیفیت ہوتی ہے - نہایت دلچسپ اور حیرت خیز ناول قیمت فی جلد ایکروپیہ (عہ/)

بادشاہ سلامت - خودسر رعایا کی سرکشی اور خاندان شاہی کی تباہی - مگر بادشاہ کا خفیہ طور پر رعایا کا ساتھ دینا اور فتح کے بعد کاری زخم کھاکر گرنا اور اِس وقت سب کا اُسکو پہچان کر شکریہ کے آنسو بہانا نہایت دلکش سین مین دکھایا گیا ہے قیمت فیجلد (عہ/)

نیرنگ فرنگ - مشہور ناولسٹ وکٹر ہیگو کے ناول کا ترجمہ - نپولین بوناپارٹ کے کارنامون کے ساتھ پالیسی کی تبدیلی کے نقصانات اور سلطنت جمہوری کی بربادی ۱۸۷۰ء کی فرانس اور جرمنی کی لڑائی کے پورے واقعات اور جنگ کے بعد نپولین کی معزولی اور پھر جمہوری سلطنت کا استقلال - قیمت فیجلد ۱۲/

جوش خون - ایک عصمت فروش عورت کا اپنے شوہر سے بیوفائی کرکے اور اپنی شیرخوار بچی کو چھوڑکے آشنا کے ساتھ نکل جانا - اور پھر اپنے حرکات پر نادم ہوکے الفت مادری کے جوش مین خادمہ بن کے شوہر سے پوشیدہ اپنی بیٹی کیخدمت مین رہنا - اپنے شوہر کو قتل کرنا اور خود بھی اپنی بیٹی پر تصدق ہوجانا - خاندان کی تباہی بیٹی کی پریشانی مگر اُس کے عاشق کی کارگذاری اور نیک نیتی سے گھر کا آباد ہونا -

قیمت فی جلد ۱۲/

گنجینۂ سراغ رسانی - ایک بوالہوس شوہر کا دوسری عورت کے عشق مین اپنی منکوحہ بیوی کو قتل کرنا اور ایک دوسری عورت اور اُس کے عاشق پر بدگمانی اور عدالت سے سزائے موت ہونا - پھر خفیہ پولیس کی کوششون سے اصلی مجرم کا پتہ چلنا - عاشق و معشوق کا شاد و بامراد ہونا - یہ ناول خفیہ پولیس کے لیے ایک ہدایت نامہ اور تفتیش کرنے والون کا سچا رہنما ہے -

قیمت ہر چہار حصہ مکمل عہ/

جفا و وفا - اِس ناول مین ایک حسینۂ دلنواز کی وفاداری جس نے آخر تک اپنی قول کو نبھایا اور اُس کے عاشق کی دغابازی اور مکاری اور خفیہ فروشون کے کارنامون کا فوٹو کھینچا گیا ہے - قیمت ۱۲/

چابک سوار معشوقہ - گھوڑدوڑ کے ہاتھون ایک بڑے رئیس کے خاندان کا تباہ ہونا - رئیس کا اُس کی کوفت مین اپنی جان کھونا - رئیس زادے کی پریشانی - اپنے باپ کے داروغۂ اصطبل سے انجان بن کر ملنا اور اُس کی لائق بیٹی سے عشق - اور اُسی کی راے سے چابک سواری مین کمال حاصل کرکے پھر اپنی موروثی جائداد خریدنا اور اُس لڑکی سے شادی کرکے عیش کی زندگی بسر کرنا -

قیمت فی جلد ۹/

شاہد طرار - ایک فرانسیسی ناول کا ترجمہ - اپنے رنگ مین بالکل اچھوتا اور قابل دید -

قیمت فی جلد ۵/

المشتہر

محمد صدیق حسن پروپرائٹر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بزن بیگ خان لکھنو

دوسرے نئے ناول

سبز باغ۔ مسلمانوں کی فضول خرچی اور عیوب کا نتیجہ ایک بڑے خاندان کی تباہی کے چشم دید واقعات کو مصنف نے ایک دلچسپ ناول کے پیرایہ میں ظاہر کیا ہے قیمت فی جلد ۶ر

حور عین۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے واقعات عشق کے سچے جذبات چھتریوں کا جوش جہالت حضرات پولیس کی بد اعمالیاں۔ ایک تعلیم یافتہ شریف عورت کا عقلمندی سے اپنی آبرو بچا کر دشمنوں سے بدلا لینا۔ انسانی ہمدردی اور نیکی و بدی کے نتائج نہایت دلکش پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں قیمت ہر دو جلد مکمل عہ ر

لال کپتان۔ ایک نہایت دلچسپ انگریزی ناول جس میں والی جبل اسود (مانٹی نگرو) اور اسمعیل بے ترکی پاشا کی ۱۸۷۶ء کی جنگ کے حیرت انگیز واقعات کے ساتھ عشق کے راز و نیاز کی تصویریں نظر آتی ہیں قیمت فی جلد ۱۲ر

ناشاد۔ بالکل نیا اور تاریخی ناول اورنگزیب کی تخت دہلی کے واسطے سر توڑ لڑائیاں۔ شاہ شجاع کا بھاگ کے اراکان جانا۔ اختر مرزا کی بکاولی سپہ سالار میر جملہ کی محسن کارگذاری شاہزادہ محمد اور شاہزادی مہر النسا کے عشق کی داستان مصنفہ حضرت ریاض قیمت فی جلد ۱۲ر

جام زہر۔ ایک اچھوتا ناول جس میں بے مرضی کی شادی اور نوجوانی کی غلط کاریوں کے نتائج نہایت موثر طریقہ پر دکھائے گئے ہیں۔ مصنفہ مولوی حافظ محمد احسن صاحب وحشی نگرامی قیمت فی جلد ۶ر

درد فراق۔ اس ناول کا پلاٹ تاریخ کا نامہ ترک سے لیا گیا ہے شہنشاہ تیمور اور سلطان بایزید کی مشہور جنگ۔ ایک عورت کا جنگجوئی کے شوق میں فوج میں شریک ہو کر لڑنا۔ ڈاکوؤں کے ہاتھوں میں گرفتاری اور عیاری کے ذریعہ سے رہائی قیمت فی جلد ۱۲ر

اسرار آسیہ۔ زبان پاکیزہ قصہ لطیف مضمون دلچسپ ہر فقرہ چیستا ہر جملہ درست منگائیے اور ملاحظہ فرمایئے اور لطف اٹھایئے مصنفہ حافظ محمد احسن صاحب وحشی نگرامی قیمت ۵ر

جذبۂ عشق۔ اس میں ایک لڑکی کا ذکر ہے جس نے اپنی فہم و فراست کی بدولت ایک وحشی کو مہذب و شائستہ بنایا قیمت ۴ر

خون ناحق۔ یوں تو جملہ مطالب اسکے قابل تعریف و لائق توصیف ہیں مگر پولیس کی سراغ رسانی کی عیارانہ کارروائیاں خصوصاً لائق دید ہیں قصہ بیحد درد انگیز ہے قیمت ۱۰ر

دلستان۔ یہ وہ ناول ہے جس کے بیش بہا اور نفیس مضمون نے اسے ہردلعزیزی کا خوشنما لباس پہنا دیا۔ قیمت عہ ر

راز عشق۔ خفیہ پولیس کے احوال اور ان کی نادر کارروائیاں درج کیگئی ہیں قیمت عہ ر

شاہد مقصود۔ یہ بھی ایک انگریزی ناول کا اردو ترجمہ ہے قصہ نہایت ہی دلاویز ہے قیمت ۸ر

طلسم خیالات۔ اگرچہ یہ بھی ناول کے رنگ میں رنگا ہوا ہے مگر اس پر فصاحت و بلاغت قربان ہے۔ واقعی ترجمہ کی یہی شان ہے قیمت ۸ر

عیاروں کا عیار۔ پولیس کی کارروائی اور سراغ رسانی کے راز اس خوبی سے درج کیے گئے ہیں کہ دیکھ کر تعریف کرنی پڑتی ہے۔ قیمت عہ ر

وینس کی ایک شاہزادی۔ یہ لاکھون قصون کا انتخاب ہے اپنا آپ ہی جواب ہے۔ پھر لطف یہ کہ ہندوستانی مذاق کا خیال رکھا گیا ہے۔
قیمت ۱۲/

شہید جفا۔ یہ ایک انگریزی ناول کا ترجمہ ہے جسمین زمانہ کے انقلاب کی تصویر حسن عشق کے جذبات عاشق کی سچی محبت معشوق کی الفت کے خاکے محرومی ناکامی کے تماشے نہایت موثر اور فصیح الفاظ مین دکھائے گئے ہین قیمت عمہ/

فسانہ مفقود الخبر عجیب ناول ہے ایک حرمان نصیب بیوی کا شباب مین اچانک اپنے شوہر سے جدا ہونا اور دشمنوں کی عیارانہ چالون سے محفوظ رہکر اپنی عصمت کو بچانا اسکے علاوہ حسن وعشق کے جذبات وغیرہ وغیرہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اپنی خوبی مین بینظیر ہے قیمت عہ/

قصہ حاجی بابا اصفہانی۔ ممالک ایران کے ایک مشہور ومعروف سیاح کے چشم دید واقعات بعبارت فصیح وبلیغ قیمت عہ/

مفید خاص وعام۔ یہ ناول تو ضرور ہی مگر جن فوائد حکیمانہ پر مشتمل ہے وہ ضرور قابل تعریف ہین ایک عقلمند آدمی اس کے واقعات عبرت انگیز سے متاثر ہوکر بڑا تجربہ حاصل کرسکتا ہے قیمت ۱۲/

ناول زیب النساء۔ ایسا دردبھرا دلچسپ ناول ہے کہ بے اختیار بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے قیمت صرف عہ/

غریب الوطن۔ ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے بیٹھ جاتے ہین جہان چھاؤن گھنی ہوتی ہے نہایت ہی درد انگیز عبرت آمیز ناول ہے قیمت عہ/

ناول سیتا۔ غدر کی دلگداز اور روح فرسا کیفیت ایک ہندو عورت کی وفاداری اور راستبازی کا نہایت ہی رقت آمیز الفاظ مین بیان کیا گیا ہے قیمت ۱۲/

دربار اودھ۔ اس ناول کو اول سے آخر تک دیکھیے ممکن نہین آپ کی طبیعت بھر جائے کیونکہ جن عجائب مفید مطالب پر یہ مبنی ہے وہ ایسے نہین ہین اگر ایک دفعہ دیکھکر پھر انھین نہ دیکھا جائے قیمت (۵) /

اشک حسرت۔ ایک نہایت ہی دلچسپ نتیجہ خیز فسانہ جسمین پردہ دار عفیفہ بیوگان کی ضرورتین دردانگیز اور موثر پیرایہ مین دکھائی گئی ہین اور ان جذبات کی ہو بہو تصویر کھینچی گئی ہے جو بے پردگی کی بدولت شرم وحیا عصمت وعفت کا خون کرتے ہین اور ان مشکلات کا پورا چربہ اتارا گیا ہے جو بیوہ کو گدیہ مین ڈال رکھنے سے پیش آتے ہین مصنفہ جناب وحشی نگرامی قیمت عمہ/

رزم بزم۔ اردو زبان کا ایک تاریخی اچھوتا ناول قنوج کی لڑائی اور سلطان شہاب الدین کی فتح راجہ جے چند کی شکست کا ایک باثر قصہ غازیان اسلام دلیران راجپوت کی شجاعت کا ایک اعلی نمونہ حسن کے راز ونیاز عشق کے سوز وساز کی ایک اصلی تصویر جسکے تعبیر کی عمدگی مضامین اور بندش دیکھنے سے ظاہر ہوگی۔
قیمت ہر دو جلد مکمل ایک روپیہ (عہ/)

نشیب وفراز۔ اس کی تعریف اسقدر لکھدینا کافی ہے کہ اس مین دو شاہی خاندانون کے عروج وزوال کا نہایت سچے پیرایہ مین خاکہ کھینچکر دکھایا گیا ہے۔
قیمت صرف ۸/

الملتمس
محمد صدیق حسن پروپرائٹر مہذب بک ایجنسی کٹرہ نبن بیگ خان لکھنؤ

کتب خانہ مہذب بک ایجنسی

(مولانا شبلی مرحوم کے تصانیف)

الفاروق - حضرت عمرؓ فاروق کی مفصل سوانح عمری اُن کے کارنامے۔ عروج اسلام کی تاریخ۔
قیمت فی جلد ۳ر

سیرۃ النعمان - امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی سوانح عمری علم کلام اور فن حدیث پر تفصیلی بحث اور فقہ پر مفصل ریویو قیمت فی جلد عمر

الغزالی - امام محمد بن محمد غزالی کی سوانح عمری۔ اس کتاب سے معلوم ہو سکتا ہے کہ امام صاحب نے علم کلام تصوف اور اخلاق کو کس حد تک ترقی دی اور مسلمانوں کی علمی عملی ملکی اور اخلاقی حالت درست کرنے میں کیا کیا کوششیں کین
قیمت فی جلد ۳ر

اورنگ زیب عالمگیر - اس کتاب مین بتا دیا گیا ہے کہ عالمگیر پر جو اعتراضات ہندوؤں کے قدیم اور انگریزی تاریخوں میں عمومًا سمت پرستی و ہندو کشی کے متعلق کیے جاتے ہیں انہیں واقعات سے کوئی تعلق نہیں بلکہ محض ایسے نظر اور تنگ خیال افسانہ نویسوں کی پیدا کی ہوئی باتیں ہیں جو اس عہد کے بہت بعد پیدا ہوئے۔ تحقیق و تنقید میں مولانا شبلی کا یا مضمون اس قدر اعلی پایہ کا ہے کہ ہندو مسلمان ہر شخص ضرور بالضرور نظر ڈالے اور واقعہ کی کیفیت صفحہ تاریخ سے دریافت کرے قیمت فی جلد

مقالات شبلی - مولانا شبلی کے اُن تمام علمی و تاریخی مضامین کا مجموعہ جو رسائل شبلی کے بعد لکھے گئے اور اب تک غیر مطبوعہ پڑے ہوئے تھے قیمت فی جلد عمر

تازہ ترین اشاعتین

جنرل فریڈرک برن ہارڈی کی شہرہ آفاق تصنیف **جرمنی اور آئیندہ جنگ** کا سلیس اردو ترجمہ۔ اس کتاب مین جنرل مذکور نے بطور پیشین گوئی موجودہ جنگ کے تمام واقعات قبل از وقت خود تحریر کر دیے ہیں یہ گویا جرمن خیالات کا ایک آئینہ ہے جس کے مطالعہ سے ہر ایک سلطنت کی بری و بحری قوت مع نقشہ جہازات و تعداد افواج اور اُنکے مقابلہ مین جرمنی کی تیاری جنگ اور اصول معرکہ آرائی سے آپ بخوبی واقف ہو جائیں گے تعداد طبع محدود ہے جلد جلد منگوا لیجیے۔ قیمت فی جلد عمر

رامائن کے بعض سین مصنفہ مولوی عبدالستار صاحب مرحوم یعنی **اُن دلچسپ** مضامین کا مجموعہ جو ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء مین رسالہ دلگداز مین شائع ہوئے تھے۔ اب مہذب بک ایجنسی نے انہیں ایک کتابی صورت مین شائع کیا ہے۔ اس مین مہاراجہ رام چندرجی کی جلاوطنی۔ سیتاجی کا غائب ہو جانا۔ راون سے جنگ اور پھر رام چندرجی کی واپسی اور تخت نشینی الغرض سب واقعات کے سین نہایت دلکش الفاظ مین دکھائے گئے ہیں قیمت فی جلد ۴ر

معارج الدین مصنفہ جناب مولوی سید نواب علی صاحب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج۔ اس کتاب مین دکھایا گیا ہے کہ دنیا کے مذاہب مین صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو موجودہ عقل و فلسفہ کے مقابلہ مین ٹھہر سکتا ہے۔ علاوہ اسکے مصریون۔ اہل ہنود۔ یونانیون زردشتیون۔ یہود اور عیسائیون کے عقائد بھی اس کتاب مین بتائے گئے ہیں لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے قیمت فی جلد عمر

زمانہ اور اسلام - مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر کی ایک نہایت اعلی درجہ کی قومی نظم جسے ایجنسی نے نہایت عمدہ چکنے ولایتی کاغذ پر چھاپ کے تیار کرایا ہے قیمت فی جلد ۳ر

المشتہر

محمد صدیق حسن پروپرائٹر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

دلگداز

اُردو کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر

سب ایڈیٹر

مولوی محمد صدیق حسن صاحب

مینیجر و پبلشر

خاکسار حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

جو

دلگداز پریس میں چھپ کے لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان سے شائع ہوا

شبِ غم

مولانا شرر مدظلہ کی مشہور نظم

معہ مکمل فہرست کارخانہ روض الریاحین و کتب مصنفہ دلگداز صاحب موصوف بہت ہی خوبی سے
چھپوائی گئی ہے ناظرین دلگداز ۔ ٹکٹ بھیجکر طلب کرلیں ۔ اسکے اعلیٰ ایڈیشن کی قیمت ... محصول لیا جائیگا ... ٹکٹ
ارسال فرمائیے ۔

کارخانہ روض الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

آپ ایک دفعہ آزما کر تو دیکھیں

عطر کے لیے لکھنؤ مشہور ہے مگر افسوس کہ جو عطر ہے وہ باہر والوں کو نہیں ملتا کیونکہ نکمیں مال کی روانگی تو اُن نے
ہاتھ آرا دوکان کے دلال فضل کا خمیازہ اُن غریبوں ہی کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگواتے اور بے دیکھے خریدتے ہیں
مجبور ہیں اور بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے کہ ... دکوا ... کبھی جیا کو بھیجدیتے ہیں ... عام خریدار
دیکھتے ہم نے ... کیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں ... بہتر و مستند کارخانہ
کے عطر اعلیٰ درجہ کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کر کے مال کی جانچ کر کے اور کفایت سے
روانہ کیا کریں جسکا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے عطر کے شائق ... آزما
کر دیکھیں کہ ہمارے ذریعہ سے اُنھیں کیسا اچھا عطر ارزاں داموں کو ملتا ہے

عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر حنا فی تولہ [illegible]	عطر مولسری فی تولہ [illegible]	عطر سگترہ فی تولہ [illegible]	عطر مجموعہ عنبری فی تولہ [illegible]
؍ مٹی [illegible]	؍ پانڑی ؍ [illegible] ۱۲	عطر بیلہ ؍ [illegible]	؍ موتیا ؍ [illegible]
؍ مہک پری ؍ [illegible]	؍ چمیلی ؍ [illegible]	؍ تہمار ؍ [illegible]	روح گلاب ؍ [illegible]
؍ کیوڑا ؍ [illegible]	؍ عود ؍ [illegible]	روح حس اصلی [illegible]	عطر رنگ حنا [illegible]
؍ حس ؍ [illegible]	؍ مٹی ؍ [illegible] ۱۲	عطر اگر بتی فی تولہ [illegible]	عطر اگر [illegible]
روح پانڑی اصلی [illegible]	؍ فتنہ ؍ [illegible]	؍ جوہی ؍ [illegible]	؍ سہاگ ؍ [illegible]
عطر چمپا ؍ [illegible]	؍ گلاب ؍ [illegible]	؍ گیندا اصلی [illegible]	؍ شمامۃ العنبر [illegible]

خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو

روغن چمیلی فی سیر [illegible]	روغن بیلہ فی سیر [illegible]	روغن کیوڑا فی سیر [illegible]	روغن حنا فی سیر [illegible]

اعلیٰ درجے کا خوشبودار عمدہ اور بامزہ تمباکو

بدرہ تمباکو مشکی فی سیر [illegible]	قوام تمباکو مشکی فی تولہ ۸ ، ۶	گوسیان تمباکو مشکی فی تولہ
؍ زعفرانی ؍ [illegible]	؍ زعفرانی ؍ ۴ ، ۲	؍ عنبری ؍ ۱۰ ، ۸ ، ۶ ، ۴ ، ۲

نوٹ ۔ درخواست آتے ہی ویلیو پی ایبل روانہ ہوگا ۔ باردانہ مصارف ڈاک وغیرہ ذمہ خریدار

آپ کا خادم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

حسن کی کرشمہ سازیان

آج ہم اُن انوکھے کرشمون کے دو مختلف نمونے دکھاتے ہین۔ ایک وہ ہے جس نے الہام پرست اور سطوت شہنشاہ کو دیوانہ و مدہوش کر کے اپنا بندۂ بے درم بنا لیا اور دوسرا وہ ہے جس نے اپنی کرشمہ سنجیون سے ایک پر جبروت جبار کے دل پر تو فتح پا لی مگر ایک دنیادار پر جبر کا زور ان پر کہ وہ عشق کے ہاتھون بے تاب و بیقرار ہی ہو رہا تھا قابو نہ پا سکا۔ پہلا نمونہ متوکل باللہ عباسی کی معشوقہ "شعانین" کا ہے۔ اور دوسرا اُموی خلیفہ یزید بن عبد الملک کی مہ جبین حرم "سلامۃ القس" کا جن دونون کے حالات ہم جدا جدا بیان کرتے ہین۔

شعانین

بنی عباس کا دسوان خلیفہ المتوکل علی اللہ جو ۲۳۲ھ سے ۲۴۷ھ تک مسلمانون کا خلیفہ تھا ایک دن دمشق کے حوالی مین سیر و تفریح کو نکلا۔ قدم قدم پر نزہت افزا باغ اور دیرون کے عالیشان کنیسے تھے جن کو دیکھ کے بہت خوش ہوتا اور ہر جگہ کی دلکشیون سے لطف اٹھا کے آگے بڑھتا۔ اگر باغون کی نزہت و شادابی اور اُن کے خوش رنگ اور نوشگفتہ پھول اُسے اپنی دلچسپیون مین لگاتے تو گرجون مین نصرانی راہبون کے حسین و گلندام لڑکے اور حیادار نگاہ و مست خرام اچھوتی لڑکیان اُس کے دل مین عشق و محبت کا ذوق و شوق پیدا کرتین۔ اُن دنون شام و عراق کے گرجے سب سے بڑی جلوہ گاہ حسن ہوتے تھے اور شعرا و عشاق کو اکثر اُنھین مین اپنے مذاق کے معشوق مل جایا کرتے۔ اُس کے ساتھ معشوقان دیر کے لباس مین کچھ ایسا معشوقانہ بانکپن اور ایسی دلربایانہ کرشمہ سازی مضمر ہوتی کہ اکثر عاشق مزاج نوجوانون کو اُن کی زیارت کا شوق رہا کرتا۔

چنانچہ اس سیر و تفریح مین متوکل ایک طرف تو باغون اور چمنون کی بہار دیکھ دیکھ کے محظوظ و مسرور ہوتا اور دوسری طرف مسیحی راہبون اور اُن کے بالکون اور کنواری لڑکیون کے وضع و لباس اور شکل و شمائل دیکھنے سے محو و بیخود ہو ہو جاتا۔ اتنے مین ایک عالیشان گرجے سے ایک سن رسیدہ اُسقف نکل کے آداب بجالایا۔ گرجے والے متوکل کے سلام کو حاضر ہوئے۔ جو یکے بعد دیگرے خلیفہ کو آداب بجالا کے گزر جاتے اور خلیفہ اُس اُسقف سے ہر ایک کا نام اور اُس کے حالات دریافت کرتا۔ اُنھین کے غول مین ایک مہ پارہ لڑکی نظر آئی جو ایک چاندی کا غنچہ دان ہاتھ مین لیے ہوئے تھی۔ یہ پری وش نازنین حسن و جمال اور نزاکت و کمال مین جواب نہ رکھتی تھی۔ اور متوکل اُس کی صورت دیکھ کے غش غش کر گیا۔ اگرچہ دل ہاتھون سے نکلا جاتا تھا مگر اُسے روکا۔ سنبھالا۔ اور اُسقف سے پوچھا ”یہ مہ جبین کون ہے؟“ اُس نے کہا ”میری بیٹی“ پوچھا ”اس کا نام؟“ جواب ملا ”شعانین“

اب تو متوکل مین ضبط کی تاب نہ تھی خود اُس حسینہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا ”شعانین! پیاسا ہون مجھے تھوڑا سا پانی پلا دے“ اس مہ پارہ نے عجب انداز دلربایانہ سے رسیلی آنکھین نیچی کر کے عرض کیا ”حضور۔ یہان جتنا پانی ہے چھوٹے چھوٹے گڑھون اور چھپرون کا ہے۔ اور یہ امیر المؤمنین کے قابل نہین۔ کیا کہون۔ اگر حضور میری زبان شیرین سے سیراب ہوتے تو اُسے بھی پیش کر دیتی۔ مگر پانی حضور کے قابل پانی یہان میسر آسکتا ہے؟“ یہ کہتے ہی وہ لپک کے خانقاہ سے ایک چاندی کا کٹورا اُٹھا لائی۔ اور خلیفہ کے ایک ہمراہی مصاحب کو اشارہ کیا کہ ”جو پانی امیر المؤمنین کے ہمراہ رکاب ہے اُسی کو اِس کٹورے مین بھر کے پیش کر دیجیے“ ان دلستان اداؤن کو دیکھ دیکھ کے متوکل از خود رفتہ ہو رہا تھا کہ وہ کٹورا پانی سے بھر کے پیش کیا گیا۔ متوکل نے پانی پیا۔ اور منہ رومال پونچھ کے اُس نازنین سے کہا ”اگر مین تمھین چاہون تو تمھاری مرضی کے خلاف تو نہ ہوگا؟“ مسکرا کے اور عجب دلفریب انداز سے اُس نے جواب دیا ”امیر المؤمنین۔ ابھی تک تو مین حضور کی لونڈی ہون۔ لیکن اگر حضور کی محبوبہ بن گئی تو حضور کی ایک ادنے سی برہمی میرے لیے کس قدر اندیشہ ناک ہوگی! کیا حضور نے شاعر کا کلام نہین سُنا؟ کہتا ہے۔

كُنتَ لي في أوائلِ الأمرِ حِبّا ثُمّ لمّا ملكتَ صِرتَ عدوّا

(ابتدائے الفت مین تو تُو میرا دوست تھا لیکن جب میرا مالک ہوا تو دشمن ہو گیا۔)

یہ جواب سُن کے متوکل پر ایسی بیخودی طاری ہوئی کہ قریب تھا کپڑے پھاڑ ڈالے مگر آپ کو سنبھالا اور کہا "خیر آج تو تم مجھے اپنے یہان جگہ دو" یہ سنتے ہی بولی "بسروچشم" اور متوکل کو لے کے اپنے کوٹھے پر چڑھ گئی۔ راہب دونو کے اچھی سے اچھی شراب لے آیا جو اکثر گرجون مین ملا کرتی تھی۔ مگر متوکل نے اُسے کھانے کی زحمت نہ دی اور اپنے باورچی خانے سے منگوالیا۔

اب دور چلنے لگا۔ اور متوکل دو ایک جام پی کے بیخود و بدمست ہوا تو شعانین سرود لا کے گانے بجانے لگی۔ اور چند اشعار گا کے اُنھین مین اپنا مافی الضمیر یون ادا کر دیا کہ "اے وہ شخص جو مجھ سے دعوائے الفت کرتا ہے مرحبا۔ میری جان تجھ پر فدا۔ خدا نہ کرے کہ مین اُس کی محبت سے محروم ہون۔ مین تو تیرے عشق کی لونڈی ہون لہذا پی پلا۔ اور جو ہم صحبت پینے سے انکار کرے اُسکے سامنے سے جام ہٹا لے۔ جس خدا نے آسمان کو قائم کیا ہے اُسی کی قسم تُو میری جان کا مالک ہو گیا۔ اور اپنے عشق مین مبتلا کر کے میرے دل کو تو نے ایک عذاب مین مبتلا کر دیا ہے"

یہ اشعار نہ تھے وعدۂ وصال تھے۔ سنتے ہی متوکل کے دل مین امید پیدا ہوئی بولا "شعانین۔ مجھ سے محبت کا دعویٰ ہے تو مسلمان ہو جاؤ" اُس نے کہا "بجان و دل" فوراً متوکل نے کلمۂ شہادت پڑھا کے اُسے مسلمان کیا۔ پھر اُسی صحبت مین اس سے نکاح کر لیا۔ اور اپنے گھر لایا۔

شعانین کے سیرۃ نویس دعویٰ کرتے ہین کہ وہ نہایت ہی حسینہ و جمیلہ و صاحبۂ فضل و کمال تھی۔ آنکھین نرگسین تھین اور بوٹا سا قد سرو کے مانند۔ ہونٹھ یمن کے عقیق تھے اور گال گلاب کے پھول۔ دیگر کمالات کے ساتھ وہ موسیقی بھی بہت اچھا دخل رکھتی تھی۔ اور اُسکی مجموعی خوبیان اِس بلا کی تھین کہ ہندوستان کی سکنتلا کی طرح ایک راہب مرتاض کی خانقاہ سے نکل کے ایک شہنشاہ ہفت اقلیم کے دل پر قبضہ کر لیا۔ اور ملکۂ عالم بن گئی۔

سلامۃ القس

یہ عہد بنی امیہ مین سہل بن عبدالرحمن بن عوف زہری کی ماہ طلعت و حوروش

لونڈی تھی جسے اُنھون نے علم وفضل - ادب وشاعری - اور آداب صحبت کے علاوہ فن موسیقی کی بھی تعلیم دی تھی - اور چونکہ اس پری جمال نازنین نے بلا کا گلا پایا تھا لہذا اُس کا نغمۂ دلکش جس کسی کے کان تک پہونچتا ہمہ تن گوش بن جاتا - آخر اُس کی دلبری و رعنائی کی یہان تک شہرت ہوئی کہ خاندان بنی امیہ کا نوین خلیفہ یزید بن عبدالملک اس پر فریفتہ ہوا - اور تین ہزار اشرفیان دے کے اُسے مول لیا اور اپنی محبوبۂ خاص بنایا اور کہتے ہین کہ اُس کے پورے زمانۂ خلافت مین یہ اُس پر حاوی تھی وہ خلافت اسلامیہ پر حکومت کرتا اور یہ اُس کے دل پر حکومت کرتی -

اِس کا نام تو صرف "سلامہ" تھا مگر "سلامۃ القس" یعنی قس والی سلامہ اپنے حسن کی کرشمہ سنجیون کے ایک ایک خاص واقعہ کی وجہ سے مشہور ہوگئی - اور وہ واقعہ یہ ہے کہ جب سلامہ اپنے پہلے آقا سہیل کے پاس تھی تو اُس کی دلچسپی یا گانے کی مشق بڑھانے کے لیے اکثر گایا اور دلدوز تانین لگایا کرتی - اسی معمول کے مطابق ایک دن گا رہی تھی کہ عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی عمارہ کا اُدھر سے گزر ہوا - اِن بزرگ کا ابھی عنفوان شباب تھا - نہایت ہی صاحب جمال اور خوشرو نوجوان تھے - اور اِس کے ساتھ بڑے عالم وفاضل اور فقیہ و مجتہد تھے - اور اتنے بڑے عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے کہ اُسی کمسنی کے زمانے مین "قُس" (راہب) کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے - اُن کے کان مین جو سلامہ کی تانون کی آواز گئی تو دروازے کے سامنے ٹھٹک کے اُس جگہ کھڑے ہو گئے - اور وجد مین آ کے جھومنے لگے - سہل نے جو اُنھین اپنے دروازے پر اِس حال مین دیکھا تو دوڑ کے قریب گیا - اور ادب سے عرض کیا "آپ یہان راستہ مین کیا کھڑے ہین؟ اندر تشریف لائیے - اس حسینہ سے اطمینان کے ساتھ بیٹھ کے اُس کا گانا سنیے - جب جی چاہے چلے جائیے گا"! اُنھون نے کہا "نہین - یہ نامناسب ہے - مین ایسی عورت کا سامنا نہین کرنا چاہتا"! اُس نے کہا "اچھا مین آپ کو ایسے مقام پر بٹھا دون گا کہ آپ کا سامنا نہ ہو - فقط گانا سنتے رہین گے"! اس صورت مین عبدالرحمن موصوف کو کوئی مضائقہ نہ نظر آیا اُس کے ساتھ اندر چلے گئے - اور اُس نے ایک پوشیدہ مقام مین بٹھا دیا - بڑی دیر تک گانا سنتے رہے - اور بار بار وجد و محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا -

میں زیادہ لطف اُٹھاتے۔ اور سلامہ کے نغمہ پرست وبیخود ہوتے دیکھ کے سہل نے سلامہ کو ان کے پاس بٹھا دیا۔ اور کہا آپ گانا سننے کے ساتھ اِس کے حسن وجمال کی زیارت سے بھی بہرہ یاب ہو جیئے۔"

عبد الرحمٰن اگرچہ عابد وزاہد اور پارسا وپرہیزگار تھے مگر نوجوانی کا زمانہ تھا اور خود بھی طلعت زیبا رکھتے تھے سلامہ کی سی ملائک فریب حور طلعت کو دیکھا تو ایک جان چھوڑ ہزار جان سے عاشق ہو گئے۔ اور قیامت یہ ہوئی کہ اِن کی چشم فتان کا تیر اُس نازنین کے سینے میں بھی پیوست ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ اسی صحبت میں دونوں ایک دوسرے پر مفتون ہو گئے۔ ختم صحبت پر یہ اٹھے تو سلامہ نے جبتک دوبارہ آنے کا وعدہ لے لیا اُس نہ چھوڑا سہل کو بھی شاید اِن نوجوان عابد وزاہد صاحب کو آزمانا تھا سلامہ کو ملنے جلنے کی بالکل آزادی دیدی۔

عبد الرحمٰن کو بھی سلامہ کے پاس جانے میں پہلی جو جھجک تھی جاتی رہی تھی۔ اور بار بار آنے جانے لگے لیکن باوجود ملنے جلنے اور گھنٹوں خلوت وعزلت میں پاس بیٹھے رہنے کے عبد الرحمٰن نے اپنے جامۂ پارسائی میں کبھی ذرا سا بھی دھبہ نہ آنے دیا۔ اور سلامہ کی بیتابی وبیقراری روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی۔ آخر نہ رہا گیا۔ ایک دن تنہائی میں کہہ ہی بیٹھی کہ "میں آپ کی محبت میں بیقرار ہوں اور اب صبر کی تاب نہیں"۔ انھوں نے نہایت سادگی سے جواب دیا "میرے دل کا بھی یہی حال ہے"۔ سلامہ بولی "میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے لب جاں بخش کا بوسہ لوں"۔ بہت ہی بے تکلفی سے فرمایا "میرا بھی یہی جی چاہتا ہے"۔ سلامہ نے اور ڈھیٹ ہو کے کہا "مجھے تو اِس بات کا شوق ہے کہ آپ کے سینے سے اپنا سینہ رگڑوں"۔ بغیر اسکے کہ چہرے پر کوئی نئی کیفیت ظاہر ہو بولے "مجھے بھی یہی شوق ہے"۔ اب سلامہ عاجز تھی۔ جب دیکھا کہ میرے اِس قدر بے باک ہونے اور اِس حد تک اشتیاق ظاہر کرنے پر بھی یہ سوا زبانی جمع خرچ کے کوئی عملی جرأت نہیں کرتے تو جھنجھلا کے اور شرم وخودداری کو بالائے طاق رکھ کے کہنے لگی "تو پھر آپکو مانع کون چیز ہے جو چاہتے سب ہیں اور کرتے کچھ نہیں؟" بڑی ہی اعلیٰ درجہ کی مستقل مزاجی سے جواب دیا "صرف جناب باری کا یہ ارشاد کہ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ[ع۱] ۝ اور مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ ہماری

ع۱ اُس دن قیامت میں بعض ایک دوسرے کے دشمن ہون گے بجز اُن کے جو پرہیزگار

باہمی محبت کبھی بدل کے دشمنی ہو جائے"! اتنا کہا اور خاموشی سے اُٹھ کے چلے آئے۔ عبادت و ریاضت مین مصروف ہو گئے۔ اور پھر کبھی سلامہ کے پاس نہ گئے۔ مگر اتنے ہی پاکبازی کے تعلقات کی وجہ سے سلامہ "سلامۃ القس" یعنی زاہد مرتاض والی سلامہ مشہور ہو گئی۔

ہرقل

جن غیر معمولی اور مافوق العادت زورآوران سلف کے حالات کا سلسلہ ہم نے شروع کیا ہے اُن مین دوسرا نمبر "ہرقل" کا ہے یونانی اُسے ہراقلیس کہتے تھے رومیون نے بگاڑ کے ہرقیولیس کہنا شروع کیا۔ عرب ہرقل کہنے لگے اور فی الحال انگریز ہرکیولیز کہتے ہین۔

اس کا زمانہ خالص دیوتاؤن کا زمانہ ہے جب انسان نے دیوانیت کے درجہ سے ترقی کر کے پہلے پہل انسانیت کے عالم مین قدم رکھا تھا۔ اور اُسی وجہ سے اُس کے کارنامے ہمارے فہم و ادراک سے بالکل باہر ہین۔ اور سمسون کے واقعات مین باوجود مافوق العادت ہونے کے جو پیمبرانہ ادا تھی ہرقل کی شہ زوریان اُس سے بھی جدا ہین۔

یونانیون کا سب سے بڑا دیوتا یا مہادیو جیوپیٹر تھا جو اُن کے اعتقاد مین سارے دیوتاؤن اور آدمیون کا باپ اور کل عالم کا بادشاہ تھا۔ انی الکون پر تصرف حاصل کرنے کے بعد اُس نے سمندر کی حکومت اپنے بھائی نپچون کو۔ اور عالم سفلی کی فرمانروائی دوسرے بھائی پلوٹو کو دی اور خود عالم علوی پر حکومت کرنے لگا۔ اُس کی جورو دیوی جونو جنت کی ملکہ تھی۔ اور اُس مین رقابت یا سوتیا ڈاہ کا مادہ حد سے گزرا ہوا تھا۔ لیکن میان (جیوپیٹر) حد سے زیادہ عیاش اور شہوت پرست واقع ہوئے تھے۔ چنانچہ جہان اُنھون نے دنیا کی اور بہت سی حسین عورتون کو خراب کیا۔ اور تماش بینی کے عجیب عجیب کرشمے دکھائے۔ وہان تھیبس (یونان) کے بادشاہ امفی ٹریون کی پری جمال ملکہ الکمینہ پر بھی فریفتہ ہو گئے مگر زور نہ چلا اور موقع نہ ہاتھ آتا تھا۔ ایک دن امفی ٹریون کمین

اُسی کی صورت اختیار کر کے الکمینہ کے پاس پہونچے اور بلاتکلف کامیاب ہوگئے۔ اُس زمانے مین ایمفی ٹریون نے مینا کے بادشاہ پر چڑھائی کر کے اُسے مار ڈالا تھا اور انتقام لینے والوں کے خوف سے تھیبس مین آ کے پناہ لی تھی اُس کے آتے ہی الکمینہ کے بطن سے دو توام لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک ایفی کلوس جو اُس کے اصلی شوہر کے نطفہ سے تھا۔ اور دوسرا ہرقل جو جونو کی سادہ لوحی کا نطفہ ناتحقیق نہیں بالتحقیق تھا۔ یہی ہرقل ہمارا پہلوان دیوتا ہے جس کے حالات ہم نذر ناظرین کرنا چاہتے ہین۔

جونو (سوتیلی ماں) نے جو سُنا کہ کسی اور کی جورو کے بطن سے میرے میان جوپیٹر جی کے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے تو اُس کی دشمن ہوگئی اور اپنی غیر معمولی فطرت سے اُس کے برباد کرنے کی اپنی نئی تدبیرین کرنے لگی۔ ابھی بچہ اور گہوارے مین تھا کہ جونو نے دو اژدہے بھیجے کہ اسے ڈس کے ہلاک کر ڈالین مگر اسی عمر مین خدا نے ایسی طاقت دی تھی کہ اُن دونون اژدہون کو ہاتھ سے دبا کے مار ڈالا اور مروڑ کے پھینک دیا اُس کی یہ قوت دیکھ کے بجائے اِس کے کہ جونو کو رحم آئے اور طیش آیا اور وہ کوہ ستھارن پہ سیر کر رہا تھا کہ سوتیلی ماں کا بھیجا ہوا ایک شیر ببر اُس پر جھپٹا کہ اُسے نرم نوالہ بنائے مگر ہرقل نے اپنی شہ زوری سے مار کے ڈال دیا

اب جونو کے غصہ کی کوئی انتہا نہ تھی اور طرح زور نہ چلا تو اُسے اپنے جادو سے مجنون و فاتر العقل بنا دیا۔ اس جنون کے زمانے مین ہرقل نے اپنے بیٹون اور بھتیجون کو مار ڈالا۔ اور اپنی ذات کو بہت نقصان پہونچا لیا۔ خدا خدا کر کے مدت بعد یہ جنون گیا۔ اور اب ہوش مین آ کے ہرقل نے اپنی گذشتہ مجنونانہ حرکتین سُنین تو اُسے بے انتہا ملال ہوا۔ اور رنج والم کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اِسی اندوہ والم مین وہ کوہ ڈلفای پر گیا کہ فال کھلوا کے اپنے دل کو تسلی دے۔ اس پہاڑ پر اُس کے چچا اپالو دیوتا کا عظیم الشان مندر تھا جہان لوگ جا جا کے فالین کھلواتے اور وہان کی فال کو بالکل سچا اور واجب العمل جانتے تھے جونو کی چترّبازی سے یہان بھی یہ فال نکلی کہ اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو تو جا کے بارہ برس تک اپنے عزیز یوریس تھیوس کی خدمت کرو۔ یہ حکم واجب العمل تھا۔ اور ہرقل نے پہاڑ سے اُترتے ہی یوریس تھیوس کے نوکری راہ لی۔ اور اُس کے خدام مین شامل ہوگیا۔

یوریس تھیوس نے جو ہرقل کی شہ زوری اور اُس کی طاقت کے عجیب وغریب کرشمے دیکھے تو دل مین ڈرا کہ بارہ برس کے بعد دیکھیے یہ میری کیا گت بناتا ہے اُدھر جونو نے بھی اُسے سخت بے رحمی کا اشارہ کر دیا - غرض اُس نے کوشش شروع کی کہ ہرقل سے ایسے کام لے جو اُس کی ہلاکت کا باعث ہو جائین -

پہلے حکم دیا کہ جا کے مقام نیمیا کے شیر ببر کو مار ڈالو جس پر کسی کا زد نہین چلتا - ہرقل گیا - سامنا ہوتے ہی اُدھر شیر مُنہ پھیلا کے جھپٹا اور اِدھر ہرقل نے جھپٹ کے اُس کی گردن پکڑ لی - اور آناً فاناً مین اُس کا گلا گھونٹ کے مار ڈالا - بے رحم آقا نے جب یہ حیرت انگیز قوت دیکھی تو اور زیادہ خائف ہوا - اور کہا آپ کی جا کے مقام لرمیا کے سات سرون والے دیو (راکشس) کو قتل کرو جس نے انسانون کو عاجز کر رکھا ہے - ہرقل بے عذر اِس مہم پر بھی چل کھڑا ہوا - دیو اُسکی صورت دیکھتے ہی جھپٹا کہ اُسے ہضم کر جائے - مگر ہرقل نے اپنے برنجی گرز سے ایسا زبردست ضرب لگایا کہ وہ خونی دیو تیورا کے گرا اور تڑپ کے مرگیا -

یہ سُن کے یوریس تھیوس کے حواس اور جاتے رہے - اور ہرقل سے کہا آپ کی تمھارے ذمے یہ خدمت ہے کہ سَری نائیہ (افریقیہ) کے طلائی سینگون والے بارہ سنگے کو زندہ پکڑ لاؤ - یہ مہم بھی نہایت ہی سخت دشوار تھی جس کی کبھی کسی کو جرأت نہ ہو سکتی تھی مگر ہرقل بے تکلف گیا - اُس بارہ سنگے کو پکڑ کے ایک کٹھرے مین بند کر لیا - اور لا کے آقا کے سامنے حاضر کر دیا -

اب جلاد آقا نے دل مین خیال کیا کہ اِس پر کسی کا زور نہین چلتا - پھر سوچ کے کہا اچھا اب تم جا کے علاقۂ ارمی مان تھیا کے مشہور بنڈ بلے کو مار ڈالو جس سے بڑے بڑے پہلوان ہار چکے ہین - ہرقل گیا - اور ایک ہی حملہ مین اُس ظالم بنڈ بلے کا بھی کام تمام کیا -

جب اس مہم کو بھی سر کر کے ہرقل آ گیا تو آقا نے حیران ہو کے کہا آپ کی تم اسی وقت اوگیاس کے اصطبل کو جا کے دھو آؤ - اوگیاس شہر ایلیس کا فرمان روا تھا اور اُس کا اصطبل اتنا بڑا عظیم الشان تھا کہ کبھی کوئی اُسے دھو کے صاف نہین کر سکا تھا - اور اوگیاس کا عام وعدہ تھا کہ جو کوئی اسے دھو دے گا اُسے وہ اپنے

مویشیون اور گھوڑ دن کا چوتھائی حصہ دیدے گا - ہرقل نے پہونچتے ہی جوے الفیوس عـه کا پانی اُس پر چڑھا کے بہادیا - اور اپنی غرض پوری کی - جب شرط پوری ہو گئی تو ہرقل نے اوگیاس سے خواہش کی کہ اپنی شرط پوری کرے اور اپنے مویشیون اور چوپاؤن کا چوتھائی حصہ دے - مگر اُس نے اِس مین لیت ولعل کیا اور عذرات بارد پیش کرنے لگا - ہرقل نے فورًا لڑائی ٹھان دی - اوگیاس کو قتل کیا - الیس پر قبضہ کر لیا اور اوگیاس کے بیٹے فیلیوس کو اُس کا جانشین کرکے واپس آیا -

یہ حال سُن کے آقا اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا - اور سوچنے لگا کہ اب کون سی مہم بتاؤن جس سے یہ ظالم زندہ واپس نہ آئے - سوچتے سوچتے کہا اب تمھارے ذمے یہ خدمت ہے کہ مقام اِستیمفالیا کے گوشت خوار طیور کو مار آؤ جنھون نے زبردست لوگون کو عاجز کر رکھا ہے - ہرقل فورًا تیار ہو گیا - وہان پہونچتے ہی اُن تمام طیور کو نیست ونابود کر دیا - اور غانم و سالم واپس آیا -

اب کی یوریس تھیوس نے یہ حکم دیا کہ جزیرہ کریٹ مین جاؤ اور وہان سے اُس مہیب سانڈ کو پکڑ لاؤ جس سے وہان کی خلقت عاجز ہے - ہرقل گیا اور اُسے پکڑ کے باندھ لایا -

یہ حکم بھی پورا ہو گیا تو بے رحم آقا نے کہا اب جا کے تم شاہ ڈیو میڈس کے وہان سے اُس کی زبردست مردم خوار گھوڑیون کو پکڑ لاؤ - اور میرے سامنے حاضر کر دو - یہ شرط بھی ہرقل نے پوری کر دی - اور اُن گھوڑیون کو لا کے سامنے کھڑا کر دیا -

اس شرط کے پورے ہو جانے پر یورس تھیوس نے بہ ظاہر مسرور اور باطن مین ملول ہو کے کہا عـه امیزنون کے ملک مین جاؤ اور اُن کی ملکہ ہپولیڈ کی کردھنی

عـه یونانی دیومالا مین الفیوس ایک نہر کا نام ہے اور اُن کا عقیدہ تھا کہ اِس نہر کا دیوتا کبھی تھوڑا سا دیوی پر عاشق ہو گیا تھا جس کی سزا مین دریانا دیوی نے اُسے ایک فوارہ بنا کے اورتیجیا نام ایک چھوٹے جزیرے مین قائم کر دیا جہان سمندر سے نکل کر وہ اُچھلا کرتا ہے -

عـه یونانی اپنے زمانے مین ایک علاقہ ایسا بتاتے ہین جہان صرف بہادر اور نبرد آزما عورتین رہتی تھین جو امیزن کہلاتی تھین - اور وہ کسی بڑے سے بڑے بہادر کو خطرے مین نہ لاتی تھین - اُنھین کی ملکہ کا نام ہیپولیڈ تھا -

پھر لاؤ۔ ہرقل تو ایسی مہمون کے لیے تیار ہی رہا کرتا تھا فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اُن خونخوار عورتون تین جاکے اُن کی ملکہ کی کردھنی اُتار لایا۔

اِس کے بعد ہرقل کو حکم ملا کہ اِس دفعہ تم جا کے مشہور موذی راکشس گیرلوین کو قتل کرو اور اُس کے بیلون کو پکڑ لاؤ۔ یہ حکم بھی اُس نے آسانی سے ساتھ پورا کر دیا۔ اُس موذی سے دنیا خالی کر دی اور اُس کے بیل لاکے حاضر کر دیے۔

اب پھر سوچ کے یورس تھیوس نے ایک اور نئی مہم تجویز کی اور کہا اب تم پھر جاؤ اور اُن زرین سیبون کا پتہ لگاؤ جو ہسپیریڈیس کے پہرے میں ہیں۔ یہ ہرقل کی سوتیلی ماں جونو نے اپنی شب زفاف مین اپنے شوہر سے پہلو دیے تھے اور اٹلیس دیوتا کی تین بیٹیون کے پہرے مین وہ چھپا کے رکھے گئے تھے جہان ایک درخت مین لگے ہوئے تھے۔ اور سو سرون والا اژدہا جو لیڈان کہلاتا تھا ہمیشہ اُس درخت کے نیچے حفاظت کے لیے موجود رہا کرتا۔ ہرقل نے جا کے اُس اژدہے کو مارا۔ سیبون کو لے کے آقا کے پاس آیا۔ اور اُن کے درخت کا پتہ نشان بتا دیا۔

اب یورس تھیوس سے کوئی بات نہ بنتی تھی۔ مگر غور و فکر کر کے کہا اچھا ایک کام اور کر لاؤ۔ تحت الثریٰ مین جاؤ۔ اور بہت سے سرون والا کتا سربرس جو عالم زیرین کے پھاٹک کا دربان ہے اُسے اُوپر نکال لاؤ۔ ہرقل اس مہم پر بھی چل کھڑا ہوا۔ بڑی شکلون سے تحت الثریٰ مین گیا اور اُس عجیب الخلقت کتے کو لا کے حاضر کر دیا۔

ان بارہ مہمون مین بارہ سال پورے ہو گئے اور اب وہ یورس تھیوس کی غلامی سے آزاد تھا۔ اُس کی یہ بارہ مہمین یونانی دیومالا مین زور آوری و شہ زوری کے مافوق العادت کارنامے ہین۔ اور جس طرح رستم کی سات مہمین ہفتخوان کہلاتی ہین اُسی طرح ہرقل کی یہ بارہ مہمین یونانیون کے نزدیک اُس کے دوازدہ خوان ہین جن مین سمجھا جاتا ہی کہ بڑے بڑے دیوتاؤن کی مدد شامل حال تھی۔

اب وہ آزادی حاصل کرتے ہی اپنے وطن تھیبس مین آیا۔ اور شہ زوری کے عجیب عجیب کرشمے دکھانے لگا۔ یونانی بت پرستون مین اُس کے صدہا قصے مشہور تھے جن سے اُس کی شہ زوری اور عاشق مزاجی دونون باتون کا پتہ لگتا ہے۔ اُس کے

تمام حالات کا جمع کرنا دشوار ہے۔ اور ایک ہی قسم کے واقعات کی تکرار بے مزہ بھی ہوگی لہٰذا چند مشہور کارنامے ہم سنائے دیتے ہین۔

اُن دنون افریقیہ مین انطاوس نام ایک زبردست آدم خوار دیو تھا۔ ہرقل اُس کے مقابلے کو گیا۔ وہ دیو آدمزاد کی صورت دیکھتے ہی جھپٹا۔ مگر جیسے ہی قریب آیا ہرقل نے اُسے پکڑ کے اوپر اُٹھا لیا۔ ہوا مین بلند کیا۔ اور وہین بلندی پر اس زور سے گلا گھونٹا کہ اُس کا دم نکل گیا۔ تب اُس کی لاش زمین پر پٹک دی۔

اسی طرح کا ایک اور دیو جو کاکوس کہلاتا کوہ اونٹائن پر رہتا تھا اور انسانون کو ستایا کرتا۔ شامت جو آئے تو ایک دن ہرقل کے چند مویشیون کو دُم پکڑ کے اپنے بھٹ مین کھینچ لے گیا۔ ہرقل خبر پاتے ہی بدلہ لینے کو چلا اور جیسے ہی وہ اپنے بھٹ سے نکلا لپک کے اُس کی گردن پکڑ لی۔ اور گلا گھونٹ کے مار ڈالا۔ پھر اُس پہاڑی پر اپنے باپ جوپیٹر کا مندر قائم کر دیا۔

اُن دنون ایک نہایت ہی عجیب الخلقت موذی مخلوق تھی جو سنٹور کہلاتی۔ اُن کا اگلا دھڑ تو انسان کا سا ہوتا مگر پچھلا دھڑ گھوڑے کا سا۔ اُن کے آزار پہونچانے اور لوگون کو ستانے کا غلغلہ بلند ہوا تو ہرقل پہونچا۔ اور موذی سنٹورون کو اس کثرت سے قتل کیا کہ چند ہی زندہ بچ گئے ورنہ نسل ہی کا خاتمہ کر دیا تھا۔

ہرقل نے افریقیہ اور مصر مین بار ہا سفر کیا تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ وہان کے فرعون بوسی ریس نے حملہ کر کے اُسے گرفتار کر لیا اور ہاتھ پاؤن باندھ کے اپنے دیوتا کی قربانگاہ پر رکھ دیا کہ اُسے چڑھا دے۔ ابھی تک تو ہرقل نے دل لگی دیکھنے کے لیے یہ سب باتین گوارا کر لی تھین مگر اب جو غصہ آیا تو جن رسیون مین بندھا تھا چٹاچٹ توڑ ڈالین۔ اور بوسی ریس اور اُس کے تمام اہل دربار کو مار ڈالا۔

اُن دنون نسطوس نام ایک زبردست نرمان روا تھا۔ ہرقل سے [illegible] کی لڑائی ہوئی۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ ہرقل نے اُسے اور اُس کے گیارہ بیٹون کو قتل کر کے میدان مین ڈال دیا۔ بارھوین بیٹے کی کم عمری پر ترس کھا کے اُسے زندہ چھوڑ دیا۔ اور تاج بخشی کی لیکن ان سب کارنامون مین آسمانی دیوتا اُس کے مدد و معاون رہا کرتے۔ چنانچہ ایک بار یہ کھُل بھی گیا۔ وہ دریائے ژدون کے پار اُترنا چاہتا تھا کہ دو کوہ پیکر دیو اُسکے

مزاحم ہوئے۔ مگر قبل اس کے کہ وہ شہ زوری کا جوہر دکھائے دیوتاؤن نے اُن دیوؤن پر اتنے پتھر برسائے کہ اُنھین سنگسار کر کے مار ڈالا۔

مگر سب سے زیادہ پُرلطف وہ لڑائی تھی جس مین اُس نے میلیڈالون کے زبردست دیوتا اجیلوس کو قتل کیا۔ یہ لڑائی ایک عورت کے لیے تھی۔ ہرقل نے حملہ کیا ہی تھا کہ وہ لوٹ لگا کے ایک اژدہا بن گیا۔ ہرقل ذرا جھجک کے پھر بڑھا کہ اس اژدہے کو مارے کہ اُس نے دوسری لوٹ لگائی اور ایک خونخوار سانڈ بن گیا اور سینگ بڑھا کے اُس کی طرف دوڑا۔ اب ہرقل نے اُس کا سینگ پکڑ کے ایسا جھٹکا دیا کہ سینگ ہاتھ مین رہ گیا اور سانڈ نما اجیلوس دُم دبا کے بدحواس بھاگا۔

ہرقل کو دیوتاؤن سے بڑی عقیدت تھی۔ چنانچہ جب وہ افریقہ مین تھا اُس کا باپ جوپیٹر ایک مینڈھے کی صورت مین اموون کے نام سے نمودار ہوا۔ اور وہین ریگستان مین ایک چشمہ جاری کر دیا۔ ہرقل نے اُس جگہ اُس کا ایک مندر قائم کر دیا جو آخر تک موجود تھا۔ اور مصر فتح کرنے کے بعد سکندر اعظم بھی اُس کی زیارت کو گیا تھا۔

اسی جوش عقیدت کا ایک نمونہ یہ بھی تھا کہ جو قیمتی کردھنی اپنے دوازدہ خوان مین وہ امیزن عورتون کی ملکہ کی کمر سے کھول لایا تھا اپنی سوتیلی ماں جونو کے مندر کی ایک پوجارن اومیتہ کی نذر کر دی۔

خود جوپیٹر کی بیٹی ہیبہ جو اُس کی اصلی بی بی جونو کے بطن سے تھی جیوپیٹر اور تمام دیوتاؤن کی ساقیہ تھی۔ اور ہمیشہ سیدا کنواری مانی جاتی۔ وہ ہرقل کی چہیتی بی بی تھی۔ اُس کے بطن سے اُس کا بیٹا انی کے ٹون پیدا ہوا۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ لیڈیا کی ملکہ اُم فالہ کے دل مین بڑی تمنا تھی کہ کسی طرح ہرقل کو دیکھے۔ اُس کی تمنا یون پوری ہوئی کہ ہرقل سخت بیمار ہوا۔ دماغ الٹ گیا اور مختلف امراض کا زور ہوا۔ علاج یہ بتایا گیا کہ ہرقل غلامون کی طرح بیچ ڈالا جائے۔ اس موقع پر اُم فالہ زلیخا کی طرح اپنے یوسف (ہرقل) کی خریدار ہی کو آ پہونچی اور جو دام مانگے گئے دے کے اُسے اپنے ساتھ لے گئی۔ اُس کے گھر پہونچتے ہی ہرقل اچھا ہو گیا۔ ہوش و حواس درست ہوئے اور قوت آ گئی۔ لیکن ان امراض سے صحت پاتے ہی وہ اُم فالہ کے عشق کے مرض مین مبتلا ہوا۔ ملکہ تو پہلے ہی سے

فریفتہ اور ناویدہ مشتاقون مین تھی۔ دونون مین تعلقات زن وشو ہو گئے۔ اور اُس کے بطن سے ہرقل کا ایک اور بیٹا پیدا ہوا۔

اُس کے زور و قوت کی یہ حالت تھی کہ دیوتاؤن کو بھی اُس سے مدد لینے کی ضرورت پڑی۔ جب کبھی اُنھین کسی زبردست حریف سے مقابلہ کرنا ہوتا تو اپنی مدد پر اُسی کو بلاتے۔

ایسے شہ زور کو دنیا مین اور کوئی تو مغلوب کر سکتا ہی نہین تھا اس لیے خدا نے خود اُس کی جان لینے مین بھی اُسی کے ہاتھون سے کام لیا۔ چنانچہ وہ آپ ہی کوہ ایٹا پر گیا۔ اور چٹان پر بیٹھ کے اپنے ایک زہر آلود تیر سے اپنا کام تمام کر دیا۔

ہندوستان مین مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

درندون کی لڑائی لکھنؤ مین صرف سلطنت اور اُمراے دربار تک محدود تھی اس لیے کہ اُن کی داشت تیاری۔ لڑائی کے وقت اُن کو سنبھالنا۔ اور تماشائیون کو اُن کی مضرت سے بچانا ایسی چیزین ہین جو غربا درکنار بڑے بڑے امیرون کے امکان سے بھی باہر ہین۔ اور اسی لیے درندون کی لڑائی سوا لکھنؤ مین اُسی وقت تک دیکھی گئی جب تک اگلا مرحوم دربار قائم تھا۔ اِدھر وہ دربار برخاست ہوا اور اُدھر وہ وحشت ناک دنگل بھی اُجڑ گئے۔

لیکن طیور کی لڑائی ایسی نہ تھی۔ اس کا شوق ہر امیر و غریب کر سکتا تھا اور ہر شوقین محنت کر کے لڑائی کے قابل مرغ یا بٹیر تیار کر سکتا تھا۔ جو طیور لکھنؤ مین شوق اور دلچسپی کے ساتھ لڑائے گئے حسب ذیل ہین:- (۱) مرغ (۲) بٹیر۔ (۳) تیتر (۴) لوے۔ (۵) گلدم۔ (۶) لال۔ (۷) کبوتر۔ (۸) توتے۔ ان مین سے ہر ایک کھیل کے جدا جدا بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ لکھنؤ کی کبوتر بازی اور بٹیر بازی عام طور پر مشہور ہے جس پر آج کل کے تعلیم یافتہ اور موجودہ تہذیب کے دلدادہ اکثر تمسخر کیا کرتے ہین۔ وہ اُس سے مطلق واقف نہین کہ ان شوقون اور کھیلون مین سے ہر ایک کو ان لوگون نے کس درجۂ کمال پر پہونچا کے ایک مستقل فن بنا دیا تھا لیکن جب وہ یورپ مین جا کے وہان بھی اسی قسم کے لغو شوق دیکھیں گے تو کم سے کم اُنھین اپنے

اُن الفاظ پر ندامت ضرور ہوگی جو اپنے وطن کے اِن شوقینو کی نسبت اکثر بے ساختہ کہہ بیٹھتے ہین۔

(۱) مرغ بازی

لڑنے اگرچہ ہر قسم اور ہر قوم کے مرغ ہین مگر لڑائی کے لیے مخصوص اصیل مرغ ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ دنیا مین اصیل مرغ سے زیادہ بہادر کوئی جانور نہین ہے۔ مرغ کی سی بہادری درحقیقت شیر مین بھی نہین ہے۔ وہ مرجاتا ہے مگر لڑائی سے مُنہ نہین موڑتا۔ اصیل مرغ کی نسبت یہان کے محققین کا خیال ہے کہ اِن کی نسل عرب سے لائی گئی ہے۔ اور یہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔ اسلیے کہ فی زمانناً اصیل کی جس قدر زیادہ اور اعلی نسلین حیدرآباد دکن مین موجود ہین کہین نہین ہین۔ اور ہندوستان مین وہی ایک شہر ہے جہان اہل عرب سب جگہون سے زیادہ آباد اور مقیم ہین۔ بلندی ہند مین مرغون کی نسلین ایران ہوتی ہوئی آئین۔ لکھنو کے نامی مرغبازون مین سے ایک صاحب کا بیان تھا کہ بازی مین اُن کا مرغ اتفاقاً ہار گیا تھا دل شکستہ ہوئے وہ ارض عراق مین چلے گئے۔ نجف اشرف مین کئی مہینے تک مصروف عبادت رہے اور شب و روز دعا کرتے کہ خداوندا اپنے ائمۂ معصومین کا صدقہ مجھے ایسا مرغ دلوا جو لڑائی مین کسی سے نہ ہارے۔ ایک رات کو خواب مین بشارت ہوئی کہ "جنگل مین جاؤ" صبح آنکھ کھلتے ہی اُنھون نے کوہ و بیابان کا راستہ لیا۔ اور ایک مرغی ساتھ لیتے گئے۔ یکایک ایک درّۂ کوہ سے ککڑون کون کی آواز آئی۔ انھون نے فوراً قریب جاکے مرغی چھوڑ دی جس کی آواز سنتے ہی مرغ نکل آیا۔ اور یہ فوراً کسی حکمت سے اُسے پکڑ لائے۔ اُس کی نسل ایسی تھی کہ پھر کبھی بازی مین اُنھین شرمندہ نہ ہونا پڑا۔

مرغون کی لڑائی کا شوق یہان نواب شجاع الدولہ کے عہد سے آخر تک برابر رہا۔ نواب آصف الدولہ کو بے انتہا شوق تھا۔ نواب سعادت علی خان باوجود بیدار مغزی کے مرغبازی کے دلدادہ تھے۔ اُن کے شوق نے سوسائٹی پر ایسا اثر ڈالا کہ لکھنو کے امرائے دربار درکنار اُس زمانے مین جو اہل یورپ یہان موجود تھے اُنھین بھی یہی شوق ہوگیا تھا۔ چنانچہ جنرل مارٹن جن کی کوٹھی لکھنو کی ایک قابل دید عمارت اور ...

چون کی درس گاہ تھا اول درجے کے مرغباز تھے۔ اور نواب سعادت علی خان ان سے بازی بد کے مرغ لڑایا کرتے۔

لکھنؤ مین مرغون کی لڑائی کا یہ طریقہ تھا کہ مرغ کے کانٹے باندھ دیے جاتے تاکہ اُن سے ضرر نہ ہو نچا سکے۔ چونچ چاقو سے چھیل کے تیز اور نوکیلی کی جاتی۔ اور جوڑ کے دونون مرغ پالی مین چھوڑ دیے جاتے۔ مرغباز اُن کے پیچھے پیچھے رہتے۔ مرغ کو دوسرے مرغ کے مقابلے مین چھوڑنا بھی ایک فن تھا جس مین یہ کوشش رہتی کہ اپنا مرغ پہلی چوٹ کرنے کا موقع پائے اب دونون مرغ چونچون اور لاتون سے لڑنا شروع کرتے۔ مرغباز اپنے اپنے مرغ کو اُبھارتے اور اشتعال دیتے اور چلا چلا کے کہتے ”ہان بیٹا شاباش ہے!“ ”ہان بیٹا کاٹ!“ ”پھر یہین پر“ مرغ اُن کی للکارون اور بڑھاؤن پر اس طرح بڑھ بڑھ کے لاتین اور چونچین مارتے کہ معلوم ہوتا جیسے سمجھتے اور اُن کے کہنے پر عمل کرتے ہین۔ جب لڑتے لڑتے زخمی اور چور ہو جاتے تو باتفاق فریقین تھوڑی دیر کے لیے اُٹھا لیے جاتے۔ یہ اُٹھا لینا مرغبازی کی اصطلاح مین ”پانی“ کہلاتا ہے۔ اُسوقت مرغباز اُن کے زخمی سرون کو پونچھتے۔ اُن پر پانی کی پھوارین دیتے۔ زخمون کو اپنے مُنھ سے چوستے۔ اور ایسی ایسی تدبیرین کرتے کہ چند منٹ کے اندر مرغون مین پھر نیا جوش پیدا ہو جاتا۔ اور تازہ دم ہو کے دوبارہ پالی مین چھوڑے جاتے۔ اسی طرح برابر پانی ہوتی رہتے۔ اور لڑائی کا خاتمہ چار پانچ روز بعد اور کبھی آٹھ نو روز بعد ہوتا۔ جب ایک مرغ اندھا ہو جاتا یا ایسی چوٹ کھا جاتا کہ اُٹھنے کے قابل نہ رہے۔ یا اور کسی وجہ سے لڑنے کے قابل نہ رہتا تو سمجھا جاتا کہ وہ ہار گیا۔ بارہا یہ ہوتا کہ مرغ کی چونچ ٹوٹ جاتی۔ اس صورت مین بھی جہان تک بنتا مرغباز چونچ باندھ کے لڑاتے۔

حیدرآباد کا کھیل یہان کے خلاف بہت سخت ہے۔ وہان کانٹے نہین باندھے جاتے بلکہ بعوض باندھنے کے چاقو سے چھیل کے برچھی کی انی بنا دیے جاتے ہین۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لڑائی کا فیصلہ گھنٹہ ہی ڈیڑھ گھنٹہ مین ہو جاتا ہے۔ لکھنؤ مین خارون کے باندھنے کا طریقہ غالباً اس لیے اختیار کیا گیا تھا کہ لڑائی طول کھینچے۔ اور زیادہ زمانے تک لطف اُٹھایا جا سکے۔

لڑائی کے لیے مرغون کی تیاری مین مرغ باز کے کمالات غذا اور داشت کے علاوہ اعضا کی مالش پھونی یعنی پانی کی پھوہار دینے چونچ اور خار بنانے۔ یا خار کے باندھنے اور لوفت لے بنانے مین نظر آتے ہین۔ اس اندیشے سے کہ زمین پر دانہ چگنے مین چونچ کو نقصان نہ پہونچ جائے اکثر انھین دانہ ہاتھ پر کھلایا جاتا ہی۔

یہ شوق واجد علیشاہ کے زمانے تک زورون پر تھا۔ مٹیابرج مین نواب علی نقی خان کی کوٹھی مین مرغون کی پالی ہوتی تھی۔ اور کلکتہ سے بعض انگریز اپنے مرغ لڑانے کو لایا کرتے تھے۔ بادشاہون کے علاوہ اور بہت سے رئیسون کو مرغبازی کا شوق تھا مرزا حیدر۔ بہو بیگم صاحبہ کے بھائی نواب سالار جنگ حیدر بیگ خان نیچہ سوار۔ جو نصیرالدین حیدر کے زمانے مین تھے اور خود بادشاہ سے مرغ لڑاتے تھے آغا برہان الدین حیدر۔ یہ سب مرغبازی کے شائق تھے۔ آخرالذکر رئیس کے ہان آخر زمانے تک دو ڈھائی سو مرغ رہتے۔ نہایت ہی صفائی اور نفاست سے رکھے جاتے دس بارہ آدمی اُن کی داشت پر مامور تھے۔ میان داراب علی خان کو بڑا شوق تھا نواب گھسیٹا نے بھی اس شوق کو آخر تک نباہا۔ ملیح آباد کے معزز پٹھانون کو بھی بہت شوق تھا۔ اور اُن کے پاس اصیل مرغون کی بہت اچھی نسلین محفوظ تھین یہان مشہور مرغباز جو اپنے فن مین اُستاد یگانہ مانے جاتے بہت سے تھے۔ جن مین سے چند حسب ذیل ہین۔ امراؤ خان یہ آصف الدولہ کے زمانے مین تھے میرامداد علی شیخ گھسیٹا۔ منور علی جن کو یہ کمال حاصل تھا کہ مرغ کی آواز سُن کے بتا دیتے کہ یہ بازی لے جائے گا۔ صفدر علی۔ اور ایک اول درجے کے دقیقہ دار سید میران صاحب۔ اس آخر زمانے مین مندرجۂ ذیل لوگون کا نام مشہور ہوا افضل علی جمعدار۔ قادر جیون خان حسین علی۔ نورروز علی۔ نواب محمد تقی خان جو یہان کے ایک عالیمرتبہ رئیس تھے۔ میان جان ۔ دل۔ چھنگا۔ حسین علی بیگ۔ احمد حسین۔ اِن مین سے اب کوئی زندہ نہین موجود ہے۔

یہی لوگ ہین جنھون نے مرغبازی کو یہان انتہائی کمال کے درجے پر ہونچا کے دکھا دیا۔ مگر میرا خیال ہے کہ فی الحال مرغ بازی کا شوق حیدرآباد دکن مین ہوا ہے وہان کے بہت سے امیرون جاگیردارون اور منصب دارون

اور اُن کے پاس مرغوں کی نسلیں بھی بے مثل ہیں۔ جن کی وہ بہت حفاظت کرتے ہیں۔

(۲) بٹیر بازی

بٹیر بازی کا شوق لکھنؤ میں پنجاب سے آیا۔ پنجاب کے بعض کنچن لوگ جن کی عورتیں عصمت فروشی کا پیشہ کرتی ہیں نواب سعادت علی خان کے عہد میں وارد لکھنؤ ہوئے۔ اور گھاگس بٹیر اپنے ساتھ لائے جن کو وہ لڑاتے تھے آجکل کی بعض نامور رنڈیاں اُنھیں لوگوں کی نسل سے ہیں۔ بٹیروں کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک گھاگس اور دوسری چِنَنگ۔ پنجاب میں صرف گھاگس بٹیر ہوتا ہے۔ وہ چِنَنگ سے بڑا زبردست اور طاقتور ہوتا ہے۔ لکھنؤ میں گھاگس اور چِنَنگ دونوں ہوتے ہیں۔ چِنَنگ گھاگس سے قد میں چھوٹا اور نازک ہوتا ہے مگر اُس سے زیادہ چھوٹ درست پیالا ہوا کرتا ہے۔ اور اُس کی لڑائی زیادہ شاندار اور خوبصورت ہوتی ہے۔ بہرحال اِس بات کا پتہ لکھنؤ ہی میں لگا کہ لڑانے کے لیے چِنَنگ بٹیر زیادہ موزوں ہے۔

بٹیر کی لڑائی کے لیے نہ کسی بڑے میدان کی ضرورت تھی نہ گھر سے باہر نکل کے صحن تک بھی آنے کی بلکہ کمرے کے اندر ہی صاف ستھرے فرش پر تہذیب کے ساتھ بیٹھ کے اُس کی لڑائی کی سیر دیکھی جا سکتی ہے۔ اس لیے لکھنؤ کی سوسائٹی نے اسی کو بہت پسند کیا۔ نہایت خوبصورت نفیس اور سبک کابکیں بٹیروں کے لیے ایجاد کی گئیں جو ہاتھی دانت کی ننھی ننھی گُلزیوں سے آراستہ کی جاتیں اور اُن میں بٹیر رکھے جاتے۔

اُس کا کھیل یوں ہے کہ پہلے مُوٹھ یعنی پانی میں بھگو بھگو کے گھنٹوں ہاتھوں میں دبائے رہنے سے اُس کی وحشت دور کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بولنے اور چونچیں مارنے لگتا ہے۔ اِس کے لیے بھوک دے کے اور دست آور اجزا جن میں مصری بہت مخصوص ہے دے دے کے اُس کا جسم درست کیا جاتا ہے۔ پھر راتوں کے یا آدھی رات کو اُن کے کان میں چلا کے "کُو" کہا جاتا ہے۔ جسے کوکنا کہتے ہیں غرض اِن تدبیروں سے چربی چھنٹ جاتی ہے بادی پن دور ہو جاتا ہے اور جسم نہایت ہی پھرتیلا اور قوی ہو جاتا ہے۔ یہی بٹیر کی تیاری ہے۔ اور اِن باتوں میں جس قدر زیادہ پورا ہے اُسی قدر سمجھیے کہ لڑائی کے لیے زیادہ موزوں ہے۔

لڑائی کے وقت فرش پر چارون طرف ہلکا ہلکا دانہ چھٹکا دیا جاتا ہے اور بٹیر کابک سے نکالے جاتے ہین پہلے دونون بٹیرون کی چونچین چاقو سے بنا کے خوب تیز کر دی جاتی ہین۔ اس کے بعد ایک دوسرے کے مقابل چھوڑ دیے جاتے ہین بٹیر کی لڑائی مرغ سے ملتی ہوتی ہے۔ چونچ سے کاٹتا اور پنجون سے لات مارتا ہے۔ چونچ سے حریف کے منہ کو زخمی اور اُتو کر دیتا ہے۔ اور پنجون سے بعض وقت حریف کا پوٹا تک پھاڑ دیتا ہے۔ لڑائی پندرہ بیس منٹ اکبھی اس سے زیادہ دیر تک رہتی ہے۔ اور آخر مغلوب حریف بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ اور بھاگنے کے بعد پھر وہ کسی بٹیر کے سامنے لڑائی مین نہین ٹھہرتا۔

بٹیر کی ترقی کے تین درجے اور اُس کی ناموری کے تین دور سمجھے جاتے ہین۔ اول نیا جو پکڑ کے اور پہلے پہل مانوس کر کے لڑایا جاتا ہے۔ اگر وہ بہت سی بازیون مین جیتا اور نہ بھاگا تو لڑائی کی فصل ختم ہوتے ہی عموماً پنجرون مین چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب وہ پرانے پر جھاڑ کے نئے نکال لاتا ہے۔ اسے کریز بٹھانا کہتے ہین۔ یہ زمانہ ختم ہوتے ہی دوسرے سال اُس کی ترقی کا دوسرا درجہ اور دور ہوتا ہے اور اُسے نوکار کہتے ہین۔ پھر اسکے بعد دوبارہ کریز بیٹھ کے جب تیسرے سال وہ لڑائی کے لیے تیار کیا جاتا ہے تو کُریز کہلاتا ہے۔ اور یہ اُس کی ترقی کا تیسرا درجہ اور دور ہے۔

عموماً تسلیم کر لیا گیا ہے کہ لڑائی مین نوکار نئے سے اور کریز نوکار سے زبردست ہوتا ہے۔ نیا بٹیر کریز سے دو چونچیں بھی مشکل سے لڑ سکتا ہے۔ اعلیٰ درجے کے بٹیر باز اور شوقین رئیس صرف کریزون کو لڑاتے ہین۔ اور نئے بٹیرون کا لڑانا بالکل معمولی کھیل ہے۔ لڑائی مین طرح طرح کے فریب دفن بھی کیے جاتے ہین۔ بعض لوگ اپنے بٹیر کے منہ پر کبھی کوئی ایسی کڑوی اور زہریلی چیز یا عطر لگا دیتے ہین کہ دوسرا بٹیر دو ایک چونچین مارتے ہی پیچھے ہٹنے اور لڑائی سے منہ موڑنے لگتا ہے۔ اور اگر اس پر بھی لڑتا رہا تو لڑائی کے بعد مر جاتا ہے۔ بعض لوگ ٹیون کا کھیل کھیلتے ہین۔ یعنی لڑائی سے ایک ساعت

اپنے بٹیر کو کوئی ایسی تیز نشہ والی چیز کھلا دیتے ہین کہ وہ لڑائی مین بیحس ہو کے بھاگنا بھول جاتا ہے۔ اور جب تک حریف کو پالی سے بھگا نہ دے مجنونون کیطرح لڑتا رہتا ہے۔

لکھنؤ مین بٹیر بازی کے شوق نے ایسے ایسے باکمال بٹیر باز پیدا کر دیے جن کا کہین نظیر نہین مل سکتا۔ بعض لوگون نے یہ کمال پیدا کیا تھا کہ کسی کے اچھے نامی بٹیر کو ایک نظر دیکھا اور کسی معمولی بٹیر کی ویسی ہی صورت بنا دی۔ اور کسی موقع پر بادٔن مین بدل لیا۔ خیر یہ تو ایک بیہودہ چوری تھی مگر بعض اُستا دون نے یہ کمال حاصل کیا کہ بھگلے بٹیرون کو تیار کر کے اچھے اچھے بٹیرون سے لڑا دیتے اور بازی لے جاتے۔ کیف کے کھیل والے اُستادون مین ایک صاحب کیف کی نہایت اعلیٰ درجہ کی گولیان تیار کرتے جو سو روپیہ کی دس گولیان بکتین اور لوگ شوق سے لے جاتے

اِن لوگون کی سب سے بڑی اُستادی بٹیرون کے علاج مین نظر آتی ہے۔ اور ایسے ایسے بیمار اور کار رفتہ بٹیرون کو درست کر لیتے ہین اور اس خوبی سے اُن کے مرض کی تشخیص کرتے اور مناسب اجزا استعمال کراتے ہین کہ اطبا اور ڈاکٹر حیرت مین رہ جائین۔ اس کی بہت کوشش کیگئی کہ بٹیرون کو پالی کے انڈے سے بچے دلوائے جائین مگر اس مین کامیابی نہ ہوئی۔

بٹیرون کے نام بھی بڑے بڑے شاندار رکھے گئے۔ جیسے رستم سہراب۔ شہرۂ آفاق پالیون مین بڑی بڑی بازیان بدی جاتی ہین۔ اور ایک ہزار روپیہ تک کی بازی خود مین نے دیکھی ہے۔ اس کا شوق بھی بعض بادشاہون کو رہا۔ نصیر الدین حیدر اپنے سامنے میز پر بٹیرون کی لڑائی دیکھ کے خوش ہوتے تھے۔

پُرانے بٹیر بازون مین میر لچھو۔ میر عبدو۔ خواجہ حسن۔ میر فدا علی۔ جھنگا۔ میر عابد۔ اور سید میرن کے نام یادگار ہین۔ آج سے چالیس سال پہلے مٹیا برج مین جو نامور دار دغہ غلام عباس۔ چھوٹے خان۔ اور غلام محمد خان خاص پوری جو بڑے معمر اور مین رسیدہ لوگ تھے اس فن مین نہایت باکمال پایا تھا۔ نواب علی بیگ۔ مرزا اسد علی بیگ۔ نواب مرزا۔ میا جان۔ شیخ مومن علی۔ اور نامور دین خان نے بھی آخر عہد مین بہت ناموری حاصل کی تھی۔

بیٹروں کا شکار بھی لکھنؤ والوں کے لیے بڑی دلچسپی کی چیز ہے۔ پہلے اس مین صرف شوقینی تھی جس کی بدولت بہت سے مہین آدمی جنھوں نے کبھی شہر سے باہر کی سواد نہیں دیکھی تھی کھیتوں اور جنگلوں کی ہوا کھا آتے تھے۔ مگر اب اِسی پر بہتوں کی روٹیاں چلتی ہین۔

کہتے ہین کہ بٹیر پہاڑ دن سے رات کو نکلتے اور اوپر کی فضا مین اُڑتے ہوے جاتے ہین۔ شکار کے شوقین بڑی آواز سے بولنے والے بٹیروں کو تیار کرتے ہین جو برابر رات بھر بولتے رہتے ہین۔ ایسے بٹیروں کو پھندیت کہتے ہین۔ کسی ارہر کے کھیت کے اطراف مین اکثر جال پھیلا دیا جاتا ہے۔ پھندیتوں کی آواز سُن کے بٹیر اُوپر سے اُترنا اور گرنا شروع ہوتے ہین اور رات بھر مین بہت سے جمع ہو جاتے ہین۔ صبح ہوتے ہی وہ سب طرف سے ہنکا کے جال کی طرف بھگا دیے جاتے ہین۔ جس مین پھنستے ہی پکڑ پکڑ کے پھٹکیون مین بند کر لیے جاتے ہین۔

(۳) تیتروں کی لڑائی

یہ بھی دلچسپ ہے۔ تیتر اور طیور کی بہ نسبت زیادہ اُچک اُچک کے لڑتا ہے مگر اس کا شوق سواد دیہاتی لوگون اور ادنے درجے والون کے امرا و شرفا کو کبھی نہین رہا۔ تیتر لوٹے سے اور دوڑا دوڑا کے تیار کیے جاتے ہین۔ ان مین جوش اور غصہ پیدا کرنے کے لیے اُن کو دیمک کھلائی جاتی ہے۔ مگر یہ کوئی بڑا کھیل نہین ہے۔ اور نہ مہذب سوسائٹی مین اختیار کیا گیا۔ ہان لکھنؤ کے ادنے طبقہ والون مین کثرت سے رہا۔ اور ہے۔

(۴) لووان کی لڑائی

لوا چھوٹے قسم کا تیتر ہے جو بٹیر سے بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ وہ بجائے دانے کے صدیا یعنی مادہ پر لڑا کرتا ہے۔ اُسے لڑانا ہوتا ہے تو مادہ کا پنجرا لا کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔ اِس کا شوق ریاست رلووان وغیرہ مین لوگون کو زیادہ تھا۔ لکھنؤ مین بھی پسند کیا گیا۔ اور ایک حد تک اختیار کیا گیا۔ لوے کی لڑائی کی خوبی یہ ہے کہ بٹیر سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے۔ وہ کُندے کھول کے لڑتا اور گتھ جاتا ہے۔ اور پھول کی طرح کھل کھل کے اُٹھتا اور گرتا ہے۔ لکھنؤ کے بعض امرا

کو اس کا شوق ہوگیا تھا۔ ٹمیا برج مین واجد علیشاہ مرحوم کی سرکار مین ایک بڑے اُستاد لوے لڑانے والے تھے۔ جنھون نے بہت اچھی اچھی جوڑین تیار کی تھین اور جب اُنھین سامنے لاکے لڑاتے تو بڑا لطف آتا۔ اون کی تیاری بھی زیادہ تر لوٹ اور بھوک سے ہوتی ہے۔ اور اس کی لڑائی کا رواج بٹیر کے پیشتر سے تھا۔ مگر آخر مین بٹیر بازی کا اس قدر رواج ہوا کہ لوے کا شوق پھیکا پڑ گیا۔ اس کا شکار بھی عجیب طریقہ سے ہوتا ہے۔ یہ بھی بٹیر کی طرح دیر کی فضا مین اڑتا ہوا جاتا ہے۔ لوگ بٹیر کے چند تیون کی سی جھڑ پہ ایک گھڑا باندھ دیتے ہین اس کے منھ پر جھلی منڈھ کے ایک سینک مین ڈورا باندھ کے اس سینک کو جھلی مین چبھو کے اندر لٹکا دیتے ہین اور اس ڈورے کو ہاتھ سے سُوتنا شروع کرتے ہین۔ جھلی سے ایک بہنگم بھون بھون کی آواز نکلنا شروع ہوتی ہے جو لووں کو اس قدر پسند ہے کہ اڑتے اڑتے نیچے اتر پڑتے ہین۔ اور بٹیرون کی طرح برابر اترتے رہتے ہین۔ اور صبح کو جال مین پھنس کے بٹیرون ہی کی طرح پکڑ لیے جاتے ہین۔

(۵) گلدم لڑانا

گُلدم کو عوام بُلبل کہتے ہین مگر یہ غلطی ہے۔ بلبل بدخشان و عجم کی ایک نغمہ سنج چڑیا ہے۔ اور اس چڑیا کی دُم کے نیچے ایک سرخ گل ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کا نام گلدم رکھا گیا ہے۔ اس کی لڑائی بھی دیہاتیون اور بازاری لوگون مین زیادہ ہے۔ شائستہ سوسائٹی نے اُسے کبھی دلچسپی کی نظر سے نہین دیکھا۔ مگر اس کی لڑائی لطف سے خالی نہین ہوتی۔ دانے پر لڑتے ہین۔ اور لڑائی مین دونون حریف لڑتے ہوئے اوپر اُڑتے اور نیچے گرتے ہین۔

(۶) لال لڑانا

لال صرف پنجرون مین رکھ کے پالنے کے لیے ہین لڑائی کے لیے موزون نہین۔ مگر نفس پرست انسان نے اُنھین بھی لڑا کے دو گھڑی دل بہلا لیا۔ اون کا پہلے تو اس حد تک مانوس بنانا مشکل ہوتا ہے کہ پنجرے کے باہر نکال کے پنجرے پر جائین اور اڑ نہ جائین۔ دوسرے اُنھین اس قدر مست بھی ہونا چاہیے کہ دو سر

لال سے لڑنے کو تیار ہو جائین۔ چنانچہ ان کا لڑا جانا ہی دشوار ہوتا ہے مگر جب لڑ گئے تو خوب گتھم گتھا ہو کے اور اُڑ اُڑ کے لڑتے ہین اور بڑی دیر تک لڑتے رہتے ہین۔ لالون کی لڑائی دوسرے چھوٹے طیور کی لڑائی کی بہ نسبت دیر تک رہتی ہے۔ لالون کی لڑائی کا شوق اہل لکھنؤ مین بہت کم رہا۔ صرف دو ہی ایک استاد پیدا ہوئے جنھون نے لڑایا ورنہ عام رجحان اس کے خلاف تھا۔ اور اُس کی شوقین بھی عوام اور بازاری ہی رہے۔

(۷) کبوتر بازی

کبوتر اُن مانوس جانورون مین ہین جن کا شوق لوگون کو قدیم زمانے سے لے کے آج تک ہر ملک اور ہر سرزمین مین کسی نہ کسی حد تک ضرور رہا۔ کبوترون کی بہت سی قسمین ہین۔ جنمین اُڑنے والے گرہباز اور گولے ہوتے ہین۔ اور جو محض خوبصورتی اور خوش رنگی کے لحاظ سے پالے جاتے ہین اُن مین شیرازی۔ گلی۔ نسادرے۔ گلوٹے۔ لقے۔ لوٹن۔ اور یاہو یا چندن وغیرہ زیادہ مشہور ہین۔ یاہو کبوتر رات دن کو بولنے اور ”یاہو“ کا دم بھرنے کی وجہ سے عبادت گذارون کو زیادہ پسند تھے۔ اور اکثر فقرا و مشائخ کو اُن کا شوق تھا۔

سنتے ہین کہ گرہباز پہلے پہل کابل سے لائے گئے۔ پہلے عموماً وہی اُڑائے جاتے تھے گولے بعد کو آئے جن کی نسل عرب و عجم اور ترکستان سے آئی۔ گرہباز کی یہ شان ہی کہ صبح کو اُڑے اور گھنٹون مکان کے عین محاذی آسمان پر چکر لگاتے رہے۔ اس طرح کہ صحن کے اندر لگن مین پانی بھر کے رکھ دیجیے تو اُس مین ہمیشہ نظر آتے رہین گے۔ بعض دن دن بھر اُڑتے رہتے ہین۔ اور شام کو اُترتے ہین۔ اپنے مکان کے پہچاننے اور وطن پرستی کے دلدادہ ہونے مین گرہباز اتنا کمال رکھتے ہین کہ خود میرے یہان کا ایک کبوتر کسی کے وہان پھنس گیا تھا۔ جس نے پر کاٹ دیے۔ تین سال کے بعد جب اُسے موقع ملا اور پر نکل آئے تو واپس آیا۔ اور اپنے خانے مین گھس کے اُس کبوتر سے لڑنے لگا جو اب اُس مین مقیم تھا۔

لیکن گرہبازکی دس بارہ سے زیادہ کی ٹکڑی نہین اُڑتی۔ لوگون کو سو

سو دو دو سو کبوترون کی ٹکڑیان اُڑانے کا شوق ہوا تو گولے اختیار کیے گئے
کبوتر بازی کا فن دہلی ہی مین اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ کہتے ہین آخری وارث دولت مغلیہ بہادر شاہ کی سواری نکلتی تو دو دو سو کبوترون کی ٹکڑی اوپر ہوا مین سواری کے ساتھ اُڑتی ہوئی جاتی اور جہان پناہ پر سایہ کیے رہتی۔

کبوتر کو اپنے گھر سے بہت زیادہ اُنس ہوتا ہے۔ کابک کو ٹھیلے پر رکھ کے لے جانے اور جہان کہا جائے روک کے اُڑانے اور پھر کابک پر بلا لینے کا کمال بھی دہلی ہی مین پہلے نظر آ چکا تھا۔

لکھنؤ مین کبوتر بازی اِس خاندان فرمان روائی کے ابتدائی دور ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ نواب شجاع الدولہ کو کبوترون کا بڑا شوق تھا۔ سید یار علی نام ایک شخص نے جو بریلی کا رہنے والا تھا اپنے آپ کو ایک کامل کبوتر باز کی حیثیت سے دربار مین پیش کیا اور اُن کی بڑی قدر کی گئی۔ نواب آصف الدولہ اور نواب سعادت علی خان کو بھی شوق تھا۔ اور غازی الدین حیدر اور نصیر الدین حیدر کے زمانے مین تو کبوتر بازی یہان بہت اعلیٰ پیمانہ پر پہونچ گئی تھی۔ میر عباس نام یہان کے ایک کامل فن کبوتر باز نے یہ کمال دکھایا جو کوئی پانچ روپیہ نذر کر کے اُن کی دعوت کرتا چاہے وہ کہین رہتا ہو۔ کابک لے کے پہونچ جاتے اور اُسی کے گھر سے کبوتر اُڑا دیتے۔ اڑاتے اور سیٹی پر بلا لیتے۔ مجال کیا کہ کوئی کبوتر کسی اور جگہ گر جائے۔ شوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بعض امیرون کے ہان صرف نو سو کبوتریان ایک ساتھ اُڑتین۔ اور بعض رئیس اتنے ہی یا اس سے زیادہ تعداد مین نر کبوتر اڑاتے۔

خوست (علاقہ سرحدی افغانستان) سے پیٹیت نام ایک خاص رنگ کے کبوتر آئے تھے جو نہایت قیمتی تھے۔ اکثر رئیس ہزارون روپیہ صرف کر کے اُنھین کو اُڑاتے۔

ایک جدت پسند بزرگ نے لکھنؤ مین یہ کمال کیا کہ کبوتر کے دو بچون کو لے کے ایک کا داہنا اور ایک کا بایان بازو کاٹ دیا۔ اور کٹے ہوئے بازوون کی جگہ اُن دونون مین ٹانکے لگا کے ایک دوہرا کبوتر بنا لیا۔ اور اُسے ایسی داشت سے پالا کہ وہ

بڑے ہوئے اور اُڑنے لگے۔ ایسے بہت سے دہرباکبوتر تیار کیے۔ اکثر معمول تھا کہ جب نصیرالدین حیدر چھتر منزل سے بجرے پر سوار ہو کے پار جاتے اور کوٹھی دلارام مین بیٹھ کے دریا کی سیر دیکھتے وہ اِس پار سے اپنے اُن عجیب الخلقت دوہرباکبوترون کو اُڑا دیتے جو پار جاکے بادشاہ کے قریب بیٹھ جاتے۔ بادشاہ اُنھین دیکھ کے بہت محظوظ ہوتے۔ اور انعام دیتے۔

میر امان علی نام ایک بزرگ نے یہ کمال پیدا کیا تھا کہ کبوتر کو رنگ کے جیسا چاہتے بنا دیتے۔ اکثر جگہ پر اُکھاڑ کے دوسرے رنگ کا پر اُسی کے سوراخ مین رکھ کے اِس طرح جما دیتے کہ وہ اصلی پرون کی طرح جم جاتا۔ اور بہت سے مقامات پر رنگ سے کام لیتے۔ مگر ایسا مضبوط اور پختہ رنگ کہ مجال کیا جو ذرا پھیکا بھی پڑ جائے۔ برس بھر تک رنگ قائم رہتا مگر جب کُریز مین پر گر جاتے تو پھر اصلی رنگ نکل آتا۔ اُن کے ان کبوترون مین سے ہر ایک پندرہ بیس روپیہ کو بکتا۔ اور اُمرا بڑے شوق سے لیتے۔ وہ کبھی ایسے بھی بنا لیا کرتے جو لاکھون مین ایک نکلتا ہے اور رنگ کے حدود اور گُلون کے اعتبار سے بے مثل ہوتا ہے۔

ایک بڑے کبوتر باز نواب باٹ تھے جو گرہ باز کبوترون کو گولون کی طرح اُڑاتے۔ کمال یہ تھا کہ جس جگہ اور جس مکان پر چاہتے چھیپی کے اشارے سے باندی کرا دیتے۔ یعنی کبوتر ہوا مین قلابازیان کھا جانے لگتے۔

واجد علیشاہ نے مٹیا برج مین بہت سے نئے کبوتر جمع کیے تھے۔ کہتے ہین کہ ریشم پرے کبوترون کا جوڑا پچیس ہزار کو لیا تھا۔ اور ایک قسم کے سبز کبوترون کی نسل بڑھائی تھی۔ جب انتقال ہوا ہے تو چوبیس ہزار سے زیادہ کبوتر تھے۔ جن پر سیکڑون کبوتر باز نوکر تھے۔ اور اُن کے داروغہ غلام عباس کبوتر بازی کے فن مین جواب نہ رکھتے تھے۔

شوقین اور فن دانی نے پالنے کے رنگین کبوترون مین بھی بے مثل ترقی کی تھی۔ یہ صرف مشہور نہین ہے بلکہ ایسا شیرازی جو گز بھر کے مربع پنجرے کی وسعت کو بھرے اور ایسا گُلی جو ایک بارہ برس کی لڑکی کی چوڑی مین سے نکل جائے مین نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہین۔

(یہ ذکر ابھی ختم نہین ہوا۔ باقی آئندہ نمبر مین عرض کرون گا۔)

مہذب بک ایجنسی

نہایت دلچسپ انگریزی ناولون کے ترجمے جو حال مین شائع ہوئے ہین

خوبی قسمت - مسمریزم کے ذریعہ سے کیونکر انسان اپنے قابو مین لایا جاتا ہے اور اس حالت مین اُسکی کیا کیفیت ہوتی ہے - نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز ناول قیمت فی جلد ایک روپیہ (عہ)

بادشاہ سلامت - خود سر رعایا کی سرکشی اور خاندان شاہی کی تباہی - مگر بادشاہ کا خفیہ طور پر رعایا کا ساتھ دینا اور فتح کے بعد کاری زخم کھا کر گرنا اور اس وقت سب کا اُسکو پہچان کر شکریہ کے آنسو بہانا نہایت دلکش سین مین دکھایا گیا ہے قیمت فیجلد (عہ)

نیرنگ فرنگ - مشہور ناولسٹ وکٹر ہیگو کے ناول کا ترجمہ - لوئی بوناپارٹ کے کارنامون کے ساتھ پالیسی کی تبدیلی سے نقصانات اور سلطنت جمہوری کی بربادی شہنشاہی کی فرانس اور جرمنی کی لڑائی کے پورے واقعات اور جنگ کے بعد لوئی کی معزولی اور پھر جمہوری سلطنت کا استقلال - قیمت فیجلد ۱۲/ار

جوش خون - ایک عصمت فروش عورت کا اپنے شوہر سے بیوفائی کر کے اور اپنی شیر خوار بیٹی کو چھوڑ کے آشنا کے ساتھ نکل جانا - اور پھر اپنے حرکات پر نادم ہو کے الفت مادری کے جوش مین خادمہ بن کے شوہر سے پوشیدہ اپنی بیٹی کی خدمت مین رہنا - اپنے شوہر کو قتل کرنا اور خود بھی اپنی بیٹی پر تصدق ہو جانا - خاندان کی تباہی بیٹی کی پریشانی مگر اُس کے عاشق کی کارگذاری اور نیک نیتی سے گھر کا آباد ہونا - قیمت فی جلد عہر

گنجینہ سراغ رسانی - ایک بوالہوس شوہر کا دوسری عورت کے عشق مین اپنی منکوحہ بیوی کو قتل کرنا اور ایک دوسری عورت اور اُس کے عاشق پر بدگمانی اور عدالت سے سزائے موت ہونا - پھر خفیہ پولیس کی کوششون سے اصلی مجرم کا پتہ چلنا - عاشق و معشوق کا شاد با مراد ہونا - یہ ناول خفیہ پولیس کے لیے ایک ہدایت نامہ اور تفتیش کرنے والون کا سچا رہنما ہے - قیمت ہر چہار حصہ مکمل عہر

جفا و وفا - اِس ناول مین ایک حسینۂ دلنواز کی وفاداری جس نے آخر تک اپنی قول کو نبھایا اور اُس کے عاشق کی دغا بازی اور مکاری اور خفیہ فروشون کے کارنامون کا فوٹو کھینچا گیا ہے - قیمت ۱۲/ار

چابک سوار معشوقہ - گھوڑ دوڑ کے ہاتھون ایک بڑے رئیس کے خاندان کا تباہ ہونا - رئیس کا اس کی کوفت مین اپنی جان کھونا - رئیس زادے کی پریشانی - اپنے باپ کے داروغہ اصطبل سے انجان بن کر ملنا اور اُس کی لائق بیٹی سے عشق - اور اُسی کی رائے سے چابک سواری مین کمال حاصل کر کے پھر اپنی موروثی جائداد خریدنا اور اُس لڑکی سے شادی کر کے عیش کی زندگی بسر کرنا - قیمت فی جلد ۹/

شاہ طرار - ایک فرانسیسی ناول کا ترجمہ - اپنے رنگ مین بالکل اچھوتا اور قابل دید - قیمت فی جلد ۵/

المشتہر

محمد صدیق حسن پروپرائٹر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

ضروری عرض - مولوی برکات احمد صاحب کی مشہور و مقبول تصنیف تاریخ حصہ اول کی کوئی جلد باقی نہین رہی اور اُسکے دوبارہ چھپوانے کی ضرورت ہے - لہذا اگر کسی صاحب کے پاس موجود ہو تو جس شرط پر دینا پسند فرماوین لے لی جائے گی - مشتہر محمد صدیق حسن -

دوسرے نئے ناول

سبز باغ - مسلمانون کی فضول خرچی اور عیوب کا نتیجہ ایک بڑے خاندان کی تباہی کے چشم دید واقعات کو مصنف نے ایک دلچسپ ناول کے پیرایہ مین ظاہر کیا ہے قیمت فی جلد ۶/

حور عین - ۱۸۵۷ء کے غدر کے واقعات عشق کے سچے جذبات چھتریون کا جوش جہالت حضرات پولیس کی بد اعمالیان - ایک تعلیم یافتہ شریف عورت کا عقلمندی سے اپنی آبرو بچاکر دشمنون سے بدلا لینا - انسانی ہمدردی اور نیکی و بدی کے نتائج نہایت دلکش پیرایہ مین بیان کیے گئے ہین قیمت ہر دو جلد مکمل عہ/

لال کپتان - ایک نہایت دلچسپ انگریزی ناول جس مین والی جبل اسود (مانٹی نگرو) اور آصیل بے ترکی پاشا کی ۱۸۷۶ء کی جنگ کے حیرت انگیز واقعات کے ساتھ عشق کے راز و نیاز کی تصویرین نظر آتی ہین قیمت فی جلد ۱۲/

ناشاد - بالکل نیا اور تاریخی ناول اورنگ زیب کی تخت دہلی کے واسطے سر توڑ لڑائیان - شاہ شجاع کا بھاگ کے اراکان جانا - اخت مرزا کی مکاری - سپہ سالار میر جملہ کی حسن کارگذاری شاہزادہ محمد اور ستا شہزادی مہر النسا کے عشق کی داستان مصنفہ حضرت آیاض قیمت فی جلد عہ/

جام زہر - ایک اچھوتا ناول جس مین بے میل کی شادی اور نو سولی کی غلط کاریون کے نتائج نہایت موثر طریقہ پر دکھائے گئے ہین - مصنفہ مولوی حافظ محمد حسن صاحب وحشی نگرامی قیمت فی جلد ۶/

درد فراق - اس ناول کا پلاٹ تاریخ کا نامہ ترک سے لیا گیا ہے - شہنشاہ تیمور اور سلطان بایزید کی مشہور جنگ - ایک عورت کا جنگجوئی کے شوق مین فوج مین شریک ہوکر لڑنا - ڈاکوؤن کے ہاتھون مین گرفتاری اور غبارے کے ذریعہ سے رہائی قیمت فی جلد ۸/

اسرار آسیہ - زبان پاکیزہ قصہ لطیف مضمون دلچسپ ہر فقرہ حسیت ہر جملہ درست شگفتہ اور ملاحظہ نیچے اور [illegible] - یہ مصنفہ حافظ محمد حسن صاحب وحشی نگرامی قیمت ۵/

جذبہ عشق - اس مین ایک لڑکی کا ذکر ہے جس نے اپنی فہم و فراست کی بدولت ایک وحشی کو مہذب و شائستہ بنا لیا قیمت ۴/

خون ناحق - یون تو جملہ مطالب اسکے قابل تعریف و لائق توصیف ہین مگر پولیس کی سراغ رسانی کی سیارانہ کارروائیان خصوصاً لائق دید ہین قصہ بیحد درد انگیز ہے قیمت ۱۰/

دلستان - یہ وہ ناول ہے جس کے بیش بہا اور نفیس مضمون نے اُسے ہر دلعزیزی کا خوشنما لباس پہنا دیا - قیمت عہ/

راز عشق - خفیہ پولیس کے احوال اور ان کی نادر کارروائیان درج کیگئی ہین قیمت ۸/

شاہد مقصود - یہ بھی ایک انگریزی ناول کا اردو ترجمہ ہے قصہ نہایت ہی دلاویز ہے قیمت ۸/

طلسم خیالات - اگرچہ یہ بھی ناول کے رنگ مین رنگا ہوا ہے مگر اس پر فصاحت و بلاغت قربان ہے - واقعی ترجمہ کی یہی شان ہے قیمت ۸/

عیارون کا عیار - پولیس کی کارروائی اور سراغرسانی کے راز اس خوبی سے درج کیے گئے ہین کہ دیکھ کر تعریف کرنی پڑتی ہے - قیمت عہ/

دلیس کی ایک شاہزادی - یہ لاکھوں قصوں کا انتخاب ہے اپنا آپ ہی جواب ہے - پھر لطف یہ کہ ہندوستانی مذاق کا خیال رکھا گیا ہے - قیمت ۱۱/

شہید وفا - یہ ایک انگریزی ناول کا ترجمہ ہے جسمین زمانہ کے انقلاب کی تصویر حسن عشق کے جذبات عاشق کی سچی محبت معشوق کی الفت کے خاکے محرومی و ناکامی کے تماشے نہایت موثر اور فصیح الفاظ مین دکھائے گئے ہین قیمت ۱۲/

فسانہ مفقود الخبر - عجیب ناول ہے ایک حرمان نصیب بیوی کا شب بیاہ مین اچانک اپنے شوہر سے جدا ہونا اور دشمنوں کی عیارانہ چالوں سے محفوظ رہکر اپنی عصمت کو بچانا اسکے علاوہ حسن و عشق کے جذبات وغیرہ وغیرہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے - اپنی خوبی مین بے نظیر ہے قیمت عہ/

قصہ حاجی بابا اصفہانی - ممالک ایران کے ایک مشہور و معروف سیاح کے چشم دید واقعات عبارت فصیح و بلیغ قیمت عہ/

مفید خاص و عام - یہ ناول تو ضرور ہے مگر جن واقعات حکیمانہ پر مشتمل ہے وہ ضرور قابل تعریف ہین ایک عقلمند آدمی اس کے واقعات عبرت انگیز سے متاثر ہو کر تجربہ حاصل کرسکتا ہے قیمت ۱۲/

ناول زیب النساء - ایسا دلچسپ اور پیارا ناول ہے کہ بے اختیار بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے قیمت صرف عہ/

غریب الوطن - ہاے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے گھر بیٹھے جاتے ہین جہاں جا کر کھٹنی ہوتی ہے نہایت ہی درد انگیز عبرت آمیز ناول ہے قیمت ۴/

ناول سیتا - غدر کی دلگداز اور روح فرسا کیفیت ایک ہندو عورت کی وفاداری اور راستبازی کا نہایت ہی رقت آمیز الفاظ مین بیان کیا گیا ہے قیمت ۸/

دربار اودھ - اس ناول کو اول سے آخر تک دیکھیے ممکن نہین آپ کی طبیعت بھر جائے کیونکہ جن جن مفید مطالب پر یہ مبنی ہے وہ ابتک نہین ہین اگر یہ دیکھ کر پڑھیں تو لطف آتا ہے - قیمت ۶/

اشک حسرت - ایک نہایت ہی دلچسپ نتیجہ خیز فسانہ جسمین پردہ اور عقد بیوگان کی ضرورتین دردانگیز اور موثر پیرایہ مین دکھائی گئی ہیں اور ان جذبات کی ہوبہو تصویر کھینچی گئی ہے جو بے پردگی کی بدولت شرم و حیا عصمت و عفت کا خون کرتے ہین اور ان مشکلات کا پورا چربہ اتارا گیا ہے جو بیوہ کو ذہنیت مین ڈال رکھنے سے پیش آتے ہین مصنفہ جناب وحشی نگرامی قیمت ۸/

رزم و بزم - اردو زبان کا ایک تاریخی انوکھا ناول قنوج کی لڑائی اور سلطان شہاب الدین کی فتح راجہ جے چند کی شکست کا ایک پر اثر قصہ غازیان اسلام دلیران راجپوت کی شجاعت کا ایک اعلیٰ نمونہ حسن کے ناز و نیاز عشق کے سوز و ساز کی ایک اصلی تصویر جسکے قصے کی عمدگی - مضامین اور بندش دیکھنے سے ظاہر ہوگی - قیمت ہر دو جلد مکمل ایکروپیہ (۱عہ)

نشیب و فراز - اس کی تعریف اسقدر کہنا کافی ہے کہ اس مین دو شاہی خاندانوں کے عروج و زوال کا نہایت سچے پیرایہ مین خاکہ کھینچکر دکھایا گیا ہے - قیمت صرف ۸/

دلگداز

اُردو کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولٰنا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شررؔ

سب ایڈیٹر

مولوی محمد صدیق حسن صاحب

مینیجر و پبلشر

خاکسار حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

جو

دلگداز پریس میں چھپ کے لکھنؤ محلہ کٹڑہ بزن بیگ خاں سے شائع ہوا

حُسن کی کرشمہ سازیاں

اسپاسیا یونانیہ

یونان کے نامی گرامی فلسفیوں سقراط و افلاطون وغیرہ کے نامون اور کارناموں سے کون نہین واقف ہی؟ مگر اس کی خبر شاید کبھی کو نہ ہو گی کہ اُن سب کے کمالات علمی کے پردے مین ایک بے نظیر و بے مثال خوبرو و پری جمال عورت تھی بلکہ سچ یہ ہی کہ وہی اُن کے اظہار کمال کا ذریعہ ہوئی۔ یہ عورت یونان کے نامور مدبر جان باز سپہگر اور ہر دلعزیز فرمانروا پرقلیس کی جورو آسپاسیا تھی۔

یونان کی کسی خاتون کو اپنے حُسن و جمال اور دانائی و کمال کے لحاظ سے اس قدر شہرت نہین نصیب ہوئی جس قدر اِس بے نظیر و بے ہمتا حسینہ و جمیلہ کو حاصل ہی۔ وہ زیبائی و رعنائی مین انتخاب۔ فصاحت و بلاغت مین لاجواب۔ دانائی و ذہانت مین بے مثال اور فراست و ذکاوت مین سراپا کمال تھی۔ اُن دنون دنیا کی کوئی عورت اِن خوبیون مین اُس کی ہمسری کا دعویٰ نہ کر سکتی تھی۔ خصوصاً یونان مین تو اُس کے اخلاق و افعال کو کوئی عورت پہونچ ہی نہ سکتی تھی۔ قدیم دارالعلم یونان ایتھنز (اثینہ) مین یہ قانون جاری تھا کہ شہر کا کوئی شریف شخص غیر شہر کی عورت سے یا برادری کے باہر شادی نہ کرے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ یونان کی عورتون کے غرور کی کوئی حد باقی نہ رہی تھی۔ وہ اور کہین کی کسی عورت کو اپنے برابر نہ سمجھتین۔ چونکہ مرد اُن کی طرف رجوع کرنے اور ساری

دنیا کے حسن و جمال سے قطع تعلق کر لینے پر مجبور تھے اس لیے اثینہ کی عورتیں شوہرون کو خطرے مین نہ لاتین۔ اور اپنی آزادیون اور اپنے شوہرون کی دُھن مین مردون کی طرف سے بے پروا ہوتی جاتی تھین۔

جس زمانے مین خاتونان یونان کا یہ حال تھا آسپاسیا شوہر کے نام کی عاشق اور اُس کے شمع رخسار کا پروانہ تھی۔ اگرچہ اُن دنون یونان مین پردے کا رواج تھا۔ مگر وہ شوہر کی محبت ور فاقت مین نہ پردے کا خیال کرتی اور نہ کسی خطرہ کا۔ جلوت مین۔ خلوت مین۔ مکان مین۔ دربار مین۔ انتظامی مجلسون مین لڑائی کے میدانون مین شکار کے جنگلون مین سفر کی منزلون مین کوئی جگہ نہ تھی جہان اُس کا شوہر ہوتا اور اُس کی رکاب سے رکاب ملائے وہ موجود نہ ہوتی۔

اُس کا شوہر پیریکلیس یونان کا سب سے برا مدبر سلطنت اور زبردست سپہ سالار تھا۔ اپنی خوبیون۔ ملک کی سچی ہمدردیون۔ اور جان بازی کی قومی خدمتون۔ سے اُس نے اہل وطن کو اپنا ایسا گرویدہ کر لیا تھا کہ سب اُس پر شیدا تھے۔ اور اثینہ کا حکمران یا بادشاہ جو کچھ وہی تھا۔ بڑے بڑے معرکون مین اُس نے ناموریان حاصل کی تھین۔ اعلیٰ سے اعلیٰ قوانین جاری کر کے قوم کا نظام اور ملک کا انتظام درست کیا تھا۔ اور عموماً مانا جاتا ہے کہ یہ سب کامیابیان اور ناموریان محض اُس کی انیس زندگی آسپاسیا کی شرکت و اعانت سے تھین۔ لوگ علی العموم اُس کی ترقیون اور کامیابیون کا اصلی باعث اُس کی بی بی ہی سمجھتے تھے۔ وہ ہر علمی صحبت مین۔ ہر ملکی کونسل مین۔ اور ہر معرکہ جنگ مین اُس کے ساتھ ہوتی۔ اور اکثر موقعون پر خود آسپاسیا نے شوہر کی رفاقت کے جوش مین ایسی لیاقت اور ایسی شجاعت دکھائی کہ دیکھنے والے محو حیرت ہو گئے۔ اور سننے والے عش عش کرنے لگے۔

آسپاسیا کے علمی ذوق کا یہ نتیجہ تھا کہ اُس کی ڈیوڑھی پر ہمیشہ بڑے بڑے عالمون فاضلون۔ فلسفیون اور شاعرون۔ ریاضی دانون اور مہندسون فصیحون اور ادیبون کا مجمع رہتا۔ اور یونان مین اہل علم و صاحبان کمال کا

مرجع و ماویٰ بنی کا گھر تھا۔ اُس کے مردانے مکان سے بڑی علمی صحبت یونان بھر میں کہیں نہ تھی۔ اہل کمال کی جیسی وہ قدر کرتی تھی ویسا ہی اُس کے ساتھ اُنکے بھی شوق اور اُس شوق میں اُس کی نسوانی جدت طرازی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُس کے محل کی دیواروں پر تمام مشہور فلسفیوں ادیبوں عالموں و نامور ہو گزرنے والوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔

قصر کے بیرونی حصہ میں زنانی ڈیوڑھی کے سامنے ایک بہت بڑا ہال یا دیوان خانہ تھا۔ جس کی چھت بڑے بڑے خوبصورت ستونوں پر قائم تھی۔ چاروں طرف ارغوانی رنگ کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ در و دیوار پر بے نظیر نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ اُس کے اندر عجیب قسم کا سامان دولت کچھ ایسا اور ایسی ہی بے تکلف قیمتی اشیائے زینت فراہم کی گئی تھیں۔ اُسے اسپاسیا نے صاحبان علم و کمال کا کلب قرار دیا تھا۔ جہاں آنے والوں کو ہر قسم کی علمی و معاشرتی مدد ملتی۔ ہر طرح کا سامان تنعم و تفریح۔ تعیش و تسکین موجود رہتا اور بے محنت مل جاتا۔ اکثر خود آکے اِن کی علمی صحبتوں میں شریک ہوتی اور حوصلہ افزائی کرتی۔ اِس کلب میں ایتھنز کے تمام صاحبان علم اور نامور اہل کمال آزادی کے ساتھ بے روک ٹوک آتے۔ اور جن مسائل میں شک و شبہ ہوتا [illegible] باکمالان عصر سے بحث کر کے صاف کر لیتے۔

جن کی صحبتوں میں اکثر اسپاسیا خود آکے شریک ہوتی۔ اُس کے آنے کی شان اور وضع ہوتی کہ یونانی خاتونوں کی وضع کے مطابق سب سے نیچے ایک چھوٹی سی قمیص اوڑھنی ہوتی جس کی کوروں پر سنہری کامدانی بنی ہوتی۔ پھر اُس کے اوپر سرخ ارغوانی دوپٹہ ہوتا جس کے آنچلوں میں کارچوب کا طلائی کام ہوتا۔ اِس دوپٹہ کو خاص انداز سے وہ جسم پر ساری کی طرح باندھ لیتی۔ اور اُس کے اوپر دونوں شانوں پر ایک تیسری نیلگوں چادر پڑی رہتی جس کے طلا کار آنچل دونوں طرف لٹکتے رہتے۔ اور اُس کا عاشق شوہر ہاتھ میں ہاتھ دیے اُس کے پہلو میں ہوتا۔

وہ کشیدہ قامت چھریری اور نازک بدن تھی۔ زلفوں میں گھونگھر تھے۔ جو پیٹھ

پر پڑی رہتین آنکھین نرگسین بڑی بڑی اور شربتی تھین چمپے کی کلی کی سی بلند اور سوتوان ناک تھی۔ کان چھوٹے چھوٹے تھے۔ رخسارے گلاب کے پھول اور ہونٹھ یاقوت احمر سے تھے۔ اور باریک دلکش اور نغمہ خیز آواز معلوم ہوتا کہ فصاحت یونان کے جام شراب مین سحر بابل کی شیرینی ملا دی گئی ہے۔ اس شکل و شمائل اور اس وضع لباس مین جب سنگ مرمر کے زینون سے ہوکے وہ اپنے کوٹھے پر کے جلوہ گاہ حُسن سے اُترتی۔ خانہ باغ کی روشون مین ٹہلتی باغ کے بیچون بیچ مین ایک بلند پر تکلف بنگلہ مین کھڑے ہو کے گل و لالہ کی بہار دیکھتی۔ اور نسیم سحر اُس کی زلفون سے کھیلتی اور اُس کے آنچلون کو اڑاتی تو یہ معلوم ہوتا کہ اہل علم کی حوصلہ افزائی کے لیے ایک پری دار حور آسمان سے اُتر آئی ہے۔

اُس کی نازک پتلی پتلی انگلیون مین اگرچہ دو چار بہت قیمتی اور مرصع انگوٹھیان ضرور رہا کرتی ہین۔ مگر نازنینان یونان کی طرح وہ زیور کی شوقین نہ تھی۔ اُسے سادی اور قدرتی خوبیان زیادہ پسند تھین۔ وہ رنگ اور بوسے اور خال و خط جو حاجت روے زیبا راز اُس کا مذاق حکیمانہ تھا۔ اور فلسفیانہ سادگی و متانت نے جسمانی معشوقیت مین مل کے خدا جانے اُسے کیا بنا دیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر باغ کی سیر کر کے جب وہ اُس علمی صحبت اور فلسفیانہ کلب مین آجاتی تو یکبیک معلوم ہوتا کہ علم و فضل کی انجمن مین یکبیک ایک نئی جان پڑ گئی۔

اُس کی شرکت نے کلب مین ایسی کشش پیدا کر دی تھی کہ تمام صاحبان کمال اور منتخب روزگار فلسفی اِس صحبت کے ایسے رسیا ہو گئے تھے کہ بن بلائے وہ آپ آتے تھے۔ اور اپنے جو یاے علم دماغون کو اُس کے شمع رخسار سے روشن کر لیتے تھے۔ اس سے بڑھ کے کیا ہوگا کہ سقراط اور افلاطون اکثر اِس صحبت مین شریک رہتے۔ اور اُن سے اکثر مسائل مین وہ خود بحث کرتی۔ مختلف مسائل چھیڑ کے سب کو ایک بہت ہی اچھی دماغی ورزش کرا دیتی۔ پھر جب دیکھتی کہ سب کے دماغ علمی مسائل پر غور کرتے کرتے تھک گئے

میں وہ مذاق کی باتیں شروع کر دیتی۔ اور اپنے دلچسپ لطیفوں اور اپنی دلکش بذلہ سنجیوں سے ایسا غم غلط جام مسرت پلا دیتی کہ سب کی فکریں دور ہو جاتیں۔ یعنی کو دنیا و مافیہا کا ہوش نہ رہتا۔ اور وہ ہمہ تن دل و دماغ [illegible] سے ہو جاتے اور صحبت میں جب وہ تقریر کرتی تو معلوم ہوتا کہ منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ تمام سامعین محو ہو جاتے۔ اور سب کا یہی دل چاہتا کہ یہ اسی طرح نغمہ سنجی کرتی رہے اور ہم بیٹھے سنا کریں۔

سقراط کو اس کے علم و فضل کا اس قدر اعتراف تھا کہ اسے اپنے سے بڑھ کر فاضل خیال کرتا۔ اور اکثر کہا کرتا کہ میرے اخلاق اور میری واقفیت کو اسپاسیا نے ترقی دی۔ اور تہذیب و تمدن میں میں اس کا شاگرد ہوں۔ اسی طرح اس کے شوہر پرکلیس کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ [illegible] میں [illegible] اور جو کچھ وقعت اس کو حاصل کی ہے سب بیوی کی وجہ سے [illegible] اسپاسیا کی [illegible] اس نے فصاحت و بلاغت اور پالیٹکس کو در اصل اسی سے سیکھا تھا۔

اسپاسیا ہی نے یہ نہیں کیا کہ [illegible] کے لیے ایک [illegible] قائم کیا بلکہ عورتوں کو بھی آداب معاشرت سکھانے کے لیے اس نے ایک زنانی صحبت قرار دے رکھی تھی جس میں تمام معززین اتھینہ کی بیبیاں اور شریف گھرانوں کی خاتونیں آتیں۔ اور اس سے تہذیب و آداب اور نفاست و تمیز داری کا سبق لیتیں۔ اسپاسیا کو بت تراشی۔ تعمیر۔ اور تصویر کا خاص شوق تھا۔ چنانچہ انہیں فنون کے باکمالوں کی دستکاری کے اعلیٰ ترین نمونوں سے اس نے اپنے قصر کو سجا رکھا تھا۔ لوگ ان نفیس اور دلچسپ فنون میں ترقی کرنے کی کوشش کرتے ان کی وہ بڑی قدر کرتی۔ اور جہاں تک ممکن ہوتا انہیں مدد دیتی۔ اتھینہ کے اعلیٰ ترین اوج و عروج اور اس کے علم و حکمت کے شباب کا زمانہ خیال کیا جاتا ہے جب عنان حکومت پرکلیس کے ہاتھ میں تھی اور علم و ادب کی سرگرمی اسپاسیا کر رہی تھی۔ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ پرکلیس یونان میں علم فن۔ ادب و شاعری۔ اور سامان عیش کی ترقی کا سبب اور مربی تھا۔ اور ان علموں اور فنون نے جیسی ترقی اس کے عہد میں کی کبھی نہ کی تھی۔ خود پر [illegible]

یہ قبول کرتا ہے کہ مین نے جو کچھ کہا مین نے نہین میری بی بی آسپاسیا نے کہا۔ اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ یونان مین جو کچھ ہوا سب اسی عدیم المثال عورت کی بے لازوال برکت۔ اور اُس کے حسن کی ایک یادگار کرشمہ سازی تھی۔

حُسن کی کرشمہ سازی یہی نہین ہے کہ عورت اپنے حُسن کے جادو سے کوئی ہنگامہ پیدا کرادے۔ اُسکی نظر فتان سے کوئی فتنہ اُٹھ کھڑا ہو۔ حسن کی کشش سے دنیا مین برا بھلا جو نمایان کام ہو جائے وہی حُسن کی کرشمہ سازی ہے۔ یہ آسپاسیا کا حُسن ہی تھا جس نے تمام باکمالون کو اُس کی صحبت مین جمع کیا۔ اور انھین ترقی و اظہار کمال پر آمادہ کر دیا۔ پریقلیس کو پریقلیس بنایا۔ اور اثینہ کو اثینہ۔

اِن سب کمالون ناموریون۔ فیاضیون۔ اور کامیابیون کے ساتھ اُس کی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ اثینہ کی رہنے والی نہ تھی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ پریقلیس کی جائز بی بی نہین تسلیم کیجاتی تھی۔ وہان تو نکاح کے لیے شرط تھی کہ باہر کی لڑکی نہ ہو۔ پھر آسپاسیا کو کوئی اپنے لیڈر کی شریف اور شرعی بی بی کیونکر خیال کرتا تھا؟ مگر باوجود اس کے اُس کی عظمت شان۔ اُس کے حسن و جمال۔ اُس کی عقل و دانائی۔ اُس کی مربی گری علم۔ اور اُس کی اسی طرح کی صدہا خوبیون نے عام لوگون مین اُسے ایسا ہر دل عزیز بنا دیا تھا کہ کسی کو اُس پر اعتراض کرنے یا طعن و تشنیع کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ مدت تک یہی حال رہا۔ اور کوئی اُس کے خلاف نہ تھا۔ مگر تھوڑے زمانے کے بعد بعض لوگون کو اُس پر حسد آیا۔ اُنھون نے اُس کے خلاف ایک سازش کی اور یکایک شہر مین مشہور ہو گیا کہ آسپاسیا کے مزاج مین بے انتہا غرور آگیا ہے۔ اور اُس کی نخوت اِس درجے کو پہونچ گئی ہے کہ اثینہ کی شریف بیگمون اور معزز خاتونون کو اپنے سامنے ذلیل جانتی ہے۔ جاہل عورتون مین یہ خیال ایک آگ کی طرح پھیلا۔ اور تمام اثینہ والیون کو یقین آگیا کہ وہ ہماری تحقیر و تذلیل کرتی ہے عورتون کی عادت ہمیشہ بے بنیاد باتون کو جھنڈے پر چڑھا دیا کرتی ہے۔ اور پھر اندر ہی اندر اُس مین نئی نئی باتین پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہین۔ چنانچہ اب آناً فاناً مین شہرت ہو گئی کہ آسپاسیا سے انکفورس فلسفی اور فیدیاس مصور نے جائز تعلق

ہے۔ یہ خبر دوستوں کی وساطت سے پریقلیس کے گوش گزار کی گئی۔ مگر اُس نے اُسے محض اتہام خیال کیا۔ وہ جلوت و خلوت میں اور اندر باہر ہر جگہ آسپاسیا کو اپنے پہلو میں دیکھا کرتا تھا۔ بدگمان ہوتا تو کس بنا پر؟ مگر لوگوں کو اس پر چین نہ آیا اور برہم مزاج لوگوں نے مشتعل ہو کے ایسا ہنگامہ مچا دیا کہ وہ بیگناہ حکیم تو جان سے مار ڈالا گیا اور مصور ہمیشہ کے لیے جلاوطن کر دیا گیا۔ پریقلیس نے اُن دونوں کے بچانے کے لیے لاکھ جتن کیے کوئی کوشش اور تدبیر اٹھا نہ رکھی مگر عام شورش کو کسی طرح دبا نہ سکا اور وہ دونوں قابل قدر صاحبان کمال اُس سے ہمیشہ کے لیے چھوٹ گئے۔

پھر لوگوں نے خود آسپاسیا کو ملزم قرار دے کے سزا دینا چاہی۔ پریقلیس کو اس سے بے انتہا آزار پہونچا۔ اور آریوس پاغوس کے سامنے اُس کی بے گناہی کی برات ثابت کرنے کے لیے اُس نے اپنی فصاحت و بلاغت اور زور بیانی کا کمال دکھایا اور تقریر کی کہ سامعین محو اور ناقدین حیرت تھے۔ پریقلیس بڑا بہادر اور صابر و مستقل مزاج مشہور تھا مگر اس موقع پر جب اُس نے دیکھا کہ میرے الفاظ دشمنوں کے دل پر اثر نہیں کرتے تو تقریر کرتے کرتے دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس سے پہلے اُس کی بہن اور کنواری بیٹی پر بھی الزام عاید کیے گئے تھے اُن کی برات میں بھی اُسے تقریر کرنا پڑی تھی۔ اور وہ بڑی بے رحمی و سفاکی کے ساتھ اُس سے چھڑا کے جلاوطن کی گئی تھیں مگر اُس کے استقلال میں فرق نہ آیا تھا۔ لیکن پاکدامن و پری جمال محبت والی بی بی کی حمایت کرتے وقت دل قابو سے باہر ہو گیا۔ اور زار و قطار رونے لگا۔ اور آخر رو دھو کے اُسے سزا سے بچا ہی لیا۔ پریقلیس کی نسبت کہتے ہیں کہ ساری عمر میں فقط دو بار رویا تھا۔ ایک تو اس موقع پر اور دوسری بار وہ اپنی چھوٹی لاڈلی بچی کے مرنے پر۔

دشمنوں کو آسپاسیا کے خلاف شورش مچانے کا زیادہ تر موقع اس لیے مل گیا کہ وہ پریقلیس کی دوسری بی بی تھی جس سے اپنی اثینیہ کی بیاہتا بی بی کو طلاق دے کے اُس نے شادی کی تھی۔ آسپاسیا نے اگرچہ اپنے اخلاق اپنی فیاضیوں اور اپنی نیکیوں سے سارے اہل اثینہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا مگر پھر بھی وہ

باہر کے عورت تھی قومی اور وطنی مخالفت کا ہنگامہ بلند ہوا تو سب خلاف اور دوست دشمن ہو گئے۔

پریکلیس پر اُس کا اِس قدر اثر پڑا ہوا تھا کہ تاریخ میں بعض الزامات جو اُس پر دیے گئے ہیں وہ بھی آسپاسیا ہی کی جانب منسوب کر دیے جاتے ہیں۔ پریکلیس کی پالسی یہ تھی کہ اسپارٹا والوں سے ہمیشہ لڑائی جاری رکھی جائے۔ اِس اصول پر اُس نے جو سلسلۂ جنگ چھیڑا تھا ستائیس برس تک جاری رہا۔ یہ لڑائی جنگ پہلے یون نیشیا کہلاتی ہے اور اکثر مورخین کا خیال ہے کہ اسی پریکلیس نے آسپاسیا ہی کے کہنے سے چھیڑا تھا۔ مگر محقق مورخوں کو مستند بنا پر اِس سے قطعی انکار ہے۔

اسی لڑائی کے دوران میں اثینہ میں ایک طاعون پیدا ہوا اور یہ حالت ہو گئی کہ مکانات در کنار سڑکیں اور ہتھانے تک لاشوں سے پٹے پڑے تھے۔ اسی طاعون میں پہلے پریکلیس کے تمام اعزا و اقارب مبتلا ہو کے مرے اور آخر ۴۲۹ء قبل محمد (۴۲۹ء قبل مسیح) میں وہ خود بھی اُس طاعون کی نذر ہو گیا۔

آسپاسیا زندہ بچ رہی۔ اور اُس وقت اُس کی عمر اکتالیس سال کی تھی۔ بیوہ ہونے کے چند روز بعد اُس نے ایک تاجر سے شادی کر لی۔ اُس میں کوئی ذاتی خوبی نہ تھی۔ مگر آسپاسیا ایسی نامور عورت تھی کہ اُس کی وجہ سے اُس کے شوہر کو بھی لوگ عزت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ اور تھوڑے ہی زمانے میں بی بی کی تعلیم سے وہ بھی ایک زبردست مقرر اور نامور اسپیکر ثابت ہوا جس کی یونان میں بڑی شہرت تھی۔

اپنے اِس دوسرے شوہر کو بھی آسپاسیا نے اگرچہ ایک ذی کمال نامور بنا لیا مگر اُس کی اصلی نمود اور کامیابی کا زمانہ وہی تھا جو پریکلیس کے ساتھ گزرا۔ اور جس طرح دنیا اُسکے اُس دور کو کبھی نہ بھولے گی ویسے ہی وہ بھی اپنے اُس ترقی و ناموری کے عہد کو کبھی نہ بھولی ہو گی۔

رستم تہمتن

یہ قدیم دولت عجم کا نامی گرامی اور بے عدیل و نظیر پہلوان تھا۔ جس کی قوت و توانائی انسانی فطرت کے حلقہ سے باہر بتائی گئی ہے۔ اس کے نام کو ایرانی لٹریچر نے اس قدر شہرت دی کہ آج پہلوانی کا خیال آتے ہی ہر مشرقی بچہ کی آنکھوں کے سامنے رستم کی وہ تصویر پھر جاتی ہے جو فردوسی کے ایسے باکمال ادبی مصور نے کھینچی ہوئی ہے۔ ہمارے یہان کے اکثر شوقین اپنے بچون کا نام رستم خان یا رستم علی رکھتے ہین۔ اور اس نامور عجمی پہلوان کی یاد ہمیشہ تازہ رکھی جاتی ہے

دراصل رستم کی تاریخ شاہنامہ ہے۔ مگر ہم اُس کے مختصر حالات اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لیے "تہمتن پہلوانان سلف" کے سلسلہ مین بیان کیے دیتے ہین۔ تاجدار عجم منوچہر کے دربار مین سب سے نامور پہلوان نریمان اور اُس کا بیٹا سام تھے۔ جو اصلی رہنے والے زابلستان و سیستان کے تھے۔ سام ہی منوچہر کا وزیر و مشیر تھا۔ اور اُسی کی قوت بازو سے سلطنت کی عظمت قائم تھی۔ سام کے ایک لڑکا ہوا جو آفتابی تھا۔ بال سفید تھے اور رنگت ابرص کی سی۔ باپ بچپن ہی مین اُسے بدصورت دیکھ کے آشفتہ ہوا۔ اور کوہ البرز کی ایک چٹان پر ڈال کے چلا آیا۔ آتش پرستون مین سیمرغ نام ایک جانور عقیدۃً مانا جاتا تھا جس مین دیوتاؤن یا فرشتون کے ایسے صفات تھے۔ وہ کوہ البرز مین رہتا تھا۔ اس بچہ کو بے مونس دیکھ کے اپنے غار مین اُٹھا لے گیا۔ اور پالا۔ یہان تک کہ وہ بڑا ہوا۔ اُن دنون سام نے ایسے دو خواب دیکھے جن کی تعبیر کاہنون نے یہ دی کہ تمہارا بچہ زندہ ہے اُسے کوہ البرز سے جا کے لے آؤ۔ سام اُسی وقت پہاڑ پر گیا درگاہ رب العزت مین فرزند کے دیدار سے بہریاب ہونے کی دعا کی۔ فوراً سیمرغ نمودار ہوا۔ اور بیٹے کا ہاتھ باپ کے ہاتھ مین دے کے کہا "ہمارا کام پالنا تھا۔ اب تمہارا فرزند تمھین مبارک رہے" لڑکا سیمرغ اور بچپن کے

رفیقوں سے چھوٹنے پر حیران ہوا تو سیمرغ نے اُسے اپنے چند پر دیے کہ "اِنھیں جب آگ دکھاؤ گے میں آ جاؤں گا"

بہر حال سام بیٹے کو واپس لایا۔ اور چونکہ بچپن ہی میں پیر صفت تھا اس لیے اُس کا نام "زال" رکھ دیا گیا۔ واپسی میں دونوں باپ بیٹے دارالسلطنت عجم کے پاس سے گزرے تو منوچہر نے اپنے ولی عہد نوذر کو بھیج کے اپنے دربار میں بلایا۔ زال کو دیکھ کے خوش ہوا اور سیستان کی حکومت سام کو دے کے رخصت کیا۔ اب سام بعض مہموں پر تھا اور زال حکمران سیستان تھا کہ حاکم کابل مہراب کی بیٹی رودابہ پر عاشق ہو گیا۔ وہ بھی اِس پر فریفتہ تھی۔ مہراب نے شادی کر دی۔ لیکن یہ نسبت سام اور منوچہر کو پسند نہ آئی۔ اس لیے کہ مہراب اہل عجم کے قومی دشمن ضحاک کی نسل سے تھا۔ مگر مجبور تھے۔ گوارا کیا۔

رودابہ حاملہ ہوئی۔ مگر حمل ایسا بھاری تھا اور روز بروز ناقابل برداشت ہوتا جاتا تھا کہ ماں کی جان کے لالے پڑ گئے۔ خصوصاً دردزہ شروع ہونے کے بعد بھی جب ولادت کی کوئی صورت نہ نظر آئی تو رونا پیٹنا پڑ گیا زال نے گھبرا کے سیمرغ کے پر آگ پر ڈال دیے۔ سیمرغ فوراً آیا۔ اور کہا "یہ بچہ یوں نہ پیدا ہو گا۔ رودابہ کو بیہوشی پلا کے اُس کا پہلو چاک کر ڈالو۔ اور بچہ کو نکال کے زخم میں ٹانکے لگا دو۔ پھر ایک گھانس منگوا کے دی اور کہا اُس زخم پر اِس پتی کا لیپ کر دو۔ یہی کیا گیا۔ رودابہ نے اُس نازک آپریشن کے بعد آنکھ کھولتے ہی حال پوچھا۔ اور کیفیت سُن کے کہا "رستم" (میں اس آفت سے چھوٹی) اور یہی اُس بچہ کا نام پڑ گیا۔ یوں رستم کی ولادت ہوئی جس کی طفولیت کا یہ حال تھا کہ دودھ پلانے پر سات دائیاں مقرر تھیں اور اُس پر بھی پیٹ نہ بھرتا تو گائے کا دودھ پلایا جاتا۔ تین برس کا ہوا تو گھوڑے پر سوار ہونے لگا۔ اور دادا کا وزنی گرز گاؤسرا اٹھا لیا۔ اور بڑا ہوا تو گھوڑوں کو اُس کا بوجھ اُٹھانے کی طاقت نہ تھی۔ دادا پوتے کے دیکھنے کو آیا تو اُسے استقبال کو ہاتھی پر سوار ہو کے گیا۔

بارہ برس کا تھا کہ بادشاہ کا قہار ہاتھی مست ہو کے چھوٹ گیا۔ ہر طرف بھگدڑ پڑ گئی۔ مگر رستم دادا کا گرز لے کے مقابلہ کو دوڑ پڑا۔ شاہی دربان نے روکا تو گرز کے ایک اشارے مین اُس کا کام تمام کر دیا۔ اتنے مین اُس پر ہاتھی چنگھاڑتا ہوا جھپٹا۔ ادھر سے رستم آگے بڑھا۔ ہاتھی نے اُس کی کمر مین سونڈ لپیٹی کہ اُٹھا کے دے مارے۔ اتنے مین رستم کا گرز اس زور سے اُسکی مستک پر پڑا کہ تیورا کے گرا اور مر گیا۔ تمام لوگ اِس قوت کو دیکھ کے حیران و ششدر رہ گئے۔ یہان تک کہ زال نے فرزند سے کہا دنیا سے ہی بر ز و باز رہین تو اپنے پردادا نریمان کا بدلہ بھی لو گے۔ وہ کوہ سپند دژ کے قلعہ کا محاصرہ کیے ہوے تھے کہ کوئی پتھر شہر پناہ سے اُن پر ایسا پڑا کہ اُسی جگہ کچل کے مر گئے۔ رستم اُسی عمر مین اس پر آمادہ ہو گیا۔ نمک کے ایک تاجرانہ قافلہ کا سرغنا بن کے اُس قلعہ کے اندر پہونچ گیا۔ سارے ساربان اور تاجر اُس کے ساتھی سپاہی اور پہلوان تھے۔ موقع پاتے ہی سب نے حملہ کر دیا۔ اور دم بھر مین قلعہ والون کو قتل کر کے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

اب مینوچہر مر گیا اُس کا جانشین نوذر رعایا پر ظلم کرنے لگا۔ ملک مین بدنظمی ہوئی۔ اور موقع دیکھ کے افراسیاب بن پشنگ توران سے چڑھ آیا جو ایران کے خاندان شاہی کا ہی عم اور بڑا دشمن تھا۔ اور تور کے خون کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ اُس نے آتے ہی ایران پر قبضہ کر لیا۔ نوذر کو قتل کر ڈالا۔ اور زال کی قوت توڑنے کے لیے سیستان پر فوج بھیجی۔ ایک ایرانی سردار قارن نوذر کے ننھے بچون کو لے کر علاقہ فارس مین بھاگ گیا۔ سیستان مین سام مر چکا تھا۔ زال کو فکر ہوئی کہ کسے ایران کا فرمان روا بنائے۔ اُس کی نظر انتخاب افراسیاب ہی کے بھائی اغریرث پر پڑی۔ اُسے بلایا۔ مگر وہ صاف باطنی سے خود ہی افراسیاب کے پاس چلا گیا۔ اور افراسیاب نے یہ سمجھ کے کہ اُسے زال شاہ عجم بنانا چاہتا ہے پکڑ کے قتل کر ڈالا۔

یہ سُن کے زال کو بڑی مایوسی ہوئی۔ کسی اور وارث تاج و دیہیم کو نظر ڈھونڈھ رہی تھی کہ سُنا طہماسپ بن سلم کا بیٹا زو کسی جزیرے مین موجود ہے۔ فوراً قارن کو بھیج کے اُسے بلایا۔ تخت پر بٹھایا۔ اور فوج کشی کر کے افراسیاب

کو شکست دی۔ افراسیاب بھاگ کے توران گیا تو وہاں باپ پشنگ نے لعنت و ملامت کی۔ اِس لیے کہ اُس کے ہاتھ سے اپنے دوسرے فرزند اغریرث کے مارے جانے کی خبر سُن کے وہ بہت ہی برافروختہ تھا۔ نوذر چند ہی روز مین مرگیا۔ اور اُس کا بیٹا گرشاسپ وارث تاج و دیہیم ہوا جو ابھی کم سن تھا۔ افراسیاب نے بادشاہ کو نااہل سُن کے پھر چڑھائی کر دی۔ اب کی اُس کے مقابلہ کے لیے زال نے رستم کو سپہ سالار قرار دیا۔ رستم نے کہا مجھے گھوڑا اور گرز دیجیے۔ پھر دیکھیے کیا کرتا ہون۔ سام کا گرز گاؤ سر تو اُسے دیدیا گیا۔ مگر گھوڑا نہ ملتا تھا۔ جس گھوڑے کی پیٹھ پر رستم ہاتھ رکھ دیتا اُس کا پیٹ زمین سے جا لگتا۔ آخر ایک خاص نسل کا زور دار بچھیڑا ملا جو اُس کے بوجھ کو سنبھال سکا۔ سائیس نے کہا خدا کے لیے اِسے نہ لیجیے۔ بڑا ظالم گھوڑا ہے اور کئی جانین لے چکا ہے۔ مگر رستم نے ایک نہ سُنی اور اُسی کو پسند کیا۔

اسی اثنا مین زال کو نظر آیا کہ گرشاسپ بے عقل و بدخصلت ہے اور حکومت کے قابل نہین۔ نسل کیانی کے اور شہزادے تلاش کیے۔ آخر پتہ لگا کہ کوہ البرز پر نسل فریدون کا ایک شاہزادہ موجود ہے جس کا نام کیقباد ہے۔ خود رستم کو بھیج کے اُسے بلایا۔ اور گرشاسپ کو تخت سے اتار کے اُسے بادشاہ بنا لیا۔

اب افراسیاب کا لشکر قریب آ پہونچا تھا۔ رستم فوج لے کے گیا۔ اور لڑائی چھڑ گئی۔ رستم نے خود افراسیاب کو مقابلہ پر بلایا۔ افراسیاب کو ابھی رستم کا تجربہ نہ تھا۔ ناتجربہ کار لڑکا سمجھ کے مقابلہ پر آ موجود ہوا۔ اور کہا بجائے گرز و شمشیر کے زور آزمائی ہو۔ رستم نے منظور کیا۔ افراسیاب نے رستم کی کمر مین ہاتھ ڈال کے لاکھ زور کیا وہ ہل بھی نہ سکا۔ مگر جیسے ہی اُس نے تھک کے ہاتھ روکا رستم نے گھوڑے سے اُٹھا کے زمین پر پٹک دیا۔ چاہتا تھا کہ گھوڑے سے کود کے اُسے رسیون مین باندھ لے۔ اور کیقباد کے سامنے پکڑ لے جائے۔ مگر افراسیاب کے فوج والون نے نرغہ کر دیا۔ اور اپنے بادشاہ کو بھگا لے گئے۔ غرض اِس جانستان میدان سے افراسیاب اپنی جان بچا کے

توران مین پہونچا۔ اور رستم نے دہین جاکے کیقباد کو فتح کی مبارکباد دی۔ اس واقعہ کے بعد پشنگ کی تحریک سے توران و ایران مین صلح ہوگئی۔ اس کے بعد کیقباد نے سفر آخرت کیا اور اُس کا بیٹا کیکاؤس سریر آرائے عجم ہوا۔

شمالی ایران کا جو علاقہ کوہسار طالقان اور بحر خزر (کیسپین سی) کے درمیان ہے اُس مین اُن دنون دیوزاد بستے تھے۔ اور جادو کا زور تھا۔ کیکاؤس سے پہلے اُس ملک کے فتح کرنے کا شوق سب کو رہا تھا مگر جرأت کسی کو نہ ہوئی تھی کیکاؤس نے تخت پر بیٹھتے ہی مازندران کے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ وزرا و پہلوانون نے مخالفت کی۔ اور کہا اُس سرزمین کا نام نہ لیجیے۔ انسان ہو تو مقابلہ کیا جائے دیوون اور جادوگرون سے کون لڑ سکتا ہے؟ جب زال کی بھی یہی راے ہوئی تو کیکاؤس نے بگڑ کے کہا "تم سب یہین ٹھہر کے ملک کا انتظام کرو۔ مین اکیلا جاکے مازندران کو فتح کرون گا۔ بادشاہ کو دھن کا پکّا دیکھ کے زال خود جانے پر راضی ہو گیا تھا۔ مگر ضدی بادشاہ نے کہا "اب تو مین اکیلا ہی جاؤن گا"۔ سب منع کرتے رہے اور اُس نے لشکر جمع کرکے مازندران پر چڑھائی کر دی۔

جب یہ لشکر مازندران کے حدود مین داخل ہو گیا تو سفید دیو لشکر لے کے آیا۔ اور سارے عجمی لشکر کو تباہ کر دیا۔ کیکاؤس اور اُس کے تمام ہمراہی پہلوان گرفتار ہو گئے۔ اُسوقت تاجدار عجم اپنے کیے پر پچھتایا۔ اور کسی تدبیر سے زال کو اپنی گرفتاری کی خبر کی۔ زال نے رستم کو آمادہ کیا۔ رستم کو معلوم ہوا کہ مازندران جانے کے کئی راستہ ہین مگر سب دور کے ہین۔ قریب کا ایک راستہ سات ہی دن کا موجود ہے۔ لیکن وہ بہت ہی خطرناک ہے۔ رستم اُسی راستہ سے تن تنہا چل کھڑا ہوا۔

پہلی منزل مین رستم سو رہا تھا کہ ایک شیر حملہ آور ہوا۔ مگر گھوڑے نے بغیر اُس کے کہ رستم کو جگائے ٹاپین مار کے اور دانتون سے چپا چپا کے اُسے مار ڈالا۔ جاگنے کے بعد رستم نے شیر کی لاش دیکھی تو گھوڑے پر بگڑا کہ تو نے یہ کیا حماقت کی؟ تو مارا جاتا یا زخمی ہوتا تو مین آگے کیسے سفر کرتا؟"

دوسری منزل مین رات کو ایک اسّی گز کے کوہ نما اژدہے کو مارا - یہ اژدہا اندھیرے مین نکلتا اور جب گھوڑا ہنہنا کے اور ہنہنا کے رستم کو جگاتا غائب ہوجاتا کئی بار ایسا ہی ہوا - اور رستم گھوڑے کی اس حرکت پر بہت جھنجھلایا - آخر اُس نے رستم کو اُسوقت جگایا جب اژدہا بالکل پاس آگیا تھا - اب کی وہ غائب نہ ہو سکا - اور تہمتن کے گرز کی نذر ہوا -

تیسری منزل مین ایک جادوگرنی محبوبہ نازک اندام بن کے آئی - اور رستم کو عیش و عشرت مین لگا کے اپنا دیوانہ بنا چکی تھی کہ اتفاقاً اُس دیندار پہلوان کی زبان سے خدا کی تعریف نکل گئی اور جادوگرنی کا چہرہ اُتر گیا - یہ تغیر دیکھ کے رستم پہچان گیا کہ جادوگرنی ہے فوراً مار ڈالا اور آگے کی راہ لی -

چوتھی منزل مین سو رہا تھا کہ وہان کے محافظ دشت نے آکے پاؤن پر ایک لٹھ مارا اور کہا دھاگ کیون اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے ؟ اِس جنگل کا مالک اولاد نام پہلوان ہے - جس کا کوئی مقابلہ نہین کر سکتا " رستم نے اُٹھ کے اُس نے دونون کان اُکھاڑ لیے اور ایک ایسا طمانچہ مارا کہ وہ روتا ہوا اولاد کے پاس گیا - اولاد طیش کھا کے ایک زبردست لشکر کے ساتھ آموجود ہوا - لڑائی ہوئی - رستم نے جو سامنے آیا مار کے گرا دیا - یہان تک کہ فوج شکست کھا کے بھاگی - اور خود اولاد بھی بدحواس بھاگا - رستم نے تعاقب کیا اُسے اپنی کمند مین پھانس کے پکڑا اور ایک درخت مین باندھ کے سو رہا -

پانچوین منزل مین اور کوئی واقعہ تو نہین پیش آیا مگر اتنا ہوا کہ اولاد کی التجا پر اُس کی جان بخشی کی اور اُس سے وعدہ لیا کہ مازندران تک رہبری کرے گا - اور جہان اسیران عجم گرفتار ہین وہان تک پہونچا دے گا - رستم نے اُسے باندھ کے ساتھ لیا - اور اُس کی رہبری سے شہر مازندران کے پھاٹک پر پہونچا - جہان دور سے دیکھا کہ دیو آگ روشن کر کے تاپ رہے ہین - اب چونکہ رات تھی اس لیے لڑائی کو کل پر چھوڑ کے اولاد کو درخت مین باندھ دیا اور لیٹ کے سو رہا -

چھٹی منزل صبح کو آگے بڑھا تو اولاد نے ایک جگہ بتایا کہ یہان ارژنگ دیو کا پہرہ ہے - رستم نے اُس کے خیمے کے پاس جا کے للکارا - وہ نکلا اور منہ پھیلا کے

دوڑا۔ رستم نے فوراً پکڑ لیا۔ اُٹھا کے دے مارا۔ گرز سے اُس کا کام کر دیا۔ اور سر کاٹ کے اُس کے ماتحت دیوون کے سامنے ڈال دیا۔ جسے دیکھتے ہی سب بھاگ کھڑے ہوے۔ اب اولاد رستم کو اُس تنگ گھاٹی مین لے گیا جہان کیکاؤس اور اُس کے ہمراہی پہلوان اسیر اور پابزنجیر تھے۔ یہ ایک گھاٹی تھی۔ جس سے نکلنا دشوار تھا۔ اور بارہ ہزار دیو پہرے پر تھے۔ جس وقت رستم پہونچا ہے اتفاق سے سب مست خواب تھے۔ اور وہ بے زحمت کیکاؤس کے پاس پہونچ گیا۔ اُسے دیکھ کے شاہ عجم کی جان مین جان آئی۔ اب رستم قیدیون کی زنجیرین توڑنے کو تھا کہ دیو جاگ جا کے دوڑے اور گھیر لیا۔ رستم نے ڈانٹا۔ اور کہا "جو ارژنگ دیو کا حال ہوا وہی تمھارا بھی ہوگا" آخر دیوون نے ڈر کے اطاعت قبول کر لی۔ اور اُن تمام قیدیون کو جو اُن کی حراست مین تھے لا کے حاضر کر دیا۔ اس طریقہ سے رستم کے ساتھ ایک عجمی لشکر موجود ہو گیا جس مین خود کجکلاہ ایران بھی تھا۔

ساتوین منزل۔ اب اگرچہ رات تھی مگر رستم نے ارادہ کیا کہ اسی وقت مازندران حملہ کر دے۔ اولاد نے روکا اور کہا "دیو رات بھر جاگتے اور دن کو سوتے ہین۔ اس لیے کل صبح ان پر حملہ ہو تو اچھا ہے" رستم نے یہ تجویز پسند کی۔ رات کو آرام کیا اور صبح ہوتے ہی اُٹھ کے روانہ ہوا۔ اور اُن دیوزن پر حملہ کر دیا جو مازندران کے محافظ تھے۔ پہلے تو دیوون نے مقابلہ کیا۔ مگر جب دیکھا کہ اُن کے ساتھی قتل ہی ہوتے چلے جاتے ہین تو بھاگے۔ میدان صاف دیکھ کے اولاد رستم کو اُس بڑے بھاری غار پر لے گیا جس مین سفید دیو رہا کرتا تھا۔ آہٹ پاتے ہی وہ نکلا۔ اُسکی صورت اور اُس کا قد و قامت دیکھ کے رستم سہم گیا۔ خدا سے فتح کی دعا مانگی۔ اور دل مضبوط کر کے تلوار کا ہاتھ مارا جس سے دیو کی ران زخمی ہو گئی۔ مگر سفید دیو نے طیش مین آ کے رستم کو اپنی بغل مین دبا لیا۔ رستم اگرچہ اس لڑائی مین زندگی سے مایوس تھا مگر اُس نے زور رستمی شروع کر دیا۔ اب دونون طرف سے زور آوری ہونے لگی۔ یہان تک زور کرتے کرتے دونون تھک گئے۔ اور دم لینے کو ذرا علحدہ ہو گئے۔ اُس وقت رستم نے دیکھا کہ دیو کا بہت سا خون ران کے زخم سے بہ گیا ہے اور وہ مضمحل ہے۔ فوراً ایک

کے اُس کی کمر پکڑ لی۔ اور خدا کا نام لے کے زور جو کیا تو اُسے زمین سے اُٹھا لیا۔ اور ٹھیک نئے گرز گاو سر سے کام تمام کر دیا۔

یہ رستم تہمتن کی ہفتخوان تھی جو یونانی پہلوان ہرقلیس کے دوازدہ خوان کے مقابل ایران میں دلچسپی کے ساتھ بیان کیجاتی تھی۔

اب خود شاہ مازندران پر حملہ ہوا۔ اُس نے کہا سفید دیو اور ارژنگ دیو کے ایسے ہزاروں دیو میرے یہاں پڑے ہیں۔ اور مقابلہ کو موجود ہو گیا بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ مازندرون کے لشکر کے آگے ہاتھیوں کا دل بادل تھا۔ رستم کے گرز نے جو قضاے مبرم کا کام کر رہا تھا ہاتھیوں کو پست کر دیا اب شاہ مازندران کا خود رستم سے سامنا ہوا۔ کچھ دیر لڑائی کے بعد جب دیووں کے بادشاہ نے دیکھا کہ اب میں مغلوب ہوا ہی چاہتا ہوں تو جادو کے زور سے ایک پہاڑ بن گیا۔ جیسے رستم ناگہاں اپنے سامنے دیکھ کے ہکا بکا رہ گیا۔ اور کیکاؤس سے جا کے کیفیت بیان کی۔ اُس نے حکم دیا کہ اُس پہاڑ کو میرے دربار میں اُٹھا لاؤ۔ تمام پہلوانوں نے جا کے زور لگایا مگر پہاڑ کو جگہ سے حرکت بھی نہ ہوئی۔ تب رستم گیا اور ایک ہی ہاتھ سے اُکھاڑ لایا۔ اُس کا یہ زور دیکھ کے ساری دنیا حیران رہ گئی۔ اور سب نے تسلیم کر لیا کہ اِس سے زیادہ طاقت ور انسان نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ دربار میں جیسے ہی وہ پہاڑ لا کے رکھا گیا رستم نے ڈانٹ کے کہا پہاڑ سے نکل ورنہ اِس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر ڈالوں گا۔ فوراً شاہ مازندران پہاڑ سے انسان بنا اور رستم کی نہنگ شمشیر کا لقمہ ہوا۔

یوں مازندران فتح کر کے کیکاؤس ایران میں واپس آیا۔ یہاں آ کے اُس نے شاہ ہاماوران کی بیٹی سودابہ کے حسن و جمال کی تعریف سُنی اُسے پیام بھیجا کہ اپنی بیٹی میرے نکاح میں دے۔ اُس نے جبراً و قہراً منظور کر لیا۔ اور سودابہ ایران کے حرم سراے شہنشاہی میں آ گئی۔ چند روز کے بعد شاہ ہاماوران نے کیکاؤس کو اپنے وہاں دعوت میں بلایا۔ سودابہ منع کرتی رہی کہ میرے باپ کا اعتبار نہیں آپ نہ جائیے۔ مگر کیکاؤس نے نہ مانا چلا گیا۔ اور بہت سی ہمراہی پہلوانوں کو بھی لیتا گیا۔ شاہ ہاماوران

کھانا پلا کے شراب سے مدہوش کیا۔ اور قابو ملتے ہی سب کو باندھ کے گرفتار کر لیا۔ یہ خبر سنتے ہی افراسیاب چڑھ دوڑا۔ اور ایران پر قابض ہو گیا۔ جب یہ خبر سیستان میں زال زر و رستم کو ہوئی تو شاہ ہاماوران کو لکھا "اپنی خیریت چاہتا ہے تو شاہ ایران کو مع دولت و عزت کے یہاں بھیج دے ورنہ تیری خیریت نہیں"۔ اس کے ساتھ ہی رستم بلائے ناگہانی کی طرح اُسکے سر پر جا پہونچا۔ اُسکے لشکر کو شکست دی۔ خود اُسے کمند پیچ میں پھانس کے پکڑ لیا۔ بعد کامیابی اُس کی جان بخشی کر کے تاج بخشی کی۔ ایران پر واپس آ کے افراسیاب کو شکست دے کے بھگایا۔ اور پھر مملکت عجم پر ایران کا تسلط ہوا

ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

طیور کو لڑانے سے دلچسپی پیدا کرنا اور تفنن کے کمالات دکھانا لکھنؤ کے بیکاروں کا نہایت ہی عام مشغلہ ہو گیا تھا۔ کبوتروں اور بٹیروں کے تیار کرنے والوں نے یہاں اُنھوں نے اِس قدر ترقی کی کہ اب ہندوستان کے جس شہر میں اور جہاں کہیں کسی رئیس کو ان چیزوں کا شوق ہے (اور یہ کمبخت شوق ناعاقبت اندیش دولتمندوں میں اکثر ہوا کرتا ہے) وہاں اُستاد لکھنؤ ہی سے بلائے جاتے ہیں اور اُس مذاق کا سارا کارخانہ اُنھیں کے زیر اہتمام ہوتا ہے۔

توتے

طیور لڑانے کے حد سے گزرے ہوئے شوق نے اُس میں جدتیں پیدا کرنا شروع کیں۔ اور بعض شوقینوں کا خیال اِس جانب مبذول ہوا کہ جو کام کبوتروں سے لیا جاتا ہے اور کن کن طیور سے لیا جاسکتا ہے؟ چنانچہ میر محمد علی نام ایک بزرگ نے توتوں سے کبوتروں کا کام لینے میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

توتا فطرۃً نہایت ہی بے وفا جانور ہے۔ زندگی بھر رکھیے اور پالیے لیکن پنجرے سے اُڑا تو پھر اُدھر کا رخ نہیں کرتا۔ توتا چشمی نام ہی بے وفائی کا ہو گیا ہے۔ وہ بولتا ہے باتیں کرتا ہے۔ جانوروں کی بولیاں اُڑا لیتا ہے۔ جو فقرے یاد کرا دیجیے اُن کی رٹ لگاتا ہے مگر اُڑانے کے کام کا نہیں۔ اِس لیے کہ پنجرے سے چھوٹتے ہی پھر وہ کسی کے بس کا نہیں ہوتا۔ مگر میر صاحب موصوف نے خدا جانے کس تدبیر سے اُس کی فطرت بدل دی تھی کہ توتے

بارہ تو توں کی ٹکڑی اڑاتے - اور مجال کیا کہ وہ سیٹی بجا کے "آ" کرین اور وہ آسمان سے اُتر کے سیدھے پنجرے مین نہ چلے آئین وہ اِن تو توں کو روزحسین آباد مین لاکے اڑاتے طیور کی اِن تیاریوں کا حال بیان کر کے ہم یہ کہنے پر مجبور ہین کہ اہل لکھنؤ جتنی محنت طیور کی تیاری مین کی ہو کاش خود اپنی اور اپنے جسم کی تیاری مین کرتے تو یہ انجام نہ ہوتا جو ہوا

پتنگ بازی

کنکوے اُڑانے کا شوق کسی نہ کسی حد تک سارے ہندوستان مین ہے - اور آج کل عموماً لڑکون اور نوجوانون کا نہایت ہی دلچسپ کھیل ہے - اس کی کثرت اور عمومیت دیکھ کے خیال ہوتا ہے کہ یہ ہندوستان کی بہت پرانی چیز ہوگی - مگر اصلیت یہ ہے کہ سو ڈیڑھ سو صدی پیشتر کا بھی مشکل سے کہا جا سکتا ہے - اور اِس کا مرکز ترقی لکھنؤ ہی ہے -

یورپ مین لڑکے ایک قسم کے کپڑے کے کنکوے اُڑایا کرتے ہیں جن کو پتنگ کہتے ڈور پکڑ کے بھاگتے رہو تو اُڑتے ہین اور اِدھر قدم رکا اور اُدھر وہ زمین پر آرہے - ان کی نسبت یہ بھی نہین کہا جا سکتا کہ کب سے ہین؟ اور کہاں سے - لیے گئے؟

سنا جاتا ہے کہ دلی مین شاہ عالم بادشاہ اول کے عہد مین یہ شوق شروع ہوا - ابتدا مین خاص لوگ چنگ اُڑایا کرتے تھے - چنگ بڑے اہتمام سے بنایا جاتا تھا - اس مین دو تکلین تھوڑے فصل سے آگے پیچھے برابر کھڑی کر کے جوڑ دی جاتین - تکلون کی شکل یہ ہوتی تھی جس مین تین طرف تین مدور کونے نکلتے - اس مین ایک کھپاچ چھیل - بیچ مین کھڑی لگائی جاتی جو ٹھڈا کہلاتی اور دو کھپاچین خوب چھیل کے اور نرم کر کے اوپر نیچے لگائی جاتین جو کانپین کہلاتین - اوپر کی کانپ کی وضع یون ( ) رہتی اور نیچے کی کانپ کی یون ب ان کے درمیان مین ہلکا باریک کاغذ منڈھ دیا جاتا - یہ ایک تکل ہوتی ایسی دو تکلون کو آگے پیچھے رکھ کے اور درمیان مین جابجا آڑی کھپچیان لگا کے جوڑ دیا جاتا - اور چارون طرف سے بھی کاغذ منڈھ کے ایک خاص وضع کی کُٹکی بنا دی جاتی - جس کے اندر ایک کپڑے کا بنا ہوا تیل مین ڈوبا گیند تار مین باندھ کے لٹکا دیا جاتا اور اُسے روشن کر کے لوگ رات مضبوط سوتی یا ریشمی ڈور پر اُڑاتے - چنگ کی خاص شان یہ تھی کہ معلوم ہوتا ایک لالٹین آسمان پر اُڑ رہی ہے - اور ہوا کے خلاف اُڑانے والے کے اختیار مین ہے جب تک چاہین اُڑائین - اور جب چاہین اُتار لین وہ ہوا مین قائم رہتا - کبھی اوندھا ہوتا تو پھر سیدھا ہو جاتا

اسی زمانے مین بعض لوگ اسی وضع سے انسان کا ایک پتلا بنا کے اڑاتے تھے بعض قابل وثوق یادگار اسلاف کا بیان ہے کہ سب سے پہلے وہ پتلا ہی دہلی مین ایجاد ہوا تھا۔ پھر اسی سے ترقی کر کے چنگ ایجاد ہوا جس کا طول و عرض برابر ہونے کی وجہ سے اُڑانا اور ہوا پر ٹھہرانا زیادہ آسان تھا۔ اس کا شوق زیادہ تر ہندوؤن مین تھا اور کیا عجب کہ اُن کے یہان کی قومی و مذہبی چیز ہو۔ جو اکاس دیا وغیرہ کے سے ماخوذ ہو۔ پھر اس چنگ کے کاٹنے کے لیے پتلی ڈور اُڑانے کے خیال سے تکل بنائی جانے لگی جو دراصل آدھا چنگ تھا۔ چنگ کی نقطہ ایک طرف کی ذلوار تھی تکل مین یہ یہ تھی کہ بہ نسبت چنگ کی آسانی سے اُڑ سکتی تھی۔ اس مین پھرت بہت تھی آسمان پر ہوا مین پیچتی اور دور ہوتی چلی جاتی تھی۔ چنگ ایک جگہ قائم رہتا تھا۔ اور تکل ادھر اُدھر چیتی پھرتی تھی۔ اور اُس پر اتنا قابو تھا کہ جب چاہین اس کی ڈور سے رگڑ دے کے چنگ کو کاٹ دین۔

تکل نے دراصل قندیل یا روشن پتلا اُڑانے کا خیال چھڑا دیا اور لوگون کو اس بات سے متوجہ کیا کہ ہوا مین کوئی ایسی چیز اُڑائی جائے جو زیادہ قابو مین ہو۔ ادھر اُدھر آسمان پر دوڑے اور ناچے۔ تکل کا شوق مسلمان امیرون اور معزز خاندانون مین ہوا اُس پر دولت صرف ہونے لگی۔ اعلی درجے کی تکل کا نام تنکہ مشہور ہوا۔ جس کا ڈھڈا مرشدآبادی بانس کا ہوتا جس مین اسّی روپیہ کی لاگت آتی بیس روپیہ کی تھالبھ ہوتی۔ دو روپیہ کا کاغذ لگتا۔ اور پانچ روپیہ ہوائی پر صرف ہوتے۔ غرض ایک سو سات روپیہ مین ایک پتنگ تیار ہوتا۔

بہرحال دلی مین تکل اور تنکہ ہی تک ترقی ہوئی تھی کہ قدردان دربار دلی سے لکھنؤ مین منتقل ہوا۔ اور اُس کے ساتھ ہی زمانے کے شوقین بھی یہان چلے آئے تب تنکے اُڑانے سے پتنگ لڑانے کا شوق نکلا۔ ایسی زوردار تکلین بنائی جانے لگین جن کو معمولی قوت کا آدمی مشکل سے سنبھال سکتا۔ آٹھ آٹھ بل کی مضبوط ڈور چرخیون پر چڑھائی جاتی۔ اور انھین چرخیون کے ذریعہ سے تکلون کا زور سنبھالا جاتا لڑائی کی یہ شان تھی کہ دو تکلون کی ڈور ایک دوسری مین ڈال کے دونون طرف سے ڈھیل دی جاتی۔ دونون تکلین چکر گھنی کھاتی ہوئی اوپر چڑھتی اور بلند ہوتی چلی جاتین۔ اور دونون

طرف سے چرخیوں پر چرخیاں خالی ہوتی رہتیں لکھنؤ کے شوق کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ نواب آصف الدولہ کی تکل میں پانچ روپیہ کی مقیش کی جھلجھل ہوتی جو لوٹ کے لاتا تھا پانچ روپیہ دے کے تکل لے لیجاتی - اور نہ لاتا تو بھی جہاں چاہتا جھلجھل پانچ روپیہ کو بیچ لیتا -

پتنگ بازی کے پرانے نامی استاد لکھنؤ میں میر امداد - خواجہ مٹھن - شیخ امداد تھے - ایک جولاہے نے بھی اُن دنوں اس فن میں کمال حاصل کیا تھا - جسکی وجہ سے امرا کی صحبتوں میں اُس کی بڑی قدر ہوتی -

امجد علیشاہ کے زمانے میں یک بیک گُڈّی ایجاد ہوئی جسکی قطع تو ذات کی سی ہوتی - وہ تکل کی بہ نسبت آسانی سے بنتی - تکل میں دو کانپیں اور ایک ٹھڈا ہوتا تھا - گُڈّی میں صرف ایک ہی کانپ اور ایک ہی ٹھڈا رہ گیا - واجد علیشاہ کے زمانے میں ڈیڑھ کنّا کنکوا بن گیا - جسکی قطع موجودہ کنکوے کی سی تھی مگر نیچے تکل یادگار میں کاغذ کا چھوٹا سا پھُندنا ہوتا - اب نواب محمد حسین خان سالار جنگی - آغا ابو تراب خان اور دو ایک اور شوقین رئیسوں نے پھُندنے کی جگہ نیچے تہ لگا کے کنکوا بنا دیا جو فی الحال مروج ہے - اور جس میں ابھی تک اور کسی ترقی کی گنجایش نہیں نظر آتی - فی الحال سارے ہندوستان میں سیدھے دار کنکوا یا پھُندنے دار کنکوا جو ڈیڑھ کنّا کہلاتا ہے اُڑتا ہے - مگر اس کی ایجاد لکھنؤ ہی میں ہوئی ہے - یہیں سے سب جگہ گیا اور مقبول عام ہوا

کنکوؤں کے لڑانے میں بھی پہلے تکل کی طرح ڈھیل کا رواج تھا - بڑے بڑے کنکوے بنتے اور سیروں ڈور پیتے چلے جاتے - آخر شاہی اور آغاز انگریزی کے مشہور اُستاد ولایت علی جو ولایتی کہلاتے - الٰہی بخش منڈے جو مٹیا برج میں جا کے مشہور ہوئے اور لکھنؤ کے سیکڑوں باکمال اُستاد تھے جن کے نام اگرچہ مجھے اسوقت نہیں یاد آتے مگر صحیح یہ ہے کہ لمڈورے پیچ لڑانے کے بادشاہ تھے -

انگریزی کے آغاز میں کھینچ لڑانے کا رواج ہوا - اس کا آغاز تو اُن چھوٹے لڑکوں سے ہوا جن کے پاس تھوڑی سی ڈور ہوتی - اور دوسرے کے کنکوے میں پیچ ڈال کر ایسی بے مائگی سے بے تحاشا کھینچ جاتے اور کاٹ دیتے - پرانے اُستاد اُن دنوں ان لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے اور اپنے کنکوؤں کو اُن سے الگ رکھتے - مگر آخر کار کھینچ ہی کنکوے بازی کا اعلیٰ ترین فن ہو گیا - جس میں بڑے بڑے اُستاد پیدا ہوئے -

اور آج لکھنؤ مین بیسیون اُستاد پڑے ہوئے ہین جو اسی شوق مین لاکھون روپیہ اُڑا کے اُستاد بنے ہین۔ اور گھر بگاڑ کے اتنی فوقیت حاصل کی ہو کہ کنکوے کے میدانون مین بڑے شوق سے بلائے اور ادب و تعظیم کے ہاتھون سے لے کے آنکھون پر بٹھائے جاتے ہین۔

ریویو

تخیلات آلمان۔ یہ "جنرل الیف فون برن ہارڈی" ایک جرمن تعلیم یافتہ بزرگ اور فوجی افسر کی کتاب "جرمنی اور آیندہ جنگ" کا ترجمہ ہی جسے قاری عبد الولی صاحب نے اپنے مطبع اصح المطابع مین چھپوا کے دفتر البیان سے شایع کیا ہی۔ جرمنی مصنف نے اس کتاب کے ذریعہ سے موجودہ جنگ یورپ کے شروع ہونے سے تین سال پیشتر اپنے خیالات متخاصم قومون کی قوت اور اپنی قوم کے ارادے بیان کر دیے ہین غرض یہ کتاب وہ جادو ہی جو سر پر چڑھ کے بولے۔ ترجمہ نہایت عمدہ زبان مین اور بڑی خوبی سے کیا گیا ہی۔ اور دوران جنگ مین خوب موقع پر شائع ہوا ہے۔ جن حضرات کو اس لڑائی کے اغراض و مقاصد اور خیالی نتایج ایک جرمن شخص کی نظر سے دیکھنا ہون اِس کتاب کو قاری صاحب ممدوح سے "دفتر البیان۔ محمود نگر۔ لکھنؤ" کے پتہ پر خط بھیج کے ضرور طلب فرمائین۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ ہی چھپائی اور کاغذ عمدہ ہی۔ یہ کتاب "دفتر دلگداز" سے بھی مل سکتی ہی۔

جوہر کاشتکاری۔ کا حصۂ اول مصنفہ مولوی شیخ محمد احسن خان صاحب رئیس و زمیندار باڑھ ضلع پٹنہ اِس کا آغاز مولوی محمد الیاس صاحب نے مصنف صاحب کے حالات اور فضائل و مناقب سے کیا ہی۔ اس کے بعد جناب مصنف کا ۲۰×۲۶ تقطیع کے ۶۹ صفحہ کا رسالہ ہی جو اچھے سفید کاغذ پر واضح اور صاف چھپا ہی۔ اِس مین طبقات ارض۔ اُن کے تدریجی انقلابون کے بیان کے بعد زمین کے زرخیز بنانے کے نہایت مناسب اور مجرب تدابیر بتائے گئے ہین۔ نباتات کی اصلی غذا اور اُن کے امراض کی تحقیق و تفصیل ہی۔ بہر حال علم زراعت مین یہ ایک سائنٹیفک کتاب ہی اور کاشتکارون زمینداروں اور نیز باغبانی کا شوق رکھنے والون کو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ قیمت سوا روپیہ (عہ/) ہی اور "باڑھ ضلع پٹنہ" کے پتہ پر خط بھیج کے جناب مصنف سے طلب کیجائے۔

مفتاح الفنون۔ یعنی "سائنس پرائمر" اسے بابو سالک رام بھارگو۔ ایم۔ اس۔ سی

اور بابو رام داس گوڑ ایم اے ڈپٹی ماسٹر ہیڈ ان میور سنٹرل کالج الٰہ آباد نے ہندی مین لکھا تھا اب لالہ رام نرائن لال نے اسے مولوی سید محمد علی صاحب نامی پروفیسر کالج مذکور سے مرتب کرا کے اردو مین شائع کرایا ہے۔ اس مین سوال و جواب کے عنوان سے سائنس کے سادے اور ضروری و اہم مسائل کی تعلیم دی گئی ہے۔ ابتدائی تعلیم کے لیے بکار آمد ہے یہ تعلیمی کتابون کی چھوٹی تقطیع کے ۹۸ صفحون پر ہے۔ عام اردو دان اس سے بغیر کسی کی مدد کے اچھا فائدہ اٹھا سکتے ہین۔ قیمت فی جلد ۴ر ہے۔ اور لالہ رام نرائن لال صاحب بک سلر و پبلشر کو "کٹرہ۔ الٰہ آباد" کے پتہ پر لکھ کے طلب کی جا سکتی ہے۔

گوکھلے (من حیث الانسان) انگریزی زبان مین ایک مختصر مضمون مشہور شاعرہ و فاضلہ مسز سروجنی نائیڈو نے لکھا تھا جس مین ان خصوصیتون کی پابندی مین جو ان مین اور مسٹر گوکھلے مین تھین مسٹر گوکھلے کی زندگی کا ایک مختصر و دلکش خاکہ اپنی ادبی و شاعرانہ قابلیتون سے کھینچا ہے۔ مولوی سید خورشید علی صاحب نے اس دلکش مضمون کو فصیح اردو کا لباس پنہا کے شائع کیا ہے۔ ترجمہ کے اچھا ہونے مین بالکل شک نہین مگر مین اتنا ضرور کہون گا کہ سروجنی نائیڈو صاحبہ ہندوستان کی وہ نغمہ سنج کوئل ہین جسے کوئی پنجرے مین مقید نہین کر سکتا۔ ان کی نغمہ سنجی کو اردو کے گرموفون مین لانے کے لیے کسی ویسے ہی نغمہ سنج بلبل سخن کی ضرورت تھی۔

یہ رسالہ چھوٹے خوبصورت سائز کے ۲۴ صفحون پر ہے قیمت ۴ر ہے۔ اور "خورشید کاٹیج۔ حیدرآباد دکن" کے پتہ پر مولوی سید خورشید علی صاحب "پرسنل اسسٹنٹ معین المہام فنانس سرکار عالی" کی خدمت مین خط بھیج کے منگوائی جائے۔

ارمغان عید۔ یہ چھوٹے پیمانے پر ایک ادبی و قومی رسالہ ہے جس مین مولوی محمد عبد اللہ صاحب منہاس ایڈیٹر وکیل امرتسر اور مولوی غلام قادر صاحب فرخ ایڈیٹر رسالہ انسان امرتسر نے مشاہیر اسلام کے وہ نظم و نثر مضامین جمع کر دیے ہین جو عید کی خوشی اور مبارکبادی مین ہین چھپائی بہت معمولی ہے۔ اور قیمت ۴ر ہے۔ "دار الاشاعت امرتسر" کے پتہ پر خط بھیج کے طلب کیا جائے۔

دیوان پروین۔ یہ اسم مشتاق بڑی بیگم صاحبہ پروین مولوی حاجی میر قربان علی صاحب مرحوم سابق ممبر کونسل ریاست بھوپال کی دختر محترمہ کا دیوان ہے جس کی لوح پر حضرت

کی یہ دلکش رباعی

تھا عہد قدیم صرفۂ غمزہ و ناز — اور عہد جدید کی ہے قومی آواز
بین وسط مین واقع ہون ہذا پروین — دونون سے ملا جُلا ہے میرا انداز

شاعرۂ محترمہ کے مذاق کو ظاہر کر رہی ہی۔ انھین مصنفہ کے رسالۂ "اصلاح والدین" پر ہم اگست ۱۹۱۰ء کے دلگداز مین ریویو کر چکے ہین۔ دیوان کے آغاز مین مصنفۂ محترمہ کے فرزند سید مشتاق حسین صاحب مشتاق نے اپنی والدۂ ماجدہ کے حالات لکھے ہین۔ پھر محترمہ کے بھائی سید نظیر حسن صاحب سخا نے اشاعت دیوان کی تقریب لکھی ہی۔ اُس کے بعد جناب پروین کی غزلین ہین۔ رباعیان۔ مخمس۔ قطعات۔ قصائد و مراثی۔ اور تاریخین ہین۔ پھر اُن کے بعد فارسی غزلین ہین۔ اور تقریظین وغیرہ ملا کے ۲۶۸ تقطیع کے ۲۶۸ صفحون پر دیوان ختم ہوا ہے۔ اس مین شک نہین کہ پروین عفت آئین کا کلام پاک ستھرا شائستہ اور اچھے ساتھ بامذاق ہی۔ اور جن حضرات کو اردو شعر و سخن کا شوق ہی ضرور ملاحظہ فرمین۔ دیوان کی قیمت مجھے نہین معلوم۔ شہر جے پور بیرون چاندپول دروازہ۔ باغ میر صاحب مرحوم کے پتہ پر خط بھیج کے خود جناب مصنفہ یا اُن کے صاحبزادے منشی سید مشتاق حسین صاحب مشتاق سے طلب کیا جائے۔

اردو کے محبان بیدرد

اکثر تعلیم یافتہ دوستون بلکہ عام پڑھے لکھے لوگون تک کو دیکھا ہی کہ اردو زبان کا تذکرہ آجاتا ہے تو حد سے زیادہ دلچسپی اور توجہ ظاہر فرماتے ہین۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن سے زیادہ دردمند اردو کا کوئی نہین ہی۔ اسی دھن مین دلی اور لکھنؤ والے اُردو پر اپنے اپنے حقوق جتانے لگتے ہین۔ اور محبوبۂ زبان کا عشق اس درجہ تک ترقی کر جاتا ہی کہ اسکے بھی روادار نہین ہوتے کہ رقیب کا نام بھی اُس محبوبہ کے نام کے ساتھ لیا جائے۔ لیکن غور کیا تو ان باتون اور دعوون کو صرف زبانی جمع خرچ پایا۔ زبان کا درد کسی کو بھی نہین۔ اور اہل زبان ہونے کے متعلق اِن کا جھگڑا شیعون اور سنیون کی لڑائی ہے جو خلافت کے لیے یہان تک لڑے کہ وہ دونون کے ہاتھ سے نکل گئی۔ چنانچہ اردو دہلی اور لکھنؤ والون کے ہاتھ سے تو نکل ہی چکی اب ہمین معلوم ہوتا ہے کہ سارے ہندوستان سے ھی نکل جائے گی۔

دلگداز کے خریدارون کو محض اُنکی دلچسپی قائم رکھنے کے لیے ہر سال کے اختتام پر ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ہی۔ چنانچہ اُسی کو وی پی بھیج کے سال مابعد کا چندہ وصول کر لیا جاتا ہی۔ اب کی ناول کے تیار ہونے مین اتنی دیر ہو گئی کہ ہم نے چندہ کے وصول کرنے کی پروا نہ کی

اور اگست ۱۹۱۵ء تک کے پرچے اپنے کرم فرماؤن کی خدمت مین برابر بھیجتے رہے۔ اور ستمبر کا دلگداز ناول جدید "خوفناک محبت" کے ساتھ وی پی بھیجا گیا مگر ہم تعجب سے دیکھتے ہین کہ اکثر حضرات کو اس کی ذرا بھی حس نہین ہوتی کہ آٹھ پرچے بغیر قیمت کے وصول کر چکنے پر بھی بے تکلف وی پی واپس کر دیتے ہین۔ چنانچہ سیکڑون ویلو واپس آ گئے۔ یہ وہی حضرات ہین جو اردو کے بڑے دوست ہین اور اس کی ترقی پہ جانین فدا کرنے کو تیار رہین۔

ہم نے تسلیم کیا کہ ہمین لکھنا نہین آتا اور ہم اُن کی دلچسپی کے قابل ادبی سامان نہین مہیا کر سکتے۔ مگر ہم دو اور رسالون کو پیش کرتے ہین جو قدردانی کے قابل ہین۔ تحقیقات مین ادبی جستجو مین ہم سے بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہین۔ ایک آگرہ کا رسالہ "نقاد" اور دوسرا لکھنؤ کا "معلومات" ہے۔ پہلے مین ادبی خوبیون اور شاعرانہ مذاق کی دلچسپیون کے ساتھ زبان کی ترقی و اصلاح کی پوری کوشش کیجاتی ہے۔ اور دوسرے مین لفظی سجاوٹ سے بے پروا ہو کے اہتمام کیا جاتا ہے کہ مغربی خیالات اور عالمانہ مذاق کو اردو مین پیدا کیا جائے۔ مگر اُن کی حالت ہم دلگداز سے بھی بدتر پاتے ہین۔ دونون کے قابل مشہور ایڈیٹر اسی بات کا رونا رو رہے ہین کہ سال بدلنے پر خریدارون کی خدمت مین پرچہ وی۔ پی بھیجا گیا تو نصف سے زیادہ ویلو واپس آئے۔ اور ہمارے مولانا دلگیر اکبر آبادی ایڈیٹر نقاد کے ساتھ تو ایسی بدسلوکی کی گئی کہ اُن کا حوصلہ ہی پست ہوا جاتا ہے۔

اس بے قدری کے حالت مین کوئی کیا کر سکتا ہے؟ اور زبان کے سنبھلنے یا باقی رہنے کی کیا امید ہو سکتی ہے؟ اچھا ہم سب کا مذاق نہین پسند ہے تو یہ بتائیے کہ آخر کیا لکھا جائے؟ اور کیسے مضامین ہون کہ آپ کو پسند آئین؟

مگر ہمارے ساتھ احباب جیسا سلوک چاہین کرین ہم دلگداز ضرور نکالین گے۔ اور انشاء اللہ اُس کی اشاعت مین فرق نہ آنے پائے گا۔ ہان ہمین پبلک پر اپنا اعتبار اُٹھا کے البتہ یہ کرنا پڑے گا کہ آیندہ بغیر قیمت وصول کیے کسی کو کوئی پرچہ نہ بھیجین گے۔ اسی خیال سے ہم نے دوسرا ناول "الفانسو" جو ایک تاریخی دلچسپ ناول ہے تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور جنوری ۱۹۱۶ء ہی مین جنوری کے دلگداز کے شائع ہونے سے پہلے ہی اُسے وی۔ پی بھیج دین گے۔ اور اِس کی نوبت ہی نہ آنے پائی گی کہ بے مہر ہمدردان اُردو دلگداز کے متعدد پرچے لیتے رہین اور قیمت ادا کرتے وقت کمال بے مروتی سے ویلو واپس کر دین۔

کایا پلٹ - آجکل ہندوستان مین ہر قسم کی ترقی ہو رہی ہے اندرونی روحانی ترقی کی کیا حالت ہے بڑے بڑے فقرے دل چھینے لیتے ہین۔ زندہ تصویرین کھینچ دی ہین ۲ر

دھوکا یا طلسمی فانوس - رینالڈز کا ناول دماسٹر مو تھیز ٹیک کیس،، اور منشی سجاد حسین صاحب کا ترجمہ۔ عجیب دل آویز پیرایہ مین دکھایا گیا ہے کہ دنیا کے معاملات کا ظاہر کچھ ہوتا ہے اور باطن کچھ۔ لہذا ظاہری صورت پر اعتبار کر کے رائے قائم نہ کرنا چاہیے ۶ر

تصانیف مولوی عاشق حسین صاحب

تارا کامل - ہر دو جلد۔ ٹلجاپور کا منظر۔ بچپن کی بیوگی اور اُس کا انجام قیمت ہر دو حصہ ۱۲ر

نشیب و فراز - دو شاہی خاندانون کے عروج و زوال کا مرقع کھینچ کر زمانے کی تلون مزاجیون کی ایک ایسی بے نظیر تصویر دکھائی گئی ہے کہ اِس کا جواب ذرا مشکل سے ملے گا۔ ۸ر

شادی و غم - شہنشاہ اکبر کے زمانے کے فتوحات۔ اسلامی جبروت کے ساتھ ہی راجپوتون کا استقلال۔ خان زمان اور زینت بیگم کی دلی الفت اور مایوسی کے بعد کامیابی۔ ملہر لانی کی حسرت بھری داستان۔ اس بلا کا ناول ہے کہ دیکھنے والے عش عش کرنے لگتے ہین قیمت ۸ر

سلطان و نازک ادا - ابنائے زمانہ کی بدسلوکیون کا نو محبت کی نیرنگ سازیان نشیب فراز کی سچی تصویر قیمت ۶ر

مشتاق اور زہرہ - واجد علیشاہ - آخری تاجدار اودھ کے زمانے کے دلچسپ حالات۔ غدر کے عبرتناک واقعات لکھنؤ کی شستہ زبان دلکش طرز بیان۔ قیمت فیجلد ۶ر

مظفر و رامابائی - اورنگ زیب محمد عالمگیر کے عہد کا ایک سچا واقعہ۔ جذبات عشق کا ہوبہو چربہ۔ عشق و مذہب کی جنگ کا واقعی مرقع قیمت فیجلد ۹ر

اسلم و جمیمہ - شہزادہ اسلم کا ایران کی شہزادی پر عاشق ہونا۔ ہجر اور مفارقت کے صدمے اُٹھا کر آخر مین کامیابی اور نفسی خوشی شادی کا ہو جانا۔ ۴ر

افشائے راز - یا پیاری الین۔ یہ وہ درد انگیز افسانہ ہے جسکے لفظ لفظ سے حسرتین ٹپکتی ہین گردش روزگار کے کرشمہ حسن و عشق کی داستان ایک نہایت دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ قیمت فیجلد ۱۲ر

تصنیفات جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر

تمدن اسلام - جس مین اسلامی سلطنت کی یوماً فیوماً وسعت پذیر ترقی کے ساتھ انتظام ملکی۔ مالی اور فوجی کی تاریخ اور اُسکے تمول تمدن اور شان و شوکت کی تفصیل محققانہ طور پر درج ہے قیمت ہر دو حصہ ۲؎

فتاۃ غسان - ایک زبردست حیرتناک اور نہایت دل آویز تاریخی ناول کا ترجمہ جس مین اسلام کے حالات ابتدائے ظہور سے لے کے فتوح عراق و شام تک بڑی خوش اصلوبی سے قصے کے پیرایہ مین دکھائے گئے ہین سفید ولایتی کاغذ پر قیمت ہر دو حصہ مکمل ۳؎

ارمانوسہ - ایک نہایت دلچسپ درد انگیز اور حیرتناک تاریخی ناول کا اردو ترجمہ جس مین حسن و عشق کے فرضی فسانے نہین بلکہ سچے واقعات اور اسلامی عظمت و جبروت کے عدیم المثال کارنامے نظر آتے ہین مجلد ۶ر

المشتہر
محمد صدیق حسن پروپرائٹر مہذب بک ایجنسی کرنزن بیگ خان لکھنؤ

مرد میدان ہر دو جلد کامل۔ حب وطن اور قومی ہمدردی کا آئینہ۔ بیوفائی اور خود غرضی کا ہو بہو چربہ۔ پولینڈ کے دار السلطنت وارسا کے عجیب و غریب تاریخی واقعات روسیوں کے عبرتناک حالات اور پولینڈ کے نوجوانوں کے پرجوش بہادرانہ کارنامے نہایت دلکش پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ حجم تقریبًا ۶۰۰ صفحہ قیمت صرف عمہ

التمش۔ خلیفہ ہارون رشید کے زمانے کے حالات۔ عشق و محبت کی داستان راستی عفت شعاری اور علم و بردباری کا بیان نئے انداز سے ایک ناول کی صورت میں دکھایا گیا ہے۔ قیمت فی جلد عہ

منچلا جوان۔ اس ناول کے ہر باب میں ایک راز ہے۔ کم سنی کے قدرتی جذبات۔ حسد و بدگمانی رقیبوں کی فتنہ سازی۔ قیمت فی جلد ۶ر

کمند گیسو۔ نازنینان فرانس کے ذریعہ سے خفیہ پولیس کی حیرت انگیز کامیابیاں قیمت ۲ر

جنگ بلجیم۔ یہ ناول ابھی حال میں انگریزی سے ترجمہ کرا کے شائع کیا گیا ہے۔ موجودہ جنگ کے ابتدائی واقعات بلجیم والوں کی جان توڑ مدافعانہ کوششیں قلعجات لیج وار ڈی نینٹ کی زمین و آسمان کو لرزا دینے والی گولہ باری۔ اور جرمنی جاسوسوں کی حیرت انگیز عیاریاں۔ اور اسکے ساتھ ہی ساتھ عشق و محبت کے نہایت دل آویز سین۔ قیمت ۱۲ر

جنگ بلقان۔ یا نسیمی صفیہ۔ جسمین جنگ بلقان کے بعض دلچسپ و دلکش تاریخی مناظر ملت پرست ترکون کی وطن پرستی حمیت اسلام اور حفظ ناموس انکی بہادرانہ جانفروشی دستوری حکومت کے انقلابات کے اہم واقعات انجمن اتحاد و ترقی کی حیرت انگیز کوشش ہز اکسلنسی غازی انور بے کے تعجب خیز کارنامے لکھنؤ کی صاف اور شستہ اردو زبان میں دکھائے گئے ہین عہ

خون آرزو۔ حیرت انگیز اور نتیجہ خیز ناول ۱۲ر

مجموعہ گلگشت۔ اگرچہ یہ کتاب ناول کے طرز پر لکھی گئی ہو مگر یہ صحیح تاریخ جنگ سومنات کی ہے قیمت ۱۰ر

جفائے ناز۔ حضرت وحشی کے تالیفات سے چشم بددور یہ ناول آنکھوں سے لگا رکھنے کے لائق ہے ۵ر

نیم ارزو۔ اس ناول کی خوبی عبارت پر اگر لحاظ نہ کیا جائے تو بھی عبرت آمیز درد کا بھرا قصہ ہے ۳ر

خورشید بہو۔ یہ ناول اخلاقی ناولوں میں اعلی درجہ کا ناول ہے قیمت ۴ر

اشک خون یا لاڈلا بیٹا۔ اس ناول مین اولاد کو تعلیم و تربیت سے بے بہرہ رکھنے کے خراب نتائج دکھائے گئے ہین قیمت ۴ر

جذبۂ حسن۔ یہ ناول انگریزی سے ترجمہ کیا گیا ہے جسکے مولف لارڈ لٹن صاحب بہادر تھے۔ ۸ر

معشوقۂ عرب۔ اس ناول مین لائق مصنف نے اہل عرب اور ترکون کے طرز تمدن کا اچھے پیرایہ مین فوٹو اتارا ہے قیمت عہ

خواب عبرت۔ یہ ناول اسم بامسمی بڑی عبرت کا قصہ ہے ۲ر

منصور خورشید جمال۔ یہ ناول سوختہ دلون کی آتش شوق بھڑکانے کے واسطے اچھا خاصہ آلہ اور برشتہ جگرون کو جلا جلا کے مارنے کیواسطے بڈھب آتش کا پرکالا ہے قیمت ۴ر

دلبر۔ اس ناول مین اُن حالات کا فوٹو اتارا ہے جو وقعت تعلیم نسوان جوان عملوں کے سبب پیدا ہوکے بقیۃ العمر لڑکیون سے خون تھکواتے اور اُن کے والدین سے دانتون سے بوٹیاں نچواتے ہین ۵ر

عمرو ریحانہ۔ اس ناول مین پولیس کی کارروائی دکھائی گئی ہے قیمت ۱۲ر

دلگداز

اُردو کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولنا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر

سب ایڈیٹر

مولوی محمد صدیق حسن صاحب

مینیجر و پبلشر

خاکسار حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

جو

دلگداز پریس مین چھپ کے لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان سے شائع ہوا

شب غم

سولنا شررمدظلہ کی مشہور نظم

معہ مکمل فہرست کارخانہ روض الریاحین و کتب مصنفہ مولنا صاحب موصوف بہت ہی خوبی سے چھپوائی گئی ہے۔ ناظرین دلگداز ۔ ٹکٹ بھیجکر طلب کرلیں۔ اسکے اعلیٰ ایڈیشن کی قیمت ۔ محصول کے واسطے ٹکٹ علیحدہ ارسال کریں

کارخانہ روض الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں

عطر کے لئے لکھنؤ مشہور ہے۔ مگر افسوس کہ جو عطر ہے وہ باہر والوں کو نہیں ملتا کیونکہ کمین مال کی روانگی نوکروں کے ہاتھ ۔۔۔ ان کے رذیل فصل کا خمیازہ اُن غریبوں ہی کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگواتے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں اور بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے کہ ردیہ کا مال دو کوڑی کا بھیجدیتے ہیں یہ عام حوایج ۔۔۔ کے جو صاحب ۔۔۔ چاہیں ان سے بیچے معتبر و مستند کارخانہ کے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کرکے مال بخوبی جانچ کے اور بکفایت خرید کر روانہ کریں جسکا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے عطر کے شائق ایکبار امتحان کر دیکھ لیں کہ ہمارے ذریعہ سے اُنھیں کیسا اچھا عطر اور کن داموں کو ملتا ہے۔

عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر حنا فی تولہ	عطر مولسری فی تولہ	عطر سنگترہ فی تولہ	عطر کھوڑا بنسری فی تولہ
عطر کھوڑا اصلی	عطر پانڑی	عطر بیلہ	عطر موتیا
عطر مہک	عطر چمبیلی	عطر تہنا	روح گلاب
عطر کیوڑا	عطر عروس	روح خس اصلی	عطر برگ حنا
عطر خس	عطر مٹی ۱۲	عطر اگر تی تولہ	عطر اگر کہنہ
روح پانڑی اصلی	عطر فتنہ	عطر جوہی	عطر سہاگ
عطر چمپا	عطر گلاب	عطر نرگس اصلی	عطر شمامۃ العنبر

خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو

روغن چمبیلی فی سیر	روغن بیلہ فی سیر	روغن کیوڑا فی سیر	روغن حنا فی سیر

اعلیٰ درجے کا خوشبودار عمدہ اور بامزہ تنباکو

عمدہ تنباکو مشکی فی سیر	قوام تنباکو مشکی فی تولہ	گولیاں تنباکو مشکی فی تولہ
زعفرانی	زعفرانی	زعفرانی

نوٹ ۔ درخواست آتے ہی ویلیو پی ایبل روانہ ہوگا۔ باردانہ محصول ڈاک وغیرہ ذمہ خریدار ۔

آپ کا خادم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

عربون کی جمہوریت پسندی

اس سے تو انکار نہین کیا جا سکتا کہ آخر عہد مین سلاطین اسلام حد سے زیادہ خود رائے خود غرض اور خود پرست تھے اور خوشامد کرنے والے اہل دربار نے اُنھین پورا پورا فرعون بے سامان بنا دیا تھا۔ لیکن دراصل یہ شخص پرستی نہ اہل عرب کے تمدن مین تھی اور نہ اُن کی فطرت و سرشت مین۔ پھر اسکے بعد جب قرآن مجید نے "مشورت" کو اسلامی تمدن کا عنصر اعظم تبایا تو دین متین نے بھی جمہوریت کی ضرورت پر اپنی مہر کر دی۔

اس کا ثبوت اِس سے بڑھ کے کیا ہوگا کہ صحابہ کے عہد تک مسلمانون کا یہ مذاق تھا کہ خداوند جل و علا کے سوا کسی دنیوی فرمان روا کو شہنشاہ کہنا شرک سمجھا جاتا۔ اس لیے کہ عربون اور مسلمانون کا شہنشاہ خدائے واحد ذو الجلال کے سوا کوئی نہین شہنشاہ تو بڑا لفظ ہے کسی اپنے حاکم کو بادشاہ کہنا بھی وہ پسند نہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے ملوک ارض کے نام خطوط بھیجے تو کسی کو بھی "ملک" کے لفظ سے نہین یاد فرمایا سب سے زیادہ عظمت قیصر روم کی کی تو اُسے "عظیم الروم" یعنی "روم کا بڑا آدمی" تحریر فرمایا۔

رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کی جانشینی جب ایک عظیم الشان سلطنت بن گئی تو جانشینان مسند خلافت کے لیے جو سب سے بڑا تعظیمی لقب اختیار کیا گیا وہ "امیر المومنین" تھا اور عربون کے اِس فطری جذبے کا یہ اثر تھا کہ جب خلفا کے رعب داب اور شان و شوکت سے فرعونیت کی بُو آنے لگی تو خوارج نے (جو خالص عرب تھے) صاف کہہ دیا کہ اب خلفا کی اطاعت جائز نہین۔ اور اپنے علم پر یہ آیت لکھی کہ "اِنِ الحکمُ اِلا للہ" جس کا مفہوم یہ ہے کہ

"حاکم خدا کے سوا کوئی نہین ہے"

مگر عربون کی اِس فطرت کا سب سے زیادہ نمایان ظہور ارضِ اندلس مین ہوا - اُس سرزمین پہ جب اسلام کی حکومت ہو گئی - اور ہزارہا عربی خاندان جا جا کے بلادِ اسپین مین بس گئے تو فاتح اندلس موسی بن نُصیر حسب فرمان خلافت بنی اُمیّہ دمشق اپنے بیٹے عبدالعزیز کو وہان کا والی اور حاکم مقرر کر کے جوابدہی کے لیے ملک شام مین حاضر ہوا - اور ملزم قرار پا کے سزایاب ہوا - عبدالعزیز ایک مدت دراز تک اسپین مین حکومت کرتا رہا - اور وہان کی آب و ہوا کے اثر اور حکمرانی کے نشہ سے (لگا تھک) فرمان روا راڈرق کی بیوہ سے اُس نے شادی کر لی جو اُسکی محبوبۂ دل نواز بن گئی - یہ قوطیہ ملکہ اپنے پہلے تاجدار شوہر کا زمانہ دیکھے ہوئے تھی - اور اُسوقت کی شان و شوکت اور شاہی آداب کے مقابل عربی حکمرانی کی سادگی مین اُسے مزہ نہ آتا تھا - اِس خیال سے وہ اکثر کبیدہ خاطر رہتی اور دل مین کہتی کہ یا تو لوگ میرے اور میرے شوہر کے سامنے سجدے کرتے تھے - سامنے بغیر اجازت لیے کوئی بات نہ کہہ سکتا تھا اور یا اب حالت یہ ہے کہ جو آتا ہے بے تکان اندر گھسا چلا آتا ہے - بغیر اسکے کہ سر کو ذرا خم کرے "السلام علیک" کہہ کے عبدالعزیز سے مصافحہ کرتا ہے - اور نہایت آزادی و بیباکی سے بے تکلف باتین کرنے لگتا ہے - عبدالعزیز کو بار بار سمجھاتی کہ "یہ حکومت کیسی کہ نہ کوئی آپ کے سامنے جھکتا ہے نہ آپ کا کچھ ادب کرتا ہے" وہ جواب دیتا "ہماری معاشرت مین حاکم و محکوم سب برابر ہین - اور عزت کے لحاظ سے کسی کو کسی پر فوقیت نہین" اِس جواب سے اُس کے دل کو اطمینان ہونا درکنار اور صدمہ ہوتا کہ "افسوس مین نے تو اِس فاتح اندلس کو زیادہ معزز سمجھ کے اِس سے شادی کی تھی مگر اب جو دیکھتی ہون تو جو عزت پہلے تھی اُسکی عشر عشیر بھی نہین باقی رہی"

جب عبدالعزیز نے یون نہ مانا تو اُس چالاک قوطیہ ملکہ نے خود ہی اپنی سابقہ عزت قائم کرنے کی کوشش شروع کی - ایک عالیشان قصر تعمیر کرایا - اُسمین دربار کا ایک بارونق دیوان خانہ بنوایا - اُسکے اندر ایک اعلی درجہ کا شاہانہ تخت عبدالعزیز کے جلوس کے لیے بچھوایا - اور تخت کے سامنے کا دروازہ جس مین

سے ہو کے لوگ اندر داخل ہوتے اتنا تنگ اور پست رکھا کہ جو کوئی اندر آنا چاہے بغیر جھکے اور زمین کے قریب تک سر پہونچائے نہ آسکے۔

اس تخت پر بیٹھ کے جب عبدالعزیز دربار کرنے لگا۔ اور لوگ جھک جھک کے سامنے آنے لگے تو ملکہ اپنے دل مین خوش ہوئی کہ "اتنا تو ہوا کہ لوگ اگر سجدہ نہین کرتے تو آتے وقت خوب جھکتے اور زمین کے قریب تک سر پہونچا دیتے ہین"۔ چند روز مین عبدالعزیز کو بھی اس شان فرعونیت مین مزہ ملنے لگا۔

اب عربی شوہر کو اس جاہ و نخوت مین خوش دیکھ کے ملکہ کہنے لگی "آپ مین بادشاہون کی سی شان تو پیدا ہو گئی اور لوگون کے دلون مین آپ کا رعب بھی قائم ہو گیا۔ لیکن ابھی تھوڑی کسر باقی ہے۔ مین آپکے لیے ایک تاج بنواؤن گی۔ اُسے پہن کے جب آپ دربار کرین گے تب آپ کو حکومت کا پورا لطف آئے گا"۔ عبدالعزیز نے ہزار نہین نہین کی مگر بیچاری ملکہ نے ایک نہ سُنی۔ اور جو کچھ سونا اور جواہرات اُس کے پاس تھے اُنھین گلوا کے ایک اعلی درجہ کا بھاری اور مرصع تاج بنوایا اور عربی نژاد شوہر کو پنھا دیا۔ اب مسلمانون کو نظر آیا کہ عبدالعزیز کیا سے کیا ہوا جاتا ہے؟ اس کی نخوت کس درجے کو پہونچ گئی ہے؟ اور شرفاے اسلام کو کس طرح ذلیل کر رہا ہے؟ یک بیک ناراضی کی ہوا پھیلی۔ اور تمام عرب جو اندلس مین جا جا کے اقامت گزین ہوئے تھے برانگیختہ ہو کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ادا خر ۹۷ھ مین اُسی دیوان خانے کے اندر گھس کے اُسے مار ڈالا۔

اس کے دو صدیون بعد بھی ہمین مسلمانون کی یہی حالت نظر آتی ہے۔ اگرچہ اب خلافت عباسیہ مین پوری طرح عجمی شکوہ و اجلال پیدا ہو گیا تھا مگر عرب کی فطرت اور اسلام کی تعلیم کا اثر بہت کچھ باقی تھا۔ چنانچہ المقتدر باللہ عباسی کے عہد مین بلغاریہ کے فرمان روا المس بن شلکی بلطوار نے دربار خلافت مین اپنا ایلچی بھیج کے ظاہر کیا کہ مین نے دین اسلام قبول کیا ہے۔ امیرالمومنین کوئی ایسا شخص بھیجین جو مجھے اور میری رعایا کو دین اسلام کی تعلیم دے اور ایک زبردست قلعہ بھی میری قلمرو مین تعمیر کر دے۔ اس سفارت کے جواب مین بغداد سے نذیر حرمی اور اُسکا غلام سوسن روانہ کیے گئے۔ شاہ بلغاریہ نے اسلام قبول کر کے

اپنے دارالسلطنت مین ایک مسجد جامع قائم کر لی تھی۔ جس مین جمعہ کی نماز ہوا کرتی۔ نذیر خرمی نے نماز پڑھی تو دیکھا کہ خطبہ مین اُس کا نام اس طریقہ سے لیا جاتا ہے کہ "اللّٰھم اصلح الملک بلطوار ملک بلغار" (خداوندا ہمارے بادشاہ بلطوار شاہ بلغار کو ترقی دے) اس کو اسلامی سفیر نذیر خرمی نے بالکل ناجائز ٹھیرایا اور کہا "آپ جانتے ہین کہ امیرالمومنین المقتدر باللہ ہمارے اور آپ کے دونون کے آقا ہین۔ اور اُن سے زیادہ رتبہ کسی کا نہین ہو سکتا۔" اُنھون نے بھی خطبہ مین صرف ان الفاظ مین اپنا نام لیے جانے کی اجازت دی ہے کہ "اللّٰھم اصلح عبدک وخلیفتک جعفر الامام المقتدر باللہ امیرالمومنین" (خداوندا اپنے بندے اور اپنے خلیفہ امیرالمومنین امام جعفر مقتدر باللہ کو ترقی دے) جس کے بعد شاہ بلغاریہ نے کمال ارادت سے اپنے نام کے ساتھ سے شاہ کا لفظ نکلوا ڈالا۔ اور اپنا اسلامی نام جعفر اور اپنے باپ کا نام عبداللہ قرار دے کے حکم دیا کہ خطبہ مین اُس کا نام "جعفر بن عبداللہ" بغیر کسی تعظیمی لفظ کے لیا جایا کرے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُسوقت تک مسلمان "بادشاہ" کے لقب کو کسی حکمران کے لیے جائز نہین سمجھتے تھے۔

سنہ ۳۱۰ھ مین یعنی آج سے تقریباً ایک ہزار برس پہلے بلغاریہ کی جو حالت تھی اُسے ہم اکتوبر سنہ ۱۹۱۴ء کے دلگداز مین بیان کر چکے ہین۔ اس موقع پر ہمین اتنا ہی بتانا تھا کہ اُسوقت تک مسلمان "بادشاہ" کا لفظ کسی فرمان روا کے لیے پسند نہ کرتے تھے۔

خلافت بغداد سے منحرف ہو کے بہت سی اسلامی سلطنتین قائم ہوئین مگر اُن کے حکمرانون مین سے جلال و کبریائی کے لقب کو کسی نے نہین اختیار کیا۔ اُموی فرمان روایان ہسپانیہ ابتداءً صرف "امیر" کہلاتے تھے جو لقب کہ والیان ملک کے لیے عام تھا۔ عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کے زمانہ سے دعواے خلافت کر کے وہ "امیرالمومنین" بن گئے مگر بادشاہ یا سلطان کا لفظ کسی کے نام کے ساتھ نہین لگایا جاتا تھا۔ خلفاے بنی فاطمہ مصر کی سطوت بھی بہت بڑھ گئی تھی۔ اور اگرچہ خود پرستی کے جوش مین اُن کے بعض فرمان رواؤن نے اپنی ذات مین الوہیت کی شان بتا دی مگر سوا امیرالمومنین یا خلیفہ کے بادشاہ کوئی نہین کہلایا۔ خدا بن گئے مگر بادشاہ نہ بنے۔

ہم اگرچہ ٹھیک طور پر نہین کہہ سکتے کہ "سلطان" اور "شاہ" کا لفظ پہلے

پہلی کن مسلمان فرمان رواؤن نے اختیار کیا - لیکن جہان تک قیاس سے کام لیتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ جب دیلمیون اور سلجوقیون کا زور بڑھا اور خلفاے بغداد اُن کے تابع فرمان ہو گئے تو قریشی اور عربی افضل نہ ہونے کی وجہ سے وہ خلافت کا تو دعوی نہ کر سکے مگر اپنے لیے ایسے القاب ڈھونڈھنے لگے کہ بغیر خلیفہ بنے سب سے زیادہ معزز اور سب سے بڑے حاکم تسلیم کیے جائین - چنانچہ پہلے پہل اُنھین نے "سلطان" اور "ملک" اور "شاہ" کے لفظ اسلام مین اختیار کیے -

محمود غزنوی کے بعد سلطان کا لقب عام ہو گیا ادھر ایران و ہندوستان کے فرمان روا "بادشاہ" اور "ملوک" بن گئے اور ادھر مصر و روم کے حکمران "سلاطین" و ملوک کہے جانے لگے - پھر ان الفاظ کے مروج ہوتے ہی لوگون کو اسلامی و عربی آداب بالکل بھول گئے - اور دربارون مین ادب و تعظیم کے ایسے الفاظ اور طریقے ایجاد ہو گئے جو بالکل شرک اور کفر کے درجے کو پہونچے ہوے تھے - اور علما و اتقیا کو اُن سے چشم پوشی کرنی پڑی -

---

رستم تہمتن

ہاماوران کا جھگڑا طے ہونے کے بعد ایک اور عجیب واقعہ پیش آیا - جس کی بنیاد یہ تھی کہ رستم بچپن ایک بار علاقہ سمنگان مین جو مملکت توران مین تھا شکار کو گیا تھا - ہرن مارا - کباب لگا کے کھائے - اور پڑ کے سو رہا - بیدار ہوا تو گھوڑا غائب تھا - کمال برہمی کے ساتھ شاہ سمنگان کے پاس گیا اور شکایت کی - شاہ مذکور بڑی عزت سے پیش آیا - کہا "آج یہان رونق افروز ہو جیے صبح کو گھوڑا آ جائے گا"

رستم اُس کے محل مین سویا تو آدھی رات کو ایک مہ جبین ناز آفرین حسینہ نمودار ہوئی جس کے حُسن و جمال نے رستم کو محو حیرت بنا دیا - نام اور پتہ پوچھا بولی "مین شاہ سمنگان کی بیٹی تہمینہ ہون آپ کی قوت و شجاعت کے حالات سن کے آپ پر عاشق ہو گئی - اور مدت سے اسی شوق مین تپان تھی - آج میری خوش قسمتی سے آپ کے یہان آنے کی خبر ملی - خدا کا شکر بجا لائی - اور اپنے آدمی بھیج کے آپ کا

گھوڑا چھڑوا لیا کہ اِسی بہانے شاید آپ کا یہاں آنا ہو۔ اب اتنی تمنا ہے کہ والد کو میرے لیے پیام دیجیے وہ آپ کے خلاف نہیں ہیں۔ خوشی سے شادی قبول کر لیں گے؛، رستم نے وعدہ کر کے اُسے رخصت کیا۔ اور صبح ہوتے ہی شاہ سمنگان کو تہمینہ کے لیے پیام دیا۔ اُس نے فوراً منظور کر لیا۔ اور اُسی وقت شادی کر دی۔ رستم ایک شب وہاں رہا۔ اور تہمینہ کو اپنے دادا سام کا ایک مہرہ دے کے کہا بیٹا ہو تو یہ مہرہ اُس کے بازو میں باندھ دینا اور بیٹی ہو تو اُس کی چوٹی میں۔ دوسرے دن رستم چلا گیا۔ اور مدت حمل پوری ہونے کے بعد تہمینہ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو بچپن ہی سے غیر معمولی تن و توش کا نظر آیا۔ شاہ سمنگان نے سہراب نام رکھ کے اُسے پالا۔ رستم کو فکر لگی تھی اور بار بار دریافت کراتا تھا کہ تہمینہ کے بطن سے بیٹا پیدا ہوا یا بیٹی۔ تہمینہ نے اس اندیشہ سے کہ بیٹے کا نام سُن کے رستم اپنے پاس بُلوا لے گا۔ کہلا بھیجا کہ تمہارے بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ اور رستم خاموش ہو رہا۔

سہراب جب بارہ تیرہ برس کا ہوا تو طاقت میں کوئی اُس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ کیسا ہی پہلوان سامنے آتا اُٹھا کے ٹپک دیتا۔ اپنے سامنے کسی کی کچھ ہستی نہ سمجھتا۔ جب ماں سے سُنا کہ میرا باپ رستم ہے تو اُس کا جوش شجاعت اور بڑھ گیا۔ اکثر کہا کرتا میں ایران میں جا کے کیکاؤس کو قتل کر دوں گا۔ اور رستم کو وہاں کا بادشاہ بنا دوں گا۔ اگر رستم باپ ہے اور میں بیٹا تو دنیا میں کوئی ہمارا مقابلہ نہ کر سکے گا!" آخر سہراب کی اِس تمنا نے ارادے کی صورت اختیار کر لی۔ ایک لشکر جمع کر کے فوج کشی کو تیار ہو گیا۔ اُسے بھی گھوڑا نہ ملتا تھا۔ جس گھوڑے پر ہاتھ رکھتا پیٹھ زمین سے لگ جاتی۔ اتفاقاً جب لوگ رستم کے گھوڑے کو چُرا لائے ہیں تو کوئی اچھی مادیاں اُس سے حاملہ ہو گئی تھی۔ اُس کا بچہ سہراب سے نہ دبا۔ اور اُسی کو سہراب نے اپنے لیے پسند کیا۔

افراسیاب کو جو سہراب کے اِس ارادے کی خبر ہوئی تو بہت خوش ہوا۔ فوراً سہراب کو بلا کے زبردست لشکر دیا۔ بہت کچھ دولت وحشمت عطا کی۔ اور ہومان و بارمان نام دو ہوشیار سردار اُس کے ہمراہ کیے۔ اور اُنھیں ہدایت کر دی

کہ "اول تو تم اس کا خیال رکھنا کہ سہراب رستم کو یا رستم سہراب کو نہ پہچاننے پائین- پہچان گئے تو قیامت ہو جائے گی- دوسرے غالبًا سہراب رستم کو زیر کر کے مار ڈالے گا- ایسا ہو تو پھر اُس کے بعد تم سہراب کو بھی غافل کر کے قتل کر ڈالنا تاکہ دنیا ان دونون کے عذاب سے چھوٹے"- غرض ان منصوبون کے ساتھ یہ زبردست لشکر سہراب کو اپنا سردار بنا کے ایران کی طرف روانہ ہوا-

سرحد عجم پر جو پہلا قلعہ ملا اُس کا قلعہ دار ہجیر مقابلہ کو آیا- سہراب نے اُسے کمند پھینک کے گرفتار کر لیا- اور رہبر کی طرح اپنے ساتھ رکھا- یہین ایران کی ایک پہلوان کی بیٹی گُرد آفرید اُس کے مقابلہ کو آئی- یہ بلا کی قوی بازو اور جنگجو عورت تھی جو کسی بڑے سے بڑے پہلوان کو بھی خطرے مین نہ لاتی- سہراب اپنے حریف جنگ کی شکل و شمائل دیکھ کے حیران تھا کہ یہ مرد ہے یا عورت؟ لڑتا تھا مگر اُسے بچا بچا کے- اور زیادہ تر اُسے اسیر کر لینے کی کوشش مین تھا- آخر اُس پر کمند پھینکی جس مین وہ پھنس کے اپنے گھوڑے سے گری- خود الگ جا پڑا اور عنبرین زلفین پیٹھ اور شانون پر پیچ و تاب کھانے لگین- ساتھ ہی گُرد آفرید کا چہرۂ زیبا دلربایانہ ناز و انداز سے نمایان ہوا- سہراب کا دل بے اختیار ہاتھ سے نکل گیا- گُرد آفرید نے گرفتار ہوتے ہی کہا "اس قلعہ کی مالک مین ہون- چھوڑ دو تو تمہاری ہون اور بہت کچھ مال و دولت بھی تمہاری نذر کر دون گی"- سہراب نے چھوڑ دیا اور گُرد آفرید نے واپس جا کے باپ بھائی سے کہا کہ "سہراب کا مقابلہ کوئی نہین کر سکتا- مکر و فریب سے جان بچا کے بھاگ آئی ہون- اور اب میرا کچھ زور نہین چل سکتا- آپ کا جو جی چاہے کیجیے"- وہ سب راتون رات بیٹی کو لے کے بھاگ گئے- اور سہراب گُرد آفرید کے شوق مین بیتاب ہو کے آگے بڑھا-

یہ خبر کیکاؤس کو پہونچی تو گھبرا کے پہلوان گیو کو بھیج کے رستم کو زابلستان سے بُلوایا- رستم نے چندان پروا نہ کی- دو ہفتہ تک شراب پینے مین صرف کر دیے- اور آنے مین دیر کی- آیا تو احمق کیکاؤس نے بگڑ کے اُسے حکم دیا کہ گیو و رستم دونون کو لیجا کے سولی دو- رستم کو بھلا کون سولی دے سکتا تھا؟ طیش کھا کے سیستان کی طرف پلٹا- اور غضبناک ہو کے کہا "دو ساری سلطنت اور حکومت

میرے دم سے ہے۔ مین نہ کیکاؤس کی کچھ اصل و حقیقت سمجھتا ہون نہ کسی اور کی مجھ سے یہ سلوک! لوگ مجھی کو بادشاہ بناتے تھے مگر مین نے منظور نہین کیا مین بھلا کسی کی کیا پروا کرتا ہون؟" یہ حال دیکھ کے گودرز نے جا کے بادشاہ سے کہا "یہ آپ نے کیا غضب کیا کہ رستم کو ناراض کر دیا؟" اُس نے اپنی اس حرکت پر ندامت ظاہر کی اور کہا "جس طرح بنے اُسے سمجھا کے لاؤ"۔ گودرز نے جا کے رستم کو راہ مین روکا اور کہا "کاؤس ہمیشہ کا بیوقوف ہے۔ آپ اُس کے کہنے کا خیال نہ کرین آپ نہ ہون گے تو نہ کاؤس ہی رہے گا نہ تاج و تخت عجم" غرض سمجھا بجھا کے رستم کو واپس لایا۔ اور کاؤس و رستم لشکر عظیم لے کے سہراب کے مقابلہ کو روانہ ہوئے۔

سہراب نے اِس لشکر کو دیکھ کے ہجیر کو ساتھ لیا اور ایک بلندی پر چڑھ کے لشکر عجم کے ہر ہر خیمہ اور پہلوان کو دریافت کیا۔ اُس نے سب بتایا مگر رستم کا پتہ نہ بتایا۔ اِس لیے کہ ڈرتا تھا ایسا نہ ہو یہ جوش مین آ کے غفلت مین رستم پر حملہ کر دے اور وہ اِس کے ہاتھ سے مارا جائے۔ سہراب نے لاکھ رستم کا پتہ پوچھا مگر اُس نے یہی کہا کہ وہ زابلستان سے نہین آیا۔

اب سہراب لباس جنگ پہن کے میدان مین آیا اور کاؤس کو مقابلہ پر بلایا۔ تمام نامور پہلوانان عجم بغلین جھانکنے لگے۔ کسی کو قدم بڑھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور سہراب للکار رہا تھا کہ جسے دعوی ہو آئے۔ آخر کیکاؤس نے رستم کے پاس آدمی بھیجا کہ تمھارے سوا کسی کو اس کے مقابل جانے کی جرأت نہین ہوتی تم ہی نکلو تو آبرو بچے۔ رستم چاہتا تھا کہ کسی اور کو سہراب سے لڑا کے اُس کا رنگ دیکھ لے مگر اب مجبور ہو کے مقابلہ کو گیا۔ سہراب نے اُسے دیکھ کے کہا۔ "مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو ہم دونون فوج سے الگ ہو کے مقابلہ کرین" رستم نے منظور کیا۔ اور دونون ایک طرف فاصلہ پر جا کے کھڑے ہوئے۔ سہراب نے کہا "تم کیون آئے ہو؟ مین ایک دم کے دم مین تمھارا کام تمام کر دون گا" رستم نے کہا "ابھی بچے ہو۔ بہادر دیکھے نہین ہین۔ میرا مقابل دنیا مین نہین ہے۔ دیو سفید کو مار کے ڈال دیا تو تم کیا چیز ہو؟" سہراب نے پوچھا "تو کیا

تمھین رستم سے کیا؟ جواب ملا رستم کہان؟ وہ تو انسان نہین بلا ہے بے درمان ہے۔ مین اُس کا ایک ادنے تابعدار ہون" اس جواب سے سہراب کو مایوسی ہوگئی۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ پہلے نیزون کی لڑائی ہوئی۔ دونون نیزے ٹوٹ گئے۔ پھر تلوارون سے لڑے اور لڑتے لڑتے تلوارین توڑ ڈالین اب گرز بازی شروع ہوئی گرز بھی ٹیڑھے ہو گئے۔ اب گھوڑون مین سے بندھے تھے نہ نیچے اُترے تیراندازی مین شام ہوا۔ ترکش خالی ہو گئے مگر کسی کو فتح نہ ہوا۔

جب سب ہتھیارون سے جواب دیدیا تو کشتی ہونے لگی۔ دونون نے بڑا زور کیا مگر کوئی کسی کو جگہ سے نہ ہلا سکا۔ انجام یہ ہوا کہ سہراب نے جھنجھلا کے پھر گرز اُٹھا لیا۔ اور اس زور سے ضرب لگائی کہ رستم زخمی ہوگیا۔ اور سہراب نے ہنس کے کہا اب بھی لڑائی کا دم ہے؟ رستم نے کہا خیر اب تو شام ہوگئی کل صبح کو مقابلہ ہوگا۔ یہ سنتے ہی سہراب نے رستم کو چھوڑ کے ایرانی فوج پر حملہ کر دیا دوسری طرف رستم افراسیاب کے لشکر میں گھس پڑا دونون طرف دیر تک قتل عام ہوتا رہا۔ یکایک رستم کو خیال گزرا کہ ایسا نہ ہو سہراب رہ رہ مین شاہ عجم کی زندگی کا چراغ گل کر دے۔ فوراً پلٹ کے سہراب کے قریب گیا اور کہا اس قتل عام سے کیا حاصل؟ کل تو مقابلہ ہونے ہی گا۔ پھر جلدی کس بات کی ہے؟"

لڑائی کے موقوف ہوتے ہی کیکاؤس نے رستم کو بلا کے سہراب کا حال پوچھا۔ اُس نے سہراب کی زور آزمائی اور بہادری کی بڑی تعریف کی۔ بادشاہ نے کہا جو کچھ ہو فتح آپ ہی کی ہوگی۔ مگر رستم زندگی سے مایوس تھا۔ زوارہ کو وصیت کر دی کہ اگر مین مارا جاؤن تو مقابلہ نہ کرنا بلکہ زال کے پاس سیستان مین بھاگ جانا۔ اور اُسے تسلی دینا۔ اُدھر سہراب نے واپس جا کے ہومان سے کہا میرا حریف بلا کا پہلوان ہے۔ مجھے تو یہی رستم معلوم ہوتا ہے۔ اور رستم کی تمام نشانیان اُس مین نظر آتی ہین" ہومان نے کہا یہ رستم ہرگز نہین۔ کیا مین اُسے پہچانتا نہین ہون؟ ہان شباہت البتہ ملتی ہے۔

دوسرے دن دونون حریف میدان مین آئے تو سہراب نے کہا "اے شخص میرے دل مین تیری محبت پیدا ہو گئی ہے۔ خدا کے لیے بتا کہ تو رستم تو نہین ہے؟" رستم نے جواب دیا "ان فضول باتون سے کیا فائدہ؟ آ اور کشتی لڑ۔" سہراب نے کہا "مین یہ نہ چاہتا تھا کہ تجھ سے زبردست و شہ زور پہلوان کو گرفتار کرون مگر تو نہین مانتا تو مین مقابلہ کو موجود ہون۔" اب دونون مین زور آزمائی ہونے لگی۔ رستم نے لاکھ زور لگایا کچھ اثر نہ ہوا۔ لیکن سہراب نے جوش مین آ کے زور کیا تو رستم کے پاؤن اکھڑ گئے اور چارون شانے چت گرا۔ سہراب فوراً اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا اور خنجر نکال لیا مگر رستم نے کہا "اس کی سند نہین۔ ہمارے ایران و توران کا دستور ہے کہ جو پہلوان حریف کو دو بار گرا لے تب اسے قتل کر سکتا ہے۔" سہراب فریب مین آ گیا اور اسے چھوڑ کے واپس گیا۔ ہومان نے جب یہ حال سہراب سے سنا تو کہا "بڑا غضب ہوا آپ نے اسے قابو مین لا کے چھوڑ دیا۔ اور اس نے فریب دے کے اپنی جان بچا لی۔" سہراب نے کہا "تو خوف کس بات کا؟ کل پھر گرا کے مار ڈالون گا۔"

مگر رستم جو اپنے خیمہ مین گیا تو رات بھر خدا سے دعا مانگا کیا "الٰہی! مجھے گذشتہ قوت و توانائی پھر عطا کر۔" کہتے ہین کہ پہلے اس مین اسقدر زور تھا کہ یہ حالت تھی کہ زمین پر چلتا تو پاؤن زمین مین دھنس دھنس جاتے تھے۔ عاجز آ کے دعا کی تھی کہ خداوندا میری طاقت کم کر دے اور خدا نے کم کر دی۔ اب رات بھر رویا کہ وہی سابقہ توانائی پھر جسم مین آ جائے۔ خدا نے دعا قبول کی اور اس مین وہی زور پھر آ گیا۔ اور صبح کو خوش خوش میدان مین گیا۔ سہراب نے کہا "معلوم ہوتا ہے تم زندگی سے تنگ ہو جو آج پھر میدان مین آئے۔" پھر لڑائی شروع ہوئی۔ آج رستم نے زور کیا تو سہراب کو اٹھا کے دے مارا۔ اور چونکہ اس سے خوف زدہ تھا موقع پاتے ہی بلا تامل اس کے سینہ مین خنجر بھونک کے دل چاک کر ڈالا۔

سہراب نے جینے سے مایوس ہو کے ایک آہ کی اور کہا "مین اپنے باپ سے ملنے کے شوق مین یہان آیا تھا۔ افسوس یہ تمنا نہ بر آئی اور جان سے ہاتھ

[illegible] تم اپنی جان بچاؤ۔ اس لیے کہ جہان امن ہو جاے۔ جب وہ باپ تمھین زندہ نہ چھوڑیگا پوچھا تمھارے باپ کا نام؟ کہا رستم۔ یہ سنتے ہی رستم نے گھبرا کے پوچھا رستم کی کوئی نشانی بھی ہے؟ کہا ان بازو پر مہرہ بندھا ہوا ہے۔ مگر مجھ مین کھول کے دکھانے کی طاقت نہین خود ہی دیکھ لو۔ یہ سنتے ہی رستم نے مہرہ کھول کے دیکھا اور ایک چیخ مار کے سر پیٹنے اور گریبان پھاڑنے لگا۔ اور بولا آہ بدنصیب رستم مین ہی ہوں۔ یہ نالہ و زاری کی آواز مین سہراب نے کہا مین نے تو بہت کوشش کی۔ ایک ایک سے پوچھا اور خود آپ سے بھی بار بار پوچھا مگر آپ نے بتایا نہین اور نہ اب رونے سے کیا حاصل ہے۔ میری اتنی وصیت ہے کہ اب میرے ساتھیون اور میرے لشکر کو نہ ستانا۔ انھین واپس چلے جانے دینا۔ رستم زار و قطار روتا اور خون کے آنسو بہاتا تھا اور کہتا تھا کہ ہاے مین نے اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند کا جگر چاک کیا۔ ادھر دونون لشکرون مین تشویش پھیل گئی تھی۔ بہادران عجم سمجھے کہ رستم مارا گیا۔ آئے تو دونون کو تڑپتے دیکھا۔ اور قریب تھا کہ رستم خودکشی کر لے مگر زوارہ نے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ مقتول رستم کا فرزند ہے تو تمام پہلوانان عجم اس کے گرد کھڑے ہو کے ماتم کرنے لگے۔ اب رستم نے گودرز سے کہا جلدی دوڑ کے کیکاؤس کے پاس سے نوشدارو لے آؤ۔ اگر وہ آگئی تو میرا بیٹا بچ جائے گا۔ گودرز گیا۔ مگر شاہ عجم نے دینے سے انکار کیا اور کہا اکیلا ایک رستم ہی تو مجھے یون سردربار ذلیل کرتا ہے باپ بیٹے دو ہو جائین گے تو کیا ہو گا؟ مین نوشدارو نہ دونگا۔ یہ حال گودرز نے رستم سے کہا تو وہ خود دوا لینے کو دوڑا گیا۔ مگر جب تک پہونچے پہونچے سہراب مر گیا۔ سپاہ ترک واپس گئی جس سے مزاحمت نہ کی گئی۔ اور رستم سہراب کا تابوت لے کے روتا پیٹتا اور خاک اڑاتا سیستان مین پہونچا۔ اور وہین اسے دفن کیا۔

سہراب کی مان تہمینہ نے یہ خبر سنی تو باپ سے کہا رستم نے سہراب کو مار ڈالا آپ انتقام لینے کے لیے فوج کشی کیجیے۔ اس نے کہا مین رستم کا مقابلہ نہین کر سکتا تب وہ تنہا سیستان مین آئی۔ رستم اسے دیکھ کے رونے اور سر پیٹنے لگا۔ اور تہمینہ خنجر کھینچ کے جھپٹی کہ رستم کا بھی جگر چاک کر ڈالے۔ مگر زال نے پکڑ لیا۔ اور

کہا اگر سہراب کے زندہ ہونے کی امید ہو تو مجھے اور رستم دونون کو مار ڈالو اور جب اس کی امید نہین تو اس سے کیا حاصل۔ یون سمجھا بجھا کے زال نے بیٹے اور بہو مین ملاپ کرا دیا۔ اب تہمینہ رستم کے ساتھ رہنے لگی۔ اور چند روز بعد اُس کے بطن سے رستم کا دوسرا بیٹا فرامرز پیدا ہوا۔

اب یہ ایک نیا واقعہ پیش آیا کہ طوس اور گیو پہلوانان عجم کو ایک شکار میں شاہ بلغار کی بیٹی ملی۔ اُس کا باپ نسل فریدون سے تھا۔ اس پر دونون فریفتہ ہوئے اور یہ فیصلہ کرانے کے لیے کیکاؤس کے پاس لائے کہ دونون مین سے کون اسے اپنی جورو بنائے۔ کیکاؤس نے خود اُسے پسند کر لیا۔ اور داخل محل کیا۔ اس کے بطن سے کاؤس کا ایک نہایت ہی خوبرو بیٹا ہوا جس کا نام سیاوش رکھا گیا۔ اور تعلیم و تربیت کے لیے رستم کے حوالے ہوا۔ رستم نے پال کے بڑا کیا۔ اور اُس کی تعریف سن کے کاؤس نے سیستان سے اپنے پاس بلوایا یہان سوداوہ اُسکی سوتیلی مان اُس پر عاشق ہو گئی۔ اور ہر طرح پھسلایا بہلایا فریب دیے مگر شاہزادہ اُس کے قابو مین نہ آیا۔ آخر عاجز آ کے سوداوہ نے غل مچایا کہ سیاوش نے میری عصمت پر حملہ کیا۔ کاؤس آیا۔ دونون کا بیان لیا۔ اور کوئی الزام ثابت نہین ہوا۔ اب سوداوہ نے چند روز بعد کاؤس کی ایک حرم کو اسقاط کرایا۔ اور جب اُن سے کاؤس نے پوچھا کہ یہ بچے کیسے اور کس کے ہین۔ تو اُس نے کہا سیاوش کے۔ غرض سوداوہ نے ایسی تہمتین لگائین اور کاؤس کو اسقدر تنگ کیا کہ اپنی پاکدامنی کا ثبوت دینے کے لیے سیاوش کو آگ مین پھاندنا پڑا۔ مگر وہ آگ سے زندہ و سلامت نکل آیا۔ اور کاؤس سوداوہ پر خفا ہوا۔ تاہم وہ سیاوش کی دشمنی ہی پر تُلی تھی۔

اتنے مین خبر آئی کہ افراسیاب پھر لشکر لے کے مقابلہ کو آ رہا ہے۔ سیاوش زندگی سے تنگ تھا ہی درخواست کی کہ مجھے اس مہم پر بھیجیے۔ کاؤس کو تامل تھا مگر رستم نے وعدہ کیا کہ مین ساتھ لیجاؤن گا۔ چنانچہ وہ لشکر لے کے مع رستم کے روانہ ہوا۔ افراسیاب کی طرف سے پہلے تاندان نام ایک سردار اور پھر اُس کا داماد گرشیوز آ کے مقابل ہوئے۔ اور شکست کھا کے بھاگے۔ بلخ تک ایرانیون کا

قبضہ ہو گیا۔ اور سیاوش نے باپ سے دریاے جیحون کے پار اُتر کے حملہ کرنے کی اجازت مانگی۔ جس سے کیکاؤس نے منع کیا۔

سیاوش بلخ ہی مین تھا کہ افراسیاب نے ایک مہیب خواب سے مرعوب ہو کے بہت سے تحفون کے ساتھ گرسیوز کو سیاوش کے پاس واپس بھیجا اور صلح کی درخواست کی۔ اور کہا حملہ آوران مجھ جس شرط پر صلح کرین مجھے منظور رہی۔ رستم کے مشورے سے سیاوش نے یہ شرط کی کہ افراسیاب کے بہت سے اعزا و اُمرا بطور گرو کے سیاوش کے پاس رہین۔ اور مغربی ترکستان پر شاہزادے کا قبضہ رہے۔ افراسیاب نے یہ بھی منظور کر لیا۔ ترکستان کے چن چن ناموردن کو کفیل بنا کر بھیج دیے۔ سیاوش نے اس فاتحانہ صلح کی خبر رستم کو بھیج کے باپ کو دی۔ کاؤس نے بے عقلی سے کہا مین اِس صلح کو نہین قبول کرتا۔ رستم نے لاکھ سمجھایا ایک نہ سُنی۔ اور طوس کو روانہ کیا کہ تم ترکستان پر چڑھائی کرو۔ اور شاہزادے کو حکم دو کہ ان سب کفیلون کو لے کے یہان حاضر ہو۔"

باپ کا یہ حکم سُن کے سیاوش پریشان ہوا۔ دل مین کہا "اگر ان کفیلون کو لے کے جاؤن گا تو وہ سب کو قتل کر ڈالین گے۔ اور میری بات مین فرق آئے گا علاوہ برین وہان سودابہ میری دشمن ہے ایک گھڑی کو بھی چین سے نہ بیٹھنے دے گی" آخر یہ فیصلہ کیا کہ باپ کو چھوڑ کے کہین چلا جائے۔ فوراً ترکی کفیل واپس کر دیے اور افراسیاب کو لکھا کہ والد صلح کو قبول نہین کرتے۔ اور مین اپنا عہد توڑ نہین سکتا۔ اس لیے آپ کے کفیل واپس ہین۔ اور میرا ارادہ ہے کہ کہین ایسی جگہ جا کے قیام کرون جو والد کی دسترس سے باہر ہو۔ آپ ہی کوئی ایسی جگہ بتا دین"

یہ خط پڑھ کے افراسیاب خوش ہوا۔ اور لکھا "اگر کاؤس سے ناراض ہو تو مین تم کو اپنا فرزند بناتا ہون۔ میرے پاس آکے رہو" سیاوش نے یہ تحریر پاتے ہی باپ کو اپنے ترکستان چلے جانے کے وجوہ لکھے۔ اور روانہ ہو گیا۔ پہونچا تو افراسیاب نے ہاتھون ہاتھ لیا۔ عزت سے رکھا۔ اور وعدہ کیا کہ تجھی کو ایران کا تاجدار بناؤن گا۔ ویسہ نام ایک معزز پہلوان ترک نے گلشہر نام ایک حسینہ سے اُس کی شادی کر دی۔ اِس کے بعد افراسیاب نے

اپنی بیٹی فرنگیس بھی اُسے دی۔ اور روز بروز اُس کا رتبہ بڑھتا گیا

چند روز بعد سیاوش ختن مین گیا۔ وہان کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو دریاے گنگا کے کنارے ہندوستان مین آکے مقیم ہوا۔ وہان ایک عالیشان قصر بنوایا اور اُس مین تمام شاہان عجم اور دربار عجم کے کل نامور سردارون اور پہلوانان عجم کی تصویرین لگائین اور خوب آراستہ کیا۔ گلشہر حاملہ تھی جسے اُسے اُس کے محلے مین چھوڑ گیا تھا۔ اُس کے لڑکا ہوا تو افراسیاب نے گلشہر اور نوزائیدہ بچے کو گرسیوز کے ہمراہ سیاوش کے پاس بھیجا اور مبارکباد دی۔ گرسیوز کو سیاوش سے بغض تھا۔ وہ اُس کی عزت و حرمت دیکھ کے جلا جاتا تھا۔ واپس جاکے افراسیاب کو سیاوش سے بدظن کر دیا۔ اور ایسا بدظن کہ بے وقوف افراسیاب شاہزادے کی جان کا خواہان ہوگیا۔ اور اُسے بلوایا۔ پھر پیام لے کے گرسیوز آیا۔ اور صلاح دی کہ وہ آپ سے بدگمان ہین آپ نہ جائین۔ سیاوش کو اِس کا یقین تو نہین آیا۔ مگر کچھ عذر کر دیا گرسیوز نے واپس جاکے اب ایسی آگ لگائی کہ افراسیاب فوج لے کے اُس کے گرفتار کرنے کو چل کھڑا ہوا۔

یہ سُن کے فرنگیس اِن دنون حاملہ تھی حیران ہوئی اور سیاوش سے کہا "آپ ایران مین بھاگ جائین آپ کے بعد مین بھی چلی آؤن گی" آخر سیاوش ایک ہزار بہادرون کو ساتھ لے کے چل کھڑا ہوا۔ راستہ مین افراسیاب کا سامنا ہو گیا۔ اُس کے ہمراہی ایک ایک کر کے سب مارے گئے۔ اور وہ زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ اُسے لے کے وہ اُس کے گنگا کنارے والے محل مین آیا۔ اور اُس کے قتل کا ارادہ کیا۔ سنتے ہی فرنگیس روتی پیٹتی آئی اور خوشامد و لجاجت سے روکنا چاہا مگر افراسیاب نے ایک نہ سُنی اور اُسے قتل کر ڈالا فرنگیس کو پیران ویسہ نے بچا کے اپنے پاس رکھا اور اُس کے بطن سے جب بچہ پیدا ہوا تو اُسے کیخسرو نام رکھ کے پالا۔

اِن واقعات کی خبر ایران مین پہونچی تو ماتم بپا ہوگیا۔ اور ہر شخص انتقام لینے پر آمادہ ہو گیا۔ کیکاؤس نے سیستان سے رستم کو بلوایا۔ رستم

سے آتے ہی کہا "یہ سب خرابیاں آپ کی ہیں۔ ملکہ سوداوہ کی ہیں۔" یہ کہہ کے محل میں گھس گئے اور سوداوہ کو قتل
کر ڈالا۔ اور فوج لے کے چلا کہ افراسیاب سے بدلہ لے۔ افراسیاب نے اپنے بیٹے سرخہ
کو مقابلہ پہ بھیجا۔ رستم کا بیٹا فرامرز اُسے گرفتار کر لایا اور سیاوش کی طرح سخت
بے رحمی سے اُس کی جان لی گئی۔ اس صدمہ سے بیتاب ہو کے خود افراسیاب میدان
میں آیا۔ اس وقت اُس کے لشکر کا سب سے بڑا پہلوان پیران ویسہ کا بھائی پیلسم تھا۔
اُس نے ایران کے نامور پہلوانوں گیو اور فرامرز دونوں کو زخمی کیا تو رستم مقابلہ
پر آیا۔ اور اُسے نیزے پر اُٹھا کے ہاتھی سے افراسیاب کے سامنے لا کے زمین پر
... دے مارا ڈالا۔ اور افراسیاب کو سخت ... لگا۔ ... افراسیاب کی
طرف سے ... میدان میں نہ آتا تھا۔ آخر خود افراسیاب آ کے مقابل ہوا۔ رستم نے
اسے بھی نیزے کی نوک پر اُٹھا لیا ہوتا مگر گھوڑے کے بھڑکنے سے وہ زمین پر گر آیا۔
ایک پہلوان اس کی مدد کو آ گیا۔ اور افراسیاب رستم کے ہاتھ سے جان بچا کے بھاگ
گیا

اب رستم نے سارے توران پر قبضہ کر لیا۔ اور افراسیاب نے بھاگتے وقت
کیخسرو کو چین میں بھجوا دیا کہ ایرانی اُس کو نہ پا سکیں۔ رستم سات سال تک توران
پر قابض رہا۔ اور اس مدت میں گیو جو کیخسرو کی تلاش میں بھیجا گیا تھا دشت و در کی
خاک چھانتا رہا۔ آخر سات سال کی صحرانوردی کے بعد ایک دن پیران ویسہ کے
آدمی کیخسرو کے پاس جاتے ہوئے مل گئے۔ اُن سے دھوکے میں پتہ پوچھا اور
اُن کے ساتھ ہو لیا۔ کئی منزلوں کے بعد وہ اسے سوتا چھوڑ کے چلے گئے۔ اب وہ
اُسی پتہ پر چل کھڑا ہوا جو اُن سے سنا تھا۔ آخر ایک نوجوان ملا۔ جس کے چہرے کو
دیکھ کے گیو نے پوچھا "آپ ہی شاید سیاوش کے فرزند کیخسرو ہیں؟" اُس نے مسکرا کے
کہا "ہاں میں کیخسرو ہوں۔ اور تم شہسوار عجم گیو ہو!" گیو کو حیرت ہو گئی کہ مجھے شاہزادے
نے کیونکر پہچان لیا؟ دریافت کیا تو کیخسرو نے بتایا کہ میرے والد سیاوش نے اپنے
قصر میں سارے پہلوانان عجم کی تصویریں بنا رکھی تھیں۔ میں آپ ہی کو نہیں دربار
کیانی کے کل ناموروں کو پہچانتا ہوں۔"
اب گیو کیخسرو کو لے کے فرنگیس کے پاس گیا۔ افراسیاب کے چراگاہ میں سے

دو اعلیٰ درجے کے گھوڑے لیے اور تینوں نے ایران کا راستہ لیا۔ خبر پیران ویسہ کو ہوگئی اُس نے گلباد نام ایک پہلوان کو تین سو ترکوں کے ساتھ بھیجا کہ پکڑ لائیں۔ جب یہ سوار ہو پہنچے میں کیخسرو اور فرنگیس کے پڑاؤ میں سو رہے تھے۔ گیو نے اکیلے ہی مقابلہ کر کے سب کو بھگا دیا۔ طیش کھا کر خود پیران ویسہ نے پورے لشکر کے ساتھ اُن کا تعاقب کیا اور سر پہ جا پہنچا۔ گیو نے ترکی سپہ سالار پیشن کا ایک نیزے میں کام تمام کر دیا۔ اور خود پیران کو ایسا زچ کیا کہ اُس نے کہا "میں چھوڑے دیتا ہوں جاؤ۔ اور لیجاؤ"۔ مگر گیو نے کہا "تم چھوڑ دو مگر میں نہیں چھوڑوں گا" یہ کہہ کے حملہ کر دیا۔ پیران بھاگا اور گیو نے کمند پھینک کے اُسے پھانس لیا۔ یہ دیکھ کے سارے لشکر نے نرغہ کر لیا۔ مگر گیو ایک ہاتھ سے پیران کو کھینچتا اور دوسرے سے لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ سب شکست کھا کے بھاگ گئے۔ اور پیران کیخسرو کے سامنے باندھ کے کھڑا کر دیا گیا۔ گیو نے اُس کے قتل کا ارادہ کیا تو کیخسرو اور فرنگیس نے سفارش کی کہ اِس نے ہماری جان بچائی ہے۔ گیو نے قسم کھائی تھی کہ اُس کے خون سے اپنا نیزہ ضرور رنگے گا۔ اس لیے اُس کے کان میں چھید کر کے خون نکالا۔ اُس میں نیزے کو رنگا۔ اور اُسے چھوڑ دیا۔

پیران واپس گیا تو خود افراسیاب آ پہنچا۔ مگر اُسوقت یہ لوگ دریائے جیحون میں گھوڑے ڈال کے اُتر گئے تھے۔ مجبوراً پلٹ گیا۔ گیو و کیخسرو سرزمین ایران میں داخل ہوئے اور کیخسرو دادا کے سامنے جا کے قدمبوس ہوا۔ کیکاؤس نے گلے سے لگایا۔ اور ارادہ کیا کہ اپنی جگہ تخت نشین کر کے تاج و تخت سے علیحدہ ہو جائے۔ مگر اُس کے دوسرے بیٹے فریبرز نے اور اُس کی طرفداری میں طوس نے اختلاف کیا۔ لیکن اُنھیں ناکامی ہوئی۔ اور کیخسرو ہی وارث تاج کیانی قرار پا گیا۔ جو رستم کا ساختہ و پرداختہ۔ بہادر دانا اور سب سے بڑا اقبالمند تاجدار نسل کیانی تھا۔ اور سب سے بڑی یہ بات تھی کہ باپ کا انتقام لینے کے لیے ہر وقت تیار رہتا۔ اور افراسیاب کے خون کا پیاسا تھا۔

ہندوستان مین مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہین کہ فن موسیقی کا اور اُس کے سلسلہ مین اُن لوگون کا جو اس فن سے وابستہ ہین لکھنؤ مین کیا حال رہا۔

گانا اُن ہنرون مین سے ہے جن کو انسان کی فطرت نے سب سے پہلے ایجاد کیا۔ جن الفاظ کے ادا کرنے مین جوش ظاہر کرنے کو جی چاہا اُن کو گانے لگے۔ اور جن حرکات و افعال مین جذبات نے اُبھارا ان کو ناچنا شروع کر دیا۔ اور چونکہ سب سے زیادہ جوش و جذبات کا انہماک عبادت مین ہوتا ہے اور دنیوی امور مین سب سے زیادہ بے اختیاری کا ناقابل برداشت جوش عشق و محبت کے اظہار مین ہوتا ہے اس لیے گانے کا آغاز بھی ابتداءً عبادت و عشق ہی مین ہوا۔ ہندوستان مین گانے کا آغاز قطعاً عبادت سے ہوا۔ اس لیے کہ یہان کے پہلے گویے خاص برہمن تھے جو ابتداءً عبادت کرنے اور کرانے کے وقت اپنے معبودون کی تعریف کے بھجن گایا کرتے۔ کنہیا جی کی ولادت نے اُن کی محبت اور اُن کے عشق کو عبادت بنا کے عاشقانہ موسیقی ایجاد کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستان مین شاعری اور موسیقی دونون کا اظہار عورت کی زبان سے ہوا کیا ہے۔ ابتداءً برہمن فقط گیت اور سنگیت یعنی بید کے سادے گانے گایا کرتے تھے جن مین فن کی ترقیون کا ذرا بھی شائبہ نہ تھا۔ مگر بعد کو مصریون بابلیون اور ایرانی محققون کے مذاق کی آمیزش سے ایک فن کی بنیاد پڑ گئی۔ اور سب سے پہلے سات سُر ایجاد ہوئے اس لیے کہ ہر آواز پھیلنے مین ایک حد پر پہونچ کے بدل جاتی ہے۔ انھین تبدیلیون کا صحیح اندازہ کر کے محققین نے سات سُر ایجاد کیے۔

اس کے بعد ہندوستان مین موسیقی کی تقسیم اس حیثیت سے ہوئی کہ جو راگ عبادت مین گائے جاتے وہ یا تو برہما (پیدا کرنے والی قوت الٰہی) کی منقبت مین ہوتے یا بشن (جلانے اور پالنے والی قوت الٰہی) کی تعریف مین ہوتے یا مہیش یعنی مہادیو (مارنے والی قوت الٰہی) کی مدح مین ہوتے۔ اسی لحاظ سے تین قسم کے راگ بن گئے۔ پہلی قسم کے راگون کی نسبت کہا جاتا ہے کہ برہمنون نے کسی کو نہ بتائے

اور اپنے ساتھ لے کے مر گئے۔ جو راگ تمام مراحل زندگی زچہ خانے۔ شادی۔ اور دنیا بھر کے کاروبار کے متعلق تھے وہ دوسری قسم کے راگ قرار پائے آخری قسم کے راگ مابعد الموت کی حالت اور ثواب وعقاب سے وابستہ تھے۔ وہ اکثر مہیب خوف دلانے والے اور دل پر عالم کے فانی ہونے کا اثر ڈالنے والے ہوتے۔ عاشقانہ راگ بھی جنس اس لیے کہ عاشق مرگ کا خواہان ہوتا ہے اسی قسم مین شامل کر دیے گئے۔ خصوصاً اس لیے کہ کنھیا یا سری کرشن جی مہادیو ہی کا ایک اوتار تھے۔ اس قسم کے راگ عموماً ادبرو گ ، کہلاتے۔ اُن کے راگ بھیرون سری راگ اور راگنیان بھیروین۔ پرج۔ کالنگڑا۔ سوہنی۔ سندھ۔ پیلو وغیرہ ہین۔

اس کے بعد جب برہمنون کو راجاؤن کے دربار مین اُن کی مدح کے قصائد گانا پڑے تو اُن کے مناسب رعب داب اور سطوت وشوکت کے راگ ایجاد ہوئے۔ جیسے مالکوس۔ درباری۔ شاہانہ (اڈانہ) وغیرہ۔

مسلمان اپنے ساتھ اپنا موسیقی لائے تھے۔ اُن کا موسیقی سب سے پہلے ابن مسجح نے مدون و مکمل کیا تھا۔ اُس کے بعد جب عراق مین عباسی دربار قائم ہوا تو عربی اور فارسی موسیقی سے مل کے ایک نیا اور نہایت مکمل فن غنا ایجاد ہوا جو ساری دنیاے اسلام مین پھیل گیا۔ اور وہی آخر مین عجمی موسیقی تھا۔ مسلمان اُسی فن کو ہندوستان مین لائے۔ اور جو گوئیے اُن کے ساتھ یہان آئے تھے اُنھین کی یادگار آج کل قوال ہین۔ اُن کے آلات طرب تمرود۔ چنگ۔ شہنائی (سینائی) بربط اور رباب وغیرہ ہین۔

ہندوستان مین ہر چیز پر مسلمانون نے اپنا اثر ڈالا۔ تمام علوم وفنون اور معاشرت کی تمام باتون کو بدل دیا مگر یہان کے موسیقی پر بہت کم اثر ڈال سکے جس کی وجہ عموماً یہ خیال کیجاتی ہے کہ خود یہان کا موسیقی اس قدر باضابطہ اور اعلی درجہ کا تھا کہ اپنی مضبوطی و باقاعدگی کے باعث بیرونی اثر سے متاثر ہی نہ ہوسکا۔ لیکن حقیقت حال اور اُس کا اصلی باعث یہ ہے کہ کسی ملک اور زبان کی موسیقی کی طرف انسان اسوقت توجہ کرتا ہے جب اُس

ملک کا باشندہ بن گئے اور وہان کی زبان و معاشرت کا رنگ اُس پر چڑھ جائے لہذا یہان آنے کے بعد حملہ آور مسلمان جب تک عربی یا عجمی رہے یہان کے موسیقی کی طرف توجہ نہ کی۔ اور جب توجہ کی تو اُس وقت ہندوستانیت اُن کے رگ و پے مین سرایت کر چکی تھی۔ اپنے قومی راگون کو بھول چکے تھے۔ اور یہان کے نغمون کے دلدادہ تھے اُسوقت وہ اس قابل ہی نہین رہے تھے کہ یہان کے موسیقی مین کسی قسم کا تصرف کر سکتے یا اُس مین کچھ نکتہ چینی کر سکتے۔

پھر بھی عجمی قوالون کے نغمون نے ہندوستان کے موسیقی پر تھوڑا بہت اثر ڈال ہی دیا۔ چنانچہ اُن کے متعدد راگ ہندی موسیقی مین شامل ہو گئے۔ زنگولہ (جنگلا) زیلف۔ شاہانہ۔ درباری۔ مقلع (کھماچ) وغیرہ کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ عجمی راگ ہین جو ہندوستانی فن غنا مین شامل ہو گئے ہین

امیر خسرو نے دونون فنون کو حاصل کیا۔ اور دونون کے ملانے کی بہت کچھ کوشش کی۔ کہتے ہین کہ ستار کو انھین نے ایجاد کیا۔ اور یقیناً بہت سی چیزین اُن کی ایجاد کی ہوئی ہین۔ لیکن اس کا پتہ لگانا بہت مشکل ہے کہ امیر خسرو نے یہان کی موسیقی مین کون کون خاص چیزین بڑھائین۔

مسلمانون مین معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہون سے پہلے مشائخ صوفیہ نے موسیقی کی طرف توجہ کی۔ اور حال و قال کی جو صحبتین عراق و عجم کے زہاد سلسلہ مین عبادت کی شان سے قائم تھین ہندوستان مین بھی قائم ہو گئین۔ اور جو گویے اس سے پیشتر بتخانون مین بھجن گایا کرتے تھے مسلمان زہاد و صوفیہ کے حلقہ مین بیٹھ کے معرفت کی غزلین گانے لگے۔

بادشاہون کے دربار مین بھی یہان کے گویے اور گانے ناچنے والی رنڈیان موجود رہا کرتی تھین مگر اُن کا افسر اعلیٰ کوئی عجمی گویا ہوا کرتا جو اُن کے موسیقی پر اپنا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ڈالتا۔ محمد تغلق کے عہد مین دربار کا سب سے بڑا گویا امیر شمس الدین تبریزی تھا اور کل رنڈیان و ارباب نشاط اُس کے زیر حکم تھے۔ انھین دنون دیوگڑھ یعنی دولت آباد کے متصل ارباب نشاط کی ایک پوری بستی آباد تھی جو "طرب آباد" کہلاتی۔ اُس کے چوڑے بازار کے

چوک کے بیچ مین ایک بُرج تھا جس مین روز بعد عصر ارباب نشاط کا چودھری آ کے بیٹھتا اور اُسکے سامنے تمام گویون اور رنڈیون کے طائفے باری باری آ کے گاتے۔ اُن مین سے اکثر مسلمان تھے۔ اور صوم و صلوٰۃ کے پابند۔ اس بستی مین جا بجا مسجدین تھین جن مین ماہ مبارک رمضان مین تراویح پڑھی جاتی۔ بڑے بڑے ہندو راجہ یہان آ کے گانا سنتے۔ کئی مسلمان تاجدارون نے بھی یہان آ کے گانا سُنا تھا۔ اہل طرب کے سرگروہ اور چودھری چونکہ عموماً مسلمان تھے اسلیے ظاہر ہے کہ عربی و عجمی اور ہندوستانی فنون غنا کس قدر مل جل گئے ہون گے۔

ہندو موسیقی کے مرکز شمالی ہند مین متھرا اجودھیا اور بنارس تھے۔ جہان مذہبی عنصر اعظم ہونے کی وجہ سے موسیقی کا فن ہمیشہ پر رونق بازار رہتا تھا۔ جونپور کے سلاطین شرقی مین سے سلطان حسین شرقی کو موسیقی کا شوق بہت تھا۔ وہ خود ایک بڑا گویا تسلیم کیا جاتا اور چونکہ اجودھیا اور بنارس دونون اس کی قلمرو مین تھے اس لیے یقیناً اُس نے ہندوستان کے اس شریف فن کو بڑا فائدہ پہونچایا ہوگا۔

اکبر نے اِس فن کی یہان تک قدر کی کہ اُس عہد کا سب سے بڑا نامور گویا تانسین اُس کے "نورتن" مین شامل ہوا۔ ایک مسلمان شہنشاہ کی یہ توجہ و عنایت دیکھ کے وہ خود یا اُس کا بیٹا بلاس خان مسلمان ہوگیا۔ اس خاندان مین دربار کی قدر دانی سے ہندی موسیقی کو روز بروز عروج ہوتا رہا۔ بعد کے دربارون مین اسی نسل کے گویّے سرفراز ہوتے رہے۔ چنانچہ آج تک اِس خاندان کے لوگ اپنے آپ کو دربار مغلیہ ہی سے وابستہ خیال کرتے ہین۔ عموماً سمجھا جاتا ہے کہ اِسی نسل کے ذریعہ سے ہندون کا یہ فن مسلمانون مین آیا۔ مگر جن واقعات کو ہم بیان کر آئے ہین اُن سے صاف ظاہر ہے کہ اِس خاندان سے بہت پہلے مسلمانون نے اِس ہندی کمال کو حاصل کر لیا تھا۔ چنانچہ فی الحال ہندی موسیقی کے تمام باکمال اور کل نامی گویّے مسلمان ہی ہین۔

دہلی مین اِس فن پر سب سے پہلے شاہجہان بادشاہ کے عہد مین کتاب "شمس الاصوات" لکھی گئی۔ جو اب کہین نہین ملتی۔ پھر اکبر ثانی کے عہد مین میرزا خان نام ایک بزرگ نے پنڈتون اور علمائے سنسکرت کی مدد سے کتاب "تحفۃ الہند" تصنیف کی جس کے دو ہی ایک نسخہ بعض لوگون کے پاس رہ گئے ہین۔ اس مین بہت سے ہندی فنون کو جمع کیا ہے جہان جوتش

تھر، دھناسری، آساوری، ٹوڈی، کانگڑا، بھیرو، آنند بھیرو، جال وغیرہ مختلف فنون پر بحث کی ہے۔ یہاں ہندی موسیقی کو بھی شامل کیا ہے۔

یہی سبب تھا کہ یہ حد تک ترقی ہونے پائی تھی کہ یہ دلچسپ فن دربار لکھنؤ میں منتقل ہوا اور نواب شجاع الدولہ کی قدردانی و فیاضی نے سارے ہندوستان کے موسیقی دانوں کو اودھ کی سرزمین پر لا کے اکٹھا کر دیا۔ یہاں اجودھیا اور بنارس کے موسیقی کے پرانے سکول تو قائم ہی تھے۔ جونپور کے شرقی سلاطین کی قدردانی کی کچھ شان بھی یادگار تھی۔ یہ بھی باقی تھیں ان میں جب دہلی کے باکمال آ گئے اور یہاں میں تمام مستند اہلِ کمال کے استادانِ موسیقی بھی آ کے مل گئے تو خاص شان پیدا ہو گئی۔ اور موسیقی کا دراصل ایک نیا دور شروع ہو گیا۔

شجاع الدولہ کی نسبت مصنف تاریخ فیض آباد لکھتے ہیں کہ انھیں ارباب نشاط کا بڑا شوق تھا۔ ہزارہا گانے والی رنڈیاں عموماً دہلی سے اور نیز دیگر بلاد دور دراز سے یہاں آکے جمع ہو گئی تھیں۔ عام رواج ہو گیا تھا کہ امرا و رؤسا کے علاوہ اور تمام امرا و سرداران فوج بھی کسی طرف کوچ کرتے تو ارباب نشاط اور رنڈیوں کے طائفے ان کے ساتھ ساتھ جاتے۔

اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ نواب آصف الدولہ بہادر کے عہد میں فارسی زبان میں کتاب "اصول النغمات الآصفیہ" لکھی گئی۔ ہندوستان کے فن موسیقی پر اس سے بہتر کوئی کتاب آج تک تصنیف نہیں ہو سکی۔ اگرچہ اس کتاب کے کہیں بہت ہی کم نسخے دستیاب ہوتے ہیں مگر خود میں نے اسے دیکھا اور پڑھا ہے۔ مصنف پتہ نہیں صاحب علم و فضل ہیں۔ عربی فارسی اور سنسکرت تینوں زبانوں میں پوری دستگاہ رکھنے والا معلوم ہوتا ہے جس نے اس امر میں بڑی کامیاب کوشش کی ہے کہ ہندوستان کے موسیقی کو بہت ہی وضاحت کے ساتھ ہر شخص کے ذہن نشین کر دے۔ مولوی اسد اللہ خان صاحب کوکب مرحوم جنھوں نے چند ہی روز ہوئے انتقال کیا موسیقی کے اعلیٰ درجہ کے صاحب کمال استاد تھے۔ اور کلکتہ میں ہندوستانی موسیقی کے پروفیسر مشہور تھے۔ وہ اس کتاب کی نسبت مجھے اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ "موسیقی کا یہ فارسی رسالہ میرے پاس موجود ہے۔ یہ رسالہ ان معتبر کتابوں سے جو اس علم کے متعلق سنسکرت کی قدیم الایام میں مضامین اخذ کر کے بڑی تحقیق اور تدقیق سے لکھا گیا ہے۔" (افسوس یہ لاجواب کتاب آج تک

نہین چھپی اور اس کے نسخے اِس قدر کمیاب ہین کہ اُس کے فنا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس کوئی نسخہ موجود ہو تو ہمین چند روز کے لیے عاریت دین ہم انشاء اللہ چھپوا دین گے۔

یہ رسالہ ہی بتا رہا ہے کہ آصف الدولہ کے عہد کے لکھنؤ مین موسیقی کو کس قدر ترقی ہوگئی تھی۔ اس کا مصنف ایک بڑا محقق معلوم ہوتا ہے جس نے ابن سینا کی کتاب شفا سے لے کے عربی اور فارسی موسیقی کی سب تصنیفات دیکھ ڈالی ہین۔ لہٰذا اسی مضمون کی تکمیل کے لیے ہم نے پروفیسر کوکب مرحوم سے مدد مانگی تھی۔ اُنھون نے جواب مین ہمین جو کچھ لکھا اُسے ہم بجنسہ شائع کیے دیتے ہین۔ اِس سے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ لکھنؤ مین آنے کے بعد موسیقی کی کیا حالت رہی۔ افسوس اب وہ دنیا مین نہین ہین ورنہ ہمین اُن سے بہت زیادہ مدد ملتی۔ خصوصاً اس لیے کہ اپنی نئی کتاب جو فن موسیقی مین لاجواب ہے وہ ہمارے یہان چھپوانا چاہتے تھے۔ آصف الدولہ کے عہد کی ترقی موسیقی تسلیم کرنے کے بعد وہ لکھتے ہین:-

نواب سعادت علیخان کے زمانے مین موسیقی پر اوس پڑگئی۔ غازی الدین حیدر کے زمانے مین اِس فن کا ایک بہت بڑا کامل و اکمل شخص لکھنؤ مین موجود تھا۔ جس کا نام حیدری خان تھا۔ یہ صاحب اپنی وارفتہ مزاجی کی وجہ سے "سڑی حیدری خان" مشہور تھے۔ اور گولہ گنج مین رہتے تھے۔ غازی الدین حیدر کو اُن کا گانا سننے کا بڑا شوق تھا۔ مگر کبھی اس کا موقع نہین ملا تھا۔ ایک روز سہ پہر کو غازی الدین حیدر ہوادار پر سوار دریا کی سیر و تفریح کو نکلے۔ رومی دروازے کے نیچے لوگون نے دیکھا کہ "سڑے حیدری خان" چلے جاتے ہین بادشاہ سے عرض کی کہ "قبلۂ عالم حیدری خان یہی ہین"۔ بادشاہ کو تو اشتیاق تھا ہی حکم دیا کہ "بلاؤ" لوگ پکڑ لائے اور سامنے کھڑا کر دیا۔ بادشاہ نے کہا "ارے میان حیدری خان کبھی ہمین اپنا گانا نہین سناتے ہ"۔ بولے "جی ہان کیون نہ سناؤن گا؟ مگر مجھے آپ کا مکان نہین معلوم ہے"۔ بادشاہ بے اختیار ہنس پڑے اور کہا "اچھا ہمارے ساتھ چلو۔ ہم خود تمھین اپنے مکان پر لے چلین گے"۔ "بہت خوب"

کمرے کے بے تکلف ساتھ ہو لیے۔ چھتر منزل کے قریب ہو پہنچے تھے کہ حیدری خاں اتھے پر سے اکھڑ گئے۔ اور بولے "میں چلتا تو ہوں مگر روپیہ پان اور بالائی منگوا دیجیے گا تو گاؤں گا۔" بادشاہ نے وعدہ کیا۔ اور محل میں بیٹھ کے گانا سننے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں بہت محظوظ ہوئے۔ وجد کا عالم طاری ہوا۔ اور بے خود و بیتاب ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کے حیدری خاں خاموش ہو گئے۔ بادشاہ نے پھر گانے کو کہا تو بولے "حضور یہ تمباکو جو آپ کے پیچوان میں بھرا ہوا ہے بہت ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ آپ کس کی دکان سے منگواتے ہیں؟" غازی الدین حیدر خود بھی شگفتہ مزاج تھے اور بڑے ہی مشہور تھے۔ اس سوال پر منغص ہوئے تو مصاحبوں نے عرض کیا "قبلۂ عالم! یہ سڑی تو ہیں ہی ہے۔ ابھی تک یہی نہیں سمجھا ہے کہ کس سے باتیں کر رہا ہوں۔"

اب لوگ بادشاہ کے ایما سے حیدری خاں کو دوسرے کمرے میں لے گئے روپیہ اور بالائی کھلوائی۔ حقہ بلوایا۔ آپ نے پاؤ بھر پوریاں آدھ پاؤ بالائی اور ایک پیسہ کی شکر منگوائے اپنی بی بی کو بھجوائی (جو اُن کا ہر جگہ معمول تھا۔) جب تک ان کاموں میں رہے بادشاہ نے بادۂ ناب کے جام پیے۔ اور جب نشہ کا زور ہوا تو پھر حیدری خاں کی یاد ہوئی۔ فوراً بلوا کے گانے کا حکم دیا۔ مگر جیسے ہی انھوں نے اپنا نغمہ شروع کیا روک کے کہا "حیدری خاں سنتے ہو اگر مجھے خالی خوش کیا اور رُلایا نہیں تو یاد رکھو کہ گومتی میں ڈبوا دوں گا۔" اب تو حیدری خاں کی عقل ٹھکانے آئی۔ سمجھے کہ یہ بادشاہ ہیں۔ کہا "حضور اللہ مالک ہے۔" اور جی توڑ کے گانے لگے۔ خدا کی قدرت یا یہ کہیے حیدری خاں کی زندگی تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں بادشاہ پر اثر ہوا بے اختیار رونے لگے اور خوش ہو کے کہا "حیدری خاں مانگ کیا مانگتا ہے؟" عرض کیا "جو مانگوں گا دیجیے گا؟" بادشاہ نے وعدہ کیا اور حیدری خاں نے تین دفعہ قبلوا کے کہا "حضور یہ مانگتا ہوں کہ مجھے نہ پھر کبھی بلوائیے گا اور نہ گانا سنیے گا۔" بادشاہ نے تعجب سے پوچھا "کیوں؟" عرض کیا "آپ کا کیا ہے؟ مجھے مروا ڈالیے گا۔ پھر مجھ سا حیدری خاں نہ پیدا ہوگا۔ اور آپ مر جائیں گے تو دوسرا بادشاہ ہو جائے گا۔" اس جواب پر غازی الدین حیدر نے ناراض ہو کے منہ پھیر لیا۔ یہ موقع پاتے ہی حیدری خاں

اپنی جان لے کے بھاگے اور اپنے گھر آئے۔

غرض نصیر الدین حیدر کے زمانے میں ہی ایک باکمال موسیقی دان لکھنؤ میں تھا۔ نصیر الدین حیدر کے زمانے میں تو ہزاروں گانے والے تھے مگر اس پائے کا کوئی نہ تھا۔ محمد علی شاہ اور امجد علی شاہ کے زمانے نہایت اور اتقا اور نمایش کے عہد تھے۔ اس لیے کہ محمد علی شاہ میں پیرانہ سالی کی بےحسی تھی اور امجد علی شاہ بغیر جناب قبلہ و کعبہ سے پوچھے کوئی کام نہ کرتے تھے۔ لہذا اُن کے زمانے میں بعض شوقین رؤسائے شہر اگر ارباب نشاط کے قدردان بھی تھے تو چھپا کے گانا سنتے۔ اس لیے اب اس فن کی جو کچھ قدر ہوئی واجد علی شاہ کی عہد شباب اور تخت نشینی میں ہوئی۔ جبکہ لکھنؤ کا ساغر عیش چھلکنے کو تھا۔ اور گل ہونے والا چراغ آخری مرتبہ بھڑک کے روشن ہوا تھا۔

قدردانانِ سخن!

۱۹۱۵ء کے اختتام پر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کیواسطے جو ناول تیار کیا گیا ہے اُس کا نام "الفانسو" ہے۔ یہ ایک نہایت ہی پُرلطف عاشقانہ اور تاریخی ناول ہے جس کا پلاٹ بالکل نیا ہے۔ جو جزیرہ صقلیہ (سسلی) کی تاریخ سے لیا گیا ہے۔ یہ بہت ہی پُرسوز و گداز ناول ہے جو دلوں پر خاص اثر ڈالتا ہے۔ سابق کے ناولوں کے دیکھتے یہ ناول زیادہ بھی اہتمام سے چھپا ہے۔ ناول الفانسو دسمبر ہی میں تیار ہو جائے گا۔ اور ۱۹۱۶ء کے پہلے مہینے میں جنوری کے دلگداز کی اشاعت [illegible] کے ساتھ وی۔پی [illegible] پر روانہ ہو جائے گا۔ امید ہے کہ قدردانانِ دلگداز [illegible] وی پی وصول فرمانے کے لیے تیار رہیں گے۔ اور اگر کہیں باہر تشریف لیجائیں گے تو اپنے گھر والوں سے کہہ جائیں گے کہ وی پی کے وصول کرنے کا انتظام کر جائیں۔ اکثر حضرات کی غیبت میں لوگ وی۔پی کو واپس کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ [illegible] اُن کو دفتر دلگداز سے شکایت پیدا ہوتی ہے اور پھر اُنھیں نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

جو خریداران دلگداز قلمرو آصفیہ حضور نظام خلد اللہ ملکہ و حشمتہ کے اُن مقامات میں ہیں جو کہ انگریزی ڈاکخانہ سے علاقہ نہیں رکھتے اور وی پی اُن کے پاس نہیں پہنچ سکتا اُن کے لیے مناسب ترین صورت یہ ہے کہ ۱۲ [illegible] رقم منی آرڈر کے ذریعہ سے بھیج دیں ہم اُن کی خدمت میں ناول کو رجسٹری کرا کے روانہ کر دیں گے اور تلف ہونے کا اندیشہ نہ رہیگا۔ اگر اس سے ایک آنہ بھی کم آئیگا تو ہم ناول کو بیرنگ بھیج دیں گے۔ سوا اس کے اور کوئی قابل اطمینان صورت اُن کی خدمت میں ناول بھیجنے کی نہیں ہے۔

خاکسار منیجر دلگداز۔

...ری عرض

...بر دلگداز

تصانیف جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر کے ترجمے

- فتح اندلس ۔ ۸عہ/
- فتاۃ غسان ۔ سے/
- ارمانوسہ ۔ ۱عہ/
- تمدن اسلام ۔ سے/

نہایت دلچسپ انگریزی ناولوں کے ترجمے

- گنجینہ سراغ رسانی ۔ ۸عہ/
- نیرنگ زنگ ۔ ۱۲/
- مکار سرپرست ۔ عہ/
- جفا و فا ۔ ۱۲/
- بادشاہ سلامت عہ/
- چابک سوار معشوقہ ۔ ۹/
- جوش خون ۔ ۱۴عہ/
- خوبی قسمت عہ/
- جنگ جرمن و بلجیم ۔ ۱۲/
- فرانس کا شاہزادہ ۔ ۸/
- حاجی بابا اصفہانی ۔ ۱۴عہ/
- لال کپتان ۔ ۱۲/
- کمند گیسو ۔ ۲/
- مرد میدان کامل ۔ عہ/
- پرستان کی پری ۔ ۴/
- کرشمۂ رقابت ۔ ۲/
- منچلا جوان ۔ ۶/

- درد دل ۔ ۲/
- انتقام ۔ ۱۲/
- انگلستان کا کچا چھٹا ۸/
- روح لیلی ۔ ۸/
- جذبۂ عشق ۴/
- فسانۂ دو جہان عہ/
- محمد علی پاشا ۱عہ/
- کوہ قاف کی پری ۸/
- کمسن ۔ ۴/
- جان نثار ۔ ۲/
- جنت الفردوس عہ/
- روز الیمبرٹ کامل مع خلاصہ
- ثمرۂ نیکی ۔ ۱۲/
- اسرار حرم عہ/

بنگالی ناولوں کے ترجمے

- بسنتی دیوی ۔ ۸/
- بردگ یار دھنی ۔ ۶/
- اندرا ۔ ۸/
- مار آستین ۔ ۸/
- پرتاب ۔ ۶/
- مرنالنی ۔ ۴/
- رادھا رانی ۔ ۳/
- مظلوم لڑکی ۲/

- پاربتی ۔ ۲/
- مقدس دیوی ۶/
- تارا وتی ۔ ۶/
- وقت کا پتلہ ۔ ۲/
- چنچل جاسوس ۔ ۱/

دوسرے دلچسپ ناول

- زرم بزم ۔ عہ/
- عقد الجواہر ۔ ۸عہ/
- اسرار ہند ۔ ۱۲/
- کرشن کانتا ۔ ۱عہ/
- حور عین ۔ عہ/
- سیتر یاع ۔ ۶/
- درد فراق ۔ ۴عہ/
- ناشاد ۔ ۴عہ/
- زیب النسا ۔ عہ/
- جنگ بلقان ۔ ۸عہ/
- خضر شباب ۔ ۴/
- درد عشق ۔ ۲/
- جلوۂ ناول ۔ ۴/
- کیفر کردار ۴عہ/
- سلطان ۸عہ/
- عاشق شیطان ۔ عہ/
- ڈاکٹر کی بیٹی ۔ ۸/
- نشتر ۔ ۴/

تصانیف مولنا شرر صاحب

- ماہ ملک ۔ ۱عہ/
- یوسف نجمہ کامل ۸عہ/
- مقدرات عہ/
- خوفناک محبت ۔ ۴عہ/
- مقدس نازنین ۔ ۱۲/
- فلورا فلورنڈا مع حصولی ۱۰/
- حسن انجلینا ۔ ۵/
- منصور موہنا ۔ ۵/
- ملک العزیز ورجنا ۔ ۵/
- درگیش نندنی ۔ ۵/
- فردوس بریں ۔ ۴/
- شہید وفا ۔ ۴/
- دلچسپ کامل ۔ ۲/
- دلکش کامل ۔ ۵/
- میوۂ تلخ ۲/
- حسن بن صباح ۔ ۱/
- تاریخ بغداد ۔ ۱/
- افسانۂ قیس ۔ ۱/
- بدر النسا کی مصیبت ۱/
- سر سید کی دینی برکتیں ۔ ۲/
- لارڈ بیکن ۔ ۱۲/
- ڈاکو کی دولھن ۲/
- زمانہ اور اسلام ۳/
- شب غم ۔ ۱/

المشتہر محمد صدیق حسن پروپرائٹر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

کلیات و دیوان

کلیات ظفر کامل عہ؍	کلیات آتش ۸؍	کلیات امیر اللہ تسلیم ۱۱؍	کلیات میر تقی میر عہ؍
کلیات سودا عہ؍	کلیات انشاء اللہ خان عہ؍	کلیات ناسخ ۱۰؍	کلیات نظیر اکبر آبادی ؏؍
کلیات صفدر عہ	دیوان غالب ۴؍	دیوان رند ۷؍	دیوان داغ ؏
گلزار داغ ۸	آفتاب داغ ۱۲؍	دیوان ذوق ۸؍	دیوان میر زاہد غیب ۱۱؍
دیوان امیر صنم خانۂ عشق عہ؍	دیوان خواجہ وزیر ۱۲؍	دیوان میر حسن ۸؍	دیوان خواجہ میر درد ۲؍

متفرق نادر روزگار کتابیں

مفید المفتی - فقہ حنفی کی نہایت سچی ہوئی تاریخ ترجمہ مع مقدمہ ہے جس میں حضرت امام اعظم اور ان کے بعد کے مشاہیر علماء حنفیہ کے مختصر حالات وضاحت سے درج ہیں - اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ فقہ حنفیہ کے مفتی کون کون بزرگان سلف و مصنفان مستند کے اقوال پر بھروسا کرنا چاہیے - اور دوسری صدی ہجری سے لے کے آج تک کے مشاہیر علماء کی فہرست ہے - اس کے بعد اصل کتاب میں حروف تہجی کی ترتیب سے تمام کتب فقہیہ کی مکمل فہرست ہے - کاغذ اور چھپائی اعلیٰ درجے کی ہے قیمت ؏؍

شہادت نامہ - مصنفہ حضرت قطب الاقطاب جناب مولانا شاہ حافظ علی انور صاحب قلندر رحمۃ اللہ علیہ کاکوروی اس سے بہتر اور اس قدر جامع کوئی شہادت نامہ آجتک نہیں لکھا گیا - قیمت فیجلد ۶؍

اردوے معلی - شاعری کے بادشاہ نثاری کے ماہر مرزا اسد اللہ خان غالب کے رقعات کا مجموعہ جو انھوں نے اپنی حیات میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کو لکھے قیمت فی جلد عہ؍

دبدبہ امیری - یعنی امیر عبدالرحمن خان مرحوم والی افغانستان کی سوانح عمری - اس کتاب میں امیر مرحوم نے اپنی روزانہ زندگی کے تفصیلی واقعات اور افغانستان اور انگلستان اور روس کے تعلقات خود اپنے قلم سے لکھے ہیں قیمت فیجلد عہ؍

دولت درانیہ - احمد شاہ درانی کے مفصل حالات ہندوستان پر تواتر حملے سکھوں اور مرہٹوں کی مشہور معرکہ آرائیاں بڑے بسط و توضیح سے بیان کی گئی ہیں - عہ

تاریخ اسپین - مسلمانوں کا اسپین پر حملہ اور پوری طرح مسلط ہونے تک جو واقعات پیش آئے ہیں وہ سب نہایت عمدگی سے مختصر طور پر درج کر دیے گئے ہیں قیمت - عہ؍

شباب لکھنؤ - ایک انگریز سیاح نے جو سلطنت اودھ کے عروج کے زمانے میں لکھنؤ آیا تھا خود اپنے اوپر گزرے ہوئے اور چشم دید واقعات نہایت قابلیت سے لکھے ہیں یہ اس کتاب کا اردو ترجمہ ہے - کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں اگر آپ نے یہ کتاب اب تک نہ دیکھی ہو تو اب ضرور ملاحظہ فرمائیے -

قیمت فی جلد مجلد عہ؍

اجتہاد - شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم کی
نہایت معرکہ آرا تصنیف جس مین دلائل عقلیہ اور
براہین قاطعہ سے اسلام کے تمام معتقدات اور اصول
واعمال کا فطرتی ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اسے پڑھکر کوئی
شخص اسلام کی حقانیت اور ارکان اسلام کی
معقولیت کا گرویدہ ہوئے بغیر نہین رہ سکتا۔ عہ/

فسانۂ عجائب - آفتاب تابان سے زیادہ مشہور
ومعروف کتاب - ایسی عبارت رنگین مقفی مسجع کسی
دوسری کتاب مین نہین ہے قیمت فیجلد ۵/

سروش سخن - بجواب فسانۂ عجائب یہ مشہور ومعروف
فسانہ سید فخر الدین حسین مرزا غالب کے شاگرد کی تصنیف
ہے۔ عبارت نہایت اعلیٰ پایہ کی ہے قیمت - ۵/

مخمس حبیب - طبع زاد مولوی سید محمد کاظم صاحب
بر ترکیب بند موسوم بہ شکوۂ ہند (حالی) ۴/

میڈیکل جیورس پروڈنس یعنی طب متعلقہ
مقدمات فوجداری - یہ ایک اعلیٰ درجے کی ضخیم
اور نہایت ہی عمدہ سفید عام پر بسائز کرہ کی چھپی
ہوئی کتاب ہے جس مین جراحی کا جسقدر حصہ
عدالت اور قانون سے تعلق رکھتا ہے بڑی تفصیل
سے اور مستند طریقے پر بیان کیا گیا ہے استفادہ اور
خوبی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ
مترجم مولوی سید طلیقضا ... ہیں - کسی قانونی کتب خانہ
اور کسی وکیل کی الماریون کو اس کتاب سے خالی
نہ ہونا چاہیے - خصوصاً انگریزی نہ جاننے
والے وکلا کے لیے یہ کتاب ایک نعمت
غیر مترقبہ ہے - قیمت فی جلد ۶ رعایتی للعہ

صبح امید - مع مسدس قومی مصنفہ مولانا
شبلی صاحب نعمانی رح قیمت فیجلد ۲/

تازہ ترین اشاعتین

جنرل فریڈرک برن ہارڈی کی شہرۂ آفاق تصنیف **جرمنی اور آیندہ جنگ**
کا سلیس اردو ترجمہ اس کتاب مین جنرل مذکور نے بطور پیشین گوئی موجودہ جنگ کے واقعات
لڑائی سے تین سال قبل تحریر کر دیے تھے۔ اس کے مطالعہ سے ہر ایک سلطنت کی بری وبحری قوت
مع نقشہ جہازات و تعداد افواج اور اُس کے مقابلے مین جرمنی کی تدابیر جنگ اور اصول معرکہ
آرائی سے آپ بخوبی واقف ہو جائین گے تعداد طبع محدود ہے لہذا جلد منگوا لیجیے قیمت عہ/

معارج الدین - مصنفہ جناب مولوی سید نواب علی صاحب - ایم - اے - پروفیسر بڑودہ کالج -
اس کتاب مین دکھایا گیا ہے کہ دنیا بھر کے مذاہب مین صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو موجودہ سائنس و فلسفہ کے مقابلے مین
ٹھہر سکتا ہے علاوہ اسکے مصریون - ہندون - یونانیون - زردشتیون - یہودیون - اور عیسائیون کے عقائد بھی بتا دیے
گئے ہین - لکھائی چھپائی عمدہ ہے قیمت فیجلد عہر/

المشتہر

محمد صدیق حسن پروپرائٹر مہذب بک ایجنسی کٹرہ برن بیگ خان لکھنؤ

دلگداز

اُردو کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولٰنا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر

سب ایڈیٹر

مولوی محمد صدیق حسن صاحب

منیجر و پبلشر

خاکسار حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

جو

دلگداز پریس میں چھپ کے لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خاں سے شائع ہوا

سنہ ۱۹۱۵ء کا چل چلاؤ

لوگو جان جب سال حال دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور اس عالم آباد کو چھوڑ جاتا ہے جہان سے جا کے کبھی کوئی واپس نہین آیا۔ ہم مسلمان ہمیشہ سے عادی ہین کہ ہر سال اپنے ۳۶۵ دن یا بارہ مہینے کے انیس صحبت کو رو دھو کے اور آنسو بہا کے رخصت کیا کرین۔ ماہ مبارک رمضان کو ہر برس ہم جس سوز و گداز سے "الوداع" کہا کرتے ہین کوئی کسی مہینہ کو نہین رخصت کرتا۔ ختم سال کے بعد ہم ہر سال ماہ محرم مین غم حسینؑ ہی کے بہانے سے خوب جی کھول کے رو لیا کرتے ہین مگر اس سال مین یہ خاص بات ہے کہ اس کے جانے کے وقت ہر قوم اور ہر شخص کا دل بھرا آتا ہے۔

کیا یہ اس لیے ہے کہ یہ سال اپنی چند روزہ زندگی مین جانبازان وطن اور دلدادگان وفا کو جو جام مرگ اور شربت شہادت پلاتا رہا تھا آج خود پینے کو ہے؟ بے شک یہی معلوم ہوتا ہے جو سرفروشان وطن اور حامیان دولت اس گذشتہ مدت مین اس کے ہاتھ سے زخمی اور نذر اجل ہوئے تھے اُن کی آہون کا تیر ہے آج یہ خود زخمی ہوا۔ اور جن شہیدان وفا کو یہ سال مسلسل بارہ ماہ تک آغوش فنا مین سُلاتا رہا تھا اب اُنھین کے پاس لیٹ کے یہ خود اُس ابدی آغوش کا مزہ لینے والا ہے۔

سنہ ۱۹۱۵ء کا خیر مقدم ادا کرتے وقت ہم نے کہا تھا کہ یہ سال انسانی خون کے جام نوش کرتا ہوا آیا ہے۔ اور اسے سمجھایا تھا کہ بظاہر اسباب آپ بہت پیاسے معلوم ہوتے ہین۔ اور خرابی یہ ہے کہ جتنی پیاس آپ کو ہے اُتنا لہو ہماری رگون مین نہین۔ اس لیے ذرا رُک رُک کے پیجیے اور مستسقی کی طرح خم کے خم نہ لنڈھاتے چلے جائیے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ العطش پکارتے رہ جائین

اور ہم اپنا خون پیش کرنے مین حق مہانداری نہ ادا کر سکین۔ مگر افسوس اِس ڈریا نوش نے ایک نہ سُنی اور خونخواری کی پیاس بجھانے مین بے اعتدالی ہی کرتا رہا۔

خیر ہم نے تو جس طرح بنا نباہ دی۔ کبھی اِس کی نوبت نہ آنے پائی کہ اس نے لہو کا جام مانگا ہو اور ہماری طرف سے کمی ہوئی ہو۔ جوش اطاعت و وفاداری مین اور حق مہانداری ادا کرنے کی دُھن مین ہماری سوکھی رگون سے خون اُبلنے لگا۔ اور ہم نے اِس طرح جی کھول کے پلایا کہ چاہیے تو زبان سے نہ قبول کرے مگر اس کے معدے مین گنجایش نہیں باقی رہی تھی۔ اُس پر بھی وہ برابر پیتا چلا گیا۔ اور انجام یہ ہوا کہ خود جان دی۔ بہر تقدیر آج ہم مسرت و اطمینان سے کہہ سکتے ہین کہ ہم سے اپنا خون پیش کرنے مین ایسی خلاف اُمید بے جگری ظاہر ہوئی کہ ہم جام خون پیش کرنے مین نہ تھکے اور اِس کی خون آشامی کی ہوس نے جواب دیدیا۔

۱۹۱۵ء کے اِن مظالم۔ اِس خون آشامی۔ اِس بے رحمی۔ اور اِن سلوکون کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ بہت بُری موت مرتا ہے۔ مگر افسوس اِس کے خونین کارنامے بھولنے والے نہین ہین۔ دنیا کو یہ سال ہمیشہ یاد رہے گا۔ اور ابتداے تخلیق عالم سے اِسوقت تک شاید کوئی ایسا برس نہ گزرا ہو گا جو خونریزی مین اس کا مقابلہ کر سکے۔

دنیا مین بڑی بڑی لڑائیان ہوئی ہین۔ وحشی سے وحشی قومون نے متمدن ملکون پر یورشین کی ہین۔ اور انتہا درجہ کی سنگدلی و بے رحمی سے اُنھین لوٹا مارا ہے مگر جیسا سیلاب خون اب آیا ہے کبھی نہ آیا تھا۔ ۱۹۱۴ء نے چل چلاؤ کے وقت دنیا مین یہ آگ لگائی تھی جسے اپنے سامنے ہی ٹرکی تک پہونچادیا۔ ۱۹۱۵ء نے آکے اِس خوفناک آگ کو اور بھڑکایا۔ تمام ریاست ہاے بلقان کی خموشی کی وجہ سے مشرقی یورپ تباہی سے بچا ہوا تھا۔ مگر اِس سال نے بلغاریہ والون کو بہکا کے مہذب اتحادیین کی مخالفت پر آمادہ کر دیا۔ اور جو آگ مغربی یورپ مین لگی تھی جزیرہ نماے بلقان کے قلب مین مشتعل ہو گئی۔ یونان کی بے وفائی سے ہمین کچھ کرتے دھرتے نہ بنی اور سرویا کو شمال سے جرمن و آسٹریا نے اور مشرق سے بلغاریہ اور ترکون نے

اس طرح کھلا کہ اگر ۱۹۱۴ء کی شہید کی ہوئی سلطنت بلجیم تھی تو ۱۹۱۵ء کے ہاتھ کی شہید سرویا ہے۔ اور جیسے سال گذشتہ نے شاہ بلجیم کو شاہ بے مملکت بنایا تھا۔ اس سال نے شاہ سرویا کو بنا دیا۔

اس سال کے آغاز میں جرمن کی تحت البحر کشتیوں نے بہت کچھ اودھم مچا رکھا تھا مگر انگلستان کی بحری قوت آخر غالب آئی۔ برٹش تحت البحر کشتیاں بالٹک یعنی خاص جرمنی کے سمندر میں جا پہونچیں۔ اور اس فتنہ جو سلطنت کی تجارت کو قطعاً مسدود کر کے دنیا اس پر تنگ کر دی۔ اور امید تھی کہ بہت جلد وہ پناہ مانگنے لگے گا۔ مگر بلغاریہ و یونان کی بے وفائی اور ترکوں کی بے مروتی نے اس کے لیے خشکی ہی میں سے تجارت کا راستہ کھول دیا۔ اور مشرق کے ایک ایسے میدان میں پہونچا دیا جہاں اس کی تجارت ہی کو کافی فروغ نہ ہوگا بلکہ بہت سی جنگجو قومیں بھی اس کے جھنڈے کے نیچے لڑنے کو مل جائیں گی۔ افسوس اتحادیین کی اس ناکامی نے اس خونبار لڑائی کی عمر بڑھا دی۔ اور مشکل سے امید کی جا سکتی ہے کہ آنے والے برس کو اس آگ کے بجھانے کا موقع ملے۔

بہر حال ۱۹۱۵ء بھی سب سے بڑا جنگ پسند فتنہ خیز اور امن و امان کا دشمن تھا۔ ہم مشرق کے ایک ایسے کاشانۂ امن میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ سوا لڑائی کے کارنامے سن لینے یا بعض تجارت کی دشواریوں میں مبتلا ہو جانے کے اور کسی مصیبت سے ہمیں سابقہ نہیں پڑا ہے۔ اگر ہمیں فکر ہے تو اتنی کہ اپنی پرشکوہ سلطنت اور اپنی جہانگیر دولت برطانیہ کے ساتھ ہمدردی کریں۔ اور روپیہ اور سپاہیوں سے اسے مدد دیں۔ اس کے سوا اور کوئی اندیشہ ہمارے لیے نہیں ہے۔ مگر اس سال نے ہماری تشویش بھی بڑھا دی۔ لڑائی کی آگ روز بروز ہم سے قریب ہوتی جاتی ہے۔ اور گو ہمیں امیر کابل کی وفاداری پر پورا بھروسا ہے مگر اس دار و گیر کے میدان کے وسیع ہونے کا یہ رنگ ہے کہ جو آگ اگست ۱۹۱۴ء میں فرانس اور جرمن کی سرحد تک محدود تھی سنہ مذکور کے دسمبر میں قسطنطنیہ تک پہونچ گئی۔ ۱۹۱۵ء کے آغاز ہی میں مملکت عراق مشتعل ہوئی۔ بعض سواحل عرب میں اس کی چنگاریاں نظر آئیں۔ چند روز بعد ایران و ٹرکی کی سرحد پر اس کے لوکے دکھائی دیے۔ اور جہیں کوہ سینا پر کبھی حضرت موسیٰ کو تجلی الٰہی نظر آئی تھی اسے تازہ جنگ نے ایک سخت کوہ آتش فشاں بنا دیا۔ لیکن اب اس سال کے خاتمہ پر ہم ایران

کی حالت بھی اچھی نہین دیکھتے۔ وہان کی سلطنت بے شک ہمارے ساتھ ہے۔ مگر رعایا کو عثمانی و جرمنی اثر نے ایسا برافروختہ کر دیا ہے کہ ساسانیون کا یہ قدیم ملک بجاے اس کے کہ ہماری طرح خاموشی سے بیٹھ کے امن و امان کی لذت سے آشنا ہو خود ہی بلا اپنی مول لیے لیتا ہے۔

اس کے ساتھ بدنصیبی سے ہندوستان مین ایک ایسا شامت زدہ گروہ پیدا ہو گیا ہے جو چاہے کر کچھ بھی نہ سکے۔ مگر دنیا بھر مین ہندوستان کو بدنام کر رہا ہے۔ لاہور اور بنارس کے مقدمات سازش کاش آج کل نہ اٹھائے جاتے کہ دشمنون کو ہندوستان کے بدنام کرنے کا موقع ملتا۔ مگر ضرورت اور مجبوری نے گورمنٹ کو آمادہ کر دیا اور وہ مقدمات اگرچہ باقاعدہ سول عدالتون کے سامنے پیش کیے گئے۔ مگر ہمارے دشمنون کو کہنے کو ہو گیا کہ ہندوستان مین بھی بغاوت کی چنگاری خاک کے نیچے دبی ہوئی ہے۔

اے بےرحم ۱۹۱۵ء تو اور جو چاہتا کرتا مگر ہم سے خاموش صلح جویون کو تو بدنام نہ کرتا! افسوس تو نے ہماری وفاداری مین بھی داغ لگا دیا۔ اگرچہ ہماری عدالت پناہ سلطنت ہم سے ہر طرح مطمئن ہے۔ جانتی ہے کہ ہمارے لاکھون ابناے وطن پرچم علم کے سایہ مین جانین دے رہے ہین۔ ہمارے والیان ملک تاج کی حمایت مین جان و مال قربان کرنے کو تیار ہین مگر پھر بھی یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ ہندوستان کی خاک کا ایک پتلا بھی اپنی سلطنت سے بے وفائی کرے۔

حسن کی کرشمہ سازیان

(حمیدہ بنت نعمان بن بشیر)

یہ اُس زمانے کی ایک صاحب جمال خاتون ہے جب عربون نے ترقی اسلام کے طفیل مین دنیوی عروج حاصل کر کے اپنی سوسائٹی کو نہایت ہی متمدن اور اپنی معاشرت کو تہذیب و آداب کا بہترین معیار بنا لیا تھا۔ حمیدہ ہجرت کی

پہلی ہی صدی مین تھی اور سوسائٹی کے آداب و اخلاق مین شہرت حاصل کرنے کے ساتھ ایک بے مثل شاعرہ خیال کی جاتی تھی۔ باپ کے گھر مین جو اکثر ممالک کے گورنر رہے تھے اپنی دو بہنون ہند اور عمرہ کے ساتھ پل کے بڑی ہوئی۔ پڑھا لکھا اور شعر و سخن مین نمود حاصل کی۔ جب اُس کے اشعار لوگون مین پسند کیے جانے لگے تو اپنے حسن و جمال اور اپنی قابلیت پر ناز کرنے لگی۔ اور دل مین یہ خیال پیدا ہو گیا کہ "ہم چو من دیگرے نیست" کسی کو اپنے برابر اور اپنا ہم پلہ نہ جانتی نتیجہ یہ ہوا کہ شوہر کو خاطر مین نہ لاتی۔ اُسے اپنے سے ذلیل و حقیر خیال کرتی۔ اور جس کسی سے شادی ہوتی اُس کا ناطقہ بند کر دیتی۔ اُس مین کوئی بھی عیب نظر آیا اور اُس نے اُسے تنست الزام کرنا شروع کیا۔ یہان تک کہ اُس کی شوخ زبان سیف بُرّان کا کام دینے لگی۔ اور شرفاے عرب اُس کے اس حربے سے خوف کھانے لگے

اتفاقاً حارث بن خالد جو اُمراے عرب مین تھے خلیفہ عبدالملک بن مروان سے ملنے کے لیے دمشق مین آئے۔ نعمان بن بشیر اُن دنون شام کے شہر حمص کے والی تھے۔ حمیدہ باپ کے پاس تھی مگر اُس کے حسن و جمال اور اُس کی طباعی و سخن سنجی کی دمشق مین دھوم ہو رہی تھی۔ حارث نے جو اُس کے صفات سُنے تو نکاح کا شوق ہوا۔ اور بغیر اس کے کہ کسی سے مشورہ کرین نعمان کے پاس حمیدہ کے لیے اپنا پیام بھیج دیا۔ نعمان نے فوراً منظور کر کے عقد کر دیا۔ اور حارث اُسے رخصت کرا کے اپنے گھر لے گئے۔ نکاح کو چند ہی روز ہوئے تھے کہ میان بیوی مین بگڑی۔ اور حمیدہ نے چھوٹتے ہی میان کی ہجو کہ ڈالی۔ جو اُس بی زبان سے نکلتے ہی تمام لوگون مین مشہور ہو گئی۔ یہان تک کہ وہ اشعار عبدالملک کے بھی گوش گزار ہو گئے۔ حارث نے بھی جواب مین بی بی کی ہجو کہی۔ مگر ان کے اشعار مین وہ لطافت اور شوخی کہان سے آتی؟ اُن کے شعر ایسے پھیکے اور بے مزہ تھے کہ کسی کو لطف نہ دیتے اور حمیدہ کے اشعار ہر ادنٰے و اعلٰی کی زبان پر ہوتے۔ جب یون زور نہ چلا تو حارث نے جھنجھلا کے اُسے طلاق دے دی۔ مگر افسوس جو رسوائی ہو چکی تھی وہ قیامت تک کے لیے لوح زمانہ پر لکھ گئی۔

اب روح بن زنباع نے جو اُس عہد کا ایک ناموریہ سالار اور ارکان دولت مین سے تھا حمیدہ سے شادی کی۔ ابھی اِس کو زیادہ زمانہ نہین ہوا تھا کہ روح کے گھر مین کوئی تقریب پیش آئی۔ اُس مین اُن کے قبیلہ بنی جذام کے تمام لوگ جمع ہوئے۔ اور حمیدہ اُنھین پردے سے جھانک جھانک کے دیکھنے لگی۔ یہ بات روح کو ناگوار ہوئی۔ برہمی کے ساتھ اندر آئے اور اُسے بُرا بھلا کہا۔ اُس کا جواب حمیدہ نے تمسخر کے لہجے مین یہ دیا کہ تمھارے قبیلہ والون سے حلال تعلق پیدا کرنا تو مجھے گوارا ہی نہین ہے حرام بھلا کیا کرون گی؟" روح کو یہ فقرہ بہت ہی ناگوار ہوا۔ اور بھرے رہنے لگے۔ رُکا دیکھا تو حمیدہ نے اُن کی بھی ہجو کہہ ڈالی۔ اب نتیجہ یہ ہوا کہ باہر بازار مین روح کی جو صورت دیکھتا بے اختیار وہ شعر اُس کی زبان پر جاری ہو جاتے۔ روح بھی ایک مسلّم ادیب اور شوخ طبع شاعر تھا۔ جواب ترکی بہ ترکی دیا۔ اور لوگون کو اُس کے شعرون مین خوب مزہ آیا۔ حمیدہ نے اور شعر لکھے۔ روح نے بھی زیادہ زور طبع دکھایا۔ اور میان بی بیون مین خوب نوک جھونک ہونے لگی۔ اور اُوپر والے لطف اُٹھانے لگے۔

آخر کار رُو بدُو کی نوبت آگئی۔ اور دونون میان بی بیون نے آمنے سامنے بیٹھ کے ہجو کہنے مین بدیہہ گوئی کا کمال دکھانا شروع کیا۔ حمیدہ ایک شعر کہتی روح اُسی دم اُسی قافیہ مین جواب دیتا۔ ہوتے ہوتے روح کی طبیعت دار ہی نے جواب دے دیا۔ اور بی بی کی سخن آفرینی کے مقابل بغلین جھانکنے لگا۔ یہی دن تھا جب سب کو نظر آگیا اور یقین ہو گیا کہ روح کی شاعری حمیدہ کو نہین پہونچتی اِس مقابلہ مین غالب آنے کے بعد حمیدہ نے دو شعر فی البدیہہ اپنی تعریف اور اپنی فضیلت مین کہے۔ اُن کا جواب طبیعت پر زور ڈال کے روح نے ایسا دیا کہ حمیدہ لاجواب ہو گئی۔

ایسے میان بی بی زمانے نے کبھی کا ہے کو دیکھے ہون گے جو گھر مین ہم بغل اور پلنگ مین ایک دوسرے کے حریف و دشمن ہون۔ مذکورہ بالا مناظرہ کے بعد بھی دونون مین برابر چوٹین چلتی رہین۔ اور اب پھر حمیدہ نے ہجو گوئی مین ایسا

زور بڑھا کہ روح کا ناطقہ بند ہوگیا۔

ایک دن حمیدہ نے روح کی طرف خطاب کرکے کہا "تم بنی جذام مین کیسے ہو؟ حالانکہ تم مین تین باتین ایسی ہین جو قبیلہ بنی جذام کے کسی شخص مین نہین ہوسکتین۔ اوّل تو تم کالے اور سانولے ہو۔ اور بنی جذام سانولے نہین ہوتے۔ دوسرے تم بزدل اور نامرد ہو۔ اور بنی جذام کے لوگ اکثر بہادر ہوتے ہین تیسرے تم مین حسد اور رقابت کا مادہ بہت ہے یہ بھی بنی جذام مین نہین ہوا کرتا" — روح نے جواب دیا "تم بکا کرو۔ مین قبیلۂ جذام کے شریف ترین گھرانے کی یادگار ہون۔ اور شرافت مین کوئی میرا مقابلہ نہین کرسکتا۔ رہی بزدلی تو سنو۔ میرے پاس فقط ایک جان ہے دو ہوتین تو ایک کو بے جگری سے خرچ کر ڈالتا۔ لیکن جب ایک ہی ہے تو پھر اُس کی حفاظت نہ کرون تو کیا کرون؟ اب تیسری بات کا جواب بھی سُن لو۔ بے شک مجھ مین جوش رقابت ہے۔ مین نہین چاہتا کہ میری چیز پر کوئی اور بھی تصرف کرے۔ اور عورت کے بارے مین تو میرا جوش حد سے گزر جاتا ہے۔ کیونکہ مرد اور عورت چیز ہی ایسی ہے کہ اُس مین دوسرے کی ذرا سی شرکت بھی انسان سے نہین برداشت ہوسکتی۔ خصوصاً جبکہ جورو تمھاری سی گدھی ہو جو نیک و بد کو بھی نہین جانتی تو وہ ہر وقت اُس کی نگرانی نہ کرے تو کیا کرے؟"

بہرحال روح سے اُس سے روز جھگڑا رہتا۔ لیکن باوجود ان تمام جھگڑون کے روح کو حمیدہ کی یہ سرکشی کی ادا کچھ ایسی بھاگئی تھی کہ سب باتین گوارا کرتا مگر طلاق نہ دیتا تھا۔ ایک دن حمیدہ کی شوخ ادائیون پر ایسا بگڑا کہ کہا "یا اللہ! اگر حمیدہ میرے بعد زندہ رہے تو اسے ایسے شوہر سے سابقہ پڑے جو کس کس کے اس کے مُنہ پر تھپڑ مارے۔ اور اس کے آغوش مین بیٹھ کے قے کرے"۔ بعض وقت زبان سے جو کلمہ نکل جاتا ہے بے پورا ہوئے نہین رہتا۔ یہ بھی اُسی قسم کی بات تھی جو روح کی زبان سے نکلتے ہی حمیدہ کی قسمت مین لکھ گئی۔

مگر باوجود اس طرح کوسنے کے روح حمیدہ کو چھوڑتا نہ تھا جو شاید اُس خیال سے

ہو کہ اگر مین طلاق دونگا تو یہ مہر کی رقم ٹکڑے ٹکڑے وصول کر لے گی - مگر حمیدہ عاجز آ گئی تھی - اور اِس اُدھیڑ بُن مین تھی کہ اُس سے طلاق لے کے کسی اور سے نکاح کرے - چنانچہ جب زوج نے کسی طرح نہ چھوڑا تو قاضی کے سامنے اُس نے خلع کی درخواست پیش کر دی - قاضی نے وجوہ سُن کے فیصلہ اُس کے موافق کیا - اور اُسے زوج کے عقد سے آزادی ملی -

زوج کے پنجے سے چھوٹنے کے بعد مدت تک حمیدہ اکیلی ہی رہی - اور اُسے بیوہ کی سی زندگی بسر کرنا پڑی - جس کا سبب یہ تھا کہ اُس کے لیے کسی کا پیام ہی نہ آتا تھا اگرچہ اُس کے حسن و جمال کے سب معترف تھے - اُس کی قابلیت اور علمی خوبیون کا بھی سب کو اعتراف تھا - مگر اُس کی زبان درازی اِس قدر مشہور ہو گئی تھی کہ سب پناہ مانگتے اور کسی کو پیام دینے کی جرأت نہ ہوتی - اُسکی شاعری - اُس کے ادبی کمالات - اُس کی فصاحت و بلاغت - اُس کی نازک خیالی - اور اُس کی نفاست مزاج کا سکہ دنیاے اسلام مین اِس قدر بیٹھ گیا تھا کہ بڑے بڑے شعرا اور عالی مرتبہ فضلا اُس کی زیارت کے آرزومند تھے - مگر اُس کے غرور و ناز اور اُس کی خودداری و خودپرستی سے سب ایسے خائف تھے کہ کوئی پاس نہ پھٹکتا - یون تو اُس کے لیے ساری دنیا آنکھین بچھانے کو تیار تھی مگر اُس کی زبان کے جو کے اِس بلا کے ہوتے کہ اُن کے برداشت کرنے کی کسی مین تاب نہ تھی - اور کسی کو نکاح کا پیام دینے کا حوصلہ نہ ہوتا - جو کوئی جا کے ملتا وہ اُس سے مناظرہ شروع کر دیتی - مردون پر اپنی فوقیت جتاتی - اگر وہ اُس کے دعوے تسلیم کرنے مین کچھ عذر کرتا تو لتّے لینے ڈالتی - دھجیان اُڑا کے رکھ دیتی - اور سخت ذلیل کرتی -

لیکن اُس مین خوبیان بھی ایسی ایسی تھین کہ باوجود اِن اندیشون کے ایک عاشق صادق پیدا ہی ہو گیا - یہ فیض بن محمد بن حکم بن عقیل تھا جو نوعمر و نوخیز نہایت ہی خوبرو اور بڑا دولت مند تھا - اُسے حمیدہ کے عیوب معلوم تھے اور نہ بھی معلوم تھے تو لوگون نے بتا دیے اور روکا - مگر وہ اِس قدر فریفتہ ہو گیا تھا کہ ایک کی نہ سُنی - اور کہا "اگر ایسی معشوقۂ شوخ ادا میرے عقد مین آ جائے تو مجھے

سب گوارا ہے۔ حمیدہ نے اُس کی پیاری صورت ظاہری وجاہت و صلاحیت دیکھی تو دیکھتے ہی قبول کرلیا اور عقد ہو گیا۔ مگر نکاح کے دو ہی چار روز بعد کُھلا کہ فیض کو جیسا سمجھی تھی ویسا نہیں ہے۔ بلکہ سخت درشت مزاج۔ جھگڑالو۔ بیہودہ اور گالیاں دینے والا اور شرابی ہے۔ وہ جب شراب پی پی کے بدمست ہوتا۔ مدہوش بیخود اُس کے پاس آتا۔ اگر وہ ملنے میں رکتی تو بگڑتا۔ گالیاں دیتا۔ اور اکثر مارتا پیٹتا۔ اور اگر پاس بیٹھتی تو بدمستی کی بیجا نازیبا حرکتیں کرتا اور اُس کے آغوش میں بیٹھ کے قے کرتا۔ اور جب کبھی اس کی نوبت آتی تو حمیدہ دل میں کہتی روح سے خدا سمجھے یہ اُسی کی بد دعا ہے۔ لیکن باوجود اس کے عمر ڈھلتی جس کی وجہ یہ تھی کہ حمیدہ فیض کی صورت کی عاشق تھی۔ اس کے عنفوان شباب پر اُسے پیار آتا۔ اور خاموشی کے ساتھ ہر تلخی و ترشی کو برداشت کیے جاتی۔ مگر کب تک؟ آخر زندگی سے عاجز آگئی اور پھر اپنے قدیم حربے سے کام لینا شروع کردیا یعنی فیض کی بھی ہجو کہنے لگی۔ اُس کی یہ شوخ اور بیباکانہ نظمیں لوگوں میں فوراً مشہور ہوجاتیں۔ اور بازار کے لونڈے تک فیض کی صورت دیکھ کے وہ اشعار پڑھنے لگتے نتیجہ یہ ہوا کہ فیض باہر نکلنے اور لوگوں کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔

اس کے بعد ہمیں خبر نہیں کیا ہوا۔ حمیدہ آخر تک فیض ہی کے عقد میں رہی یا اُس سے بھی طلاق لی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نے آخر تک نباہی۔ کیونکہ حمیدہ کے بطن سے فیض کی ایک لڑکی ہوئی۔ جس کے ساتھ قصاب عرب حجاج ابن یوسف ثقفی نے نکاح کرلیا تھا۔ اس لڑکی سے پہلے حمیدہ کی بہن اُم ابان بنت نعمان بن بشیر حجاج کے عقد میں تھی۔ حمیدہ اب اگرچہ حجاج کی ساس تھی مگر داماد کی بے اعتدالیاں سُن کے بگڑتی اور اُس کی ہجو میں بھی زور طبع دکھاتی۔ اتفاق سے ایک مرتبہ حمیدہ اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے عراق میں آکے حجاج کی مہمان ہوئی۔ یہاں اُسے اپنے قابو میں پاکے حجاج نے کہا "تم میری ساس ہو۔ اسی وجہ سے میں تمھاری تمام زیادتیاں برداشت کرتا رہا۔ مگر اب میں عراق کا حاکم ہوں۔ اور تم یہاں میرے بس میں ہو۔ اس کے ساتھ یہاں کے لوگ نہایت ہی بڑے بد طینت اور ہجو گو ہیں۔ اگر تم نے کچھ بھی کہا تو میرا مضحکہ اڑانے لگیں گے اس لیے صاف صاف سُنے

دیتا ہون اگر یہان تم نے میری نسبت کچھ کہا تو تم ہی جانو گی۔ حمیدہ بولی "اچھا جبتک یہان ہون نہ کہون گی۔ لیکن جب تمھارے علاقہ سے باہر ہو جاؤن تب تو تمھارا کچھ اجارہ نہ ہو گا"! حجاج کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اور حمیدہ نے عراق سے نکلتے ہی پھر ہجو دن کی بھرمار شروع کر دی۔

عراق سے نکل کے وہ سیدھی ارض شام مین گئی۔ اور آخر تک وہین رہی۔ یہان تک کہ عبد الملک بن مروان کے آخر عہد مین سفر آخرت کیا۔

رستم تہمتن

افراسیاب کو باوجودیکہ برابر شکستین ہوتی تھین مگر ہمت نہ ہارتا تھا۔ اور نہ کبھی ایرانیون کو آرام سے بیٹھنے دیتا تھا۔ اصل یہ ہے کہ افراسیاب اپنی ذات سے نہایت ہی بہادر تھا۔ ایران کا تاجدار ہو یا وہان کا کوئی پہلوان کسی کی اُس سامنے کچھ ہستی نہ تھی۔ وہ ہارا تھا تو ایک رستم سے جس کے مقابل اُس کا کچھ زور نہ چلتا۔ اور اُسی کے مغلوب کرنے کو وہ روز کوئی نیا ہنگامہ اُٹھا کے کھڑا کر دیا کرتا۔ چنانچہ رستم کو سیستان مین سُن کے اُس نے پھر ایران پہ حملہ کر دیا۔ اُس کے مقابلہ کے لیے ایک طرف سے فریبرز اور طوس اور دوسری طرف سے کیخسرو مع تمام بہادران فارس کے روانہ ہوئے۔ فریبرز کو پیران ویسہ نے افراسیاب کی طرف سے آکے شکست دی۔ دوسری لڑائی مین پھر طوس اُس کے مقابل ہوا اور اب بھی ایرانیون کو شکست ہوئی۔ آخر طوس باقیماندہ لشکر کے ساتھ بھاگ کے قلعۂ کوہ ہماون مین پناہ گزین ہو گیا۔ اور ترکون نے محاصرہ کر لیا۔ رستم کو خبر ہوئی تو فوراً آپہونچا۔ اور سخت لڑائی شروع ہو گئی۔

رستم کا آنا سُن کے افراسیاب نے خاقان چین سے مدد مانگی جو اپنے زبردست لشکر کے ساتھ کمک کو آگیا۔ اُس کے ہمراہ بڑے نامی پہلوانان چین کاموس شنگل اور اشکبوس تھے۔ رستم اور اشکبوس کی لڑائی تاریخ عجم کی ایک یادگار لڑائی تھی۔ جس مین اشکبوس رستم کے تیر خارا شگاف مین چھدکے رہ گیا۔ دوسرے

دن رستم دوسرے چینی پہلوان کاموس کو کمند پھینک کے اسیر کر لایا اور قتل کیا تیسرے دن ایسا اور چینی مشہور راجنگیس کو لقمۂ نہنگ شمشیر بنایا۔ ساتھ ہی ترکی لشکر پر جھپٹ پڑا اور قتل عام مچا دیا۔ ترکی لشکر کو تباہ ہوتے دیکھ کے مکار ہومان جس نے دھوکے سے تین رستم کے ہاتھ سے سہراب کو قتل کرایا تھا سامنے آیا اور کہا کیا آپ سہراب کی وصیت بھول گئے؟ یہ سنتے ہی رستم نے تلوار روک لی اور کہا جب تک سیاوش کا پورا پورا انتقام نہ لے لوں تلوار نہ رکے گی۔ ہومان نے پوچھا "آخر انتقام ملنے کی کیا صورت ہے؟" کہا "جو پیران کو بتا دوں گا اُسے میرے پاس بھیجو" پیران فوراً حاضر کیا گیا اور رستم نے اُس کی صورت دیکھ کے کہا "اگر افراسیاب اپنے داماد گرسیوز کو ہمارے حوالے کر دے تو ہمیں انتقام مل جائیگا۔ پیران ویسہ رستم کا اسقدر زیر بار احسان تھا کہ اس پر بھی راضی تھا مگر خاقان چین نے جو رستم کے کارناموں سے واقف نہ تھا مخالفت کی اور کہا "ہم مقابلہ کرین گے" چنانچہ اُسکی مستعدی سے پھر لڑائی ہوئی۔ جس مین چین کے تمام نامی بہادر پہلوان مارے گئے۔ خاقان کوہ پیکر ہاتھی پر سوار تھا۔ رستم نے کمند پھینک کے اُسے نیچے گرا لیا۔ اور پکڑ لے گیا اُسکی عماری خالی دیکھ کے تورانی اور چینی سب بدحواس بھاگے۔

اب افراسیاب نے جا کے شاہ ختن سے مدد مانگی۔ وہ بھی اپنے تمام پہلوانون کو ہمراہ رکاب لے کے آگیا۔ یہ بادشاہ اپنی ذات سے بڑا بہادر جنگجو تھا۔ پہلوانان عجم مین سے گیو اُس کے مقابلہ کو گیا۔ شاہ ختن نے کمند پھینک کے گیو کو پھانس لیا۔ اور کھینچے لیے جاتا تھا۔ کہ بہادران عجم مین سے رہام اور گیو کا بیٹا بیژن جا پہونچے اور شاہ ختن کو اپنی کمند مین پھانس لیا۔ ادھر گیو کمند سے چھوٹا اُدھر شاہ ختن نے کمند توڑ کے اپ کو آزاد کرا لیا۔ اور ساتھ ہی ایسے طیش مین آ کے حملہ کیا کہ گیو۔ رہام اور بیژن تینون اُس کے ہاتھ سے زخمی ہوئے۔ عرصہ جنگ کی یہ حالت سن کے رستم میدان مین آیا۔ اور آتے ہی شاہ ختن پر کمند پھینکی جو اُس نے بڑی پھرتی سے خالی دی اور بڑھ کے رستم کو ایسا زبردست گرز مارا کہ اُس کے سر مین بڑی چوٹ آئی۔ اور اس قابل ہی نہ رہا کہ حریف کے حربے کا جواب دے۔ مگر بظاہر بڑے استقلال سے گھوڑے پر جا رہا۔ شاہ ختن اپنے کوہ شکن گرز کی بے اثری پر متحیر تھا۔ بڑھ کے رستم کے ایک تلوار بھی ماری جس سے زرہ تو کٹ گئی مگر زخم نہیں آیا۔ شاہ ختن نے

اور زیادہ حیران ہو کے کہا "اچھا آؤ اب کشتی ہو" رستم نے کہا "مین کشتی کو موجود ہون مگر پہلے شاہ افراسیاب کو بلا لاؤ۔ وہ اقرار کرلے کہ ہماری کشتی کے وقت دونون جانب سے کوئی کسی کی مدد نہ کرے گا۔ تب مین زور آوری کرنے کو موجود ہو جاؤنگا" شاہ ختن افراسیاب کے بلانے کو گیا۔ اور رستم ذرا اتنی دیر مین سنبھل گیا۔ درگاہ الٰہی مین دعا کی کہ "خداوندا مجھے زور دے کہ دشمن کو نیچا دکھاؤن"

جب افراسیاب آیا۔ اور قول و قسم کے ساتھ وعدہ کیا کہ "شاہ ختن کی مدد کو کوئی نہ آنے پائے گا" پھر جھک کے شاہ ختن کے کان مین کہا "دیکھو اگر رستم کو گرانا تو فوراً ہی اُس کے سینہ مین خنجر بھونک دینا۔ زندہ بچا تو قیامت کر دے گا" یہ کہہ کے دور جا کھڑا ہوا۔ اور رستم و شاہ ختن مین کشتی ہونے لگی۔ رستم کی التجا خدا نے سُن لی تھی۔ شاہ ختن نے لاکھ زور مارا اُس کے قدم زمین سے نہ اُکھاڑ سکا۔ اسکے بعد رستم نے جو زور کیا تو اُسے زور سے اُٹھا کے دے مارا۔ گرتے ہی شاہ ختن بے دم ہو گیا۔ رستم اُسے مُردہ سمجھ کے اپنے لشکر مین واپس گیا۔ اور شاہ ختن جو دم سادھے پڑا تھا رستم کو اپنے سے دور دیکھتے ہی اُٹھ کے بھاگا اور افراسیاب سے جا کے کہا "رستم کا مقابل دنیا مین کوئی نہین ہے۔ مین تو اب بھاگتا ہون۔ آپ جانین اور آپ کا کام جانے" اس ناکامی کے بعد افراسیاب کے قدم بھلا کب جم سکتے تھے؟ راتون رات توران و ختن کا لشکر بھاگ گیا۔ اور رستم غانم و سالم کیخسرو کے دربار مین حاضر ہوا۔ جہان اُسکی بہادری کی تعریفین ہونے لگین۔

اب ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کے آگے یونانی دیو مالا کی کہانیان بھی شرمائی جاتی ہین۔ کیخسرو کی چراگاہ سے خبر آئی کہ ایک عجیب طرح کا گورخر پیدا ہوا ہے جو کیانی اصطبل کے گھوڑون کو مار جاتا ہے۔ سُن کے بادشاہ کو حیرت ہوئی کہ گورخر تو گھوڑون سے بہت کمزور ہوتا ہے۔ اُس مین اتنی طاقت کہان سے آگئی کہ گھوڑون کو مار ڈالے؟ بہرحال کیخسرو نے اُس کے مارنے پر رستم کو مامور کیا رستم گیا۔ اور جیسے ہی وہ گورخر قریب آیا اُس پر کمند پھینکی۔ کمند اُس پر پڑ تو گئی مگر اُس کے پڑتے ہی گورخر نظر سے غائب تھا۔ رستم متحیر تھا کہ گورخر تھوڑے فاصلہ پر پھر نمودار ہوا۔ دوڑ کے ایک تلوار رسید کی۔ تلوار بھی پڑی مگر پھر غائب تھا۔

رستم حیران تھا کہ آخر یہ کیا اسرار ہے۔ اور مسلسل تین دن تک اُس گورخر کے پیچھے حیران و پریشان رہا۔ اب موبدان موبد یعنی مقتدائے اعظم سے اِس راز کو دریافت کیا تو اُس نے اپنے علم باطن سے معلوم کر کے بتایا کہ یہ گورخر کی صورت میں کوئی دیو ہے جو اکوان دیو کہلاتا ہے۔ یہ سُننے پر بھی رستم اُس کو ڈھونڈھتا رہا۔ تیسرے دن تھک کے زمین پر پڑ کے سو گیا۔ اکوان دیو نے رستم کو سوتا دیکھ کے وہ قطعۂ زمین جس پر رستم لیٹا ہوا تھا چاروں طرف سے کاٹ لیا۔ اور اُسے سر پر اُٹھا کے اوپر ہوا میں لے اُڑا۔ اور بلندی پر جگا کے کہا اب بتا تو کہاں پھینکوں؟ پہاڑ پر یا سمندر میں؟ رستم نے دل میں کہا کہ میں جو کہوں گا یہ اُسکا اُلٹا کرے گا۔ کہا "مجھے پہاڑ پر پھینک دو۔ شاید بچ جاؤں۔ سمندر میں گرا تو ڈوب جاؤں گا۔" اور [illegible] اکوان دیو نے فوراً سمندر میں پھینک دیا۔ رستم پیرنا خوب جانتا تھا گھڑیالوں اور مچھلیوں سے مقابلہ کرتا ہوا کنارے پہونچا۔ اور پھر اُسی دُھن میں چلا کہ اکوان دیو کو تلاش کر کے قتل کرے راستہ میں اتفاقاً افراسیاب کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اُسے مارتا ہٹاتا اکوان دیو کے میدان میں پہونچا۔ اُسے قسم دلائی کہ اگر مرد ہے تو مقابلہ کو آ۔ دیو تیش کھا کے نکلا اور حیرت سے بولا "تو بچ کے پھر آ گیا!" ادھر اُسکی زبان سے یہ الفاظ نکلے اور ادھر رستم کی کمند اُس کے گلے میں تھی۔ کھینچ کے گرا لیا۔ اور ایک ہی گرز میں کام تمام کر دیا۔ پھر اُسکا سر لا کے کیخسرو کے دربار میں حاضر کر دیا۔ اور اجازت لے کے سیستان کی راہ لی۔

اس واقعہ کو چند ہی روز ہوئے تھے کہ بعض دہقانیوں نے آ کے دربار کیخسرو میں شکایت کی کہ ہمارے گاؤں کو بنڈ سیلے غارت کیے دیتے ہیں جن کی کثرت سے ہمیں جینا مشکل ہو گیا ہے۔ کیخسرو نے گیو کے بیٹے بیژن کو حکم دیا کہ جا کے بنڈ سیلوں کا قلع قمع کر دے۔ اس نوجوان پہلوان کو ناتجربہ کار خیال کر کے کیخسرو نے گرگین نام ایک پرانے تجربہ کار شخص کو ساتھ کر دیا کہ اُسے کسی خطرے میں نہ پڑنے دے۔ بیژن نے [illegible] ہی بنڈ سیلوں کا قلعہ قمع کر دیا۔ اور گرگین کے ساتھ سیر کرتا ہوا ایک نہایت ہی فرحت بخش وادی میں نکل گیا۔ وہاں ایک روح افزا باغ نظر آیا جس کی سرسبزی و شادابی نے بیژن کے دل کو ادھر [illegible] بے تکلف اندر چلا گیا۔ اور [illegible]

یہ باغ افراسیاب کی بیٹی منیژہ کا تھا۔ جہان کبھی کبھی وہ تفریح کے لیے آکے رہا کرتی تھی۔ اتفاقاً اِن دنون وہ یہان موجود تھی۔ بیژن کی صورت اور اُسکے برز و بازو دیکھ کے فریفتہ ہو گئی۔ اور بلایا۔ بیژن نے گرگین سے صلاح کی۔ اُس نے کہا "مضائقہ کیا ہے۔ جائیے اور صحبت عیش کا لطف اُٹھائیے" بیژن اُسکی بارہ دری مین گیا۔ اور گرگین وہان سے کھسک آیا۔ منیژہ نے بیژن کو کئی دن تک شراب و کباب اور صحبت عیش مین مصروف رکھا۔ اور اپنا ایسا دیوانہ بنا لیا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا۔ چند روز بعد اُسے بیہوش کر کے عماری مین ڈالا۔ اور اپنے گھر لے گئی۔ جہان مخفی طور پر گھر کے اندر لیجا کے نکالا۔ اور رنگ رلیان منانے لگی۔ اب بیژن کو معلوم ہوا کہ مین افراسیاب کے محل مین ہون۔ اور دشمنون کے اندر۔ گھبرایا تو منیژہ نے تسلی دی کہ اول تو کسی کو خبر نہ ہو گی۔ اور ہو لی بھی تو جب تک مین زندہ ہون کوئی تمھارا بال بیکا نہین کر سکتا۔

کئی برس اِسی حالت مین گزر گئے۔ آخر دربانون کو خبر ہو گئی۔ وہ اپنی جان کو ڈرے۔ اور چپکے سے جا کے افراسیاب کو خبر کر دی۔ وہ سنتے ہی غصہ سے بیتاب ہو گیا۔ اور گرشیوز کو حکم دیا کہ فوراً منیژہ کے قصر مین جا کے تلاش کرو اور جو کوئی مرد ملے اُسے پکڑ لاؤ۔ گرشیوز ایک لشکر لے کے پہونچا۔ دروازہ توڑ کے اندر گھس گیا۔ اور منیژہ کے پہلو مین ایک جوان رعنا کو بیٹھا دیکھ کے ڈانٹا کہ "بتا تو کون ہے؟ اور یہان کیونکر آیا؟" بیژن دیکھتے ہی گھبرا گیا۔ موت سامنے نظر آئی۔ کہا "افسوس ہتھیار بھی تو پاس نہین ہین مین کیا کرون؟" ساتھ ہی یاد آیا کہ کمر مین خنجر موجود ہے اُسے کھینچ کے اور ڈپٹ کے جواب دیا "مین گیو کا فرزند بیژن ہون۔ اور دیکھنا کہ اس خنجر سے کتنون کو خاک و خون مین نہلاتا ہون! تم سب کو موت کے گھاٹ اتار دون تو سہی! اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو بجاے حملہ کرنے کے مجھے افراسیاب کے پاس لے چلو" گرشیوز نے کہا "یہی تو ہم چاہتے ہین" بیژن ساتھ جانے پر راضی ہو گیا۔ اور گرشیوز نے غافل کر کے خنجر اُس سے لے لیا۔ پھر قیدیون کی طرح اُس کی مشکین کسین اور افراسیاب کے سامنے لیجا کے کھڑا کر دیا۔ افراسیاب نے پوچھا کہ "تم یہان کیونکر آئے؟" منیژہ کو الزام سے بچانے کے لیے بیژن نے کہا "مجھے ایک پری اُٹھا لائی۔ اور منیژہ کے قصر مین ڈال گئی" افراسیاب نے کہا

"تو میدان جنگ مین بہادری کے بڑے بڑے دعوے کرتا تھا آج عورتون کی طرح روتا کیون ہے؟" کہا "روتا اپنی بے بسی پر ہون۔ ہتھیار دیدیجئے پھر تماشا دیکھیے کہ کیا کرتا ہون"

آخر افراسیاب نے غیظ وغضب کے ساتھ حکم دیا کہ اسے اسی وقت لے جا کے سولی دو۔ سولی کھڑی کر دی گئی۔ اور گرسیوز اُس کے سولی پر چڑھانے کا اہتمام کر رہا تھا کہ پیران ویسہ کا اتفاقاً گذر ہوا۔ فوراً سولی کی کارروائی رکوائی۔ افراسیاب کے پاس دوڑا گیا اور عرض کیا "خدا کے لیے سیاوش کے خون کو تازہ نہ کیجیے۔ اس کے قتل کرنے سے حضور کو کیا مل جائیگا؟" افراسیاب مانتا نہ تھا۔ مگر پیران کا کہنا ٹل بھی نہ سکتا تھا حکم دیا کہ "اچھا قتل نہ کرو۔ کسی اندھے کنوئین مین پھانکے ڈال دو۔ اور اُس کے منھ پر کوئی ایسی چٹان ڈال دو جو کسی کے ہلائے نہ ہلے۔ صرف اُتنا حصہ کھلا رہے کہ ہوا جا سکے" فوراً اس پر عمل ہوا۔ منیژہ بھی گھر سے نکال دی گئی۔ جو اسی کنوئین پر جا کے بیٹھ رہی بھیک مانگ مانگ کے روٹیان لاتی۔ کچھ کنوئین مین ڈالتی کچھ خود کھاتی۔

اُدھر گرگین ایران مین تنہا واپس گیا۔ تو بیژن کے چھوڑ آنے پر گرفتار کر لیا گیا۔ مگر پتہ نہ چلتا تھا کہ بیژن کہان ہے۔ آخر کیخسرو نے جام جہان نما مین دیکھا اور معلوم ہوا کہ "زندہ تو ہے مگر توران مین اسیر ستم ہے" اندیشہ ہوا کہ علانیہ فوج کشی کی گئی تو افراسیاب جان سے مار ڈالے گا۔ فوراً رستم سے کہا گیا کہ آپ ہی کوئی تدبیر کیجیے۔ اُس نے بہت سا مال تجارت لے کے ایک بڑا بھاری تاجرانہ قافلہ تیار کیا۔ خود قافلہ سالار تاجر بنا۔ سارے ساربان پہلوانان عجم تھے۔ دو چار صندوقون کے سوا سب صندوقون مین بھی پہلوان بند تھے۔ یون یہ قافلہ خرید و فروخت کرتا ہوا توران مین پہونچا۔ اور وہان لوگ خرید و فروخت کو آنے لگے۔ ایران کے قافلہ کا حال سُن کے منیژہ دوڑی آئی۔ اور پوچھا "کسی کو وہان بیژن کی بھی فکر ہے جو یہان کنوئین مین بند ہے آخر رستم کہان بیٹھ رہا۔ اور اُس کے باپ گیو کو کیا ہوا ہے؟" رستم نے اُسے ڈانٹا کہ "ہم لوگ تاجر ہین ہمین بادشاہون اور پہلوانون کی کیا خبر؟" منیژہ رونے لگی کسی قافلہ والے نے رونے کا سبب پوچھا۔ اُس نے رو رو کے سارا ماجرا کہہ سُنایا اور اپنی حالت بیان کی۔ رستم کو بڑا ترس آیا۔ بٹھا کے کھانا کھلایا اور ایک روٹی پکوا کے دی۔ جس مین پکاتے مین اپنی انگوٹھی رکھ دی تھی۔ اور کہا یہ روٹی

اُس غریب ستم زدہ کو لے جا کے کھلا دو۔" منیژہ نے دعائین دے کے روٹی لی۔ لا کے کنوین مین ڈال دی اور کہا "ایک سوداگر ایران سے آیا ہے یہ روٹی اُس نے دی ہے۔ بیژن نے اُسے توڑا۔ انگوٹھی دیکھی۔ اُسے پہچانا۔ اور قہقہہ مار کے ہنسا۔ منیژہ نے تعجب سے کہا اِس مصیبت مین تم ہی کو ہنستے دیکھا۔ اور کوئی بھی بھلا ہنس سکتا تھا؟ بیژن نے کہا "وہ سوداگر نہین خود رستم تہمتن ہے جو میرے چھڑانے کو آیا ہے۔ جاؤ اور اُس کو اپنے ساتھ یہان لے آؤ۔" منیژہ خوش خوش پھر وہان دوڑی گئی۔ اور رستم سے بیژن کا قول بیان کیا۔ رستم چند پہلوانون کو ہمراہ لے کے اُس کے ساتھ رات کے اندھیرے مین کنوین پر آیا۔ پتھر کو ایک ایسی لات ماری کہ اُڑ کے ملک چین مین جا گرا۔ رسّی ڈال کے بیژن کو باہر نکالا۔ اُسے کپڑے پہنائے۔ ہتھیار دیے۔ اور اُسی وقت افراسیاب کے محل پر چڑھ گیا۔ دربانون سے جھگڑا ہوتے سُن کے افراسیاب بھاگا۔ اور رستم نے قصر مین گھس کے جتنی عورتین پائین پکڑ لین۔ پھر شہر کو لوٹا۔ پامال و تاراج کیا۔ اور فتح و فیروزی کے ساتھ دربار کیخسروی مین حاضر ہوا۔ بیژن سے سب لوگ ملے۔ منیژہ جو ساتھ آئی تھی اُس کی محبوبہ بی بی بنی۔ گرگین قید سے آزاد کیا گیا۔ اور جشن منانے جانے لگے۔

ہندوستان مین مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

اگرچہ ہم نصیر الدین حیدر اور بعد والے فرمان روایان عہد کے موسیقی کے بارے مین کچھ اور بھی بیان کرنا چاہتے ہین مگر اِس سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آسد اللہ خان کوکب مرحوم کے خط کا باقی ماندہ حصہ بھی اپنے ناظرین کو سُنا دین جس سے لکھنؤ کی موسیقی پر ایک مستند ماہر فن کی راے معلوم ہو جائے گی۔

وہ تحریر فرماتے ہین "واجد علی شاہ کے عہد مین لکھنؤ مین باکمالات موسیقی کا گروہ کثیر جمع ہو گیا تھا۔ لیکن دربار کے رسوخ یافتہ اور صاحب خطاب گویّے کاملین فن نہ تھے۔ صرف ایک قطب الدولہ رام پور کے رہنے والے البتہ ستار خوب بجاتے تھے۔ اور اپنے فن مین اچھے تھے۔ انیس الدولہ مصاحب الدولہ وحید الدولہ اور رضی الدولہ اگرچہ گویّے تھے مگر ایسے باکمال نہ تھے۔ فقط عنایت شاہی سے

دولہ ہو گئے تھے۔ کاملین فن مین یہ لوگ تھے۔ پیار خان جعفر خان۔ حیدر خان۔ باسط خان۔ یہ سب لوگ میان تان سین کے خاندان کی یادگار تھے۔ اس خاندان کے دو نامی شخص آجکل بھی موجود ہین۔ ایک وزیر خان جو ریاست رامپور مین ہین۔ دوسرے محمد علی خان جو ریاست پرسنڈا مین ملازم ہین محمد علی خان کے والد باسط خان تھے جن کا نام اوپر آچکا ہے۔"

اس موقع پر کوکب مرحوم بتاتے ہین کہ "میرے والد مرحوم نعمت اللہ خان نے باسط خان ہی سے علم موسیقی حاصل کیا تھا۔ نعمت اللہ خان تقریباً گیارہ سال تک مٹیا برج مین واجد علیشاہ کے ساتھ رہے۔ پھر اس کے بعد تیس برس تک دربار نیپال مین رہے۔"

اس کے بعد لکھتے ہین:— "واجد علی شاہ کے عہد مین موسیقی کا خوب چرچا رہا۔ لیکن علم موسیقی اپنے بلند پایہ سے گرکے چھوٹی چھوٹی چیزون پر آگیا تھا۔ لکھنؤ مین کدر پیا نے ٹھمریان تصنیف کرکے عوام مین پھیلائین۔ اور موسیقی کو بے حس کر دیا۔ چنانچہ اکثر شیدائیان موسیقی اعلی درجہ کی راگ راگنیون کو چھوڑ کے کدر کی ٹھمریان پسند کرنے لگے۔ موسیقی کے مذاق مین تنزل محمد شاہ رنگیلے ہی کے عہد سے شروع ہوگیا تھا۔ جب میان سارنگ نے خیال کو تصنیف کیا جس سے فن موسیقی اصولاً ناقص ہوگیا۔ مگر اس سے بدرجہا زیادہ خرابی کدر کی ٹھمریون سے پیدا ہوگئی۔ اور اب عوام و رؤسا کی یہ حالت تھی کہ اعلی قسم کے موسیقی کو اگر سنتے بھی تھے تو دلچسپی و شوق سے نہین بلکہ ناپسند کرتے تھے۔

واجد علیشاہ کے مصاحب گوئیون مین سے انیس الدولہ اور مصاحب الدولہ نے موسیقی کو پیار خان سے حاصل کیا تھا جو بہت بڑا صاحب کمال استاد تھا۔ اور جو کچھ اس نے ان دونون شاگردون کو بتایا وہ بے شک اعلی پیمانہ پر تھا لیکن اس کا کیا علاج کہ دربار مین ایسے موسیقی کی قدر ہی نہ تھی۔ رہس جو قیصر باغ مین ہوتا تھا جس مین واجد علی شاہ خود کنھیا بنتے تھے بہت ہی مبتذل درجے کا موسیقی تھا۔ لیکن اس مین شک نہین کہ رغبت نہ ہونے پر بھی اہل کمال کی دربار شاہی مین بڑی قدر ہوتی تھی۔ جس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ واجد علی شاہ نے بھی پیار خان

اور باسط خان سے فن موسیقی حاصل کیا تھا - اور فن مین پوری بصیرت رکھتے تھے ہی عالی دماغی کی وجہ سے بادشاہ نے اپنے نئے طرز مین نئی راگنیان تصنیف کین جن کے نام اپنی طبیعت داری سے جوگی کنبڑ - جوہی - شاہ پسند وغیرہ رکھے - واجد علی شاہ کو اس فن مین اساتذہ کا درجہ حاصل تھا - صاحب کمال تھے لیکن اس الزام سے نہین بچ سکتے کہ اُن کے عامیانہ مذاق نے لکھنؤ مین موسیقی کو سستا اور عام فہم بنا دیا - زمانے کا یہ رنگ دیکھ کے نفیس طبیعتین رکھنے والے گویّون نے بھی راگ راگنیون کی مشکلات کو ترک کر کے چھوٹی چھوٹی سادہ دلکش اور عام فہم چیزون سے موسیقی کو قائم کیا - عوام مین غزل ٹھمری کا رواج ہو گیا - اور دھرپد دھوری وغیرہ جو نہایت ثقیل اور مشکل چیزین ہین اُن کی طرف مطلق توجہ نہ کی گئی کھماچ جھنجھوٹی - بھیرون - سیندورا - تلک کامود - پیلو وغیرہ چھوٹی چھوٹی مزہ دار راگنیان اہل مذاق کے تفنن کے لیے منتخب کی گئین اور یہی چیزین ان کو بالطبع مرغوب تھین - یہ راگنیان لکھنؤ کی قدردان سوسائٹی کے مذاق مین ایسا سرایت کر گئین کہ آج سارے ہندوستان مین لکھنؤ کے سفیدے خربوزون کی طرح لکھنؤ کی بھیرون بھی مشہور ہو گئی - اور سچ یہ ہے کہ بھیرون لکھنؤ ہی کا حصہ ہے ایسی بھیرون ہندوستان کے کسی حصہ مین نہین گائی جاتی - سوزخوانون نے بھی انھین عام پسند و عام فہم راگنیون کو زیادہ رواج دیا جو مذہب کی سفارش سے گھر کی بیٹھنے والی عورتون تک کے گلون مین اُتر گئین یہان تک کہ اُن کی نوحہ خوانی سُن کے بڑے بڑے باکمال گویے نقش حیرت بن جاتے ہین - سوزخوانون مین سے اکثر بیار خان اور حیدر خان کے شاگرد تھے۔

"لَے" ایک اہم جزو موسیقی ہے جس کو عرف مین ٹائم یا وقت کہنا موزون ہے - اُس کا مادہ واجد علیشاہ مین بہت زیادہ تھا - جسے قدرت کی دین کہنا چاہیے - اور یون تو لَے کا مادہ کم و بیش ہر شخص مین ضرور ہوتا ہے - شعرا نے جو اوزان مقرر کیے ہین وہ بھی "لَے" ہی سے تعلق رکھتے ہین - علم عروض دراصل مکمل لَے ہے - ارکان تال کے اجزا ہین - یہ بدیہی امر ہے کہ جس شخص مین فطرۃً لَے کا مادہ بہت بڑھا ہوا ہو گا اُس کے ہر عضو

اور بُن مو سے حرکت بے اختیاری دریوزگی پیدا ہو جائے گی۔ اور اُس کے ہر عضو عضو پھڑکنے لگے گا۔ عوام کی نظر میں یہ حرکت بے وقعت اور مہمل معلوم ہوتی ہے۔ لیکن وہ شخص جس سے سرزد ہوتی ہے مجبور ہے۔ وہ دانستہ اِس فعل کو نہیں کرتا بلکہ اعضا خود بخود لَے پر حرکت کرنے لگتے ہیں۔ واجد علی شاہ کے اِسی فعل کو لوگ کہتے ہیں کہ وہ ناچتے تھے۔ حالانکہ وہ ناچتے نہ تھے۔ بلکہ لَے داری میں محو ہو کے اُن کے اعضا سے حرکات سرزد ہو جاتی تھیں۔ جو لوگ اصول موسیقی سے ناواقف ہیں کہنے لگے کہ بادشاہ ناچتے ہیں۔ دراصل واجد علی شاہ کبھی کسی زمانے میں نہیں ناچے۔ اُن کا ناچنا بس یہی تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ لَے داری میں کوئی اعلیٰ درجے کا کامل فن گویا بادشاہ کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ میں نے اُن کی صحبت کے معتبر گویوں سے سُنا ہے کہ بادشاہ کے پاؤں کا انگوٹھا سوتے میں بھی لَے ہی پر چلتا تھا۔

نرت جس کو بھاؤ بتانا کہتے ہیں یہ فن بھی علم موسیقی کا ایک خاص جزو ہے۔ نرت کا مقصد یہ ہے کہ مافی الضمیر حرکات اور اشاروں سے ادا کیا جائے جس کو انگریزی میں مائمس کہتے ہیں۔ یورپ میں بڑے بڑے جیسے اسپیکروں اور ایکٹروں میں پایا جاتا ہے جس میں کہیں کوئی بات ملامت نہیں سمجھا جاتا مگر بیچارے بدقسمت واجد علی شاہ محض اپنی لَے داری کی وجہ سے بدنام کیے جاتے ہیں۔"

یہ ہے جو لکھنؤ کی موسیقی اور واجد علی شاہ کے متعلق ہمیں کوکب مرحوم کی تحریر سے معلوم ہوا۔ اس سے صاف پتہ چل سکتا ہے کہ لکھنؤ نے چاہے اعلیٰ درجہ کے موسیقی کو رواج نہ دیا ہو مگر اُس کے سدھارنے اور عام پسند بنانے کا یہ شہر کتنا بڑا زبردست اسکول قرار پا گیا تھا۔

غازی الدین حیدر کے زمانے میں یہاں اعلیٰ درجہ کے قوالوں کی شہرت تھی۔ چھجو خان اور غلام رسول خان استادِ فن مانے جاتے تھے۔ شوری اتنا بڑا زبردست موجد فن تھا کہ ٹپّہ کا موجد وہی مانا گیا ہے۔ بخشو اور سلاری اُن دنوں طبلہ بجانے کے اُستاد مانے جاتے تھے۔ اور اُن کے مقابل کسی کو طبلہ چھونے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

اس آخر زمانے میں صادق علی خان سارے ہندوستان میں اُستاد

بے بدل مانے جاتے تھے۔ چھوٹے اور بڑے مٹھّے خان کے گانے مین ایسا مزہ اور لطف تھا کہ باوجود کامل فن ہونے کے ناواقف عوام کو بھی اپنے نغمہ پر فریفتہ کر لیتے۔

مٹیا برج مین جو ڈھاڑی واجد علی شاہ کے دربار مین ملازم تھے اُن سب کو مین نے خود سُنا تھا۔ احمد خان۔ تاج خان۔ اور غلام حسین خان اُس وقت کے زبردست صاحب کمال مانے جاتے۔ دُتّی خان جس نے سارے کلکتہ مین اپنی دھوم مچا رکھی تھی اور اپنے سحر آفرین گلے سے ہزارون والون کو فریفتہ کر لیا تھا لکھنؤ ہی کا تھا اور لکھنؤ ہی کے اسکول موسیقی کا تعلیم یافتہ تھا مرد گویّون کے علاوہ لکھنؤ مین بعض رنڈیون نے وہ کمال حاصل کیا کہ بڑے بڑے ڈھاڑی اُن کے سامنے کان پکڑتے تھے۔ زہرہ و مشتری جو شاعرہ بھی تھین گانے مین اپنا جواب نہ رکھتی تھین۔ چُونے والی حیدری کو وہ ناموری حاصل ہوئی کہ اُس کے گلے سے سوز سننے کے لیے لوگ محرم کے انتظار مین دن گنا کرتے اور محرم مین باہر کے سیکڑون ہزارون شوقین لکھنؤ مین آ کے حیدری کے امام باڑہ مین گھنٹون امید وار بیٹھے رہتے کہ لب بی حیدری اپنا نغمۂ غم شروع کرین گی۔

طبلہ بجانے مین آخری عہد کا کامل محمد جی تھا جس کی سارے ہندوستان مین شہرت تھی۔ تقریباً تیس سال کا زمانہ ہوا مجھے چوک مین ایک جنٹلمین مرہٹہ ملا۔ جو کوٹ پتلون پہنے تھا اور کسی معزز خدمت پر مامور تھا۔ مجھ سے مِل کے اُس نے کہا کہ "مین لکھنؤ مین صرف اِس شوق مین آیا ہون کہ یہان کے باکمالان موسیقی کا کمال دیکھون"۔ مین نے پوچھا "آپ کون ہین؟" کہا "مین خاندانی گویّا ہون اور میرے باپ دادا سیندھیا جی کے دربار کے گویّے تھے۔ اگرچہ اب انگریزی تعلیم پانے کے بعد نوکری کر لی ہے مگر اپنے خاندانی فن کو بھی جانتا ہون"۔ اتفاقاً اُس وقت ایک اور صاحب آ گئے جو لکھنؤ کی مشہور گانے والی "محمدی" کے وہان آتے جاتے تھے۔ بولے "چلیے آپ میرے ساتھ چلیے"۔ وہ مرہٹے صاحب مجھے بھی اپنے ساتھ کھینچ لے گئے۔ اور ہم سب محمدی کے وہان پہونچے۔ اتفاقاً وہان صادق علی خان بھی موجود تھے۔ اور سب نے اپنا کمال دکھایا۔ خود وہ مرہٹہ بھی گایا۔ اس کے بعد ہم سب چوؔدھرائن کے وہان گئے جو گھر یہان صاحبان فن کا سب سے بڑا کلب سمجھا جاتا ہے۔ وہان دونون مٹھّے خان بلائے گئے۔ اُنھون نے گا کے اپنا کمال دکھایا۔ آخر مین اُس مرہٹے نے کہا "مجھے تو صرف اتنی تمنا یہان لائی ہے کہ مین ایک ترانہ گاؤن اور محمد جی میرے ساتھ طبلہ بجا دے"۔ فوراً محمد جی بلوائے گئے۔ اور مرہٹے جنٹلمین نے

گانے اور محمد جی کے بجانے مین کل حاضرین کو بڑا مزہ آیا۔ سب عش عش کر گئے۔ اور آخر مین اُس پٹھے نے قبول کر لیا کہ مین سب جگہ گیا ہون مگر محمد جی سے زیادہ باکمال طبلہ نواز آج تک نظر نہین دیکھا تھا۔

لکھنؤ مین موسیقی کو اس قدر عروج ہو گیا تھا کہ بخلاف اور شہرون کے امرا اور دولت مندون کے یہان کے امرا ذوق صحیح رکھتے ہین۔ سمجھتے ہین۔ دُھنون راگون اور راگنیون کو پہچانتے ہین۔ اور دو ہی ایک تانین سن کے سمجھ جاتے ہین کہ یہ گویا کس پایہ کا ہے۔ معمولی گانے والا یہان کی صحبتون مین فروغ نہین پا سکتا۔ بازاری لوگ اور عموماً لڑکے جو سڑکون اور گزرگاہون مین گاتے پھرتے ہین مختلف چیزون کو ایسے سچے سُرون مین گاتے ہین کہ معلوم ہوتا ہے راگنی اُن کے گلے مین اُتری ہوئی ہے۔ اکثر شہرون مین لوگ کثرت سے ایسے ملین گے جو شعرون کو موزون نہین پڑھ سکتے۔ بخلاف اس کے یہان آپ کو ایسا جاہل ڈھونڈے سے نہ ملے گا جو اشعار کو موزون نہ پڑھ سکتا ہو۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ لے داری یہان کے بچے بچے کے رگ و پے مین سرایت کر گئی ہے۔ بعض اوقات کسی بازاری لڑکے کو بھیرون سوہنی بہاگ یا کسی اور دُھن مین ایسی خوبی سے گاتے سُنا گیا ہے کہ سننے والے محو ہو گئے۔ اور بڑے بڑے گویون کو اُن پر حسد آنے لگا۔

موسیقی کے سلسلہ مین مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سازون اور آلات موسیقی کا بھی حال بیان کر دین۔

موسیقی مین دو چیزین ہوتی ہین۔ سُر اور لَے۔ ان دونون چیزون مین بگڑنا گانے کا ناقابل عفو عیب ہے۔ لہذا ان دونون کی نگہداشت کے لیے وہی سازون کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ فی الحال سُر پر رہنے کی مدد کے لیے سارنگی اور لَے پر قائم رہنے کی ضرورت سے طبلہ کام مین لائے جاتے ہین۔

سُرون کی مدد کے لیے ہندوستان کا پرانا ساز بین تھی۔ جس مین ایک مجوف چوبی نلی کے دونون سرون پر دو تونبیان لگائی جاتین۔ اور اُس پر ساتون سُرون کے سات تار کھینچ دیے جاتے۔ جن کا نغمہ نلی کے اندر سے دونون جانب دوڑ کے دونون تونبیون مین گونجتا۔ مسلمان اپنے ساتھ رباب چنگ اور سرود لائے۔ رباب غالباً عربی باجا تھا جس نے عباسیہ کے دور مین بہت ترقی کی تھی۔ چنگ اور سرود عجمی باجے تھے۔ ان مین سے چنگ بہت ہی

پُرانا ساز ہے۔ جس کا سراغ اسیریا۔ بابل۔ مصر۔ یونان اور روم غرض تمام اگلی قومون مین لگتا ہے۔ یہ وہ خالص فارسی باجا تھا۔ جس کو عباسی دور کے مغنیون نے اختیار کر کے بہت ترقی دی۔ ہندوستان مین آنے کے بعد جب ہندؤن اور مسلمانون کے نغمون مین میل جول ہوا تو پہلے طنبورہ ایجاد ہوا جو در اصل بین کا اختصار اور سرف سُرون کے قائم رکھنے کا کام دیتا تھا۔ اور تنہا بجانے کی چیز نہ تھا۔ چند روز بعد امیر خسرو نے ستار ایجاد کیا جو دراصل بین اور طنبورہ دونون مین ایک آسان اور عام پسند تصرف تھا۔ لیکن بین ہو یا طنبورہ یا ستار گلے کا پورا پورا ساتھ کوئی نہ دے سکتا تھا۔ یہ کمی دیکھ کے محمد شاہ رنگیلے کے دربار کے زبردست و نامور مغنی میان سارنگ نے سارنگی ایجاد کی جو اُنھین کی طرف منسوب ہے۔ سارنگی نے بین طنبورے اور ستار سب کو پیچھے ڈال دیا۔ اور رقص و سرود کی محفلون مین ایسا رسوخ حاصل کیا کہ اُن اگلے سازون کے بجانے والے بھی فنا ہو گئے۔ انھین پرانے سازون مین یہان ایک قانون بھی تھا جسے یقیناً مسلمان شام و عراق سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ اُس کے بجانے والے بھی اب کہین شاذ و نادر ہی نظر آتے ہین۔ غرض عیش و طرب کی محفلون سے سارنگی نے اِن سب کو نکال دیا۔ اور اِن قدیم سازون کی یہ شان رہ گئی کہ اعلےٰ درجہ کے اُستادگوئیون مین بھی کبھی کوئی ایک فنیا نظر آجاتا ہے جسے بین یا سرود رباب یا قانون کے بجانے مین کمال حاصل ہوتا ہے۔ ستار نوجوانون کے تفنن طبع کے لیے رہ گیا جسے وہ بغیر گانے کے بجاتے اور سنتے ہین اور کبھی اُس کے ساتھ کوئی گانے بھی لگتا ہے۔

اب رہا طبلہ یہ اگرچہ لَے کے لیے بہت ہی لازمی چیز ہے مگر اِس قسم کی کسی چیز کا پتہ دیگر ممالک کی پرانی قومون مین نہ تھا۔ لڑائی مین طبل جنگ بجتا۔ نوبت مین نقارہ بجایا جاتا۔ مگر ناچ گانے کے ساتھ سوا ہندوستان کے اور کہین اس قسم کی کوئی چیز اگلے زمانے مین نہ تھی۔ سوا دف کے جو عربون مین تھی۔ اور گانے کے ساتھ بجائی جاتی تھی۔ یہان بھی گانے کے ساتھ سب سے پہلے دف کا رواج معلوم ہوتا ہے جو بین کے ساتھ بجتی اور لَے کے قائم رکھنے مین مدد دیتی۔ اُس کے بعد قدیم الایام ہی مین مردنگ نکلی جو غالباً سری کرشن جی کے زمانے مین موجود تھی اور اُن کی بانسری کے نغمہ کے ساتھ مردنگ کی گمک بھی جمنا کنارے برج کے جنگل مین سُنی جاتی تھی۔ مردنگ کے بعد ترقی یہ ہوئی کہ پکھاوج بنی جو اعلیٰ موسیقی کا خوب ساتھ دے سکتی تھی۔ اب اِس کے بعد سے

عام لوگون مین اور گھر کی بیٹھنے والی عورتون مین ڈھول کا رواج ہوا جو مردنگ اور پکھاوج بگڑ کے عام پسند ہو گئی۔ اور خاص باکمالان موسیقی کی اعلیٰ محفلون کیلیے طبلہ ایجاد ہوا جس مین پکھاوج کے دونون رخ دو جدا سازون مین تقسیم ہو کے ڈہنا اور بایان کے نام سے مشہور ہوئے۔ طبلہ یقیناً مسلمانون کے آنے کی بعد کی ایجاد ہے۔ اگرچہ ہمین یہ نہین معلوم کہ لَےداری کے ان سازون مین مذکورہ ترقیان کب اور کس کے ہاتھ سے ہوئین۔

ریویو

زبان دانی۔ یہ خواجہ محمد عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی کا ایک اہم مضمون کا رسالہ ہے جو ۲۲/۲۰ چھاپنے کے سفید کاغذ پر نہایت واضح اور روشن چھپا ہے۔ اس مین زبان اردو کے چند ضروری اصول بتائے گئے ہین جن سے زبان کی تعلیم مین بہت اچھی مدد مل سکتی ہے۔ اسکو ہم قواعد کی مکمل کتاب تو نہین کہہ سکتے مگر اس مین جو کچھ بتایا گیا ہے بہت ہی ضروری اور بکار آمد ہے۔ اور جن حضرات کو صحیح اور فصیح اردو لکھنے یا بولنے کا شوق ہو اس رسالہ کو ضرور منگوا لین۔ قیمت صرف ۴ر ہے۔ جناب مصنف سے لکھنؤ احاطہ ... ساماں کے پتہ پر خط بھیج کے منگوائی جائے۔

نقادان سخن!

دلگداز نے ۱۹۱۵ء کو بھی پورا کر دیا۔ اب پابندی سے نکل رہا ہے۔ اچھا چھپتا ہے۔ اور ۱۹۱۶ء مین انشاء اللہ ٹھیک وقت پر نکلتا رہیگا۔ ناول "خوفناک محبت" جو ۱۹۱۴ء کے خریدارون کی خدمت مین ۱۹۱۵ء کے ضمیمہ دلگداز پر وی۔ پی۔ بھیجا گیا تھا بمقابل پرانے مذاق والون کے تعلیم یافتہ جماعت مین زیادہ مقبول ہوا جو پرانی تاریخ چھوڑ کے اپنی اخلاقی حالت کی زیادہ اصلاح چاہتے ہین۔ خصوصاً اس مین زینب کا کیرکٹر بہت ہی پسند کیا گیا۔ اب ۱۹۱۵ء کے خریدارون کے لیے ایک نیا تاریخی ناول "الفانسو" تیار ہو گیا ہے۔ قدامت پرست مسلمانون کے تفنن طبع کے لیے ہے۔ پرانے افسانے سننے کے رسیا اسے بہت پسند کرین گے۔ "الفانسو" کے وی پی ۱۱ر ۲۔ جنوری سے روانہ ہونا شروع ہو جائین گے۔ اور جنوری کے دلگداز کے شائع ہونے سے پہلے ہی سب صاحبون کو مل جائین گے۔ ہم امید کرتے ہین کہ ہمارے تمام قدر افزا و کرم فرما احباب ان ویلوون کے لینے کے لیے تیار رہین گے۔ کہین جانے والے ہون گے تو گھر مین ملازمون یا اپنے قائم مقامون کو تاکید کر جائین گے کہ فوراً لے لین۔ بعض حضرات ڈاکخانہ مین امانت رکھوا کے منگوانا بھول جاتے ہین اور

ڈاکخانہ بے خبر کیے واپس کردیتا ہی۔ اسلیے التماس ہی کہ ویلیو ناول تو امانت رکھوایا ہی نہ جائے اور رکھوایا جائے تو یاد کرکے مدت مقررہ کے اندر منگوالیا جائے۔

حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہ کے ممالک محروسہ مین جو حضرات ایسے مقامون مین تشریف رکھتے ہین جہان انگریزی ڈاکخانہ نہین ہی اُن سے التجا ہی کہ ایک روپیہ گیارہ آنہ عہ/۱۱ کی رقم منی آرڈر کے ذریعہ سے فوراً بھجوا دین تاکہ ناول مذکور رجسٹری کراکے اُن کی خدمت مین بھیج دیا جائے۔ بغیر اسکے ناول نہ روانہ ہوگا۔ جو حضرات صرف ڈیڑھ روپیہ منی آڈر بھیج دین گے اُن کی خدمات مین ناول بیرنگ بھیج دیا جاے گا۔ اور اگر انگریزی ڈاکخانہ کے علاقہ سے باہر ہونے کے تو تعمیل نہ ہوگی۔

ایک ضروری التماس یہ بھی ہی کہ اگر ہم ویلیو بھیجنے کا صاف آرڈر نہ پیش کرسکین تو ڈاکخانہ کو اختیار ہی کہ ویلیو کو لے یا نہ لے۔ اسی خیال سے گذشتہ نمبر مین التجا کی گئی تھی کہ ہمارے احباب ہمین ایک کارڈ اس مضمون کا بھیج دین کہ "ناول نذرانہ تیار ہوتے ہی ہر سال ہمارے پاس سال مابعد کے چندہ دلگداز و محصول عہ/۱۱ پر وی۔ پی بھیج دیا جایا کرے" اور دل افروز کے خریدارون سے التجا کی تھی کہ یہ الفاظ لکھ کے بھیج دین کہ "ہر سال اپریل کا دل افروز عہ/ پر وی۔ پی بھیج دیا جایا کرے" مگر بہت ہی کم حضرات نے توجہ فرمائی اس کا نتیجہ یہ ہی کہ اگر ڈاکخانے بے مہری اختیار کی تو وی۔ پی اُن کی خدمت مین نہ جاسکے گا۔ اور پھر بغیر روپیہ بھیجے وہ پرچہ نہ جاری کراسکین گے۔ اِسلیے کہ ہم انھین حضرات کے نام پرچہ جاری رکھین گے جن سے چندہ وصول ہوگا۔

بعض حضرات ایسی تحریر دینے مین ڈرتے ہین کہ اُن پر کوئی قانونی ذمہ داری نہ عائد ہو جائے مگر اصل یہ ہی کہ ہر سال صدہا حضرات وی۔ پی منگوا کے واپس کردیا کرتے ہین اُن کا ہم کیا بنا لیتے ہین جو اِس مضمون کا کارڈ پاکے کچھ کرسکین گے۔ تاہم ہم اُن کے اطمینان کے لیے اقرار کرتے ہین کہ اگر ویلیو واپس آگیا تو ہم سوا خاموشی کے کوئی کارروائی نہ کرین گے۔ اب بھی آپ کو بدگمانی ہے تو اِس کا علاج سوا دلگداز نہ بھیجنے کے۔ کچھ نہین ہے۔

اصل یہ ہی کہ بدگمانی کسی کو نہین صرف سہل انکاری ہے۔ مگر خدا کے لیے اس سہل انکاری کو چھوڑیے جس نے ہمین اور آپ کو اور سارے ملک کو اِس دہاڑے کو پہونچایا ہے۔

آپ کا خادم

منیجر دلگداز

شوقین ملکہ۔ یہ ناول تیار ہوگیا ہے جن حضرات کو ضرورت ہو طلب فرمالین۔ منیجر

مہذب بک ایجنسی

تصانیف شمس العلما شبلی نعمانی مرحوم

- الفاروق - ۸/
- سیرۃ النعمان - ۸/
- الغزالی -
- اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر - ۸/
- رسائل شبلی - ۱۲/
- مقالات شبلی - ۸/
- سوانح مولانا روم -
- علم الکلام -
- الکلام -
- المامون -
- سفرنامہ شام و روم - ۵/
- صبح امید - ۲/

تصانیف شمس العلما نذیر احمد صاحب

- توبۃ النصوح - ۷/
- مراۃ العروس - ۵/
- بنات النعش - ۵/
- چند پند - ۲/
- منتخب الحکایات - ۴/
- ابن الوقت - ۱۲/
- فسانۂ مبتلا - ۱۰/
- اجتہاد -

تصانیف شوق قدوائی

- ترانۂ شوق - ۶/
- قاسم و زہرہ قسم اول - ۱۲/
- ایضاً دوم ۸/
- عالم خیال جا نظمیں - ۶/
- مسدس لیل و نہار - ۴/
- جمیل ڈراما - ۳/

تصانیف حکیم محمد علی خاں صاحب

- عزت کامل ہر سہ حصہ -
- حسن سرور کامل ہر حصہ -
- جعفر و عباسہ - ۹/
- اختر و حسینہ ہر دو حصہ - ۸/
- نیل کا سانپ - ۹/
- گورا - ۴/
- دیول دیوی ۹/
- اہرام مصری - ۲/
- تقدیر ۲/

تصانیف مولوی سجاد حسین صاحب

- احمق الذین - ۴/
- طرحدار لونڈی ۵/
- میٹھی چھری ۴/

(تصانیف ...)

- پیاری دنیا - ۴/
- حاجی بغلول - ۵/
- کایا پلٹ ۶/
- دھوکا یا طلسمی فانوس

تصانیف عاشق حسین صاحب

- مایا کامل ۸/
- نشیب و فراز - ۸/
- شادی و غم - ۴/
- سلطان و نازک دا - ۶/
- مشتاق و زہرہ - ۶/
- مظفر و رانا بالی - ۶/
- اسلم و جمیلہ - ۴/
- افشائے راز

تصانیف رتن ناتھ صاحب سرشار

- کامنی - ۴/
- جام سرشار -
- پی کہاں - ۴/
- بچھڑی ہوئی دولھن - ۴/
- خدائی فوجدار -
- ہشو - ۲/
- کڑم دھم - ۵/
- الف لیلہ بطرز ناول ۴/

تصانیف حافظ محمد احسن صاحب نگرامی

- محبوس گشت - ۱۰/
- معشوقہ عرب - ۱۰/
- جفائے ناز ۵/
- آمیلہ و آسیہ - ۵/
- اشک حسرت
- جام زہر ۶/

رینالڈز کے ناولوں کے ترجمے

- ولایتی پرستان -
- تعبیت فرنگ - ۸/
- سارہ و کلارہ - ۸/
- ڈیگنز و نسیٹا - ۸/
- فسانہ لارنس و ربو - ۴/
- سوزن عشق - ۸/
- دھوکا یا طلسمی فانوس -
- ایلزا یا نکر و مینسٹر
- حسرت وصل - ۶/
- فریب حسن -
- دلربا -
- یاقوت کی کان -
- مارگرٹ - ۴/

المشتہر

محمد صدیق حسن پروپرائٹر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

تصانیف جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر کے ترجمے

- فتح اندلس ۔ عہ/
- فتاۃ غسان ۔ سے/
- ارمانوسہ ۔ عا/
- تمدن اسلام ۔ سے/

نہایت دلچسپ انگریزی ناولوں کے ترجمے

- گنجینہ سراغ رسانی ۔ عہ/
- نیرنگ فرنگ ۔ ۱۲/
- مکار سرپرست ۔ عہ/
- حفاداری ۔ ۲/
- بادشاہ سلامت ۔ عہ/
- چابک سوار معشوقہ ۔ ۹/
- جوش خون ۔ عہ/
- خوبی قسمت ۔ عہ/
- جنگ جرمن بلجیم ۔ ۱۲/
- فرانس کا شاہزادہ ۔ ۸/
- حاجی بابا اصفہانی ۔ عہ/
- لال کپتان ۔ ۱۲/
- کمند گیسو ۔ ۱/
- مرد میدان کامل ۔ عہ/
- پرستان کی پری ۔ ۴/
- کرشمہ رقابت ۔ ۲/
- منچلا جوان ۔ ۶/

- درد دل ۔ ۲/
- انتقام ۔ ۱۲/
- انگلستان کا کچا چٹھا ۔ ۸/
- روح لیلی ۔ ۸/
- جذبہ عشق ۔ ۴/
- فسانۂ دو جہان ۔ عا/
- محمد علی پاشا ۔ عا/
- کوہ قاف کی پری ۔ ۸/
- کمسن ۔ ۲/
- جان نثار ۔ ۲/
- جنت الفردوس ۔ عہ/
- روز البیٹ کامل ۔ [illegible]
- [illegible]
- ثمرۂ نیکی ۔ ۱۲/
- اسرار حریم ۔ عہ/

بنگالی ناولوں کے ترجمے

- بشنتی دیوی ۔ ۸/
- درگیش نندنی ۔ ۶/
- اندرا ۔ ۸/
- آستین ۔ ۸/
- پرتاب ۔ ۶/
- مرنالنی ۔ ۴/
- راد ھا رانی ۔ ۳/
- مظلوم لڑکی ۔ ۲/

- پاربتی ۔ ۲/
- مقدس دیوی ۔ ۶/
- تارا وتی ۔ ۶/
- وفا کا پتلہ ۔ ۲/
- چنچل جاسوس ۔ ۲/

دوسرے دلچسپ ناول

- رزم و بزم ۔ عہ
- عقد الجواہر ۔ عہ
- اسرار ہند ۔ ۱۲/
- کرشن کانتا ۔ عا/
- حور عین ۔ عہ/
- سبز باغ ۔ ۶/
- درد فراق ۔ عہ/
- ناشاد ۔ عہ/
- زیب النسا ۔ عہ/
- جنگ بلقان ۔ عہ/
- خضر شباب ۔ ۴/
- درد عشق ۔ ۲/
- جلوہ ناول ۔ ۴/
- کیفر کردار ۔ ۳
- سلطان ۔ عہ
- عاشق شیطان ۔ عہ/
- ڈاکٹر کی بیٹی ۔ ۸/
- نشتر ۔ ۴/

تصانیف مولنا شرر صاحب

- آہ ملک ۔ عا/
- یوسف نجمہ کامل ۔ عہ
- مخدرات ۔ عہ/
- خوفناک محبت ۔ عہ/
- مقدس نازنین ۔ ۱۲
- فلورا فلورنڈا کامل ۔ ۱۰/
- حسن انجلینا ۔ ۵/
- منصور موہنا ۔ ۸/
- ملک العزیز ورجنا ۔ ۵
- درگیش نندنی ۔ ۵/
- فردوس بریں ۔ ۲
- شہید وفا ۔ ۴/
- دلچسپ کامل ۔ ۲
- دلکش کامل ۔ ۵/
- میوۂ تلخ ۔ ۲
- حسن بن صباح ۔ ۱
- تاریخ بغداد ۔ ۱/
- افسانہ قیس ۔ ۱/
- بدر النسا کی مصیبت ۔ ۱/
- سر سید کی دینی برکتیں ۔ ۲/
- لارڈ بیکن ۔ ۱۲/
- ڈاکو کی دلہن ۔ ۲/
- زمانہ اور اسلام ۔ ۳/
- شب غم ۔ ۱/

المشتہر

محمد صدیق حسن پروپرائٹر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

کلیات و دیوان

کلیات ظفر کامل	۴؍	کلیات آتش	۸؍	کلیات امیر اللہ تسلیم	۱۲؍	کلیات میر تقی میر	۱۴؍
کلیات سودا	۱۴؍	کلیات انشاء اللہ خان	عہ	کلیات ناسخ	۱۰؍	کلیات نظیر اکبر آبادی	۶؍
کلیات مصحفی	-	دیوان غالب	۴	دیوان رند	۷	دیوان داغ	۸؍
گلزار داغ	عہ	آفتاب داغ	۱۲	دیوان ذوق	۴	دیوان میر مراۃ الغیب	۱۱؍
دیوان میر حسن عشق	۶؍	دیوان خواجہ وزیر	۱۲	دیوان میر حسن	۸؍	دیوان خواجہ میر درد	۲؍

متفرق نادر روزگار کتابیں

مفید المفتی۔ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں کی ایک تاریخ ہے جس میں حضرت امام اعظم اور اُن کے بعد کے مشاہیر علمائے حنفیہ کے مختصر حالات وضاحت سے درج ہیں اور یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ فقہ حنفیہ کے فتوے کن کن معتبر و مستند کتابوں کے اقوال پر جاری ہوتے ہیں۔ اور دوسری صدی ہجری سے آج تک کے مشاہیر علما کی فہرست ہے اس کے علاوہ کتاب میں حروف تہجی کی ترتیب سے تمام کتب حنفیہ کی مکمل فہرست ہے۔ کاغذ اور چھپائی اعلیٰ درجے کی ہے قیمت ۶؍

شہادت نامہ۔ مصنفہ حضرت قطب الاقطاب جناب مولانا شاہ حافظ علی انور صاحب قلندر رحمۃ اللہ علیہ کاکوروی اس سے بہتر اور اس قدر جامع کوئی شہادت نامہ آجتک نہیں لکھا گیا۔ قیمت فی جلد ۶؍

اردوئے معلّٰی۔ شاعری کے شہنشاہ نثاری کے ماہر مرزا اسد اللہ خان غالب کے رقعات کا مجموعہ جو اُنھوں نے اپنی عین حیات میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کو لکھے قیمت فی جلد ۱۴؍

دبدبۂ امیری۔ یعنے امیر عبدالرحمن خان مرحوم والی افغانستان کی سوانح عمری۔ اس کتاب میں امیر مرحوم نے اپنی روزانہ زندگی کے تفصیلی واقعات اور افغانستان اور انگلستان اور روس کے تعلقات خود اپنے قلم سے لکھے ہیں قیمت فی جلد ۱۲؍

دولت درانیہ۔ احمد شاہ درانی کے مفصل حالات ہندوستان پر متواتر حملے۔ سکھوں اور مرہٹوں کی مشہور معرکہ آرائیاں بڑے بسط و توضیح سے بیان کی گئی ہیں۔ ۱۲؍

تاریخ اسپین۔ مسلمانوں کا اسپین پر حملہ اور پوری طرح تسلط ہونے تک جو واقعات پیش آئے ہیں وہ سب نہایت عمدگی سے مختصر طور پر درج کردیے گئے ہیں قیمت۔ ۱۲؍

شباب لکھنؤ۔ ایک انگریز سیاح نے جو سلطنت اودھ کے عروج کے زمانے میں لکھنؤ آیا تھا خود اپنے اوپر گزرے ہوئے اور چشم دید واقعات نہایت قابلیت سے لکھے ہیں یہ اُس کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں اگر آپ نے یہ کتاب ابتک نہ دیکھی ہو تو اب ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

قیمت فی جلد مجلد ۱۴؍

دلگداز!

مولنا شرر کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جس نے
زبان اردو کے علمی خزانہ کو اعلی لٹریچر سے
بھر دیا خریداروں کو ایک سال خریدار رہنے
کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رہیں تو
مولنا کے مصنفات کا ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ہے
اور وہی سال بعد کے چندے اور محصولڈاک
پر وی پی روانہ کر دیا جاتا ہے قیمت سالانہ
مع محصول ڈاک عہ دلگداز کا وی پی ۹ کا
اور ناول کا وی پی اس کا محصول بڑھا کے عہ
کا بھیجا جاتا ہے ناول کی قیمت اور ضخامت ایسی
ہوتی ہے کہ رسالہ خریداروں کو قریب قریب مفت
پڑ جاتا ہے۔ مینیجر دلگداز و دل افروز

دل افروز!

ناولوں کے شائق خصوصاً مولنا شرر کے
ناولوں کے شیدا اس رسالہ کو ضرور خرید
فرمائیں گے جس میں ہمیشہ دو نئے ناولوں کا
سلسلہ جاری رہتا ہے مجموعی صفحات ٹائٹل
کے علاوہ ۸۰ ہوتے ہیں۔ اور ہر ناول کا
ایک جزو رہتا ہے۔ ایک ناول مولنا کا طبعزاد ہوتا ہے
اور دوسرا انگریزی کے کسی ناول کا ترجمہ۔
سالانہ چندہ مع محصولڈاک دو روپیہ [illegible]
ہر سال کا پہلا نمبر ۱۲ کا وی پی بھیج کے چندہ
وصول کر لیا جاتا ہے
نمونہ کے لیے ۲/

مینیجر دلگداز و دل افروز

مہذب بک ایجنسی

شائقین علم کو کتابوں کے فراہم کرنے میں اکثر دشواریاں پیش آتی ہیں اور بعض وقت سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس دشواری کے دور کرنے کے لیے یہ ایجنسی قائم کیگئی ہے تاکہ شائقین کو ہر فن ہر علم اور ہر قسم کی اردو فارسی و عربی کتابیں بہت کفایت کے ساتھ فراہم کر دی جایا کریں۔ مفصل فہرست درخواست آنے پر روانہ کی جائے گی۔ اگر آپ کا علمی مذاق ہے اور مشاہیر ملک کے تصنیفات کے شائق ہیں تو اس کارخانہ کو اپنا خیرخواہ و کفایت شعار خادم تصور فرمائیں۔ اس سے خدمت لیجیے۔ اور اس کی دستگیری کرکے ملکی علم و ادب کی سرپرستی فرمائیے

اجرائی کتب ایسی نہ ستین مرحمت فرمائیں۔

المشتہر

محمد صدیق حسن اسسٹنٹ ایڈیٹر دلگداز و دل افروز لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان